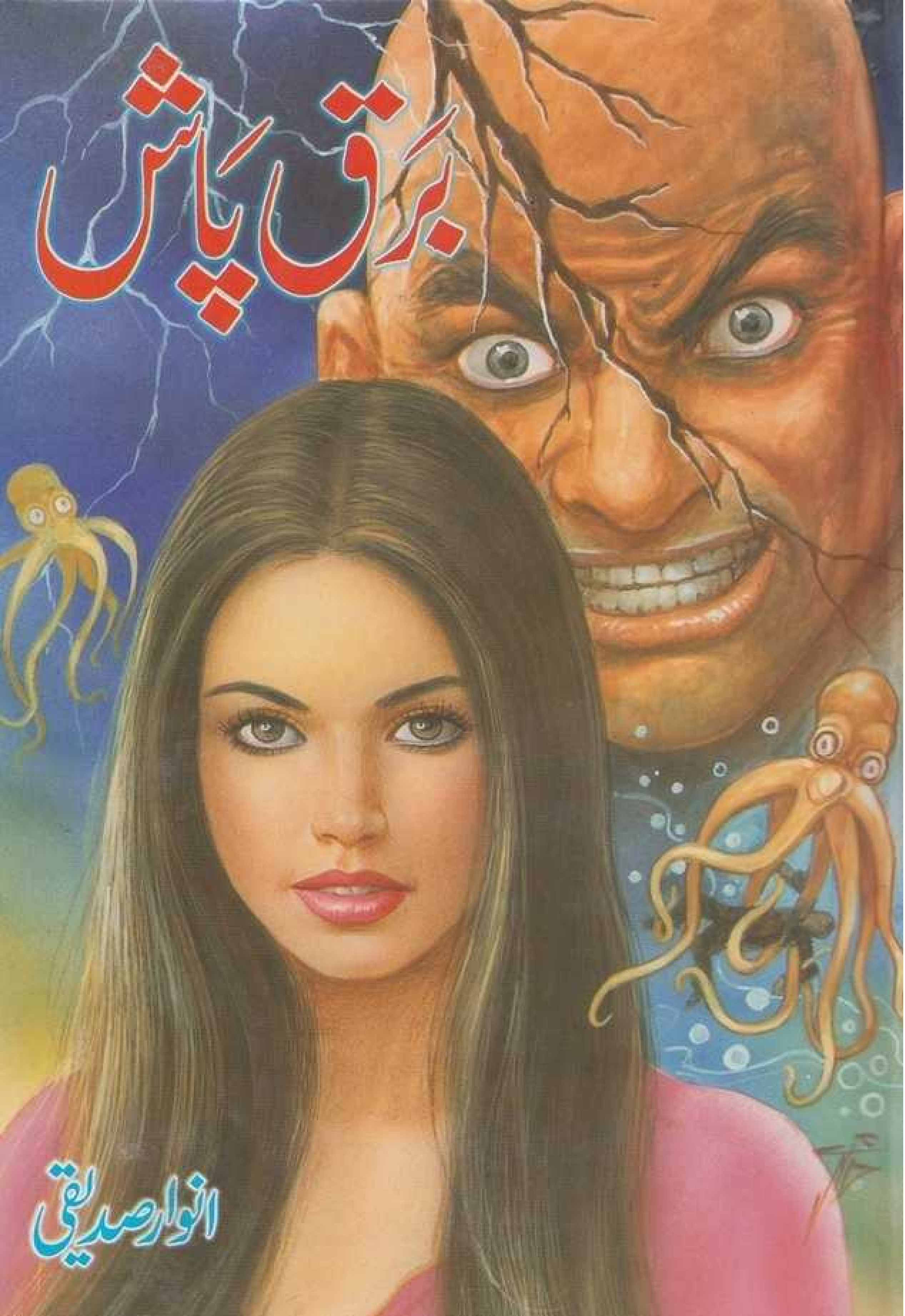
برق پاش
انوار صدیقی

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

فساد کی جڑ......؟

امارات ایئر لائنز کا دیوپیکر طیارہ فضا کی بلندیوں میں محو پرواز تھا۔ مسافروں کی بیشتر نفری نشستوں کی پشت سے سر ٹکائے اونگھنے میں مصروف تھی لیکن میں پوری طرح بیدار تھا' میری نشست کھڑکی کی جانب تھی۔ سامنے صرف ایک قطار چھوڑ کر بزنس کلاس تھی جہاں صاحب حیثیت مسافر بڑے کروفر سے پیر پھیلائے نہایت آرام سے سفر کر رہے تھے۔ اکانومی اور بزنس کلاس کے بیچ ایک ناکافی پردہ حائل تھا جو عملے کے افراد کے بار بار ادھر ادھر آنے جانے کے سبب بزنس کلاس کے مسافروں کی پوری طرح پردہ پوشی کرنے کے بجائے رہ رہ کر درمیان سے سرک جاتا تھا۔ پردے کی اسی تنگ نظری نے مجھے آنکھیں کھلی رکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں بڑی توجہ اور پورے انہماک سے اس ایئر ہوسٹس کو دیکھ رہا تھا جو بزنس کلاس کے ایک ایسے مسافر کے پاس کھڑی اسے اپنی پیشہ ورانہ مسکراہٹ سے نواز رہی تھی جسے عام حالات میں وہ ایک لمحے کو بھی برداشت کرنے پر آمادہ نہ ہوتی۔ ادھیڑ عمر کا وہ ''نو دولتیہ'' اور ''بے لگام'' مسافر جس کے ہاتھ میں گلاس اور گلاس میں ارغوانی ام الخبائث چھلک رہی تھی نہ جانے اس حور شمائل سے کیا راز و نیاز کر رہا تھا۔

وہ فضائی میزبان نہ صرف حسین اور خوش شکل تھی بلکہ خوبصورت اور دل آویز رنگوں والی یونیفارم کے سانچے میں ڈھل کر آسمانی حور بن گئی تھی۔ اس کا درمیانہ قد' کتابی چہرہ' ستواں ناک' تراشیدہ ہونٹ' غزالی آنکھیں اور یونیفارم سے دھینگا مشتی کرتے ہوئے جسمانی نشیب و فراز سب کچھ ہی دیدنی تھا۔ میک اپ کے کمال نے تو اس کے چہرے کو کندن کی طرح دمکا رکھا تھا۔

ذرا ایک منٹ...... میں وضاحت کر دوں کہ میرے برابر والی سیٹ پر میری شریک

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ا —— 2002ء
—— محمد علی قریشی
—— نیر اسد پریس
ن —— ذاکر
ل —— وسیم احمد قریشی
—— -/200 روپے

حیات بھی میری ہم سفر تھی۔ اس کے علاوہ میں عمر کے اعتبار سے بھی ان ہندسوں میں داخل ہو چکا ہوں جسے تمبولا کی اصطلاح میں الٹا پلٹا سکسٹی نائن (69) بھی کہا جاتا ہے۔ اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ میں مرمریں ڈھلے اس متحرک حسین مجسمے کو ''عہد پیری شباب کی باتیں'' کے نکتہ نگاہ سے نہیں دیکھ رہا تھا بلکہ اسے دیکھ کر میرے لاشعور کی گہرائیوں میں کوئی پارہ صفت' فتنہ انگیز حسینہ' توبہ شکن انگڑائی لے کر بیدار ہونے کی کوششوں میں رہ رہ کر کسمسا رہی تھی۔ اس کافر کی ایک ایک ادا نرالی تھی۔ میں ابھی اس فضائی میزبان کے سراپا میں اس تصوراتی محبوبہ کو کھوجنے کی کشمکش میں مبتلا تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے عقبی نشست پر بیٹھے ہوئے کسی شریر بچے نے مہکتے ہوئے ٹشو پیپر سے اپنا چہرہ صاف کر کے اسے میرے سر پر ڈال دیا ہو۔ میں نے تیزی سے سر پر ہاتھ پھیرا وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ میں سنبھل کر بیٹھ گیا اور دزدیدہ نظروں سے اپنی شریک زندگی کو دیکھنے لگا جو کھڑکی اور نشست کے درمیان سر ٹکائے مدھم مدھم خراٹے لے رہی تھی۔ مجھے یک گونہ سکون ملا کہ وہ میری اضطراری کیفیتوں سے بے خبر تھی...... لیکن یہ سکون زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکا۔ میں نے اپنی شریک حیات کی جانب سے مطمئن ہو کر اور دوسرے مسافروں سے نظریں بچا کر دوبارہ اسی ایئر ہوسٹس کی طرف نظر اٹھائی ہی تھی کہ یکلخت ہڑبڑا کر رہ گیا۔

مجھے اپنے سر پر پنجوں کی تیز چبھن محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے عالم تصور میں دھڑکتے ہوئے دل سے سر پر نظر ڈالی تو اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ خوشگوار حیرت کے ساتھ خوف کی ایک سرد لہر بھی میرے وجود میں دوڑ گئی...... وہ بالشت بھر کی فتنہ میرے بالوں کے درمیان سر پر کہنیاں جمائے' دونوں ہتھیلیوں پر چہرہ ٹکائے' بڑے ہیجان انگیز انداز میں اوندھی لیٹی مجھے قاتلانہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ہلکے آسمانی رنگ کے باریک لباس میں اس کی لازوال جوانی کی سرمستیاں سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کی طرح ٹھاٹھیں مارتی نظر آ رہی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں پیار بھرا شکوہ چھلک رہا تھا۔ چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔

وہ میری ''انکا...... میری انکارانی تھی......''

میری اور انکارانی کی رفاقت چوتھائی صدی سے زیادہ پر محیط ہے۔ کبھی وہ ہر لحہ ہر پل میرے تخیلات میں رچی بسی رہتی تھی۔ میرے دل میں دھڑکتی تھی' میری سانسوں میں گھلی

ملی رہتی تھی' میری پلکوں پر کھیلتی تھی' میں اس کی ناز برداریاں کرتا' وہ میرے اشاروں پر تھرکنے لگتی۔ ہم دونوں لازم و ملزوم تھے۔ پھر ہمارے پیار کو وقت کی گردش کی نظر لگ گئی۔ ہم دور دور ہوتے گئے' وقت کے ساتھ ساتھ فاصلے بڑھتے رہے...... ایک چوتھائی صدی بیت گئی مگر یوں لگتا تھا جیسے ابھی کل کی بات ہو...... اور آج...... آج وہ پھر فاصلوں اور وقت کی تمام خلیجوں کو پھلانگ کر' اپنے حسن کی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ' ہونٹوں پر مسکان سجائے' بڑے دلبرانہ انداز میں میرے سر پر لیٹی مجھے پیار بھری' شوخ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے انگ انگ سے مستی پھوٹ رہی تھی۔ اس کی اداؤں میں' اس کے حسن کی رعنائیوں میں' اس کے ہونٹوں کے گداز پر مچلنے والی مسکراہٹوں میں اس کے شباب کی حشر سامانیوں' فتنہ انگیزیوں میں ایک ذرا تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی۔ وہ ہمیشہ کی طرح شاداب اور تر و تازہ نظر آ رہی تھی۔ میں اسے والہانہ نظروں سے دیکھتا رہا' گزرے ہوئے ماہ و سال کی یادیں ایک ایک کر کے میرے ذہن میں کلبلانے لگیں۔

''پہچانا مجھے......؟'' اس نے شوخی سے پوچھا۔

''ہاں......'' میں نے ایک سرد آہ بھری۔ ''تم...... میری انکارانی ہو......''

''جھوٹ......'' اس نے شکوہ کیا۔ ''سچ بتاؤ' اس ایئر ہوسٹس کو کیوں دیکھ رہے تھے......؟''

''مجھے اس کے پیکر میں تمہاری جھلک نظر آ رہی تھی' میری بات کا یقین کرو......''

''سچ......'' وہ تیزی سے اٹھ کر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی پھر ٹھنک کر بولی۔ ''اگر تمہیں اپنی انکارانی سے اتنا ہی پیار تھا تو پھر مجھ سے نگاہیں کیوں پھیر لی تھیں......؟''

''تم نے بھی کبھی پلٹ کر خبر نہیں لی۔'' میں نے اس کو چھیڑنے کی خاطر افسردگی کا اظہار کیا۔ ''میں نے تمہیں صرف جمیل احمد خاں کیلئے تخلیق کیا تھا' وہ حالات کا شکار ہو کر جین کے ساتھ لندن سدھار گیا تو میں نے اپنا قلم بند کر کے جیب میں رکھ لیا لیکن تم......'' میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''لیکن کیا......؟'' وہ غصے میں بل کھاتی اٹھی۔ کولہوں پر ہاتھ ٹکا کر بولی۔ ''چپ کیوں ہو گئے؟ کیا کہنا چاہ رہے تھے......؟''

''اب کہنے کو کیا رہ گیا ہے......'' میں نے دبی زبان میں شکوہ کیا۔ ''چاروں

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

صوبوں کے لاکھوں متوالے گواہ ہیں کہ تم نے میری خاموشی سے فائدہ اٹھا کر دوسرے قلم کاروں کے ساتھ رنگ رلیاں منانی شروع کر دیں' جانے کیا کیا گل کھلاتی رہیں......''

''یہ تم کہہ رہے ہو انوار صدیقی......؟ تم......'' وہ بپھر گئی۔ اس کی نگاہوں میں دہکتے انگاروں سے چنگاریاں چٹخنے لگیں' منہ سے جھاگ اڑاتے ہوئے بھنا کر بولی۔ ''تم جن کی بات کر رہے ہو وہ سب تمہارے جانے پہچانے ہیں...... تمہارے سامنے آتے ہیں تو گرگٹ کی طرح رنگ بدل کر دوستی کا دم بھرتے ہیں۔ تم سے دور ہوتے ہیں تو اپنی فطرت میں برہنہ ہو کر شیطانی رقص شروع کر دیتے ہیں...... تمہاری دوستی کی آڑ میں تمہاری خاموشی سے فائدہ اٹھا کر یہ اٹھائی گیرے بار بار تمہاری انکا پر شبخون مارتے ہیں...... میں خون کا گھونٹ پی کر رہ جاتی ہوں' تم صرف ایک بار مجھے ان کے خلاف اشارہ کر کے دیکھو' میں ان کے مکروہ چہروں سے نقاب اتار پھینکوں گی۔'' تم نے ان کی شخصیت کا دوسرا روپ نہیں دیکھا لیکن میں ان کی رگ رگ سے واقف ہوں......'' انکا نے غضبناک لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھوں میں شعلے رقص کرنے لگے۔

''بس کرو انکا رانی...... بس کرو۔'' میں نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر بڑی شدت سے احتجاج کیا۔ ''جو وقت گزر چکا میں نے اسے بڑی مشکلوں سے بھلایا ہے' تم بھی سب کچھ فراموش کر دو' زخموں کو کریدو گی تو خلش اور بڑھ جائے گی' بڑی مدتوں بعد آئی ہو اچھی اچھی باتیں کرو۔''

''تم...... تم کتنے بدل گئے ہو؟'' انکا کے لہجے میں حیرت تھی۔ ''مجھے یقین نہیں آتا......''

''کوئی اور بات کرو......'' میں نے موضوع بدلنے کی خاطر پوچھا۔ ''کچھ اپنی سناؤ' بڑے طویل عرصے بعد میری یاد آئی...... آج کل کہاں رہتی ہو......؟''

''ایک بات کہوں' برا تو نہیں مانو گے......؟'' انکا نے کسمساتے ہوئے بڑی معصومیت سے کہا۔ میں اس کے چہرے کے بھولپن کو دیکھ کر سہم گیا' میرا اس کا ساتھ بڑا طویل تھا' میں اس کی نس نس سے واقف تھا' وہ شیطان کی خالہ' آفت کی پرکالہ ہمیشہ اسی طرح معصوم بن کر نئے سے نئے گل کھلاتی تھی' ہنگامے بپا کرتی تھی' میں نے اسے گھورتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

''انکا رانی...... میں اب ہنگاموں سے بہت دور' الگ تھلگ رہنے لگا ہوں۔''

''تمہاری طرح میں نے بھی سکون کی تلاش میں تمہارے ایک مہربان کے سر پر بسیرا کر رکھا ہے۔'' انکا کا لہجہ بڑا معنی خیز تھا۔

''کس کی بات کر رہی ہو......؟'' میں نے چونک کر دریافت کیا۔

''محمد علی قریشی کی......'' اس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔ ''بڑا ہی نیک' خوش اخلاق اور صحت مند بندہ ہے۔ اس کی رگوں میں دوڑنے والا گاڑھا گاڑھا خون بھی......''

''نہیں انکا نہیں......'' انکا کی زبان سے خون کی بات سن کر میں چیخ اٹھا۔ ''وہ میرا مہربان ہی نہیں' میرا دوست' میرا عزیز بھی ہے' مجھ سے ایک وعدہ کرو۔'' میں نے عاجزی سے کہا۔ ''تم محمد علی کے سلسلے میں کبھی کوئی غلط بات اپنی زبان تک نہیں لاؤ گی۔''

''بڑا پیار ہے محمد علی سے' اس نے دیدے مٹکاتے ہوئے کہا پھر لمبی سانس لے کر بولی۔ ''چلو' میں تمہاری بات مان لیتی ہوں لیکن اس کے عوض تمہیں بھی مجھ سے ایک وعدہ کرنا ہوگا...... جب تک تم زندہ رہو گے میرے کردار کو بھی زندہ رکھو گے۔''

میں نے فوراً ہی کوئی جواب نہ دیا تو اس کی نگاہوں میں خوفناک سائے لرزنے لگے۔ مجھے تیکھی نظروں سے گھورتے ہوئے سپاٹ آواز میں بولی۔ ''کیا سوچ رہے ہو......؟ کیا تمہیں محمد علی کی زندگی سے......''

''چپ ہو جاؤ......'' میں نے اسے تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا پھر کسمسا کر بولا۔ ''میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے کردار کو پہلے کے مقابلے میں زیادہ خوبصورت رنگوں سے بنا سنوار کر تمہارے چاہنے والوں کے سامنے پیش کروں گا لیکن......''

''پھر وہی لیکن......'' وہ پھدک کر سر سے اتر کر میرے کندھے پر آ گئی۔ بڑی لگاوٹ سے میرے گالوں پر اپنی انگلیاں پھیرتے ہوئے بولی۔ ''تم مجھ سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے......''

''میں بھاگنے کی بات نہیں کر رہا ہوں' جمیل احمد خاں کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔'' میں نے شکستہ آواز میں کہا۔ ''تمہیں تو یاد ہو گا کہ ہندوستان کے تمام پنڈت پجاریوں اور سادھوؤں نے مل کر اس غریب پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا۔ اس کی ایک ایک

خوشی اپنے قدموں تلے روند ڈالی تھی‘ در بدر کر دیا تھا... کیا کیا غم نہیں جھیلنے پڑے اس کو اس کی ایک تنہا ذات تھی اور دشمنوں کی تعداد بے شمار تھی‘ سب ہی اس کے خون کے پیاسے تھے‘ سب سے پہلے تم نے... ہاں انکا رانی تم نے اس غریب کو ایک ہاتھ سے محروم کر دیا پھر نرگس کی موت نے اس کی کمر توڑ دی‘ مالا کی جدائی کے غم نے اسے خون کے آنسو رلائے‘ تزئین کی محبت میں اسے کہاں کہاں کی خاک نہیں چھاننی پڑی‘ وقت اور حالات کی گردش نے اسے پے در پے اتنے چرکے لگائے کہ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو مر گیا ہوتا۔‘‘ میں نے تھوڑے توقف کے بعد پھر انکا کو قائل کرنے کی خاطر کہا۔ ’’تمہاری اپنی مجبوریاں ہیں‘ ترینی نے تمہیں جاپ کرنے کے بعد حاصل کیا تو تم بھی اپنے آقا کے حکم پر جمیل احمد خان کی دشمن بن گئیں۔ وہ جو دولت میں کھیلتا تھا‘ حسینوں کے جھرمٹ میں چہکنے کا عادی تھا تمہاری وجہ سے محلوں سے نکل کر فٹ پاتھ پر آ گیا‘ مہاراج سے بھکاری بن گیا...... اس کی زندگی میں جو نشیب و فراز آئے تم ان سے ناواقف نہیں ہو۔ سب سے مستند اور معتبر چشم دید گواہ ہو...... بدری نرائن بھی تمہیں یاد ہوگا اس کی حمایت میں اور دھرم کے نام پر تمام پنڈت پجاری ایک ہو گئے۔ ایک آنند لال نے جمیل احمد خان کی حمایت میں زبان کھولنی چاہی تو اس کو کتنی اذیتناک سزائیں برداشت کرنی پڑیں‘ کالی کی مہان شکتی بھی جانبدار بن گئی‘ ہن علی کے علاوہ کم ذات جنات بھی دشمنوں کی صف میں شامل ہو گئے۔‘‘ میں نے بڑے دل گرفتہ لہجے میں اپنی بات جاری رکھی۔

’’کس کس کا ذکر کروں؟ کسے کسے فراموش کروں......؟‘‘ جمیل خان نے جتنے زخم سہے‘ جتنی مصیبتیں جھیلیں اس میں کسی نہ کسی زاویے سے تمہارے کردار کی جھلک بھی موجود تھی۔ کبھی تم اس کی طرف سے دشمنوں پر اپنی لازوال قوتوں کا سکہ جماتی تھیں اور کبھی دشمنوں کے کہنے پر مجبور ہو کر جمیل احمد خان پر عقاب کی مانند جھپٹ پڑتی تھیں...... کس کس زخم کو کریدوں کسے کسے رفو کروں......؟ آہ۔ اس غریب نے کیا کیا ظلم نہیں برداشت کئے...... کمپالا یاد ہے تمہیں؟ اس نے جمیل احمد خان کی مجبوریوں پر ترس کھا کر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا پھر نندا نے اسے شاکیہ منی کے قدموں تک پہنچا دیا۔ اس نے زندہ رہنے کی خاطر زندگی کے نئے انداز کو اپنانے کا ارادہ کر لیا۔ نندا کی نصیحتوں پر عمل کرتا رہا۔ شاکیہ منی نے تم سے زیادہ قوتیں حاصل کر لیں لیکن جب وہ غاروں سے نکل کر کھلی فضا میں آیا تو اس بدنصیب پر کیا

بیتی؟ بدری نرائن جسے امر لال جیسے مہان پنڈت کی خوشنودی حاصل ہو گئی تھی اس نے پھر جمیل احمد خان کا تعاقب شروع کر دیا۔ اس غریب نے پنڈت پجاریوں سے ٹکراؤ سے بچنے کی کوشش کی‘ خود پر جبر کرتا رہا‘ درگزر سے کام لیتا رہا ہر ظلم برداشت کرتا رہا‘ لیکن کب تک......؟ کہاں تک؟ ایک دن پھر اس کے اندر بھری ہوئی بارود پر کوئی چنگاری ایسی گری کہ وہ پھر شعلہ بن گیا۔

کلدیپ اس کی زندگی کا آخری سہارا تھی۔ اس تے جمیل احمد خاں کی خاطر پریتم لال کی پوتر استھان پر دھونی جما رکھی تھی۔ امر لال کی مہان شکتی کا مقابلہ کرنے کی خاطر اسے مجبوراً پہاڑیوں سے نیچے آنا پڑا۔ اس نے کالی کو راضی کرنے کی خاطر اپنا جیون بلیدان کرنے کا وچن دے رکھا تھا۔ جمیل احمد خان کو پنڈت امرلال کے مقابلے پر فتح سے ہمکنار کرنے کے بعد اس کو اپنے عہد پر قربان ہونا پڑا۔ جمیل احمد خان کی زندگی کا آخری سہارا بھی چھن گیا...... اس کے بعد اس پر کیا گزری؟ وہ ہوش و حواس کھو بیٹھا‘ دیوانہ ہو گیا‘ پاگلوں کی طرح اپنے وجود کی کرچیوں کو گلیوں اور سڑکوں پر گھسیٹتا رہا۔ موت کے انتظار میں زندگی کے ہاتھوں مجبور ہو کر در بدر کی خاک چھانتا رہا پھر...... پھر قدرت کو اس کی بدنصیبی پر رحم آ گیا‘ جمیل احمد خان کی سفید فام محبوبہ اس کی تلاش میں بھٹکتی ہوئی ہندوستان آ گئی۔ اس کا پیار سچا تھا‘ اس نے اپنے محبوب کو پا لیا‘ اسے دامن میں سمیٹ کر بڑی احتیاط سے لندن لے گئی...... تمہیں تو یاد ہوگا انکا رانی......؟ تم نے بھی اس کے ساتھ جانے کی خاطر اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا مگر وہ تم سے بھی روٹھ گیا...... سب کچھ چھوڑ کر اپنی مٹی سے بھی منہ پھیر کر چلا گیا‘ وہ اب لندن میں جین کے ساتھ بڑے سکون سے ہے انکا رانی...... اسے سکون ہی سے رہنے دو‘ تمہارا اور جمیل احمد خان کا ملاپ دوبارہ ہوا تو پھر اس کی زندگی میں الجھنیں پیدا ہونے لگیں گی۔ تم میری درخواست پر اسے بھول جاؤ میں تمہارے لئے جمیل احمد خان سے زیادہ بہتر کردار تخلیق کر سکتا ہوں‘ میری بات مان لو......‘‘

’’تم شاید بھول رہے ہو انوار صدیقی کہ اس وقت تم انکا رانی سے مخاطب ہو......‘‘ انکا نے مجھے خونخوار نظروں سے گھورا۔ ’’میں نے جو لازوال قوتیں حاصل کر لی ہیں اب اسے کم کرنا تمہارے اختیار کی بات بھی نہیں رہی۔ میرا فیصلہ کان کھول کر سن لو تمہیں ہر قیمت پر میرا اور جمیل کا ملاپ کرانا ہوگا۔ میں نے اسے نرگس سے زیادہ پیار کیا ہے‘ کلدیپ سے

زیادہ چاہا ہے' میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی' تمہیں میری بات ماننی پڑے گی ورنہ محمد علی کا خون ناحق تمہاری گردن پر ہوگا۔''

اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ساتھ اس نے میرے سر پر اپنے پنجوں کی چبھن تیز کر دی۔ میرے اوسان خطا ہونے لگے' ذہن ماؤف ہونے لگا۔ انکا رانی...... لازوال قوتوں کی مالک تھی مجھے اس کی خواہش کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ میں نے اس کی بات منظور کر لی۔ شاید اس لئے کہ محمد علی کو بھی یہی منظور تھا۔

میں انکارانی کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اتنی مہلت ضرور دے دی کہ میں زیر نظر ناول مکمل کر سکوں اس کے بعد مجھے بہر حال انکارانی اور جمیل احمد خاں کے ملاپ کیلئے کوئی نہ کوئی راستہ تلاش کرنا ہوگا۔

حسب سابق میں نے برق پاش کی تکمیل میں بھی کسی بخل سے کام نہیں لیا۔ محمد علی کی خواہش پر حسب استطاعت اس ناول کو بھی پراسرار واقعات سے سجانے کی کوشش کی ہے۔ اس میں ماورائی قوتیں بھی ہیں' ایڈونچر کی چاشنی بھی ہے اور ایک غیر مہذب قبیلے کی ایسی ہولناک رسمیں بھی موجود ہیں جن کی تکمیل وہاں کے لوگوں کیلئے بڑی مقدس سمجھی جاتی تھیں۔

میں اپنی کاوش میں کس حد تک کامیاب رہا' اس کا فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔

انوار صدیقی

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com

رفتار بتانے والی سوئی ستر اور اسی کے ہندسوں کے درمیان کپکپا رہی تھی۔

رات کے ساڑھے بارہ کا عمل تھا۔ کہر میں ڈوبی ہوئی وہ یخ بستہ رات میری زندگی کی سب سے پریشان کن رات تھی۔ ہیڈ لائٹس کی تیز روشنی گہری دھند کا سینہ چاک کرنے کی حتی الامکان کوشش کر رہی تھی۔ میری برق رفتاری کسی خطرناک حادثے کا پیش خیمہ بھی ثابت ہو سکتی تھی۔ میں یہ خطرہ بھی مول لینے پر مجبور تھا' جو کچھ میری نظروں نے کچھ دیر قبل دیکھا وہ ناقابل یقین اور انتہائی حیرت انگیز تھا۔ ایک لمحے کو میرے اوسان بھی خطاء ہو گئے تھے۔ دل کی دھڑکنیں معدوم ہونے لگیں۔ میرا پورا وجود چکرا کر رہ گیا تھا۔ مجھے شبہ تھا کہ میں اپنی جگہ سے ایک انچ بھی حرکت نہ کر سکوں گا' چکرا کر گروں گا' میری موت حرکت قلب بند ہو جانے کا نتیجہ قرار دی جائے گی' پھر میرے اکڑے ہوئے سرد جسم کے ساتھ وہ کہانی بھی منوں مٹی کے نیچے دفن کر دی جائے گی جو میں اس وقت رقم کر رہا ہوں۔

مجھے خوب یاد ہے کہ وہ ہولناک منظر میں نے کب' کہاں اور کن حالات کے پیش نظر دیکھا تھا۔ میں اچانک اور خلاف توقع جس پچویشن سے دوچار ہوا اس نے مجھ پر سکتہ طاری کر دیا تھا۔ میں دم بخود کھڑا پھٹی پھٹی نظروں سے وہ پراسرار اور اذیتناک منظر دیکھ رہا تھا۔ میرا پورا وجود سکتہ انجماد کی حد تک پہنچ کر ساکت و جامد ہونے کے عمل سے گزر رہا تھا جب میرے ڈوبتے ہوئے دل کے کسی تاریک گوشے سے ایک آواز ابھر کر میرے کانوں میں صدائے بازگشت بن کر گونجنے لگی۔

''میجر وقار تم ایک جرأت مند' نڈر اور بے خوف سپاہی ہو۔'' جنگ کے دوران تم نے کئی محاذوں پر موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے شکست دی ہے۔ دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارنا اور خود کو محفوظ رکھنا تمہاری تربیت کا ایک حصہ ہے۔ تڑپتی اور سسکتی

ہوئی لاشیں بھی کبھی تمہارے راستے کی رکاوٹ نہیں بنیں' تم انہیں روند کر گزر جانے کے عادی ہو' پھر اس وقت بزدلی کا ثبوت کیوں دے رہے ہو؟ یاد رکھو زندگی دنیا کی سب سے زیادہ قیمتی' انمول اور عزیز شے ہے۔ پلٹ کر دیکھو تمہاری گاڑی کا دروازہ کھلا ہے' انجن کی آواز غور سے سنو' یہ تمہیں زندگی کی نوید دے رہی ہے' ہمت سے کام لو' کمانڈو ایکشن کا مظاہرہ کرو' ایک جست لگا کر ڈرائیونگ سیٹ تک پہنچو اور جتنی جلدی ممکن ہو خطرات سے دور نکل جاؤ۔ تمہارے لئے ایک ایک لمحہ بڑا قیمتی ہے۔ انہیں ضائع مت کرو۔ جلدی کرو...... بی کوئیک (Be Quick)۔

دل کی اسی آواز کے مشورے نے میری رگوں میں منجمد ہوتے خون کو نئی حرارت بخش دی۔ میں نے اپنی نگاہوں کا زاویہ تبدیل کیا' میری کار میرے بائیں ہاتھ پر صرف چار قدموں کے فاصلے پر موجود تھی۔ اسٹیرنگ سیٹ کا دروازہ کھلا تھا' انجن کی گھرگھراہٹ کی آواز بھی صاف سنائی دے رہی تھی۔ جلدی میں کار سے اترتے وقت میں نے اگنیشن سے چابی بھی نہیں نکالی تھی۔ میرے اندر کا سپاہی جاگ اٹھا' میں نے ایک قدم آگے بڑھا کر بڑی پھرتی سے جست لگائی۔ گرتا پڑتا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔ ایک ہاتھ سے دروازہ بند کیا' دوسرے سے گاڑی کو گیر میں ڈالا پھر ایکسیلیٹر پر میرے پیر کا دباؤ بڑھتا چلا گیا۔

☆......☆......☆

میں موت سے کبھی ہراساں نہیں ہوا۔ صرف ایک بار جب میرا بڑا بھائی ایک موذی مرض میں مبتلا ہو کر بڑی اذیتناک حالت میں موت کا شکار ہوا اس وقت میں دھاڑیں مار مار کر ضرور رویا تھا۔ اس کے مر جانے سے گھر کا سارا بوجھ والد کے ناتواں کندھوں پر آ پڑا۔ میں ان دنوں نویں جماعت میں تھا۔ میں والد صاحب کا ہاتھ بٹانا چاہتا تھا' لیکن ایک نویں جماعت کا طالب علم کسی بڑی ملازمت کا حقدار نہیں ہو سکتا تھا' کوئی چھوٹی موٹی محنت مزدوری کی ملازمت کرتا تو خاندان والوں کی عزت پر حرف آ جاتا۔ پڑھائی کے بغیر میرا مستقبل بھی داؤ پر لگ جاتا۔ والد صاحب کی صحت اس قابل نہیں تھی کہ وہ زیادہ محنت کر سکتے پھر بھی انہوں نے یہ حکم صادر فرما دیا کہ جب تک میں کم از کم میٹرک نہ کر لوں ملازمت یا محنت مزدوری کا نام بھی زبان پر نہ لاؤں۔ چنانچہ میں نے تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔

بڑے بھائی کی بے وقت موت نے ماں کو جو صدمہ پہنچایا تھا وہ بظاہر اسے دنیا

داری کے کاموں میں مصروف رہ کر دوسروں سے چھپاتی رہی لیکن جو زخم ان کو لگا تھا وہ اندر ہی اندر ناسور کی شکل اختیار کرتا گیا۔ باپ کی طرح ماں کو بھی شاید اسی بات کا انتظار تھا کہ میں کسی نہ کسی طرح میٹرک کر لوں اور تعلیم کا وہ پہلا زینہ عبور کر لوں جسے ملازمت کی پہلی اور کم از کم سند تصور کیا جاتا ہے۔

ذمہ داری کے احساس نے مجھے پوری طرح تعلیم کی طرف متوجہ کر رکھا تھا۔ شاید اس لئے کہ میں نے گھر کے اخراجات کا تمام بوجھ اٹھانے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ میں میٹرک کا نتیجہ آتے ہی کوئی ملازمت کر لوں گا' ساتھ ساتھ تعلیم کا سلسلہ بھی پرائیویٹ طور پر جاری رکھوں گا اور والدین کے ان تمام خوابوں کو ضرور شرمندہ تعبیر کروں گا جو انہوں نے بڑے بھائی سے وابستہ کر رکھے تھے لیکن قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

میرا نتیجہ شائع ہوا تو میرے والدین کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ میں نے فرسٹ ڈویژن میں کامیابی حاصل کی تھی۔ والد صاحب نے اس روز مجھے بتایا کہ انہوں نے بھائی صاحب کے دفتر والوں سے بات کر رکھی ہے اس لئے مجھے ملازمت حاصل کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہو گی۔ ماں بھی بار بار میری بلائیں لیتی تھیں۔ ان کے ہونٹوں پر کھیلنے والی مسکراہٹ دیکھ کر کسی کو اس بات کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ میری کامیابی کی مسرتوں کے ساتھ ساتھ بڑے بیٹے کی جدائی کا گھاؤ ان کی زندگی کے چراغ کو اتنی جلدی گل کر دے گا۔ ادھر مجھے ملازمت کا پروانہ ملا ادھر ان پر شادی مرگ کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ کسی کو دوا دارو کی زحمت بھی نہ دی۔ مجھے سینے سے لگائے لگائے دنیا سے ہمیشہ کیلئے سدھار گئیں۔ والد صاحب کی صحت پہلے ہی خراب تھی' بڑی اور کماؤ پوت جوان اولاد کے بعد بیوی کی جدائی کا صدمہ انہیں بھی لے ڈوبا' میں بھرے گھر میں اچانک تنہا رہ گیا۔

ماں کی طرح والد کی موت پر بھی خاندان کے بے شمار افراد شریک ہوئے۔ ہر فرد نے اپنی حیثیت اور مرنے والے سے اپنے رشتے کی نوعیت کے لحاظ سے آنسو بہائے۔ آہ و بکا کی' تابوت کو قبرستان تک پہنچانے میں وہ سب میرے شریک تھے۔ ان میں سے بیشتر صاحب ثروت لوگ تھے لیکن میں فی الحال ان کا ذکر مناسب نہیں سمجھتا۔ اس لئے کہ وہ سب چڑھتے سورج کی پوجا کرنے والے تھے۔ ہو سکتا ہے کہانی میں کہیں تسلسل کو برقرار رکھنے میں یا کسی واقعے کے بہاؤ میں کہیں ان کا ذکر بھی آ جائے۔ ان لوگوں سے میری نفرت کا سبب

یہ ہرگز نہیں ہے کہ انہوں نے میرے سر پر پیار سے ہاتھ کیوں نہیں رکھا یا والدین کا سایہ سر سے اٹھ جانے پر میری کفالت کیوں نہیں کی۔ وہ اگر اس کی کوشش کرتے بھی تو میں انکار کر دیتا۔ میری نفرت کا سبب صرف یہ ہے کہ وہ جو کچھ کرتے تھے دنیا کو دکھانے اور احسان جتانے کو کرتے تھے یا یوں سمجھ لیجئے کہ میں بھی اپنے مرحوم باپ کی طرح خوددار تھا جسے اپنوں کا احسان لینا منظور نہیں تھا۔

میرا خاندانی پس منظر کیا ہے؟ میں کون ہوں؟ کسی جھونپڑی میں میری پرورش ہوئی تھی یا میں محلوں میں پلا بڑھا تھا؟ نہ تو اس کا زیر نظر کہانی سے کوئی تعلق ہے نہ ہی میں زیب داستان کیلئے زمین و آسمان کے قلابے ملانے کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ فی الحال آپ کو صرف اتنا بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ماں کی موت پر شاید مجھے سکتہ ہو گیا تھا جو میری پلکوں سے کوئی آنسو نہیں ڈھلکا' باپ کی موت پر میں نے دل کی گہرائیوں سے امنڈتے ہوئے آنسوؤں کو اس لئے پلکوں تک آنے سے روک لیا کہ کہیں کوئی عزیز دار یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ میں اس سے کسی ہمدردی یا مدد کا طلب گار ہوں۔ میری عمر بہت زیادہ نہیں تھی لیکن میں اس حقیقت سے واقف تھا کہ وہ محبت جو مجھے میرے والدین نے دی کوئی اور نہیں دے سکتا تھا پھر بلاوجہ منت کش دوا ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ مجھے جو درد ملا تھا وہ قسمت کی طرف سے ملا تھا' مجھے بغیر کسی کی مدد کے ان حالات کا مقابلہ کرنا تھا جو میری قسمت میں رقم کر دیئے گئے تھے۔

والدین کی موت کے بعد میں نے ان کی تمام جائیداد اور اثاثہ خاموشی سے فروخت کیا اور اپنے کسی دور یا قریب کے رشتے دار کو آگاہ کیے بغیر وہ شہر ہی چھوڑ دیا جہاں سے زندگی کی بہت ساری یادیں آج بھی روز اول کی طرح وابستہ ہیں۔ میں نے ملازمت کا خیال ذہن سے نکال دیا۔ میں کوئی ایسا کام کرنا چاہتا تھا جو میری طبیعت کے شایان شان ہو جس کا تعلق آقا اور غلام کی بندشوں سے آزاد ہو' جو میری غیور طبیعت کے حسب حال ہو۔ مجھے دولت کی نہیں عزت اور شہرت کی ضرورت تھی' میں خود کو دوسروں سے ممتاز دیکھنا چاہتا تھا' میں تو زندگی کے کسی موڑ پر کہیں بھی کسی صورت میں بھی اپنے عزیز و رشتہ داروں کے سامنے سرنگوں نہیں ہونا چاہتا تھا۔

باپ کی موت پر آنسو نہ بہانے کی سزا مجھے بڑی سخت ملی تھی۔ کسی نے میرے دل

کی گہرائیوں میں جھانک کر میرے کرب کی پیائش کرنے کی کوشش نہیں کی۔ یسیری کے بعد یتیمی کے غم کو بانٹنے کی پیشکش نہیں کی گئی۔ کوئی برگزیدہ ہاتھ میرے سر کی جانب نہیں بڑھا' کسی دوررس نگاہ نے میرے اندر ٹھاٹھیں مارتے درد و الم کے سمندر میں غوطہ نہیں لگایا' میری خاموشی کو میری بے حسی جان کر دبی دبی زبان میں بڑی بڑی تنقیدیں کی گئیں۔ میرے مہر بلب رہنے کو نہ جانے کیا کیا نام دیئے گئے' کس کس انداز میں میرے زخموں پر نشتر زنی کی گئی۔ کیسے کیسے مطلب اور نتائج اخذ کیے گئے' کیا کچھ نہیں کہا گیا' میں ان نگاہوں کا مفہوم سمجھتا رہا' ان کے تیور بھانپتا رہا' ان کے بھنوؤں کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لیتا رہا۔ ان کی کھسر پھسر سنتا رہا لیکن چپ رہا' وہ سب ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی خاطر بڑھ چڑھ کر جنازے کو بار بار کندھا دے رہے تھے۔ مرنے والے سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کرنے کی خاطر بار بار جیب سے رومال نکال ان آنسوؤں کو پونچھ رہے جو مگرمچھ کے آنسو تھے۔ اگر ان کی عقیدت میں خلوص ہوتا' ان کی سسکیوں میں شرافت ہوتی ایک ذرہ برابر رتی ہوتی' ان کے آنسوؤں میں حقیقی پیار یا ہمدردی کا جذبہ ہوتا تو وہ اس وقت بھی ہمارے کام آسکتے تھے جب بڑے بھائی کی جوان موت نے ہمارے بسے بسائے مضبوط گھر کی بنیاد کا ایک اہم ستون گرا دیا تھا' وہ اگر ہمارے ساتھ کوئی سلوک کرتے تو کوئی احسان نہ کرتے اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ میرے والد نے اپنے عروج کے دور میں ان عزیز رشتہ داروں کے ساتھ دامے درمے سخنے اتنا سلوک کیا تھا جس کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا۔

میں شاید جذبات کی رو میں بہہ کر وہ باتیں بھی کہنا چاہ رہا ہوں جو میرے سینے میں دفن ہیں جنہیں میں زبان تک نہیں لانا چاہتا' ان باتوں کو دہرانے سے فائدہ بھی کیا۔ میں صرف اپنی ذات واحد کی بات کرنا چاہتا ہوں جس کی نظروں میں اس کا کوئی ہمدرد' کوئی مونس و غمخوار نہیں تھا' جو اپنے ماضی کے تمام باب بند کر کے حال اور مستقبل کے ایسے باب رقم کرنا چاہتا تھا جو اسے دوسروں کی نظروں میں سربلند کر سکیں' جس پر کوئی شناسا کوئی واقف کار کبھی انگلی نہ اٹھا سکے۔

میں نے بہت غور و خوض کیا پھر ایک فیصلے پر پہنچ کر فوج میں بھرتی ہو گیا۔

ایک میٹرک پاس رنگروٹ کے ساتھ فوج میں اس کے سینئر ساتھی اور تربیت دینے والے ماہر اساتذہ کیا سلوک کرتے ہیں اس کا رتی بھر اندازہ بھی آپ دور بیٹھ کر نہیں لگا

سکتے قطرے کو گہر بننے تک کن کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے' گوشت پوست کے ایک عام انسان کو کس طرح فولادی سانچوں میں ڈھالا جاتا ہے آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے لیکن وہی رنگروٹ جسے خام مال کی شکل میں بھٹی میں ڈالا جاتا ہے جب اپنے تمام مدارج طے کر کے ناقابل تسخیر چٹان بن کر سامنے آتا ہے تو اس کی جوانمردی' شجاعت اور بہادری کے قصے رہتی دنیا تک قائم و دائم رہتے ہیں' شاعر اس کی شان میں نذرانہ عقیدت پیش کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ ہزاروں ماؤں کی دعائیں قدم قدم پر اس جیالے کی حفاظت کرتی ہیں جو اپنے وطن کی حفاظت میں ہر لمحہ اپنی جان کی بازی لگا دینے کو تیار رہتا ہے۔ بہنوں کی محبت ہر محاذ پر اس کے ایمان کو تر و تازہ رکھتی ہے۔ بزرگوں کی نصیحتیں اس کے عزم کو بھی متزلزل نہیں ہونے دیتیں' نغموں کی گونج کٹھن گھڑیوں میں بھی اس کے حوصلوں کو بلند رکھنے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ افسروں کے صلاح مشورے اس کے پیش نظر ہوتے ہیں۔ وہ سرحدوں کی حفاظت اور ملک کی بقا کی خاطر جان ہتھیلی پر رکھ کر جہاد کے ارادے سے قدم آگے بڑھاتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ وطن کے ناموس پر اگر دشمنوں سے لڑتا ہوا کام آ گیا تو جام شہادت نوش کرے گا اور فتح مند ہوا تو غازیوں کی فہرست میں شمار کیا جائے گا۔

میں نے تربیت کے دوران بھی ہر مرحلے کو محاذ جنگ سمجھ کر سر کیا' میرے سینئر زیر تربیت جوان مجھے خاص طور پر زیادہ تنگ کرتے۔ قدم قدم پر مجھے ایسے مشکل امتحانات سے گزرنا پڑتا جس سے تنگ آ کر اکثر رنگروٹ کوئی نہ کوئی بہانہ تراش کر فوج کی ملازمت چھوڑ بھاگتے ہیں۔ وہ بزدل کہلاتے ہیں۔ وہ اندر سے بہت بودے اور کمزور ہوتے ہیں اس لئے مشکلات کا سامنا نہیں کر پاتے۔ عام زندگی میں بھی ایسے لوگ کامیاب نہیں کہلاتے۔ جنہیں منزل پا لینے کا جنون ہوتا ہے وہ بپھرے ہوئے طوفانوں کے سامنے بھی سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔ موت ان کیلئے ایک دلچسپ کھیل سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ مجھے بھی اپنی منزل تک پہنچنے کا جنون تھا' اسی جنون نے مجھے برداشت کی قوت عطا کر دی تھی' ایسی قوت جسے دیکھ کر میرے ساتھی بھی دنگ رہ جاتے تھے۔ مجھے تربیت دینے والے اساتذہ مجھ سے بیحد خوش تھے۔ مجھے یاد ہے ایک بار میرے ایک استاد نے مجھ سے کہا تھا۔ ''مجھے یقین ہے کہ تم ایک نڈر' بے خوف' دلیر اور جانباز افسر ثابت ہو گے۔''

''تھینک یو سر۔'' میں نے بڑے ادب سے جواب دیا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

''فوج کو تم جیسے ہی نوجوانوں کی ضرورت ہے' محاذ جنگ پر وطن کی خاطر لڑنے والے نوجوان عام لوگوں سے بڑے منفرد ہوتے ہیں' مجھے تمہارے اندر ایک ایسا جیالا سپاہی نظر آ رہا ہے جو دشمنوں کے حوصلے پست کر دیتا ہے۔''

''سر۔۔۔'' میں نے بدستور اٹینشن پوزیشن میں کہا۔

''میری ایک نصیحت ہمیشہ یاد رکھنا۔'' میرے افسر نے بڑے دبنگ لہجے میں کہا۔

''جنگ میں فوج کی تعداد نہیں لڑنے والے جوانوں کی ہمت اور شجاعت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کے مٹھی بھر لوگوں نے ٹڈی دل فوج کو شکست فاش سے ہمکنار کر دینے کا مثالی کردار ادا کیا۔ جوش کے ساتھ ساتھ ہمیشہ ہوش سے بھی کام لینے کی کوشش کرنا۔ یہ بات یاد رکھنا کہ شہادت کا درجہ صرف ان کو نصیب ہوتا ہے جو خدا کے پسندیدہ ہوتے ہیں۔ موت سے نظریں چرانا یا دشمن کو پشت دکھا کر بھاگ لینا بزدلی ہے لیکن دور اندیشی سے کام لینا بھی شرط ہے۔''

''سر۔۔۔'' افسر کے جملے میرے شوق جنون کو مہمیز کر رہے تھے۔ میں نے سینے کو فخر سے اور کشادہ کر لیا۔

''آئی وش یو آل سکسس ان لائف (I wish you all success in life)''

''تھینک یو سر۔۔۔'' میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ ''آئی شل آلویز ری ممبر یور گولڈن ورڈس (I shall always remember your golden words)۔

میرے افسر نے میرے بارے میں جو پیش گوئی کی وہ غلط ثابت نہیں ہوئی۔ پاسنگ آؤٹ پریڈ والے دن مجھے بیسٹ کیڈٹ (Best Cadet) قرار دیا گیا تو میرا سینہ فخر سے اور تن گیا۔ عملی زندگی میں آنے کے بعد بھی میں نے فوج کے ہر شعبے میں جہاں مجھے تعینات کیا گیا اپنی بہترین مہارت اور اعلیٰ صلاحیتوں کے اظہار کا سلسلہ جاری رکھا۔

مجھے اپنی فوجی زندگی میں دو بار محاذ جنگ پر زور آزمائی کا موقع ملا اور اس قادر مطلق کا کرم ہے کہ دونوں موقعوں پر مجھے میری دور اندیشی' بہادری اور شجاعت کا بہترین انعام ملا۔ میں میجر کا رینک حاصل ہونے کے بعد بہت خوش تھا۔ دوسری جنگ لڑنے کا

موقع مجھے میجر کے عہدے پر فائز ہونے کے بعد ہی ملا تھا۔ اس جنگ میں میرے بہت سارے ساتھی مارے گئے۔ میں بھی زخمی ہو گیا لیکن آخری وقت تک میں دشمنوں کے سینے پر گولیاں برساتا رہا۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دیتا رہا۔ خوش قسمتی سے میرا بہترین دوست اور ساتھی کیپٹن فراز بھی میرے ساتھ شانہ بشانہ دشمنوں کو پسپا کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھا۔ اچانک آسمان ہماری فضائی فوج کے لڑاکا طیاروں کی گھن گرج سے گونجنے لگا۔ ہمارے شاہین بروقت دشمن پر اس قدر برق رفتاری سے حملہ آور ہوئے کہ انہیں پسپائی کا راستہ اختیار کرنا پڑا۔ یہ لمحہ اگلے محاذ پر لڑنے والے افسران اور نوجوانوں' دونوں کیلئے ایک سخت امتحان ہوتا ہے۔ جب لڑاکا بمبار طیارے دشمن پر گولا برسا رہے ہوں تو دشمن پیچھے کی سمت بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی وقت ہوتا ہے جب پیدل فوجی دستے نعرہ تکبیر بلند کر کے پیش قدمی کرتے ہیں' دشمن کے اہم ٹھکانوں پر قبضہ کرتے ہیں اور نہایت دلیری سے ان کی نفری کو گولوں اور بندوقوں سے موت کے گھاٹ اتارتے چلے جاتے ہیں۔

ہوائی فوج کی کمک آ جانے کے بعد میں نے دوربین آنکھوں سے لگا کر پیش قدمی کا جائزہ لیا پھر اپنے ساتھیوں کو آگے بڑھنے کا اشارہ کرتے ہوئے اٹھا تو کیپٹن فراز نے میرا ہاتھ تھام لیا۔

''سر ــــ'' اس نے میرا عزیز ترین دوست ہونے کے باوجود میری یونیفارم اور رینک بیجز کا خیال ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بڑے مہذب لہجے میں کہا۔ ''آپ زخمی ہیں' آپ کا خون بہت ضائع ہو چکا ہے' میرا مشورہ ہے کہ آپ کیمپ میں واپس چلے جائیں۔''

''سوری کیپٹن۔'' میں نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ ''میں تمہارا مشورہ قبول نہیں کر سکتا ــــ''

''کیا آپ میری درخواست بھی رد کر دیں گے؟'' اس کے لہجے میں دوستی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔

''موت برحق ہے میرے دوست۔'' میں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر جواب دیا۔ ''مقدر کے لکھے کو کوئی ٹال نہیں سکتا' جو کچھ ہو گا بہتر ہی ہو گا' چلو آگے بڑھو لیکن میرے ساتھ ساتھ رہنا۔''

کیپٹن فراز نے مجھ سے مزید بحث نہیں کی۔ ہم دونوں نے ہمیشہ کی طرح بڑی

گرمجوشی سے مصافحہ کیا۔ پھر رائفل سنبھالے بھاگتے ہوئے دشمن کے تعاقب میں دوڑ پڑے۔ میری کمپنی کے لوگ بار بار فتح کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ ہماری توپوں سے گولے برس رہے تھے اور دشمن کے جسم کے ٹکڑے فضا میں بکھر رہے تھے۔

تقریباً پچاس گز تک دوڑنے کے بعد مجھے پہلی بار نقاہت کا احساس ہوا۔ خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے کمزوری میرے جنون پر تسلط جمانے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں نے زندگی میں کبھی موت سے ہراساں ہونے کی کوشش نہیں کی۔ میں ہمیشہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانے کا عادی رہا ہوں۔ میرے بے شمار دوست اور ساتھی میری نظروں کے سامنے اذیتناک موت سے دو چار ہوئے۔ میں نے ان کی موت پر کبھی آنسو بہانے کی ضرورت نہیں محسوس کی' ہمیں یہی تلقین کی جاتی تھی کہ شہید کی موت پر آنسو بہانا اس کی عظمت کی توہین ہوتی ہے۔ موت سے کھیلتے کھیلتے ہمارے دل پتھر کے ہو جاتے ہیں۔ فوج کی نو سالہ ملازمت کے دوران میں نے کبھی کسی محاذ پر قدم پیچھے ہٹانے کے بارے میں بھول کر بھی غور نہیں کیا تھا لیکن اس روز کمزوری کے سبب میں چکرا گیا۔ میں نے ایک لمحہ رک کر اپنی بکھرتی سانسوں کو سمیٹنے کی کوشش کی تو کیپٹن فراز پھر لپکتا ہوا میرے قریب آ گیا۔

''سر ــــ میں ایک بار پھر آپ کو واپس جانے کا مشورہ دوں گا۔'' اس کے لہجے میں التجا تھی۔

''کیپٹن ــــ'' میں نے مسکرا کر بات بنانے کی کوشش کی۔ ''تم نے اپنی منگیتر کا کیا نام بتایا تھا ــــ؟''

''عروج ــــ'' کیپٹن نے میرے چہرے کے تاثرات کو بغور دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

''عروج کے معنی جانتے ہو ــــ''

''میں آپ کا مقصد سمجھ رہا ہوں سر لیکن ــــ''

''بلندیوں کو چھونے والے پستی کی باتیں کریں تو اچھا نہیں لگتا۔''

''میں آپ سے متفق ہوں لیکن دور اندیشی اور مصلحت سے کام لینا بھی ہماری تربیت کا ایک حصہ رہا ہے ــــ'' کیپٹن فراز نے بڑے خلوص سے کہا۔ ''صحت مند ہو جانے کے بعد آپ کو جرأت اور شجاعت کے جوہر دکھانے کے بہت سارے مواقع ملیں گے۔''

"میں نے تمہیں ایک بات کبھی نہیں بتائی آج بتا رہا ہوں۔" میں نے بیحد سنجیدگی سے کہا۔ "میرے عزیز و رشتہ داروں کی تعداد بے شمار ہے لیکن میری موت پر رونے والا کوئی نہیں ہے۔۔۔"

"میں سمجھا نہیں سر۔۔۔"

"میرے والدین اس دنیا میں نہیں ہیں اور جو دوسرے ہیں میں ان سے قطع تعلق کر چکا ہوں۔"

"کیوں سر۔۔۔" کیپٹن نے حیرت کا اظہار کیا۔

میں جواب دینا چاہتا تھا کہ اچانک ایک گولا ہمارے قریب آ کر پھٹا۔ میرے ساتھ ساتھ کیپٹن فراز نے بھی زمین پر اوندھے منہ گرنے میں بڑی مہارت اور پھرتی کا ثبوت دیا تھا' بھاگتے ہوئے دشمن نے غالباً ہماری توجہ منتشر کرنے کی خاطر ایک گولا داغ دیا تھا۔

"کیپٹن فراز۔۔۔" میں نے زمین پر لیٹے لیٹے فراز کو آواز دی' تم خیریت سے تو ہو۔۔۔؟"

"سر۔۔۔ آپ میرا ایک کام کر دیں۔۔۔" فراز کی آواز میں کسی ایسے زخمی کا کرب شامل تھا جو دنیا میں زیادہ دیر کا مہمان نہ رہ گیا ہو۔ میں تیزی سے اٹھ کر اس کے قریب گیا' میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس کی چھاتی خون سے تر تھی۔ کندھے پر زخموں کے کئی نشان موجود تھے' ایک لمحہ پہلے وہ بھلا چنگا تھا' بیحد چاق و چوبند اور جوشیلا نظر آ رہا تھا لیکن اب اس کے چہرے پر موت کی سیاہی تیزی سے اپنا دامن پھیلا رہی تھی۔ میں نے بے اختیار اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ کچھ دیر پیشتر وہ مجھے کیمپ واپس جانے کو کہہ رہا تھا اور اب یہ میری کوشش تھی کہ اسے جلد از جلد طبی امداد کی خاطر کیمپ تک پہنچا دوں۔

"عروج مجھ سے بہت پیار کرتی ہے سر۔۔۔" فراز نے مجھے میرے ارادے سے باز رکھتے ہوئے کہا۔" اس نے عہد کیا تھا کہ زندگی کی آخری سانسوں تک وہ انتظار کرے گی لیکن۔۔۔"

"مایوسی گناہ ہے فراز۔۔۔" میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

"تم کو ابھی عروج کیلئے زندہ رہنا ہوگا۔ ہمت سے کام لو۔"

"میری نظروں کے سامنے اندھیرا پھیل رہا ہے۔۔۔ سر۔۔۔" فراز نے پلکیں جھپکاتے ہوئے بڑی مدھم آواز میں جواب دیا۔" عروج تک میرا ایک پیغام ضرور پہنچا دیجئے گا۔۔۔۔ اس سے کہئے گا کہ وہ۔۔۔۔ وہ میرا خیال۔۔۔۔ دل سے نکال دے اور۔۔۔۔ اور"

اور اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا' اس کا خوبصورت چہرہ جو اس وقت خون سے تر بتر تھا میری بانہوں میں ڈھلک گیا۔ مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ میرا کوئی عزیز ترین ساتھی مجھے بیچ منجدھار میں چھوڑ کر بہت آگے نکل گیا ہو۔ میں نے بڑی عقیدت سے اس کے خون آلودہ چہرے کو آخری بار دیکھا پھر اس کو آہستہ سے زمین پر لٹا کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ قریب ہی ایک اور ہولناک دھماکہ ہوا اور میں اچھل کر دو قدم دور جا گرا' مجھے ایسا لگا جیسے میرے سینے میں داہنی جانب مونڈھے کے قریب کسی نے شگاف لگا کر اس میں کٹی ہوئی سرخ مرچیں بھر دی ہوں۔ اس کے بعد مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔۔۔۔ میرا ذہن گھپ اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا۔

میں ایک ہفتے تک اپنے آپ سے بے خبر رہا۔ ہوش آیا تو میں ملٹری ہسپتال کے پرائیویٹ وارڈ میں تھا۔ کچھ دیر تک میں اپنے ذہن کو ٹٹولتا رہا پھر ایک ایک کر کے ساری باتیں مجھے یاد آنے لگیں۔ اپنے عزیز ترین دوست اور ساتھی کیپٹن فراز کے کہے ہوئے آخری جملے میرے دماغ میں گونجے تو میری پلکوں کے گوشے نمناک ہونے لگے۔ تربیت کے دوران مجھے اپنے آفیسر کا کہا ہوا جملہ بھی یاد آیا اس نے کہا تھا۔

"میری ایک نصیحت ہمیشہ یاد رکھنا جوش کے ساتھ ساتھ ہوش سے بھی کام لینا' یہ بات یاد رکھنا کہ شہادت کا درجہ صرف ان کو نصیب ہوتا ہے جو خدا کے پسندیدہ ہوتے ہیں' موت سے نظریں چرانا یا دشمن کو پشت دکھا کر بھاگ لینا بزدلی ہے لیکن دور اندیشی سے کام لینا بھی شرط ہے۔۔۔۔"

میں نے یقیناً ہوش کے بجائے جوش سے کام لیا تھا' دشمن کی لاشوں کو روندنا اور ان کے علاقے میں اپنی فتح کا جھنڈا لہرانے کی خواہش نے مجھے ہوش مندی کے تقاضوں سے یکسر بے نیاز کر دیا تھا' وہی میری بھول تھی' میں اگر کیپٹن فراز کا مشورہ قبول کر لیتا تو شاید وہ حادثہ رونما نہ ہوتا جس نے میری پلکوں کو نمناک کر دیا تھا مگر یہ بھی میری خوش فہمی

ہے، مشیت ایزدی کے آگے انسان بے بس ہو جاتا ہے۔ موت کا جو لمحہ جو طریقہ اور جو جگہ لوح محفوظ پر ایک بار رقم کر دی جائے اسے دنیا کی کوئی قوت نہیں ٹال سکتی۔ تدبیریں تقدیر کے فیصلوں کو رد نہیں کر سکتیں، جو کچھ میرے ساتھ ہوا اس میں قدرت کی کاری گری بھی شامل تھی۔

دانشوروں کا قول بھی یہی ہے کہ ہر کام اپنے وقت پر انجام پاتا ہے۔ جام شہادت میری قسمت میں نہیں تھا، وہ اعزاز کیپٹن فراز کو ملنا تھا جو مل گیا، میں لاکھ ہوشمندی اور مصلحتوں سے کام لیتا ہوتا وہی جو قدرت کو منظور تھا، انسان مر جاتا ہے، اس کی یادیں اور باتیں رہتی دنیا تک لواحقین اور چاہنے والوں کا تعاقب کرتی رہتی ہیں۔ میرے ذہن میں بھی رہ رہ کر مرنے والے کی معصوم باتیں گونج رہی تھیں۔ وہ بڑا خوبصورت اور کڑیل جوان تھا۔ اپنے کام سے کام رکھنے کا عادی تھا۔ کم سخن ہونے کے باوجود اپنی ملنسار طبیعت کے باعث ہر دلعزیز تھا۔ میرے ساتھ اس کا خاص ربط تھا۔ شاید اس لیے کہ میں اس کا افسر ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا دوست بھی تھا۔ اس دوستی کی ابتداء میری جانب سے ہوئی تھی۔ اس کی شخصیت میں ایک ایسی کشش تھی جس نے پہلی ہی نظر میں مجھے اس کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ یہ بھی ایک اتفاق تھا کہ ہم گزشتہ تین سال سے ساتھ ساتھ تھے۔

شروع شروع میں وہ مجھ سے کھل کر باتیں کرنے سے جھجکتا تھا۔ اسے افسر اور ماتحت کا خیال محتاط رکھتا تھا لیکن مس (Mess) کی ملاقاتوں کے دوران جب میں نے کھل کر اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تو وہ مجھ سے بے تکلفی سے پیش آنے لگا۔ ڈیوٹی کے اوقات کے علاوہ ہم جب بھی ایک دوسرے سے ملتے عزیز دوستوں کی طرح ملتے۔ اس نے کئی بار میری نجی زندگی کے بارے میں جاننے کی کوشش کی، میں ہر بار بڑی خوبصورتی سے اسے ٹال جاتا۔ ایک دن اس نے مسکرا کر بڑے معصوم لہجے میں پوچھا۔

”سر...... آپ نے کبھی کسی سے محبت کی......؟“

میں اس کے سوال کا مفہوم سمجھ گیا۔ ایک لمحے تک زیر لب مسکراتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔

”ہاں...... محبت ایک پرخلوص جذبے کا نام ہے، دو دلوں کے درمیان ایک ربط خاص قائم ہو جائے تو محبت کا پودا خود دل کی گہرائیوں میں اپنی جڑیں مضبوط کرنی شروع کر

دیتا ہے، اسی لئے یہ بات مشہور ہے کہ محبت کی نہیں جاتی...... ہو جاتی ہے۔ اور اس ہو جانے کی خبر بھی محبت کرنے والے کو اس وقت ملتی ہے جب وہ کئی منزلیں سر کر چکا ہوتا ہے۔“

”مجھے آپ کی بات سن کر حیرت ہو رہی ہے......“ اس نے پہلو بدل کر کہا۔

”کس بات پر......؟“ میں نے اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

”آپ کی باتوں پر......“ اس نے بے تکلفی سے کہا۔ ”ہماری کمپنی کے بیشتر لوگوں کا خیال ہے کہ آپ زاہد خشک ٹائپ کے آدمی ہیں لیکن اس وقت یہ جان کر حیرت ہوئی کہ آپ بھی کسی کی محبت میں گرفتار ہیں___“

میں جواب میں صرف مسکرا دیا۔

”سر___ اگر آپ محبت کے قائل ہیں تو پھر آپ کو شاعری سے ضرور لگاؤ ہو گا؟“ میری شخصیت میں اس کی دلچسپی بڑھنے لگی۔

”فراز......“ میں نے اسے سنجیدگی سے مخاطب کیا۔ ”ایک بات کہوں مانو گے؟“

”آپ حکم دیں سر......“ وہ میرے لہجے کی سنجیدگی محسوس کر کے یکلخت محتاط ہو گیا۔

”آئندہ سے ڈیوٹی کے اوقات کے علاوہ مجھے کبھی سر نہ کہنا۔“ میں نے اسے پیار سے دیکھا۔ ”تم میرے دوست ہو اور دوستوں کے درمیان تکلفات نہیں ہوا کرتے......“

”تھینک یو سس......“ وہ سر کہتے کہتے ایک دم رک گیا۔ مسکرا کر بولا۔ ”آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔“

”تمہیں یہ سن کر شاید حیرت ہو کہ مجھے شاعری سے کبھی کوئی رغبت نہیں رہی۔ شاید اس لئے کہ میں ہوا میں خوبصورت محلات تعمیر کرنے اور اس محل کے کسی وسیع و عریض کمرے پر سرخ یا گلابی حریری پردے ڈال کر اس کی اوٹ سے سامنے مسہری پر نیم دراز کسی خیالی محبوبہ کے رخساروں کی گلابی شہابی رنگت یا ناگن کی مانند لہراتی بل کھاتی دراز زلفوں کا نظارہ کرنے کو وقت کی بربادی سمجھتا ہوں۔“

”حیرت ہے...... آپ شاعری کو تضیع اوقات بھی سمجھتے ہیں پھر بھی شاعرانہ انداز میں گفتگو کرنے کے عادی ہیں۔“ اس کے لہجے میں شوخی تھی۔

”ہو سکتا ہے کہ کسی کی محبت کے جذبے نے میرے وجود کے اندر بھی شاعری

کے جراثیم چھوڑ دیئے ہوں۔''

''کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ وہ کون خوش نصیب ہے جس نے پتھر میں جونک لگانے کا کارنامہ سرانجام دیا ہے؟''

''اس کا نام جاننا چاہتے ہو......؟''

''جناب......'' وہ خاصہ بے تکلف ہونے لگا۔''اگر خاطر پر گراں نہ گزرے تو۔''

''ایک شرط پر......''

''ارشاد......''

''پہلے تمہیں بتانا ہوگا کہ تم کس کی نیم باز نگاہوں کے ترکش کے تیر سے گھائل ہوئے ہو۔'' میں نے اس کے چہرے پر ڈولتی معصومیت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے شرط عائد کی۔

''اس کا نام عروج ہے......'' فراز کے ہونٹوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ کھیلنے لگی۔''وہ میری فرسٹ کزن بھی ہے۔''

''عروج......'' میں نے پیار سے کہا۔''بڑا خوبصورت نام ہے۔''

''وہ خود بھی بہت خوبصورت ہے۔''

''مجھے یقین ہے......'' میں نے بے تکلفی سے جواب دیا۔''تمہاری طرح تمہارا انتخاب بھی ضرور لاجواب ہوگا۔''

''ذرہ نوازی ہے آپ کی ورنہ من آنم کہ من دانم......'' اس کے چہرے پر قوس قزح کے رنگ بکھرنے لگے۔

''بات کہاں تک بڑھ چکی ہے......'' میں نے دلچسپی لیتے ہوئے دریافت کیا۔

''ابھی صرف ہم دونوں کے درمیان عہد و پیماں ہوئے ہیں' ویسے میرے خیال میں بزرگوں کو بھی ہمارے پیار کی بھنک ضرور مل گئی ہوگی' عشق اور مشک کی خاصیت بھی یہی ہے کہ وہ چھپائے نہیں چھپتے۔''

''شادی کب کرو گے......؟''

''جب میجر بن جاؤں گا۔''

''میجر میں کیا خاص بات ہوتی ہے......؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''وہ مائنر (Minor) سے بڑا ہوتا ہے۔'' فراز نے اتنی سادگی سے جواب دیا کہ میں لاجواب ہو گیا۔ وہ بہت دیر تک عروج کی باتیں کرتا رہا۔'' میں توجہ سے سنتا رہا پھر اس نے اپنی بات ختم کر کے مجھے میرا وعدہ یاد دلایا۔''اب آپ کی باری ہے۔''

''میں جو کچھ کہوں گا تم اس پر اعتبار کر لو گے......؟'' میں نے سنبھل کر پوچھا۔

''میں جانتا ہوں کہ آپ کبھی غلط بیانی سے کام نہیں لیتے۔'' اس نے مجھ پر اعتماد کا اظہار کیا۔

''میں جس سے محبت کرتا ہوں وہ بے حد معصوم ہے' اس کی باتیں میرے کانوں میں رس گھولتی ہیں۔'' میں نے محتاط انداز میں کہا۔''میں کبھی بھی محبت کا قائل نہیں تھا لیکن اس کی خوبصورت اور حسین شخصیت نے اس قدر خاموشی سے میرے دل میں نقب لگائی کہ مجھے خبر تک نہ ہوئی۔''

''اب کیا صورتحال ہے......؟''

''اب......'' میں نے اسے پیار بھری نظروں سے دیکھا۔''اب میں محسوس کرتا ہوں کہ اگر اس نے میرے دل میں گھر نہ کیا ہوتا تو میری زندگی میں شاید ایک خلا باقی رہ جاتا۔''

''کیا اسے بھی آپ سے بے پناہ پیار ہے......؟''

''پہلے میرا بھی خیال تھا لیکن اب......'' میں نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''اب کیا بات ہو گئی......؟'' اس نے چونک کر پوچھا۔

''اب مجھے اس بات کا علم ہوا ہے کہ اس نے اپنے دل میں کسی اور کو بسا رکھا ہے۔'' میں نے بڑی سنجیدگی سے سرد آہ بھرنے کی کوشش کی۔

''ون وے ٹریفک والی بات ہے......'' وہ کھل کھلا کر ہنس دیا۔

''کیا کروں؟ اپنی اپنی قسمت کی بات ہے۔'' میں خلاء میں گھورنے لگا۔

''کیا نام ہے اس کا......؟''

''جس نے بے وفائی کی اس کا نام جان کر کیا کرو گے......؟'' میں نے بمشکل اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے سنجیدگی برقرار رکھی۔

”دوسروں کو مشورہ دوں گا کہ وہ اس نام سے دور دور ہی رہیں۔“

”اس کا نام جان کر تم میرا مذاق تو نہیں اڑاؤ گے......؟“

”بالکل نہیں......“ اس نے تیزی سے جواب دیا۔ ”آئی پرامس......“

”اس کا نام...... کیپٹن فراز ہے۔“ میں نے ایک لحظہ خاموش رہ کر اس قدر برجستگی اور پیار سے کہا وہ شرم سے سرخ ہو گیا۔

”آپ مجھے ٹالنے کی کوشش کر رہے ہیں......“ وہ جھینپے ہوئے لہجے میں بولا۔

”بالکل نہیں......“ میں نے بڑی بے تکلفی سے کہا۔ ”تم جانتے ہو کہ میں غلط بیانی کرنے کا عادی نہیں ہوں۔“

”آئی ایم پراؤڈ آف یو سر...... (A m proud of you sir) فراز نے میرے قریب آ کر بڑے پیار سے کہا۔ ”میں آپ کی محبت اور شفقت کو کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔“

میرے ذہن میں کیپٹن فراز کے ساتھ گزارے ہوئے دنوں کی ایک ایک بات تازہ ہو رہی تھی۔ جب کسی کے قدموں کی آہٹ نے میرے خیالات کا شیرازہ منتشر کر دیا۔ میں نے نظر گھما کر دیکھا ہمارے کمانڈنگ آفیسر بریگیڈیئر نوازش علی میڈیکل افسران ڈیوٹی اور ایک میل نرس کے ہمراہ آ رہے تھے۔

”گڈ مارننگ میجر وقار......“ نوازش علی نے مجھے مسکراتی ہوئی تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”اب تم کیسا محسوس کر رہے ہو؟“

”خدا کا شکر ہے سر، پہلے سے بہت بہتر ہوں۔“ میں نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔

”لیکن ابھی تمہیں یہاں ہفتہ دس دن اور رہنا پڑے گا، میں تمہاری میڈیکل رپورٹ دیکھ کر آ رہا ہوں۔“ نوازش علی نے بڑے خلوص سے میرے شانے تھپ تھپاتے ہوئے کہا۔ ”مجھے خوشی ہے کہ تم تیزی سے صحت مند ہو رہے ہو، تمہیں کوئی ایسی پریشانی لاحق ہونے کا کوئی خدشہ نہیں ہے جو تمہیں روزمرہ کے معمولات سے دور رکھ سکے تم ہر طرح محفوظ ہو۔“

”سب اوپر والے کی مہربانی ہے سر......“

”مجھے اس بات کا دکھ ہے کہ تم اپنے بہترین دوست اور ہمارے ایک ذہین اور دلیر آفیسر کیپٹن فراز کی رفاقت سے ہمیشہ کیلئے محروم ہو گئے لیکن یہ بھی ہمارے فرائض کی ادائیگی کا ایک حصہ ہے۔ میں نے اس کی ڈیڈ باڈی پورے اعزاز کے ساتھ اس کے آبائی شہر روانہ کر دی تھی، جوانوں نے ایصال ثواب کیلئے قرآن خوانی کا اہتمام کیا تھا۔ خدا اس کی مغفرت کرے اور حق کی راہ میں اس کی شہادت قبول فرمائے۔“

”آمین......“ میں نے مدھم آواز میں کہا۔

”تمہیں یہاں کسی قسم کی تکلیف تو نہیں......؟“

”نو سر......“ میں نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر جنگ کے بارے میں دریافت کیا۔

”فی الحال اقوام متحدہ کی مداخلت پر سیز فائر (Seize Fire) ہو گیا ہے لیکن لڑائی کے دوران ہمارا پلڑا بھاری رہا ہے۔ دشمن کی کئی چوکیاں ابھی تک ہمارے قبضے میں ہیں۔“ بریگیڈیئر مجھے جنگ کی صورتحال سے آگاہ کرتا رہا پھر ایک لحہ رک کر بولا۔ ”ہسپتال سے خلاصی پانے کے بعد تمہارا کیا ارادہ ہے......؟“

”میں پہلی فرصت میں ڈیوٹی رپورٹ کروں گا۔“ میں نے پرجوش انداز اختیار کیا۔

”آئی ایم ایکسٹریملی سوری مائی بوائے۔“ نواز علی نے ہونٹ چباتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔ ”ہمارے میڈیکل بورڈ اور ماہر نفسیات نے تمہارے کیس کی مکمل چھان بین کرنے کے بعد اس بات کا اظہار کیا ہے کہ تمہیں فوج سے سبکدوش کر دیا جائے۔“

”سر......“ میرا سر ایک لمحے کو چکرا گیا۔

”ڈونٹ وری میجر......“ نوازش علی نے مجھ سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں پورے اعزاز اور اعلیٰ تعریفی اسناد دینے کے بعد فوجی ملازمت سے سبکدوش کیا جائے گا، تم ان تمام مراعات کے حقدار ہو گے جو ملازمت مکمل کرنے کے بعد کسی کو ملتی ہیں، تم نے دوران ملازمت جو شاندار ریکارڈ قائم کیے ہیں وہ کبھی فراموش نہیں کیے جا سکتے۔ مجھے تمہاری کارکردگی پر ہمیشہ فخر رہا ہے۔“

”سر......“ میں نے بھرائی ہوئی آواز میں درخواست کی۔ ”میں خود کو پوری طرح

صحت مند محسوس کر رہا ہوں' کیا میرے کیس پر دوبارہ غور نہیں کیا جا سکتا؟ پلیز سر......"

"ہم نے تمہارے کیس کو ہر پہلو سے پرکھنے کے بعد ہی ایک آخری فیصلہ کیا ہے۔ فائل پر چیف کے دستخط بھی ہو چکے ہیں' اب کچھ نہیں ہو سکتا۔"

میں نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے۔ مجھے معلوم تھا کہ میڈیکل بورڈ کی رپورٹ کے بعد میرے بارے میں ایک بار جو فیصلہ صادر ہو چکا ہے اس میں کوئی ترمیم نہیں ہو سکتی۔ میری کسی ذاتی خواہش' جذباتی درخواست یا ضد کو درخور اعتنا تصور نہیں کیا جائے گا۔

جو حکم ایک بار ہو چکا تھا اس میں کسی ترمیم کی گنجائش باقی نہیں رہ گئی تھی' میرے پاس اس فیصلے کو قبول کرنے کے سوا کوئی دوسرا چارہ نہیں تھا۔

پندرہ دن بعد مجھے ہسپتال سے رخصت کر دیا گیا۔ بریگیڈیئر نوازش کے کہنے کے عین مطابق میرے اعزاز میں ایک شاندار تقریب منعقد ہوئی جس میں میری سابقہ کارکردگی کو سراہا گیا۔ میرے سینے پر موجود تمغوں میں ایک تمغے کا اور اضافہ کیا گیا پھر مجھے وہ تمام مراعات دی گئیں جن کا میں مستحق تھا۔ اس کے بعد میری فوجی زندگی کا وہ روشن باب ہمیشہ کیلئے بند ہو گیا جس میں میں مزید اضافوں کا خواہاں تھا۔

میری عمر اس وقت لگ بھگ چونسٹھ (64) سال ہے۔ میری صحت آج بھی قابل رشک ہے۔ میرے دوست احباب کا حلقہ زیادہ وسیع نہیں ہے۔ میرے پاس دولت کی کمی بھی نہیں ہے۔ ملازمت کے بعد میں نے جو کاروبار شروع کیا اس میں مجھے آج بھی خاطر خواہ فائدہ ہو رہا ہے۔ شاید اس لئے کہ میں نے زندگی میں ہمیشہ ایمانداری اور دیانت سے کام لیا تھا۔ میں چونکہ الگ تھلگ رہنے کا عادی تھا اس لئے میں نے شہر کے جنوبی علاقے میں واقع ہل ٹریک کے قریب تین کمروں پر مشتمل ایک کاٹیج خرید لیا تھا جہاں میرے علاوہ صرف ایک ملازم شب و روز میرے ساتھ رہتا تھا۔ دیگر ملازم اپنا اپنا کام سرانجام دے کر واپس چلے جاتے تھے۔

چونسٹھ (64) سالہ زندگی میں اور فوجی ملازمت کے دوران میری زندگی میں کئی اتار چڑھاؤ آئے' کئی ایسے خطرات بھی پیش آئے جن سے گلوخلاصی حاصل کرنے کیلئے مجھے ایڑی چوٹی کا زور لگانا پڑا لیکن میں کبھی مایوسی کا شکار نہیں ہوا۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ موت کے تصور نے کبھی مجھے ہراساں نہیں کیا۔ خطرات سے کھیلنا میری ہوبی تھی لیکن اس

رات جو منظر میری آنکھوں نے دیکھا وہ شاید میں کبھی فراموش نہ کر سکوں۔ اس کے بعد اوپر تلے جو پراسرار اور حیرت انگیز واقعات پیش آتے رہے وہ بھی میرے لئے نہ صرف یہ کہ حیران کن تھے بلکہ آج بھی جب میں ان کو یاد کرتا ہوں تو خوف کے احساس سے پورے جسم میں ایک پھریری سی دوڑ جاتی ہے۔

☆......☆......☆

ٹھیک ساڑھے سات بجے میں تیار ہو کر اپنے ڈرائنگ روم میں آ گیا' میرا ملازم تنویر پہلے سے ہی میرا منتظر تھا۔

"رات میری واپسی دیر سے ہوگی....." میں نے تنویر سے کہا۔ "تم میری واپسی کا انتظار مت کرنا' کھانا کھا کر سو رہنا۔"

"آپ ڈنر کہاں کریں گے؟" تنویر نے جو مجھ سے بہت محبت کرتا تھا اور ہر طرح سے میرے آرام کا خیال رکھنے کا عادی تھا دبی زبان میں دریافت کیا۔ "اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کا کھانا....."

"آج میں ڈنر بھی باہر ہی کروں گا۔ تم اپنے معمولات سے فارغ ہو کر سو جانا۔"

"کہاں کا پروگرام ہے سر.....؟" اس نے اپنی معلومات کی خاطر دریافت کیا۔

"میں پروفیسر ورما کے ساتھ فلم دیکھنے جا رہا ہوں۔"

پروفیسر ورما کا نام سن کر تنویر کی نگاہوں میں ایک الجھن سی نمودار ہوئی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ خاموشی سے ڈرائنگ روم سے باہر چلا گیا۔ پروفیسر ورما کا پورا نام انوپ کمار ورما تھا لیکن ہل ٹریک کی کالونی میں رہنے والے بیشتر افراد صرف ورما کے نام سے مخاطب کرتے تھے۔ پروفیسر ورما کی عمر ساٹھ سال سے زیادہ تھی۔ دبلا پتلا چھریرے بدن کا مالک تھا' جس مکان میں وہ رہتا تھا وہ میری رہائش گاہ سے بائیں جانب قدرے بلندی پر واقع تھا۔ ہماری کالونی میں آئے اسے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے لیکن اس نے بہت مختصر وقت میں کالونی کے بیشتر لوگوں سے راہ و رسم پیدا کر لی تھی۔ بظاہر خاصہ خوش مزاج تھا' دوسروں کی رائے بھی اس کے متعلق ایسی ہی تھی لیکن مجھے اس کی ایک عادت زیادہ پسند نہیں

تھی' بحث مباحثے کے دوران وہ ہمیشہ اپنی ہی بات منوانے کا عادی تھا' دوسروں کی مدلل باتوں کو بھی کوئی اہمیت دیئے بغیر نظر انداز کر دینا اس کی فطرت تھی۔ میری اس کی دو چار ہی ملاقاتیں ہوئی تھیں' وہ کس چیز کا پروفیسر تھا میں نے یہ جاننے کی بھی کوشش نہیں کی تھی۔ البتہ دوسری یا شاید تیسری ملاقات میں اس نے ازخود مجھے یہ بات بتائی تھی کہ اس کی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا۔ وہ اپنی بیٹی سادھنا کے ساتھ رہتا تھا۔ اس نے ہر ملاقات میں مجھے اپنے گھر آنے کی دعوت دی تھی لیکن میں ہر بار اس کی دعوت کو ٹال گیا۔ میں نے پروفیسر ورما کے ساتھ بھی تعلقات بڑھانے کی کوشش نہیں کی تھی مگر چونکہ وہ میرا پڑوسی تھا اور ایوننگ واک کے دوران میرا اور اس کا اکثر ٹکراؤ ہو جاتا تھا اس لئے نہ چاہنے کے باوجود ہمارے درمیان دو چار باتیں ضرور ہو جاتی تھیں۔ انہی باتوں کے درمیان میں نے اس پر یہ بات واضح کر دی تھی کہ میں ایک ریٹائرڈ فوجی آفیسر ہوں اور بہت زیادہ تنہائی پسند واقع ہوا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ وہ میری تنہا پسندی والی بات سن کر مجھ سے میل ملاپ بڑھانے سے باز آ جائے گا لیکن شاید اس نے میری بات ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکال دی تھی۔

میں جس رات کا ذکر کرتے جا رہا ہوں اس سے ایک روز پہلے اس نے مجھے بتایا تھا کہ ریجنٹ سینما میں گنز آف نیوران نامی شہرہ آفاق فلم چل رہی ہے اور یہ کہ اس نے میرے اور اپنے لئے اگلے روز کے لیٹ شو کی دو نشستیں بھی بک کرا لی ہیں۔ میں فلم دیکھنے کا شوقین کبھی نہیں رہا لیکن مہماتی اور فوجی نوعیت کی فلمیں دیکھنا میری ہوبی تھی۔ گنز آف نیوران نامی فلم کے بارے میں پہلے بہت کچھ سن چکا تھا چنانچہ جب پروفیسر ورما نے اصرار کیا تو میں اس کے ساتھ جانے کو آمادہ ہو گیا۔

وقت کی پابندی پر سختی سے عمل کرنا میری زندگی کا سب سے اہم اصول تھا۔ پروفیسر ورما نے آٹھ بجے میرے گھر آنے کو کہا تھا لہٰذا میں ساڑھے سات بجے ہی تیار ہو گیا تھا اور اب تنویر کو ضروری ہدایت دینے کے بعد میں پروفیسر کی راہ دیکھ رہا تھا کہ میرے فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ریسور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"میجر وقار سے بات ہو سکتی ہے.....؟" دوسری جانب سے پروفیسر ورما کی مانوس آواز سنائی دی۔

"میں بول رہا ہوں....." میں نے دستی گھڑی پر نظر ڈالی۔ آٹھ بجنے میں ابھی دس

منٹ باقی تھے۔

''مجھے یقین ہے کہ آپ میرا انتظار کر رہے ہوں گے......''

''جی ہاں۔'' میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ ''میں تیار بیٹھا ہوں۔''

''سوری میجر......'' پروفیسر ورما نے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ ''سادھنا کی طبیعت اچانک ناساز ہوگئی ہے اس لئے میں آپ کے ساتھ نہ جاسکوں گا لیکن میں ریزرویشن ٹکٹ آپ کو بھیج رہا ہوں' آپ ویسے بھی تنہا پسند واقع ہوئے ہیں اس لئے اکیلے فلم دیکھ کر زیادہ انجوائے کریں گے۔ میں ساتھ ہوتا تو باتوں سے باز نہ آتا۔''

میں نے پروگرام ٹالنے کی بہت کوشش کی لیکن پروفیسر ورما کا ملازم جب ٹکٹ دے گیا تو میں نے تنہا ہی جانے کا فیصلہ کرلیا۔ پروفیسر نے غلط نہیں کہا تھا اگر وہ ساتھ ہوتا تو ضرور میرا دماغ چاٹتا رہتا اور میں پوری طرح فلم انجوائے نہ کرپاتا۔

ریجنٹ سینما کا فاصلہ ہماری کالونی سے تقریباً آٹھ میل دور رہا ہوگا اور راستہ غیر آباد علاقے سے ہو کر گزرتا تھا۔ میں ٹھیک وقت پر سینما پہنچ گیا۔ فلم کے بارے میں جو تعریف سن رکھی تھی وہ اس سے کچھ زیادہ ہی دلچسپ تھی۔ میں پوری طرح اس کے ایک ایک منظر سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ انٹرول میں میں نے برگر اور کافی سے ڈنر کی کمی کو پورا کرلیا تھا۔ رات کے وقت میں ویسے کم کھانے کا عادی تھا۔

فلم ٹھیک بارہ بج کر سات منٹ پر ختم ہوئی' جب میں ریجنٹ سینما کیلئے گھر سے روانہ ہوا تھا اس وقت سردی کی شدت زیادہ نہیں تھی۔ موسم خوشگوار ہی تھا لیکن فلم کے ختم ہونے کے بعد میں سینما ہال سے باہر نکلا تو موسم کے تیور بدل چکے تھے۔ نہ صرف سردی میں اضافہ ہوگیا تھا بلکہ دھند بھی بہت زیادہ تھی۔ میرے لئے یہ دونوں باتیں کسی پریشانی کا باعث نہیں بنیں' اس کے برعکس میں ایسے موسم سے ہمیشہ بھرپور طور پر محظوظ ہونے کا عادی تھا۔

واپسی پر دھند کی دبیز چادر کے سبب میں نے گاڑی کی رفتار سست ہی رکھی تھی۔ مجھے گھر پہنچنے کی ایسی کوئی جلدی بھی نہیں تھی...... میں ڈرائیونگ کرتے وقت بھی فلم کے مختلف مناظر اور خاص طور پر انتھونی کوئن کی شاندار اداکاری سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اس وقت میں اس غیر آباد علاقے اور سنسان سڑک سے گزر رہا تھا جس کے دونوں اطراف گھنے

درخت موجود تھے۔ دھند اس قدر زیادہ تھی کہ میں نے وائپر چلا رکھے تھے۔ ہیڈ لائٹس کی تیز روشنی میں بھی پندرہ بیس فٹ سے زیادہ دور کی چیز صاف نہیں نظر آرہی تھی۔ میں اپنے خیالوں میں گم تھا کہ اچانک میرا سیدھا پیر ایکسیلیٹر سے ہٹ کر بریک پر جم گیا۔ اگر اس وقت میں نے ایک ذرا سستی اور لاپرواہی سے کام لیا ہوتا تو شاید وہ سہمی ہوئی حسین عورت جو پھٹی پھٹی نظروں سے میری گاڑی کی سمت دیکھ رہی تھی میری تیز رفتاری کا شکار ہو کر بری طرح زخمی ہو جاتی۔

میرا پریشان ہو جانا قدرتی بات تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے اور پورا یقین ہے کہ وہ خوبصورت دوشیزہ جو صرف ایک گاؤن میں ملبوس تھی سڑک پر موجود نہیں تھی شاید میری گاڑی کی ہیڈ لائٹس دیکھ کر وہ اچانک سامنے آگئی تھی۔ اس کے چہرے کو میں بہت واضح طور پر نہیں دیکھ سکا لیکن میری چھٹی حس نے یہ اندازہ ضرور لگا لیا تھا کہ وہ کسی خطرے سے ضرور دوچار ہے' نہ ہوتی تو اچانک میری گاڑی کے سامنے آکر موت کو دعوت دینے کی حماقت کبھی نہ کرتی۔ میں دروازہ کھول کر باہر نکل رہا تھا جب اس کی خوفناک چیخ میری قوت سماعت سے ٹکرائی' اس کے ساتھ ہی وہ سڑک کی دوسری جانب دوڑ پڑی تھی۔

خطرے کے احساس کو محسوس کرکے میری رگوں میں دوڑتے ہوئے خون کی گردش اور تیز ہوگئی' میں نے گاڑی کو نیوٹرل گیر میں ڈالا پھر انجن بند کیے بغیر دروازہ کھول کر باہر کود گیا۔ فوری طور پر میرے ذہن میں یہی خیال گزرا تھا کہ وہ جنسی کج روی کا کوئی گھناؤنا معاملہ ہوگا۔ کسی بدقماش نے قریب کے کسی گھر سے کسی اکیلی اور تنہا عورت کو اٹھالیا ہوگا اور اب اس غیر آباد علاقے میں لاکر اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہتا ہوگا۔

میں نے گاڑی سے باہر کود کر عورت کو دیکھا جو شاید بدحواسی میں اپنے ہی گاؤن میں پاؤں الجھ جانے کے سبب سڑک کے قریب قدرے نشیب میں اوندھے منہ پڑی چیخ رہی تھی۔ اس کا گاؤن خاصہ بے ترتیب ہو گیا تھا جسے وہ اپنی بوکھلاہٹ کے باوجود درست کر رہی تھی۔

''کون ہو تم......؟ کیا بات ہے......؟ کیوں چلا رہی ہو......؟'' میں نے ایک ہی سانس میں یکے بعد دیگر تین سوال کر ڈالے۔

''تم......تم......'' وہ تیزی سے اٹھ کر مجھے سہمی سہمی نظروں سے گھورتے ہوئے

بولی۔ ''تم اس کے ساتھی تو نہیں ہو......؟''

''وہ کون......؟'' میں نے اگلا سوال کیا۔ ''تم کس کی بات کر رہی ہو......؟''

''وہ...... وہی جو میرا خون پینا چاہتا ہے۔'' اس نے بدحواسی سے جواب دیا پھر بوکھلائی ہوئی نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ ''وہ مجھے مار ڈالے گا...... تم...... تم مجھے اس کے پنجے سے بچالو۔''

''کیا تم اسے جانتی ہو......؟'' میں نے قدرے نرمی اور ہمدردی سے پوچھا۔

''نہیں...... میں نے اسے پہلے نہیں دیکھا لیکن...... میں اتنا جانتی ہوں کہ وہ خوبصورت لڑکیوں اور عورتوں کو بے آبرو کر کے ان کا خون پی جاتا ہے۔''

''اس وقت وہ کہاں ہے......؟'' میں نے اسے تسلی دی۔ ''ہمت سے کام لو' گھبراؤ مت' میرے ہوتے ہوئے وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔''

''وہ...... وہ ابھی ابھی یہیں تھا' ادھر......'' سہمی ہوئی خاتون نے جس کی عمر کا اندازہ میں نے اٹھائیس اور تیس کے درمیان لگایا تھا روڈ کی دوسری سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''تمہاری گاڑی کی آواز سن کر اس کی گرفت میری گردن پر کمزور ہوئی تھی اور میں اس سے جان چھڑا کر بھاگنے میں کامیاب ہوگئی۔''

''تم اس وقت یہاں' اتنی رات گئے' اس ناکافی لباس میں کیا کر رہی تھیں؟'' میں نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

''مجھے نہیں معلوم کہ وہ مجھے یہاں کس طرح لے آیا۔'' خاتون نے ہانپتے ہوئے جواب دیا۔ ''مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں حسب معمول رات کو ساڑھے نو بجے اپنی خواب گاہ میں سونے کے ارادے سے گئی تھی اس کے بعد کیا ہوا میں نہیں جانتی لیکن ہوش آنے پر میں نے خود کو اسی دھند میں پایا اور وہ...... میرے سامنے کھڑا مجھے ہولناک نظروں سے گھور رہا تھا۔''

''تمہیں یہ بات کس طرح معلوم ہوئی کہ وہ خوبصورت لڑکیوں اور عورتوں کو بے آبرو کر کے ان کا خون پی جاتا ہے......؟''

''یہ بات اسی نے مجھے بتائی تھی......''

''اور تم نے اس کی بات پر یقین کرلیا......''

''اور کیا کرتی......'' اس نے بے بسی کے عالم میں جواب دیا۔ ''وہ...... وہ یقیناً شیطانی قوتوں کا مالک ہوگا' جو مجھے سوتے میں میری خوابگاہ سے اٹھا کر یہاں لا سکتا ہے' وہ کچھ بھی کرسکتا ہے۔''

''تمہارا نام کیا ہے......؟'' میں نے اسے گھورتے ہوئے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

''میرا نام شیلا ہے......'' اس نے تھوک نگلتے ہوئے جواب دیا۔ وہ سہمی سی نظروں سے بدستور چاروں طرف اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے کوئی نادیدہ ہاتھ کہر کی چادر سے اچانک باہر نکلے گا اور گلا دبا کر اس کی زندگی کا چراغ گل کر دے گا۔

''کہاں رہتی ہو......؟'' میں نے اسے کریدنے کی خاطر دریافت کیا۔

''میں...... میں تمہیں اپنے بارے میں سب کچھ تفصیل سے بتا دوں گی لیکن تم......'' اس نے مجھے التجا آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے درخواست کی۔ ''بھگوان کیلئے تم مجھے یہاں سے لے چلو' وہ آ گیا تو تم بھی اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔''

''کہیں ایسا تو نہیں کہ تم مجھے اپنے کسی خوبصورت اور حسین جال میں پھانسنے کی اداکاری کر رہی ہو......؟'' میں نے ایک ممکنہ خطرے کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے قدرے سخت لہجے میں کہا۔ ''تمہاری اطلاع کے لیے بتا دوں کہ میں ایک فوجی آفیسر رہ چکا ہوں اس لئے تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ سب کچھ سچ سچ اگل دو ورنہ میں نے اگر کوئی جوابی کارروائی کی تو تم زیادہ خطرات میں الجھ جاؤ گی۔''

''میری بات کا وشواس کرو۔'' وہ بڑی معصومیت سے بولی۔ ''میں ایسی نہیں ہوں جیسی تم سمجھ رہے ہو' جتنی جلدی ہو یہاں سے نکل چلو ورنہ میرے ساتھ ساتھ تم بھی مشکل میں پڑ جاؤ گے۔'' اس نے ہاتھ جوڑ دیئے۔ ''میں بنتی کرتی ہوں' مجھے اس کے چنگل سے بچا لو' میں سارا جیون تمہارا احسان نہیں بھولوں گی۔''

''تمہارا خیال ہے کہ وہ شیطانی قوتوں کا مالک ہے......؟'' میں نے اسے ایک بار پھر مشتبہ نظروں سے دیکھا۔

''ہاں اس نے مجھے بھی بتایا تھا......'' وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔ اس کی بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔

''اور وہ اب بھی یہیں کہیں آس پاس موجود ہے......''

”میں نہیں جانتی۔“ وہ جھلا کر بولی۔ ”لیکن اس نے کہا تھا کہ آج رات وہ مجھے چھوڑے گا نہیں اور دنیا کی کوئی شکتی مجھے اس سے بچا نہیں سکتی۔“

”تمہارا گھر کہاں ہے......؟“ میں نے پھر اپنا سوال دہرایا۔

”یہاں سے دس میل دور ہنومان کے بڑے مندر کے پاس کوئی آبادی ہے اس کے ایک بنگلے میں......“ وہ اپنا جملہ مکمل نہ کر سکی۔ میری پشت پر دیکھ کر ہذیانی انداز میں چیخنے لگی۔ اس کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا۔ دہشت کے مارے اس کی ابھری ہوئی رگیں اس کی صراحی دار گردن پر صاف نظر آ رہی تھیں۔ اس کی آنکھیں کسی شے پر جم کر رہ گئی تھیں۔ ان میں موت کے سائے لہرا رہے تھے۔

میں نے اس کی کیفیت کا اندازہ لگاتے ہی تیزی سے پلٹ کر اپنی پشت کی جانب دیکھا۔ مجھے ایسا لگا جیسے میں کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہوں۔ میری پشت پر ایک جیتا جاگتا انسان کھڑا تھا لیکن اس کی ہیبت کذائی دیکھ کر ایک لمحے کو میں بھی حیران رہ گیا۔ وہ سرتاپا سیاہ چسٹر میں ملبوس تھا۔ اس کی آنکھوں میں شعلے دہک رہے تھے۔ پلکیں جھپکائے بغیر وہ شیلا کو گھور رہا تھا جس کی چیخ کی آوازیں ہر لحظہ تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ میں نے اس شخص کے چہرے کے نقوش کو غور سے دیکھا تو میرے تن بدن میں ایک سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ اس کے چہرے کے خدوخال میرے دیکھے بھالے تھے۔ وہ ہوبہو پروفیسر ورما جیسا تھا لیکن اس وقت بڑا خوفناک اور بھیانک نظر آ رہا تھا۔ میں اس سے صرف دو قدموں کے فاصلے پر تھا لیکن اس نے ابھی تک میری طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ وہ شیلا کو بڑی خونخوار نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ چسٹر کے جیب میں تھے۔

”لڑکی......“ اچانک اس کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی اور ایک سرسراتی ہوئی کرخت آواز فضا کے سناٹے میں گونجی۔ وہ شیلا سے مخاطب تھا۔ ”چیخنا بند کر دے، آج تیرے سندر شریر کا ابلتا ہوا خون میری آتما کو ایک نئی شکتی دان کرے گا۔ تجھے چیخنے چلانے کے بجائے خوش ہونا چاہیے کہ آج کی رات میں تیری سندرتا سے اپنے من کی پیاس بجھاؤں گا پھر تو امر ہو جائے گی......“

”نہیں......نہیں......“ شیلا حلق پھاڑ کر چلائی۔ ”میں تجھے جان سے مار دوں گی۔ میرے قریب آنے کی کوشش مت کرنا۔“

”بس چپ ہو جا۔“ چسٹر میں ملبوس شخص نے اس بار بڑی کریہہ آواز میں کہا۔ ”میں نے تجھ سے کہا تھا کہ میرے شریر میں دیوتاؤں کی شکتی موجود ہے، تو بڑی بھاگوان ہے جو آج کی رات میں نے تجھے پسند کیا ہے، تجھ سے پہلے اور بھی کئی کومل اور سندر ناریاں میرے شریر کو اپنا گاڑھا گاڑھا خون دان کر چکی ہیں۔ آج تیری باری ہے۔“

اس بار شیلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی آواز جیسے اچانک حلق میں گھٹ کر رہ گئی تھی۔ میں نے پلٹ کر شیلا کو دیکھا تو میرے ذہن کو ایک اور جھٹکا لگا۔ شیلا چیختے چیختے اس طرح سکتے کے عالم سے دوچار ہو گئی تھی کہ اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔ اس کے دل کی دھڑکنیں لباس کی حرکت سے ضرور نظر آ رہی تھیں مگر وہ کسی بے جان مجسمہ کی مانند اپنی جگہ ایستادہ ہو کر رہ گئی تھی۔ میں نے دوبارہ نظروں کا زاویہ تبدیل کر کے چسٹر میں ملبوس شخص کو دیکھا وہ مجھے پروفیسر ورما کے سوا کوئی اور نہیں لگ رہا تھا۔ میرے ذہن میں کئی سوالات ابھرنے لگے۔ شیلا کے جملے بھی میرے ذہن میں گونج رہے تھے۔ اس نے چسٹر والے کیلئے شیطانی قوت کا حامل ہونے والی بات غلط نہیں کہی تھی۔ اس کے اندر ایسی کوئی حیرت انگیز قوت ضرور موجود تھی جس نے شیلا کو بے حس و حرکت کر دیا تھا۔ مجھے اس بات پر بھی تعجب ہو رہا تھا کہ ابھی تک چسٹر والے نے ایک بار بھی میری سمت دیکھنے کی کوشش نہیں کی تھی اس کی خونخوار شعلہ بار نظریں بدستور شیلا کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

”پروفیسر ورما......“ میں نے اچانک چویشن کو محسوس کرتے ہوئے ایک نڈر اور بے خوف فوجی کے انداز میں چسٹر والے کو للکارا۔ ”میں تمہیں پہچان چکا ہوں اور اب یہ بات بھی میری سمجھ میں آ رہی ہے کہ تم نے فلم کا پروگرام کیوں منسوخ کیا تھا۔ مگر یہ تمہاری بدقسمتی ہے کہ میں اس وقت تمہارے سامنے موجود ہوں......“

جواب میں چسٹر والے نے نظریں گھما کر میری طرف دیکھا، ہماری نگاہیں چار ہوئیں تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی نادیدہ قوت بڑی تیزی سے میرے اعصاب کو منجمد کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ شاید وہ ہپناٹزم (Hypnotism) کے فن میں مہارت رکھتا تھا اور اپنی آنکھوں میں مخفی قوتوں سے مجھے بھی تسخیر کر کے ٹرانس میں لینا چاہتا تھا۔

”نہیں پروفیسر......“ میں نے دلیری سے اسے للکارا۔ میرے اندر جو خود اعتمادی موجود ہے وہ تمہیں تمہارے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دے گی۔ تم میری موجودگی میں

اپنی خباثتوں کا اعتراف بھی کر چکے ہو اب تمہیں فرار کا کوئی راستہ میسر نہیں آئے گا۔ بہتر ہو گا کہ تم خود کو شرافت سے میرے حوالے کر دو ورنہ"

اپنا جملہ پورا کرنے کی حسرت میرے دل ہی میں رہ گئی چسٹر والے کے حلق سے بلند ہونے والا قہقہہ اس قدر بھیانک تھا کہ ایک ثانیے کو میں بھی چکرا کر رہ گیا۔

"تم......" اس نے مجھے شعلہ بار نظروں سے گھورتے ہوئے حقارت سے مخاطب کیا۔ "تم مجھے دھمکی دے رہے ہو......؟" مورکھ تم شاید نہیں جانتے کہ اس سے میں تم نے میرے رنگ میں بھنگ ڈال کر اپنی موت کو دعوت دی ہے' پرنتو میں تمہیں ایک موقع ضرور دوں گا' جیون پیارا ہے تو دم دبا کر بھاگ جاؤ ورنہ بلاوجہ بھینٹ چڑھ جاؤ گے۔"

"شٹ اپ......" میرے اندر کا دلیر فوجی پوری طرح بیدار ہو گیا۔ "تم اس قدر گھٹیا اور غلیظ ذہنیت کے مالک ہو گے میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔" میں نے اسے قہر آلود نظروں سے گھورا۔ "اب تمہارے دن پورے ہو چکے ہیں' تم میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکو گے۔"

"تم...... مجھے مارو گے؟" اس نے لاپرواہی سے مسکراتے ہوئے ایسے انداز میں کہا جیسے میرا انداق اڑا رہا ہو۔

"نہیں......" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "تمہارے گندے خون سے میں اپنا ہاتھ ناپاک اور نجس کرنے کی غلطی نہیں کروں گا لیکن پولیس کو میں تمہارے خلاف جو بیان دوں گا وہی تمہارے لئے بہت ہو گا۔"

"اگر تمہاری یہی اچھا (خواہش) ہے کہ میں تمہارے ساتھ پولیس اسٹیشن تک چلوں تو میں اس کیلئے بھی تیار ہوں پرنتو اس سے پیشتر میں تمہاری آنکھوں کے سامنے اس سندری کے شریر سے کھیلنے کے بعد اس کے خون سے اپنی پیاس بجھاؤں گا۔" اس نے بدستور میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے بڑی خباثت سے کہا۔ "کیا تم مجھے میری منوکامنائیں پوری کرنے کی آگیا (اجازت) نہیں دو گے۔"

"میں تمہیں شوٹ کر دوں گا...... یو باسٹرڈ۔" میں نے اسے محض دھمکی دی' میرا لہجہ کرخت تھا۔ مجھے اس بات کا افسوس بھی تھا کہ گھر سے چلتے وقت میں نے اپنا سروس ریوالور ساتھ کیوں نہیں لیا تھا۔

"دھیرج سے کام لو بالک......" اس نے تنبیہی انداز اختیار کیا۔ "ابھی تمہیں جیون میں بہت کچھ دیکھنا ہے' اپنی شکتی سینت کر رکھو' پھر کبھی کام آئے گی۔"

چسٹر والے کی لنترانی میرے لئے ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔ شیلا بدستور بت کی طرح ساکت و جامد کھڑی تھی۔ میں نے چسٹر والے کو پچھاڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ ڈیل ڈویل میں میرا پاسنگ بھی نہیں تھا۔ میں نے پینترا بدل کر اس پر اچانک حملہ کرنے کی ٹھانی' اس کے دونوں ہاتھ ابھی تک چسٹر کے جیب میں تھے۔ جیب کے اندر کوئی آتشی اسلحہ بھی ہو سکتا تھا۔ میں اسے اسلحہ کے استعمال کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ کمانڈو ٹریننگ کے دوران مجھے کئی ایسے داؤ پیچ سکھائے گئے تھے جو مسلح دشمن کو پل بھر میں بے بس کر دیتے تھے۔ میں نے ایک ایسا حربہ اختیار کرنے کی کوشش کی جو دوران جنگ میں کئی موقعوں پر مجھے دشمن پر حاوی کر چکا تھا لیکن مجھے اپنے ارادے میں کامیابی نہیں ہوئی اس لئے کہ پوری شدومد سے زور لگانے کے باوجود میں اپنی جگہ سے ایک انچ بھی جنبش نہیں کر سکا۔ مجھے اپنا دل سینے کی گہرائیوں میں ڈوبتا محسوس ہوا۔ چسٹر والا مجھے اپنی شیطانی قوتوں کے ذریعہ بے بس کر چکا تھا۔

"میں نے کہا تھا نا بالک' اپنی شکتی سینت کر رکھو' کسی دوسرے موقع پر تمہارے کام آئے گی۔"

میں نے زبان کی تلوار سے اسے مرعوب کرنے کی کوشش کی لیکن میری قوت گویائی سلب ہو کر رہ گئی۔ غالباً اس نے مسمریزم کے ذریعے مجھے بھی پوری طرح جکڑ دیا تھا۔

میرے لئے وہ لمحہ زندگی کا سب سے اذیتناک اور ناقابل یقین لمحہ تھا' میں دیکھ سکتا تھا' سن سکتا تھا لیکن کچھ کر گزرنے کی طاقت حسرت پرواز ہو کر رہ گئی تھی۔ چسٹر والا ایک لمحے تک میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے گھورتا رہا پھر وہ آہستہ آہستہ شیلا کی سمت بڑھنے لگا جو پتھر کے مجسمے کی طرح اپنی جگہ بے حس و حرکت کھڑی تھی۔ شیلا کے قریب پہنچ کر اس نے دونوں ہاتھ چسٹر سے باہر نکال لئے۔ ان ہاتھوں پر لوہے کا خول سا چڑھا تھا جس کے آگے ہاتھ کے پنجے کی طرح نوکیلی اور تیز دھار انگلیاں بنی ہوئی تھیں۔ اس نے سیدھا ہاتھ بلند کر کے پوری قوت سے شیلا کے سر پر مارا۔ میری آنکھیں دہشت سے پھٹی کی پھٹی رہ

گئیں۔ اس کی ایک ہی ضرب نے شیلا کا سر پھاڑ دیا تھا۔ وہ کسی کٹی ہوئی شاخ کی مانند لڑکھڑا کر گرنے لگی تو چشر والے نے اسے الٹے بازو پر سنبھال لیا پھر اس نے بڑی بے دردی سے شیلا کا بھیجا نکالا اور اس طرح منہ میں ڈال کر چبانے لگا جیسے اس کی مرغوب ترین غذا ہو۔ بھیجا کھانے کے بعد اس نے سیدھے ہاتھ کے آہنی پنجوں سے شیلا کا سینہ چھلنی کیا اور اس پر اپنا چہرہ جما دیا۔

''شپ...... شپ...... اور سڑپ...... سڑپ کی آواز صاف ظاہر کر رہی تھی کہ وہ خون کی لذت سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہا تھا۔ مجھے اپنا دل سینے کی گہرائیوں میں کہیں ڈوبتا محسوس ہوا' جو کچھ میری نگاہیں دیکھ رہی تھیں وہ نہ صرف ناقابل یقین تھا بلکہ انتہائی حیرت انگیز تھا۔ میں جو جنگ کے دوران مختلف محاذوں پر اپنی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کرتا رہا تھا اس وقت' ایک خاموش تماشائی کی طرح اس ہولناک منظر کو دیکھ رہا تھا جو اس سے پیشتر میری نظروں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

کسی وحشی اور آدم خور درندے کی مانند دل بھر کر خون پی لینے کے بعد چشر والے نے شیلا کے جسم کو زمین پر گرا دیا پھر نیچے بیٹھ کر اس کے خون آلود ڈریسنگ گاؤن کو تار تار کرنے لگا۔ اب وہ شاید ایک نسوانی لاش سے اپنی جنسی بھوک مٹانے کی تیاری کر رہا تھا۔

میں نے بڑی حقارت سے اپنی آنکھیں موند لیں۔ اسی وقت میرے ڈوبتے دل کے کسی تاریک گوشے سے ابھرنے والی آواز نے مجھے ہوشمندی سے کام لے کر بھاگ لینے کا مشورہ دیا تھا اور میں اس مشورہ پر عمل کرنے میں کامیاب بھی ہو گیا۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ آنکھ بند کر لینے کے سبب چشر والے کی شیطانی قوت سے آزاد ہو گیا تھا یا اس نے جان بوجھ کر مجھے بھاگ جانے کا موقع فراہم کر دیا تھا۔

میرے سیدھے پیر کا دباؤ ایکسیلیٹر پر بڑھتا جا رہا تھا' میں جنونی انداز میں ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ شاید مجھے یہ خدشہ لاحق تھا کہ اس کی شیطانی قوت میرا تعاقب کر رہی ہو گی۔ میں اس کی دسترس سے دور نکل جانا چاہتا تھا پھر اس وقت میرے اوسان کچھ بحال ہوئے جب میں اپنی کالونی کے حدود میں داخل ہوا۔ میں نے اپنے کاٹیج میں پہنچ کر خود کو اپنے بستر پر گرا دیا اور لمبی لمبی سانسیں لینے لگا۔ خاصی دیر تک میری حالت ابتر رہی پھر یکلخت ایک خیال نے مجھے چونکا دیا' چشر والا جو میرے خیال کے مطابق سو فیصد پروفیسر ورما

ہی تھا میرے مکان سے زیادہ فاصلے پر نہیں رہتا تھا' میں اپنے شبہے کی تصدیق کی خاطر اس وقت اس کو بڑی آسانی سے چیک کر سکتا تھا۔

پندرہ بیس منٹ تک بستر پر لیٹے رہنے کے بعد میری حالت کافی بہتر ہو گئی تھی' میں تیزی سے اٹھ کر واش روم میں گیا' منہ پر گرم گرم پانی کے دو چار چھینٹے مارنے سے میری خود اعتمادی بحال ہونے لگی۔ میں نے خوابگاہ میں واپس آ کر اپنا سروس ریوالور نکال کر اس کے چیمبر میں گولیاں بھریں پھر تنویر کے دروازے پر دستک دے کر اسے سوتے سے جگایا' اس وقت رات کے دو کا عمل تھا۔

''سر...... آپ'' تنویر نے کمرے سے باہر آ کر ایک نظر دیوار گیر کلاک پر ڈالی پھر میری طرف دیکھ کر پوچھا۔ ''سب خیریت تو ہے؟''

''میرے ساتھ آؤ......'' میں نے تحکمانہ انداز میں کہا پھر تیز تیز قدم اٹھاتا اپنے کاٹیج سے باہر آ گیا۔ تنویر میرے ساتھ ساتھ قدم ملا کر چل رہا تھا۔ میں پروفیسر ورما کے مکان پر پہنچ کر رکا تو اس نے حیرت سے دریافت کیا۔

''اتنی رات گئے آپ کو پروفیسر سے کیا کام درپیش آ گیا......؟''

میں نے تنویر کی بات کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا۔ ہاتھ بڑھا کر کال بل کو دو تین بار زور زور سے دبایا پھر ہاتھ جیب میں ڈال کر سروس ریوالور کے دستے پر جما لیا' میں نے طے کر لیا تھا کہ اگر پروفیسر ورما کے بارے میں میرا شک و شبہ درست ثابت ہوا تو پہلی فرصت میں اسے گولی مار دوں گا۔

ایک منٹ بعد دروازے کی دوسری سمت سے کسی کے قدموں کی آواز ابھری پھر جس شخص نے دروازہ کھولا وہ پروفیسر ورما کے سوا کوئی نہیں تھا۔ وہ شب خوابی کے لباس میں ملبوس تھا۔ اس کی آنکھوں سے نیند کا خمار بھی جھلک رہا تھا لیکن ان تمام علامتوں کے باوجود میں نے ایک بات خاص طور پر محسوس کی تھی مجھے اپنے دروازے پر دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر ایک پراسرار معنی خیز اور حیرت انگیز مسکراہٹ سی ابھری تھی۔ جس انداز میں اس نے مجھے دیکھا وہ بھی اس بات کی چغلی کھا رہا تھا کہ اس کیلئے میری آمد اس وقت غیر متوقع نہیں تھی۔

ایک نظر اس نے مجھے اور پھر تنویر کو باری باری دیکھا پھر بڑے سلجھے ہوئے لہجے میں بولا۔

''آپ...... میجر وقار...... اتنی رات گئے اور میرے دروازے پر...... خیریت تو

ہے؟''

''سادھنا کی طبیعت اب کیسی ہے......؟'' میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''آپ نے میرے ساتھ پکچر نہ جانے کی شاید یہی وجہ بتائی تھی کہ آپ کی بیٹی کی طبیعت اچانک کچھ ناساز ہو گئی تھی۔''

''بھگوان کی دیا سے وہ اب پہلے سے بہتر ہے' لیکن......'' پروفیسر نے ایک لمحے کے تامل کے بعد دوبارہ عجیب سے انداز میں پوچھا۔ ''کیا آپ صرف سادھنا کی بیماری کا پوچھنے کو آئے ہیں یا کوئی اور بات بھی ہے......؟''

''اور کیا بات ہو سکتی ہے......؟'' میں نے چونکتے ہوئے اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا' اس کا چہرہ صد فیصد اس چسٹر والے سے ملتا تھا جسے میں ایک ڈیڑھ گھنٹے قبل دیکھ چکا تھا' وہ مطابقت میرے لئے حیرت انگیز ثابت ہو رہی تھی' اس کا لب و لہجہ بھی ویسا ہی تھا۔

''اندر آ جاؤ میجر......'' وہ مجھے راستہ دیتے ہوئے بولا۔ ''اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو ہو گی......''

میں ایک لمحے کو جھجکا پھر تنویر کو واپس جانے کی ہدایت کر کے پروفیسر ورما کے ساتھ اس کے ڈرائنگ روم میں آ گیا جسے بڑی نفاست سے سجایا گیا تھا۔

''تم بیٹھو میجر' میں تمہارے لئے گرم گرم کافی بنا کر لاتا ہوں' آج موسم بھی سرد ہے۔'' پروفیسر نے کافی کی پیشکش کی۔

''تکلف کی ضرورت نہیں پروفیسر۔'' میں نے کہا۔ ''اس وقت رات کے دو بج رہے ہیں' میں زیادہ دیر نہیں بیٹھوں گا۔''

پروفیسر میرے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

''فلم کیسی رہی......؟'' اس نے دریافت کیا۔

''خاصی دلچسپ۔'' میں نے سنبھل کر جواب دیا۔ ''لیکن واپسی کا سفر زیادہ خوشگوار نہیں رہا۔''

''کہر کی وجہ سے یا کوئی اور خاص بات ہے......؟''

میں نے ایک لمحے کو پروفیسر کو بہت غور سے دیکھا پھر وہ تمام کہانی دہراتا چلا گیا

جو مجھے راستے میں پیش آئی تھی۔

''میجر......'' پروفیسر نے اپنی نشست پر پہلو بدلتے ہوئے لاپرواہی کا مظاہرہ کیا۔ ''کیا تم مقامی تھانے کو اس حادثے کی رپورٹ لکھوا چکے ہو؟''

''نہیں......'' میں نے بے حد سنجیدگی سے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے جواب دیا۔ ''پولیس میں رپورٹ درج کرانے سے پیشتر میں نے تم سے ملنا زیادہ ضروری سمجھا تھا......''

''کوئی خاص وجہ......؟'' پروفیسر نے بدستور لاپرواہی سے پوچھا۔ ''پولیس سے ملنے سے پہلے مجھ سے ملاقات کی کیا ضرورت تھی؟''

''مجھے ایک خاص بات......'' میں نے پروفیسر کے چہرے پر نظریں جما کر سرسراتی آواز میں کہا۔ ''میں جس چسٹر والے کا ذکر کر رہا ہوں اس کی صورت شکل تم سے حیرت انگیز طور پر ملتی جلتی تھی بلکہ میں ابھی تک یہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہوں کہ وہ تم ہی تھے یا تمہارا کوئی ہم شکل۔''

پروفیسر کے لبوں پر ایک پراسرار معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ میرا خیال تھا کہ وہ میری بات سن کر حیرت سے اچھل پڑے گا مگر اس نے لاپرواہی سے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔

''میجر وقار' میرا خیال تھا تم ایک سنجیدہ اور بردبار شخصیت کے مالک ہو گے لیکن اب مجھے تمہارے سلسلے میں اپنی رائے تبدیل کرنی ہو گی۔'' اس نے اپنی بات جاری رکھی۔

''مجھے لوگوں نے بتایا ہے کہ تم جو کاروبار کر رہے ہو اس میں خاطر خواہ منافع ہو رہا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ تم ایک بزنس مین سے زیادہ ایک کامیاب اسٹوری رائٹر بن سکتے ہو' ویسے بھی آج کل ہورر (Horror) اور ناقابل یقین واقعات سے بھرپور فلمیں بہت پسند کی جاتی ہیں۔ تم نے ابھی جو کہانی سنائی ہے وہ اگر کسی اچھے فلم ڈائریکٹر کے ہاتھ لگ گئی تو باکس آفس پر سپرہٹ ثابت ہو گی۔''

''فلم جانے کا پروگرام تم نے بنایا تھا پروفیسر ورما میں نے پروفیسر کی باتوں پر پیچ و تاب کھاتے ہوئے خشک لہجے میں کہا۔ ''عین وقت پر تم نے اپنی بیٹی کی طبیعت کی ناسازی کا بہانہ کر کے مجھے تنہا جانے پر مجبور کیا اور اس کے بعد میں نے جس چسٹر والے کو دیکھا اس

کی اور تمہاری شکل میں سرمو کوئی فرق نہیں تھا' کیا یہ ساری باتیں محض ایک اتفاق ہیں......؟''

''اس کا فیصلہ بھی تم ہی کر ڈالو......'' اس بار پروفیسر نے مجھ سے اپنی بیزاری کا اظہار کیا۔ ''اگر تم سمجھتے ہو کہ وہ چسٹر والا میرے سوا کوئی دوسرا نہیں تھا تو بڑے شوق سے پولیس اسٹیشن جا کر اپنی رپورٹ درج کرا دو' مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

''اس کا حتمی فیصلہ میں تمہاری بیٹی سادھنا کو ایک نظر دیکھنے کے بعد ہی کروں گا۔'' میں نے قدرے درشت لہجے میں جواب دیا۔

''مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے......'' پروفیسر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ ''لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ سادھنا کو دیکھنے کے بعد تم اپنی من گھڑت کہانی کو ایک اور پراسرار موڑ دینے کی کوشش نہیں کرو گے؟''

''کیا مطلب......؟'' میں نے بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے دریافت کیا۔

''ہوسکتا ہے سادھنا کو دیکھنے کے بعد تم یہ کہو کہ اس کی شکل بھی ہو بہو شیلا سے ملتی جلتی ہے۔''

''تم شاید میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو؟'' میرے لہجے میں کرختگی آ گئی۔ ''میں ہر کس و ناکس سے اس حد تک بے تکلف ہونے کا عادی نہیں ہوں۔''

''مجھے تمہارے ساتھ ہمدردی ہے میجر۔'' پروفیسر نے میری بات کا برا ماننے کے بجائے ہمدردی کا اظہار کیا۔ ''میں تم کو یہ بھی یاد دلانے کی کوشش نہیں کروں گا کہ تم اس وقت اپنی مرضی سے میرے گھر پر آئے ہو' مجھے یاد ہے' تم نے اپنے بارے میں مجھے بتایا تھا کہ تم تنہائی پسند ہو اور میرا مشاہدہ ہے کہ جو لوگ زیادہ تنہائی پسندی کے عادی ہوتے ہیں ان کے ذہنوں میں اکثر ایسی کہانیاں جنم لیتی رہتی ہیں جن کا حقیقی زندگی سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا...... یہ ایک نفسیاتی امر ہے۔''

''تم دھرم کے اعتبار سے ہندو ہونے کے باوجود بڑی سلیس اردو بول رہے ہو۔'' میں نے پہلو بدل کر اس پر گہرا طنز کیا۔

''اس موضوع پر ہم پھر کسی وقت اطمینان سے تبادلہ خیالات کریں گے۔''

پروفیسر نے صوفے سے اٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ ''میرا خیال ہے کہ تم پہلے ایک نظر سادھنا کو دیکھ لو۔''

میں جواب دینے کے بجائے اٹھ کر پروفیسر کے ساتھ قدم ملاتا ہوا اس کمرے میں آ گیا جہاں زیرو پاور کے بلب کی ملگجی نیلی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

''میجر......'' پروفیسر نے دروازے پر رک کر مجھ سے سرگوشی کی۔ ''میں تم سے درخواست کروں گا کہ سادھنا کے کمرے میں بلند آواز میں گفتگو کرنے سے پرہیز کرنا' میں نے اسے بڑی مشکلوں سے خواب آور گولیاں کھلا کر سلایا ہے۔''

پھر پروفیسر نے ہاتھ بڑھا کر سوئچ آن کیا تو خوابگاہ تیز روشنی سے جگمگا اٹھی لیکن اس کے ساتھ ہی میں اس طرح چونکا جیسے کسی زہریلے بچھو نے مجھے ڈنک مار دیا ہو' میری نگاہوں کے سامنے جو خوبصورت لڑکی بستر پر محو خواب تھی اس کی شکل بھی شیلا سے حیرت انگیز طور پر ملتی تھی اس نے بھی ویسا ہی گاؤن پہن رکھا تھا جیسا میں شیلا کے جسم پر دیکھ چکا تھا' میرا ذہن چکرا کر رہ گیا' مجھے یوں لگا جیسے میں کوئی بھیانک اور ڈراؤنا خواب دیکھ رہا ہوں۔ میری نظریں سادھنا کے چہرے پر مرکوز تھیں اور کان میں شیلا کی کربناک چیخوں کی آواز گونج رہی تھی۔ صرف چسٹر والے اور پروفیسر ورما کے چہروں کی مشابہت کی بات ہوتی تو شاید میرا دل اتنی شدت سے نہ دھڑکتا لیکن شیلا اور سادھنا کی شکلیں بھی حیرت انگیز طور پر ملتی جلتی تھیں' یہ مشابہت اتفاق نہیں ہوسکتی تھی......

''پھر......؟''

وہ سب کیا تھا؟ کیا میں نے واقعی جاگتے میں کوئی خواب دیکھا تھا یا......''

''میجر......'' پروفیسر کی سرسراتی ہوئی آواز سن کر میں دوبارہ چونکا۔ میں نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا' وہ بڑی سنجیدگی سے مجھے واپس ڈرائنگ روم کی سمت چلنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

میں ڈرائنگ روم میں واپس آ کر ایک صوفے پر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں' میرا سر گھوم رہا تھا' میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جو کچھ میرے ساتھ پیش آ رہا تھا اس کی اصلیت کیا تھی؟ میرے دماغ میں کبھی کوئی خلل نہیں پیدا ہوا تھا' نہ کبھی مجھے ایسی بیماری لاحق ہوئی تھی جسے میں اپنی موجودہ پریشانی کا سبب قرار دے سکتا۔

"میجر……" پروفیسر کی آواز میرے ذہنی انتشار کو مزید کچوکے لگاتے ہوئے میرے کانوں سے ٹکرائی۔ "کیا اب بھی تم اس بات پر اصرار کرو گے کہ جو چٹر والا تمہیں سینما سے واپسی پر راستے میں ملا تھا وہ میں ہی تھا……"

"نہیں……" میں نے پورے ہوش و حواس میں جواب دیا۔ "ممکن ہے وہ تم نہ ہو لیکن اس کی شکل ہو بہو تم سے ملتی جلتی تھی اور……" میں نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے۔

"اور کیا میجر……" پروفیسر نے مجھے بہت توجہ سے گھورا۔ "تم کچھ کہتے کہتے خاموش کیوں ہو گئے؟"

"پروفیسر……" میں نے کچھ سوچ کر پوچھا، "تم نے یہ بات قبل از وقت مجھ سے کیوں کہی تھی کہ شیلا اور سادھنا کی شکلیں بھی ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوں گی……"

"کیا مطلب……؟" اس بار پروفیسر حیرت سے اچھل پڑا۔ "تو کیا جو کچھ میں نے محض ازراہ مذاق کہا تھا وہ بھی سچ تھا……؟"

"ہاں……" میں نے پروفیسر کے چہرے کے تاثرات کا بغور جائزہ لیتے ہوئے قدرے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ممکن ہے تم نے وہ بات محض مذاق کے طور پر کہی ہو لیکن میں اس بات سے انکار نہیں کروں گا کہ جو کچھ تم نے کہا تھا وہ حرف بہ حرف صحیح ہے، شیلا اور سادھنا کی شکلیں بھی حیرت انگیز طور پر ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔ میں نے شیلا کو اس سے زیادہ قریب سے دیکھا تھا جتنے قریب سے اس وقت سادھنا کو دیکھا ہے۔"

"میجر……" پروفیسر کی کشادہ پیشانی شکن آلود ہونے لگی۔ "کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ وہ کون سا دھرم ہے جو ایک باپ کو اپنی بیٹی کے ساتھ بلادکار (حرام کاری) کی اجازت دیتا ہے۔"

"اس کی اجازت کہیں نہیں ہے لیکن اس کے باوجود دنیا میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جب کسی باپ نے……"

"میجر……" پروفیسر نے بڑے غصے سے میری بات کاٹی۔ "تم میرے پڑوسی بھی ہو اور اس وقت میری چھت کے نیچے موجود ہو اس لئے میں تم سے زیادہ کچھ نہیں کہوں گا لیکن بہتر ہے کہ اب تم خاموشی سے چلے جاؤ……"

"پروفیسر ورما، میں تم سے……" میں نے کچھ کہنا چاہا لیکن پروفیسر بل کھاتا ہوا

اٹھ کھڑا ہوا، سرد آواز میں بولا۔

"جو کچھ کہہ چکے ہو وہی بہت ہے، میں اب اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکوں گا۔ تم جا سکتے ہو۔"

میرے پاس خاموشی سے الٹے قدموں لوٹ آنے کے سوا کوئی دوسرا چارہ بھی نہیں تھا۔ گھر آ کر خاصی دیر تک میں بستر پر کروٹیں بدلتا رہا اور اس معمہ کو حل کرنے کی کوشش کرتا رہا لیکن کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا، بالآخر تھک ہار کر سو گیا۔"

دوسری صبح ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ گاڑی لے کر سیدھا اسی مقام پر پہنچا جہاں گزشتہ رات میں نے اپنی جاگتی آنکھوں سے موت اور زندگی کا ایک ہولناک ناٹک دیکھا تھا۔ میرے ذہن میں شیلا کی کربناک چیخ صدائے بازگشت بن کر گونج رہی تھی۔ چٹر والے کی درندگی کے مناظر میری نگاہوں کے سامنے گھوم رہے تھے۔ میں نے اس مقام کا ایک ایک چپہ چھان مارا لیکن کوئی ایسا نشان نہ تلاش کر سکا جو میرے بیان کی تصدیق کر سکتا۔ میں نے کسی محاذ پر بھی ہار تسلیم نہیں کی تھی لیکن گزشتہ رات کے واقعات اور پروفیسر ورما کی پراسرار معنی خیز باتوں نے میرے اعصاب کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ میرے پاس اپنی کہانی کو سچ ثابت کرنے کی خاطر کوئی ثبوت نہیں تھا لیکن جو کچھ میں نے دیکھا وہ ایک زندہ حقیقت تھی اور حقیقت سے منہ پھیر لینا میری فطرت کے خلاف تھا۔

میری چھٹی حس بار بار مجھے پروفیسر ورما کے خلاف ورغلا رہی تھی۔ میرا دل بھی اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ جو سانحہ گزر چکا تھا اس میں کسی نہ کسی زاویے سے پروفیسر کا ہاتھ ضرور شامل ہے۔ اس کی معنی خیز باتیں اور چبھتے ہوئے جملے میرے دل و دماغ میں نشتر بن کر چبھ رہے تھے۔ میں نے طے کر لیا کہ کسی نہ کسی طرح پروفیسر کی اصلیت کو ضرور بے نقاب کروں گا۔ بات اگر صرف چٹر والے اور پروفیسر ورما کے چہرے کی مطابقت کی ہوتی تو شاید میں اسے ایک اتفاق سمجھ کر اپنے آپ کو تسلی دے لیتا لیکن سادھنا اور شیلا کا بھی حیرت انگیز طور پر ہم شکل اور ہم عمر ہونا محض ایک اتفاق نہیں ہو سکتا تھا۔ خاص طور پر ایسی صورت میں کہ جب پروفیسر نے مجھے سادھنا کی خوابگاہ میں لے جانے سے پیشتر یہ کہا تھا کہ کہیں میں سادھنا کو دیکھنے کے بعد اسے بھی شیلا کا دوسرا روپ نہ قرار دے بیٹھوں۔

پروفیسر کا وہ جملہ میرے ذہن میں رہ رہ کر چبھ رہا تھا۔ میں جس حادثے سے گزر کر اس مکان پر پہنچا تھا وہ کسی نہ کسی طرح اس سے بھی واقف تھا۔ اسی لئے بڑے اعتماد کے ساتھ اس نے میرا مذاق اڑانے کی کوشش کی تھی۔ میں نے زندگی میں کبھی جادو ٹونے' جن بھوت اور ماورائی قوتوں پر یقین نہیں کیا لیکن پروفیسر ورما کے سلسلے میں جو تلخ تجربہ ہوا تھا اس نے مجھے اپنی رائے بدلنے پر مجبور کر دیا تھا۔

ایک گھنٹے تک میں اس مقام کو پوری طرح گھوم پھر کر دیکھتا رہا لیکن کوئی ایسا سراغ حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا جو میرے کسی کام آ سکتا۔ واپسی پر میں اس علاقے کی پولس چوکی پر بھی گیا۔ ڈیوٹی پر موجود پولیس آفیسر کسی کیس کی تفتیش میں مصروف تھا اس نے مجھے ٹالنے کی کوشش کی لیکن جب میں نے اپنا مکمل تعارف کرایا تو اس کے لب و لہجے میں نمایاں تبدیلی آ گئی۔

''سوری میجر......'' اس نے سامنے رکھی ہوئی فائل بند کرتے ہوئے بڑی خوش اخلاقی سے کہا۔''میں ایک بزنس مین کی حیثیت سے آپ کا نام اخبارات میں پڑھ چکا ہوں لیکن یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ ایک ریٹائرڈ فوجی آفیسر بھی ہیں۔فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔''

''میں کوئی رپورٹ لکھانے کی غرض سے نہیں آیا ہوں لیکن ایک واقعہ آپ کے گوش گزار کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔'' میں نے سوچی سمجھی اسکیم کے تحت کہا پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ ''گزشتہ رات میں ریجنٹ سینما میں لیٹ شو دیکھ کر واپس لوٹ رہا تھا جب اس غیر آباد علاقے میں جہاں سڑک کے دونوں جانب گھنے درخت موجود ہیں ایک چٹر والے سے مڈ بھیڑ ہو گئی۔ وہ پیدل تھا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے رکنے کی درخواست کی' کہر زیادہ ہونے کے سبب میری گاڑی کی رفتار کم تھی۔ میں نے اس خیال سے گاڑی روک لی کہ شاید وہ کوئی ضرورت مند ہو گا اور مجھ سے لفٹ کا طلب گار ہو گا۔لیکن معاملہ اس کے برعکس نکلا۔''

''کیا وہ کوئی ڈاکو یا چور تھا......؟'' پولیس آفیسر نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

''جی نہیں۔'' میں لاپرواہی سے مسکرایا۔ ''وہ ڈاکو تو نہیں تھا لیکن بہرحال مجھے ایک اچھی خاصی معقول رقم دے کر جان چھڑانی پڑی۔''

''معاملہ کیا تھا...؟'' پولیس آفیسر میری بات سن کر یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔

''بلیک میلنگ ...'' میں نے جیب سے سگریٹ نکال کر سلگاتے ہوئے سرسری انداز میں اپنی فرضی کہانی کو آگے بڑھایا۔ میرے کار روکنے کے فوراً بعد ایک خوبصورت لڑکی جو شاید قریب ہی کہیں چھپی کھڑی تھی نکل کر سامنے آ گئی۔ اس کے بعد وہی ہوا جو ایسے موقعوں پر ہوتا ہے لڑکی نے مجھ سے ایک معقول رقم کا مطالبہ کیا اور دھمکی دی کہ اگر اس نے اس کی بات ماننے سے انکار کیا تو وہ اپنے کپڑے پھاڑ کر شور مچانا شروع کر دی گی اور چٹر والا جس نے اپنے آپ کو لڑکی کا دوست بتایا تھا وہ میرے خلاف دست درازی کی گواہی کی دھونس جمانے لگا۔''

''اور آپ نے ان کا مطالبہ مان لیا...؟''

''جی ہاں' مجھے ماننا پڑا ...'' میں نے سگریٹ کا کش لیتے ہوئے جواب دیا۔ ''ایک کامیاب بزنس مین کیلئے اچھی شہرت کا مالک ہونا بھی بے حد ضروری ہے۔ اخبارات میں ایک بار تصویر کے ساتھ کسی نازیبا بات کی تشہیر ہو جائے تو اچھی خاصی ساکھ برباد ہو جاتی ہے۔''

''کیا آپ ان دونوں کا حلیہ بتانا پسند کریں گے۔'' پولیس آفیسر نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔''میں پوری کوشش کروں گا کہ آپ کی رقم آپ کو واپس مل جائے۔''

''کیا اس علاقے میں اس قسم کی وارداتیں پہلے بھی ہو چکی ہیں......؟'' میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

''غیر آباد علاقوں میں رات گئے چھوٹی موٹی وارداتیں تو ہوتی رہتی ہیں۔'' پولیس آفیسر نے پہلو بدل کر جواب دیا۔''ہمارے تھانے کی حدود ہماری نفری کے مقابلے میں زیادہ بڑی ہے۔ دوسرے محکموں کی طرح پولیس کے اندر بھی کچھ ایسی کالی بھیڑیں موجود ہیں جو تنخواہ کے علاوہ دوسرے ناجائز ذرائع سے بھی جیبیں بھرتی ہیں لیکن ہم بھی جانتے ہیں کہ کون کتنے پانی میں ہے' آپ چٹر والے اور اس کی ساتھی لڑکی کا حلیہ بتائیں میں ہر قیمت پر آپ کی رقم آپ کو واپس دلانے کی کوشش کروں گا۔''

''میں رقم کی واپسی کی وجہ سے یہاں نہیں آیا تھا۔'' میں نے لاپرواہی کا مظاہرہ کیا۔''ایک تو آپ سے ملاقات کرنے کا علاوہ یہ مشورہ بھی دینا چاہتا تھا کہ کم از کم ان گھنے

درختوں والے غیر آباد علاقے کی نگرانی ضرور ہونی چاہئے اس لئے کہ وہاں سے جو سڑک گزرتی ہے وہ رات گئے تک عام استعمال میں آتی ہے۔"

"آپ بجا فرما رہے ہیں میجر۔" پولیس آفیسر نے میری بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ "میں آئندہ اس علاقے کی نگرانی پر خصوصی توجہ دوں گا۔"

آدھے گھنٹے کی ملاقات میں پولیس آفیسر جس نے اپنا تعارف انسپکٹر وہاب خان کے نام سے کرایا تھا مجھ سے خاصہ بے تکلف ہو گیا۔ میں نے اس سے محض اس غرض سے ملاقات کی تھی کہ اس غیر آباد علاقے کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کر سکوں۔ شیلا کے ساتھ چیٹر والے نے اس علاقے میں جو واردات کی ہوگی وہ پہلی نہیں ہوگی' یہ بھی ممکن تھا کہ اس قسم کی دوسری وارداتیں بھی اس علاقہ میں ہو چکی ہوں لیکن انسپکٹر وہاب خان نے کسی ایسی واردات کا مطلق کوئی ذکر نہیں کیا البتہ جب میں اس سے ہاتھ ملا کر رخصت ہونے لگا اور اپنے کاٹیج کا پتہ بتا کر اسے کبھی وہاں آنے کی دعوت دی تو ایک کام کی بات میرے ہاتھ آ گئی۔

"اگر آپ ہل ٹریک والی کالونی میں رہتے ہیں تو پروفیسر ورما اور ان کی بیٹی سادھنا کو بھی ضرور جانتے ہوں گے۔"

"جی ہاں۔" میں وہاب خان کی زبانی پروفیسر ورما کا نام سن کر چونکا۔ "وہ میرے سب سے قریبی پڑوسی ہیں لیکن ہمارے درمیان بہت زیادہ بے تکلفی نہیں ہے۔ شاید اس لئے کہ میں شروع سے تنہا پسند واقع ہوا ہوں......" میں نے تجسس کے پیش نظر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے پوچھا۔ "ویسے بائی دی وے آپ پروفیسر ورما کو کس طرح جانتے ہیں......؟"

"آپ کی طرح کچھ دنوں پیشتر وہ بھی میرے پاس ایک عجیب و غریب شکایت لے کر آئے تھے۔ ان کی بیٹی بھی ان کے ساتھ تھی۔"

"شکایت لے کر آئے تھے......؟" میں نے جان بوجھ کر حیرت کا اظہار کیا۔ "پروفیسر ورما کو تو ہماری کالونی والے بیحد ملنسار اور انسان دوست سمجھتے ہیں پھر انہیں کسی سے کیا شکایت لاحق ہو سکتی ہے......؟"

"میں نے شکایت کے ساتھ عجیب و غریب بھی کہا تھا۔" انسپکٹر وہاب نے

مسکراتے ہوئے کہا پھر وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "پروفیسر کا خیال ہے کہ کالونی کے کچھ افراد انہیں پر اسرار شخصیت سمجھتے ہیں اور بلاوجہ ان کے خلاف الٹی سیدھی باتیں مشہور کر رہے ہیں۔"

"الٹی سیدھی باتوں سے کیا مراد ہے......؟" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے دریافت کیا۔

"پروفیسر کا بیان ہے کہ کچھ لوگوں کو شبہ ہے کہ وہ شیطانی قوتوں کا مالک ہے جبکہ پروفیسر کا اپنا کہنا ہے کہ اس نے زندگی میں کبھی مچھر تک نہیں مارا۔"

"تعجب ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "میں بھی پروفیسر کے پڑوس میں رہتا ہوں لیکن میں نے ایسی کوئی بات نہیں سنی۔"

"پروفیسر کو اس بات کا خدشہ بھی لاحق ہے کچھ لوگ جو اس کے مخالف ہیں اس کے خلاف بلاوجہ کا محاذ بنا کر اسے کالونی سے نکلوانا چاہتے ہیں۔"

"اس خدشے کی کوئی وجہ بھی ضرور بتائی ہوگی پروفیسر نے۔" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں۔" وہاب خان نے کہا۔ "پروفیسر کا بیان ہے کہ وہ ایک ماہر دست شناس ہے۔ اس نے کسی کا ہاتھ دیکھ کر ایک خطرناک حادثے کی پیشگوئی کی تھی جو بعد میں درست ہوئی۔ اسی وجہ سے نہ صرف وہ شخص پروفیسر کا دشمن ہو گیا بلکہ اس نے دوسروں کو بھی اپنا ہم خیال بنانے کی خاطر پروفیسر کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا ہے۔"

"کیا پروفیسر نے باقاعدہ رپورٹ درج کرائی ہے......؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"جی ہاں' اور دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ اس ایف آئی آر کی باقاعدہ تصدیق شدہ نقل بھی حاصل کر چکا ہے تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے......" انسپکٹر وہاب نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ "میرا ذاتی خیال کچھ اور ہے پروفیسر کے بارے میں۔"

"وہ کیا......؟"

"میرا اندازہ غلط بھی ہو لیکن مجھے پروفیسر کچھ سنکی معلوم ہوتے ہیں۔" وہاب خان نے اپنی رائے کا اظہار کیا پھر جلدی سے بولا۔ "پلیز میجر میں نے جو محسوس کیا تھا وہ آپ سے کہہ دیا لیکن آپ اس کا تذکرہ کسی اور سے نہیں کریں گے۔"

''آپ مجھ پر اعتماد کر سکتے ہیں' یوں بھی میں ذرا تنہائی پسند واقع ہوا ہوں اس لئے لوگوں سے ملنا جلنا بہت کم ہوتا ہے۔'' میں نے انسپکٹر سے رخصتی مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ ''کبھی کالونی آنا ہو تو مجھ سے ضرور ملئے گا۔''

''میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔'' انسپکٹر نے گرمجوشی سے جواب دیا پھر مجھے کمرے کے باہر تک چھوڑنے کی خاطر میرے ساتھ ساتھ آیا۔

مجھے خوشی تھی کہ میرا تھانے تک جانا رائیگاں نہیں گیا۔ وہاب خان نے پروفیسر ورما کی طرف سے درج کرائی جانے والی ایف آئی آر کو مضحکہ خیز قرار دیا تھا لیکن میں اس پر بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔ اگر میرا اندازہ درست تھا کہ پروفیسر ایک شاطر اور چالاک شخص ہے تو پھر اس کی جانب سے درج کرائی جانے والی ایف آئی آر کے کچھ خطرناک پہلو بھی اخذ کیے جا سکتے تھے۔ عین ممکن تھا کہ وہ رپورٹ ایک پیش بندی ہو جس کی آڑ لے کر پروفیسر کچھ اور خطرناک ڈرامے رچانے کے خواب دیکھ رہا ہو۔ شیلا اور چشر والے کا پراسرار اور ہولناک واقعہ بھی اس ایف آئی آر درج کرانے کے بعد ہی پیش آیا تھا گر اس ناقابل یقین واردات کی پشت پر پروفیسر ہی کا ہاتھ تھا تو آگے چل کر وہ کوئی اور سنگین واردات کا مرتکب بھی ہو سکتا تھا جس کا تدارک ضروری تھا۔ پروفیسر ایک ماہر دست شناس تھا' یہ بات ابھی انسپکٹر کے ذریعے میرے علم میں پہلی بار آئی تھی۔

شیلا نے کہا تھا کہ چشر والا شیطانی قوتوں کا مالک ہے' یہ بات اس کے ذہن میں یقیناً پروفیسر ہی نے بٹھائی ہو گی۔ شیلا نے جو پارٹ پلے کیا تھا وہ اداکاری نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اس کا ذہن اس وقت کسی غیر مرئی قوت کے قبضے میں رہا ہو گا...... وہ کس قسم کی قوت تھی؟ پروفیسر شیلا کی زبانی اپنی شیطانیت کا اعلان کر کے کیا حاصل کرنا چاہتا تھا؟ اگر اس ہولناک ڈرامے کے پس منظر میں آئندہ رونما ہونے والی کسی دہشت ناک واردات کو دخل تھا تو پھر اس کی تشہیر کی کیا ضرورت تھی؟

ابھی تک میرے علم میں پروفیسر کی پراسرار شخصیت کے صرف دو ہی پہلو آئے تھے' انسپکٹر وہاب خان کے بیان کے مطابق پروفیسر ایک ماہر دست شناس تھا اور شیلا نے اسے شیطانی قوتوں کا حامل قرار دیا تھا۔ یہ دونوں علامتیں قابل توجہ تھیں۔ درج کرائی جانے والی ایف آئی آر کی روشنی میں یہ خطرہ بھی قرین قیاس تھا کہ پروفیسر مستقبل میں کچھ اور چونکا

دینے والی حرکات کرنے کا ارادہ رکھتا ہو گا لیکن ایک بات میرے لئے خاص طور پر حیران کن تھی۔ پروفیسر نے اپنی مذموم حرکتوں کی خاطر سادھنا کو اپنا آلہ کار کیوں بنایا تھا؟

واپسی کے راستے کے دوران میرے ذہن میں متعدد خیالات اور سوالات ابھرتے رہے' میں جس قدر پروفیسر کے بارے میں سوچتا رہا اس کی پراسرار شخصیت میں میری دلچسپی بڑھتی گئی۔ میں اس دبلے پتلے اور ساٹھ سالہ خبیث بوڑھے کے مقابلے میں اپنی شکست تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھا۔ دو باتیں فوری طور پر میرے لئے وضاحت طلب تھیں......

شیلا اور چشر والے کا جو ڈرامہ رچایا گیا تھا کیا وہ میرے ہی لئے تھا یا میں اتفاقاً درمیان میں آ گیا......؟ اور کیا سادھنا واقعی پروفیسر کی حقیقی بیٹی تھی یا ان کے درمیان کوئی اور رشتہ بھی تھا......؟ میں پوری سنجیدگی اور تمام تر ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر پروفیسر کی پہلو دار شخصیت کے بارے میں غور کرنے لگا۔''

☆......☆......☆

میں نے جس ہولناک منظر سے اپنی کہانی کا آغاز کیا تھا اس کے بعد تقریباً چودہ پندرہ دنوں تک میرے اور پروفیسر ورما کے درمیان ایک سرد جنگ جاری رہی۔ صبح اور شام کی واک پر اکثر ہم دونوں کا آمنا سامنا ہوتا لیکن یا تو پروفیسر اپنا راستہ تبدیل کر دیتا تھا یا میں منہ پھیر کر گزر جاتا تھا لیکن اس کے بعد پروفیسر سے دوبارہ گفتگو کا آغاز میری ہی جانب سے ہوا۔ آپ ممکن ہے اسے میری بزدلی قرار دیں لیکن ایسا ہرگز نہیں تھا۔ خصوصی تربیت اور کمانڈو ٹریننگ کے دوران مجھے بھی درس دیا گیا تھا کہ دشمنوں کو عبرتناک شکست سے دوچار کرنے کی خاطر ضروری ہے کہ ان کے درمیان گھس کر اپنے آپ کو ان کے غول کا ایک حصہ سمجھ کر ان کے کمزور پہلوؤں کا بہت قریب سے جائزہ لیا جائے۔ پھر پوری طرح منصوبہ بنا کر ان پر اچانک اور خلاف توقع ایسی کاری ضرب لگائی جائے کہ انہیں فرار ہونے یا جوابی کارروائی کی مہلت نہ مل سکے۔ عام زندگی میں ایسی کسی حرکت کو اخلاق سوز اور گھٹیا قرار دیا جاتا ہے لیکن کفر اور ایمان کی جنگ میں تمام حربوں کا استعمال جائز سمجھا جاتا ہے۔

بہرحال ایک شام جب پروفیسر سے میری مڈبھیڑ ہوئی تو سادھنا بھی اس کے ہمراہ تھی۔ سادھنا کو دیکھ کر ہی میرے ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ پروفیسر اور سادھنا کی شخصیتوں کو بے نقاب کرنے کیلئے ضروری تھا کہ ان سے دور رہنے کے بجائے قریب تر رہوں اور کسی ایسے مناسب موقع کا انتظار کروں جب میں بازی کا رخ پلٹ سکوں چنانچہ جب پروفیسر مجھے دیکھ کر سادھنا کا ہاتھ تھام کر راستہ بدلنے کے ارادے سے پلٹا تو میں قدم بڑھاتا اس کے قریب چلا گیا اور اپنی انا کو برقرار رکھنے کی خاطر میں نے پروفیسر کے بجائے سادھنا کو مخاطب کیا۔

''ہیلو سادھنا بیٹی' آج پہلی بار تمہیں کھلی فضا میں چہل قدمی کرتے دیکھ رہا ہوں'

تمہارے پاپا نے بتایا تھا کہ تمہاری طبیعت خراب تھی اب کیسی ہو؟''

''آپ......'' سادھنا نے مجھے بڑی معصومیت سے دیکھا۔ ہمارے درمیان وہ پہلی ملاقات تھی اس لئے وہ مجھے پہچان نہیں سکی۔

''میرا نام میجر وقار ہے......'' میں نے اسے پیار سے دیکھتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔ ''مجھے تمہارے فرسٹ نیبر (قریب ترین پڑوسی) ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔''

''انکل وقار......'' اس نے خوشی کا اظہار کیا۔ ''پتا جی اکثر آپ کے بارے میں بتاتے رہتے ہیں۔ خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔'' اس نے جواب دینے کے ساتھ ہی سلام کرنے کی خاطر اپنے ہاتھ بھی جوڑ لئے تھے۔ پروفیسر بدستور روٹھے ہوئے انداز میں منہ دوسری طرف کیے کھڑا رہا۔

''اب تمہاری طبیعت کیسی ہے......؟''

''ایشور کی دیا سے اب کافی بہتر محسوس کر رہی ہوں۔''

''آج تمہیں صحت مند دیکھ کر موسم بھی خوشگوار ہو گیا ہے۔'' میں نے ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت کہا۔ ''ٹھنڈ بھی کچھ زیادہ ہے' کیا خیال ہے؟ گرما گرم کافی نہ پی جائے......اسی بہانے تم میرا کاٹیج بھی دیکھ لینا۔''

''کافی مجھے بہت پسند ہے......'' سادھنا نے خوشی کا اظہار کیا پھر پروفیسر کا ہاتھ تھام کر بولی۔ ''آئیں پتا جی آج وقار انکل کا کاٹیج بھی دیکھ لیں۔''

''تم کافی پی کر آ جانا۔'' پروفیسر نے میری طرف دیکھے بغیر سادھنا سے کہا۔

''میں اتنی دیر میں اپنے کچھ ضروری کام نپٹا لوں گا۔''

''پروفیسر......'' میں نے اپنے دل پر جبر کر کے اسے مخاطب کیا۔ ''سادھنا کے ساتھ اگر تم بھی میرے ساتھ کافی پیو تو مجھے زیادہ خوشی ہو گی۔''

''جواب میں پروفیسر نے مجھے شکایتی نظروں سے گھورا۔ سادھنا کی موجودگی میں وہ کوئی شکوہ کرنے سے گریز کر رہا تھا۔

''چلیں نا پتا جی۔'' سادھنا نے باپ سے اصرار کیا۔ ''انکل کتنے پیار سے ہمیں انوائٹ کر رہے ہیں۔''

''کم آن پروفیسر......پلیز......'' میں نے جان بوجھ کر پروفیسر کو معذرت طلب

نظروں سے دیکھا تو وہ ایک لمحے کو ہچکچایا پھر اس نے میرے ساتھ کافی پینا قبول کرلیا۔

اس روز کے بعد سے میرے اور پروفیسر کے درمیان دوبارہ گفتگو کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ سادھنا سے میری پہلی ملاقات خاصی دلچسپ اور خوشگوار تھی۔ اپنی عمر کے مقابلے میں وہ بہت زیادہ معصوم اور بھولی بھالی نظر آتی تھی۔ اس کی باتوں سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اسے اپنی عمر کا صحیح اندازہ نہیں ہے' وہ خود کو بہت کمسن سمجھتی تھی۔ میں نے سادھنا کے بارے میں ایک بات خاص طور پر محسوس کی وہ مجھ سے بات کرتے کرتے اچانک پلٹ کر پروفیسر کو بار بار دیکھنے لگتی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ پروفیسر کی موجودگی کی تصدیق کررہی ہو یا پھر یہ جاننے کی کوشش کررہی ہو کہ جو باتیں وہ کررہی ہے اس پر پروفیسر کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔ دوسری بات جو قابل توجہ تھی وہ سادھنا کی خوبصورت نگاہوں میں نیند کا وہ گہرا خمار تھا جس نے اس کی سادگی میں کچھ زیادہ ہی اضافہ کررکھا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ جاگتے میں بھی گہری نیند کی کیفیتوں سے دوچار ہو۔ میں نے سادھنا کی ان دونوں خصوصیات کو اپنے ذہن میں محفوظ کرلیا۔

سادھنا کو قریب سے دیکھ کر اور اس سے گفتگو کے بعد میرا یہ شبہ اسی فیصد یقین میں بدل گیا کہ اس کی اور شیلا کی شخصیتیں ایک ہی تصویر کے دو مختلف روپ ہیں۔ مجھے خوب یاد تھا کہ چشڑ والے کی نگاہوں میں عمل تنویم کی ایسی قوت موجود تھی جس نے شیلا کو ایک جاندار بت کی شکل میں تبدیل کردیا تھا..... میرا وجود بھی اسی کی سحرانگیز نگاہوں میں مخفی طلسم کے سبب منجمد ہوتے ہوتے رہ گیا تھا' عین ممکن تھا کہ پروفیسر سادھنا کو مستقل طور پر نیند کی کیفیتوں سے دوچار رکھتا ہو.....''

تجدید تعلقات کے بعد سے پروفیسر مجھ سے خاص طور پر بہت محتاط انداز میں ملتا تھا۔ شیلا اور چشڑ والے کی کہانی کے بارے میں نہ میں نے دوبارہ اس سے کوئی ذکر کیا نہ ہی پروفیسر نے اس کے بارے میں کوئی بات کی البتہ میں جان بوجھ کر سادھنا کے بارے میں زیادہ باتیں کرتا تھا۔ ایک شام میں نے باتوں باتوں میں بڑی سنجیدگی سے کہا۔

''پروفیسر کیا تمہیں سادھنا کی شادی کے بارے میں کوئی فکر لاحق نہیں ہے؟''

''میجر وقار.....'' پروفیسر نے جواب میں نچلا ہونٹ بھینچ لیا۔ ایک لمحے تک خاموش رہا پھر دبی زبان میں بولا۔ ''سادھنا کے سامنے اس کی شادی کا ذکر کبھی نہ کرنا ورنہ

اس کی بیماری پھر بڑھ جائے گی۔''

''کیا مطلب.....؟'' میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ ''شادی کے ذکر سے سادھنا کی بیماری کا کیا تعلق ہے.....؟''

''بہت گہرا اور بڑا المناک تعلق ہے۔'' پروفیسر نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا۔

''میں نے اس راز میں آج تک کسی کو شریک نہیں کیا صرف سادھنا کو خوش دیکھنے کی خاطر ہی میں نے وہ شہر بھی چھوڑ دیا جہاں میرا پورا کنبہ آباد ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ کوئی بھی واقف کار سادھنا کے سامنے اس کی شادی کی بات کرے' آج تمہیں اپنا سمجھ کر بتا رہا ہوں کہ سادھنا کنواری نہیں بلکہ ودھوا (بیوہ) ہے۔

''یہ تم کیا کہہ رہے ہو.....؟'' میں نے حیرت سے پروفیسر کو دیکھا جو دور خلاؤں میں کچھ تلاش کرنے کی کوشش کررہا تھا۔''

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں میجر.....'' پروفیسر نے کچھ توقف سے کہا۔ ''آج سے کوئی سات سال پرانی بات ہے جب سادھنا کی شادی میں نے بڑے چاؤ سے منوہر نامی شخص سے کی تھی۔ منوہر بڑے باپ کا بیٹا تھا۔ اس کے کنبے کے لوگ نہیں چاہتے تھے کہ منوہر اور سادھنا کا لگن منڈپ سجے لیکن منوہر کی ضد کے سامنے انہیں مجبور ہونا پڑا۔ دونوں کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی لیکن شادی کے صرف تین روز بعد ہولی کی رات منوہر ایک حادثے کا شکار ہوکر دنیا سے منہ موڑ گیا۔ سادھنا اس صدمے کی خبر سن کر ایسی بیہوش ہوئی کہ تین ہفتے تک اسے ہوش نہیں آیا۔ ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ سادھنا کا بچنا بھی مشکل ہے لیکن بھگوان کی دیا سے وہ موت کے چنگل میں جاتے جاتے بال بال بچ گئی۔'' پروفیسر نے دردبھری آواز میں اپنی بات جاری رکھی۔ ''ڈاکٹروں نے سادھنا کو ہوش میں لانے کی خاطر جو دوائیں دیں وہ اس قدر تیز تھیں کہ سادھنا بچ تو گئی لیکن اسے اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں کچھ یاد نہیں رہا۔ میں نے کئی ماہر نفسیات کو دکھایا' انہوں نے مجھے یہی مشورہ دیا کہ سادھنا کیلئے یہی بہتر ہے کہ وہ منوہر کے بارے میں دوبارہ کچھ نہ جان سکے اس لئے کہ اگر وہ دوبارہ کسی صدمے سے دوچار ہوئی تو اس کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ اسی کارن میں اپنوں کو چھوڑ کر یہاں آ گیا۔ ڈاکٹروں کے مشورے پر ہی سادھنا کو ایسی دوائیں دی جاتی ہیں جو اسے نیند کی کیفیت سے دوچار رکھیں۔''

"کیا سات سال کے عرصے میں سادھنا کو کبھی اپنی شادی یا منوہر کے بارے میں کچھ یاد نہیں آیا.....؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"بھگوان کا شکر ہے کہ ابھی تک ایسا نہیں ہوا" پروفیسر نے جواب دیا۔ "کبھی کبھی جب دواؤں کا اثر کم ہوتا ہے تو وہ اکثر اپنے ماضی کو کریدنے کی کوشش کرتی ہے اور مجھے اس کی زندگی بچانے کی خاطر اسے دوا کی بڑی ڈوز دینی پڑتی ہے۔"

"کیا سادھنا کا کوئی ایسا علاج ممکن نہیں ہے کہ وہ مکمل ذہنی آسودگی کے ساتھ ایک خوشگوار زندگی گزار سکے؟"

"بیرون ملک کچھ ماہرین سے میری خط و کتابت چل رہی ہے، ہو سکتا ہے کہ میں سادھنا کو لے کر وہاں چلا جاؤں۔"

"تم نے کہا تھا کہ منوہر ایک بڑے خاندان کا بیٹا تھا اور اس کے گھر والوں کو سادھنا کے ساتھ اس کا رشتہ منظور نہیں تھا۔"

"ہاں میں نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا منوہر کو پیش آنے والے جان لیوا حادثے میں اس کے گھر والوں کا ہاتھ تو شامل نہیں تھا؟"

"تم نے یہ سوال کیوں کیا میجر.....؟" پروفیسر نے مجھے ایسی نظروں سے گھورا جیسے میں نے کسی دکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔

"کیوں؟ کیا تمہیں میرے سوال سے کوئی دکھ پہنچا ہے.....؟"

"نہیں....." پروفیسر نے غصے میں ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "تم نے جو کہا وہ غلط نہیں ہے....."

"کیا مطلب.....؟" میں چونکا۔

"میں نے تمہیں ابھی بتایا تھا کہ منوہر ہولی والی رات کو ایک حادثے کا شکار ہوا تھا۔" پروفیسر نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ "جس رات ہولی جلائی جاتی ہے اس رات پنڈت، پجاری اور خاص طور پر سفلی کا عمل کرنے والے بہت زیادہ چوکس رہتے ہیں۔ اس رات جو گندا عمل کیا جاتا ہے اس کا کوئی توڑ نہیں ہوتا۔ تمہیں یہ سن کر تعجب ہو گا کہ جس جگہ منوہر کو حادثہ پیش آیا تھا وہاں سے کچھ ایسی ہی چیزیں ملی تھیں جو کسی کے خلاف جان لیوا عمل کرنے

میں استعمال کی جاتی ہیں۔"

"پھر.....؟ تم نے اس سلسلے میں کیا کیا.....؟"

پروفیسر کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ سادھنا چائے کی ٹرالی لئے کمرے میں داخل ہوئی اور ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اس روز سادھنا مجھے خاصی صحت مند اور چاق و چوبند نظر آ رہی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے چائے تیار کر کے مجھے پیش کی۔ ہمارے درمیان ادھر ادھر کی باتیں ہو رہی تھیں جب اندر سے فون کی گھنٹی کی آواز سنائی دی اور پروفیسر مجھ سے معذرت کر کے کال اٹنڈ کرنے چلا گیا۔

"میجر انکل....." سادھنا نے پروفیسر کے جانے کے بعد بڑی سنجیدگی سے مجھے مخاطب کیا۔ "کیا آپ کو بھی اس بات کا وشواس ہے کہ ہاتھ کی آڑی ترچھی ریکھاؤں میں منش کے بھوش کی ساری باتیں چھپی ہوتی ہیں.....؟"

"تمہیں یہ بات کس نے بتائی.....؟" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"پتا جی نے....." سادھنا نے مجھے حیرت سے دیکھا۔ "کیا آپ نے کبھی پتا جی کو ہاتھ نہیں دکھایا؟"

"نہیں۔" ابھی تک ایسا اتفاق نہیں ہوا بلکہ مجھے تو اس بات کی خبر بھی تمہاری زبانی ہو رہی ہے کہ پروفیسر پامسٹ بھی ہے....." میں نے جان بوجھ کر انجان بنتے ہوئے کہا حالانکہ پروفیسر کی دست شناسی والی بات میرے علم میں انسپکٹر وہاب کے ذریعے آ چکی تھی۔

"تعجب ہے۔" سادھنا نے چائے کے گھونٹ لے کر کہا۔ "میرا تو خیال تھا کہ پتا جی آپ کا ہاتھ دیکھ کر بھوش کی بہت ساری ایسی باتیں بتا چکے ہوں گے جن کو سن کر آپ کو بھی پسینہ آ گیا ہو گا۔"

"پسینہ آنے والی بات سے تمہاری کیا مراد ہے؟" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے سوال کیا۔

"انکل اگر آپ سے کوئی یہ کہے کہ آج سے پندرہ روز بعد آپ رات کے ٹھیک بارہ بج کر سات منٹ پر سمندر میں ڈوب کر مر جائیں گے تو کیا آپ کو خوف یا حیرت سے پسینہ نہیں آئے گا؟"

''آئی سی۔'' میں نے پہلو بدل کر حیرت کا اظہار کیا۔ ''کیا پروفیسر کو پامسٹری پر پورا عبور حاصل ہے۔''

''ایسا ویسا......'' سادھنا نے دیدے نچاتے ہوئے جواب دیا۔ ''پتا جی ہاتھ کی ریکھاؤں کو اس طرح پڑھتے ہیں جیسے کوئی کھلی کتاب پڑھتا ہے۔ اسی پرفکشن (Perfection) کے کارن اکثر لوگ پتا جی کے دشمن بھی ہو جاتے ہیں' کئی بار تو پتا جی کو جان بچانے کے کارن شہر بھی بدلنا پڑتا ہے۔''

شہر بدلنے والی بات سن کر میرا تجسس بڑھ گیا۔ میں نے پروفیسر کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تیزی سے سادھنا سے پوچھا۔ ''کیا پروفیسر نے کبھی تمہارے ہاتھوں کی ریکھاؤں کو بھی پڑھا ہے؟''

''کئی بار دیکھ چکے ہیں۔'' سادھنا جواب دیتے ہوئے دکھی لہجے میں بولی۔ ''ہر بار پتا جی ایک ہی بات کی رٹ لگاتے ہیں جس دن میرا اوواہ (شادی) ہوا اس کے تین روز کے اندر اندر میں ودھوا ہو جاؤں گی۔ ایک بار تو پتا جی نے یہ بھی کہا تھا کہ میرے ہاتھ میں شادی کی ریکھا سرے سے ہے ہی نہیں لیکن انکل پلیز......'' وہ یکلخت سہمی ہوئی انداز میں بولی۔ ''آپ پتا جی سے میرا ہاتھ دیکھنے والی بات نہ کہیے گا' انہوں نے مجھے بڑی سختی سے منع کیا تھا کہ میں یہ بات کسی دوسرے منش کو نہ بتاؤں۔''

''پھر تم نے مجھے کیوں بتا دی......؟'' میں نے پہلو بدل کر پوچھا۔

''آپ مجھے اچھے لگتے ہیں......''

''او کے' ڈونٹ وری۔'' میں نے اسے اعتماد میں لینے کی خاطر دبی زبان میں کہا۔ ''تم بڑی پیاری بیٹی ہو میں تمہاری کوئی بات تمہارے پتا جی کو نہیں بتاؤں گا۔''

''اوہ' تھینک یو انکل' وہ خوشی سے چہکی۔ ''یو آر ریلی ویری سویٹ اینڈ فرینڈلی۔''

اندر سے پروفیسر کے قدموں کی آواز سنائی دی تو سادھنا نے جلدی سے موسم کی بات شروع کر دی۔ یہ اس بات کی دلیل تھی کہ وہ اس وقت کسی خواب آور دوا کے زیر اثر نہیں تھی ورنہ پروفیسر کی پامسٹری اور خاص طور پر اپنی شادی کے بارے میں اپنے باپ کی رائے کا اظہار کبھی نہ کرتی۔ سادھنا کی بات سننے کے بعد میرے ذہن میں یہی خیال ابھرا تھا کہ پروفیسر نے سادھنا کی شادی کے سلسلے میں جو عذر میرے سامنے پیش کیا تھا وہ بھی ایک

من گھڑت کہانی سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا تھا۔

''سادھنا......'' پروفیسر نے کمرے میں داخل ہوتے ہی سادھنا کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ ''تم نے چھ بجے والی خوراک لی تھی؟''

''سوری پتا جی......'' سادھنا نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ ''آج دھیان نہیں رہا تھا لیکن میں ابھی......''

''ابھی نہیں......'' پروفیسر نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سپاٹ مگر ٹھوس لہجے میں کہا۔ ''فوراً جا کر اپنی خوراک کھاؤ اور مجھے وچن دو کہ دوبارہ تم ایسی غلطی کبھی نہیں کرو گی۔''

''شما کر دیجئے پتا دی' میں وچن دیتی ہوں کہ دوبارہ ایسی غلطی نہیں کروں گی۔'' سادھنا نے جو ایک لمحہ پیشتر پوری طرح ہوش و حواس میں تھی بڑے خوابناک لہجے میں جواب دیا پھر خاموشی سے اٹھی اور کسی روبوٹ کی طرح قدم اٹھاتی ہوئی اندر چلی گئی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ خواب بیداری کی کیفیت سے دو چار ہو۔ میں اپنی نشست پر کسمسا کر رہ گیا۔

''سوری میجر۔'' پروفیسر نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''ایک ضروری کال تھی اس لئے دیر ہو گئی' میری غیر موجودگی میں سادھنا نے تمہیں بور تو نہیں کیا؟''

''وہ مجھے چائے بنانے کا طریقہ سکھا رہی تھی۔'' میں نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی۔ ''شاید اس لئے میں نے اس کی بنائی ہوئی چائے کی تعریف کر دی تھی۔''

''کبھی کبھی وہ بے سروپا اور اوٹ پٹانگ باتیں شروع کر دیتی ہے' اسی لئے میں اسے لوگوں سے دور اور الگ تھلگ رکھتا ہوں۔''

''لیکن میرا خیال ہے کہ اس نے تمہارے بارے میں ایک بات غلط نہیں کہی ہو گی۔'' میں نے پروفیسر کو کریدنے کی خاطر سنجیدگی سے کہا۔

''وہ کیا......'' پروفیسر میری بات سن کر چونکا۔

''وہ مجھے بتا رہی تھی کہ تم ایک اچھے پامسٹ ہو مگر تمہارے آ جانے سے میں تمہاری پامسٹری کے بارے میں زیادہ تفصیل نہیں معلوم کر سکا۔''

''شوق اور مہارت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔'' پروفیسر نے میرے چہرے کے تاثرات کو بغور پڑھتے ہوئے انکساری سے کام لیا۔ ''میں نے دست شناسی کا علم اپنے ایک

دوست سے سیکھا تھا جو اس فن میں پوری مہارت رکھتا تھا لیکن میں کچھ زیادہ ترقی نہیں کر سکا اس لئے کہ اسی پامسٹری کی وجہ سے کسی نے میرے دوست کو گولی مار دی تھی۔"

"تم شاید مجھے ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو پروفیسر لیکن اب تمہیں میرا ہاتھ بہرحال دیکھنا ہوگا۔" میں نے اصرار کیا۔

"کیا تم ان باتوں پر یقین رکھتے ہو میجر......؟" پروفیسر نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے دریافت کیا۔

"نہ سہی لیکن اب میں تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

"تم اگر اصرار کر رہے ہو تو کسی دن تمہاری یہ خواہش بھی پوری کر دوں گا لیکن آج نہیں......"

کچھ دیر تک میں پروفیسر کے پاس بیٹھا باتیں کرتا رہا پھر اٹھ کر اپنے کاٹیج کی طرف چل پڑا۔ راستے میں سادھنا کی باتیں میرے ذہن میں صدائے بازگشت بن کر گونجتی رہیں۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ پروفیسر جتنا زمین کے اوپر نظر آرہا ہے اس سے کہیں زیادہ دور تک گہرائی میں بھی اس کے پراسرار وجود کی شاخیں پھیلی ہوں گی...... اس کی شخصیت میرے لئے ایک معمہ بنتی جا رہی تھی۔

دو روز بعد میں حسب معمول ٹھیک پانچ بجے دفتر سے اٹھنے کی تیاری کر رہا تھا جب میری سیکرٹری زوبی نے انٹرکام پر مجھے بتایا۔

"سر...... کوئی خاتون آپ سے ملنا چاہتی ہیں......"

"زوبی......" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "تم میرے ساتھ کب سے کام کر رہی ہو......؟"

"میں سمجھی نہیں سر......"

"میرے سوال کا جواب دو؟" میرے لہجے میں خفگی کا عنصر بھی شامل ہو گیا۔

"کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ میں تین بجے کے بعد کسی سے ملاقات نہیں کرتا......؟"

"معلوم ہے سر لیکن......"

"خاتون سے کہہ دو کہ کل تشریف لائیں۔" میں نے زوبی کا جملہ درمیان میں

اچکتے ہوئے کہا۔

"میں نے کہا تھا سر لیکن وہ کسی دوسرے شہر سے صرف آپ سے ملاقات کی غرض سے تشریف لائی ہیں۔ اپنی واپسی کیلئے رات نو بجے کی فلائٹ پکڑنی ہے اور وہ اپنا نام عروج بتا رہی ہیں......" زوبی ایک ہی سانس میں کہتی چلی گئی۔ "اب آپ کا کیا حکم ہے......؟"

"اندر بھیج دو لیکن خاتون کو یہ باور کرا دینا کہ میں وقت کی پابندی کا عادی ہوں پانچ منٹ سے زیادہ وقت نہیں دے سکوں گا۔"

"رائٹ سر......"

دوسری جانب سے انٹرکام رکھنے کی ہلکی سی کلک کی آواز سنائی دی۔ اس کے فوراً ہی بعد جو خاتون میرے کمرے میں داخل ہوئیں انہیں دیکھ کر میرے چہرے کے تاثرات یکلخت بدل گئے۔ میں تیزی سے اس کے استقبال کی خاطر کرسی چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ کوئی اور نہیں بلکہ میرے عزیز دوست اور ساتھی مرحوم کیپٹن فراز کی منگیتر تھی جس کا ذکر میں شروع میں کر چکا ہوں۔ یہاں یہ بھی باور کراتا چلوں کہ شہادت سے قبل کیپٹن فراز نے عروج کے سلسلے میں مجھے جو آخری وصیت کی تھی وہ میں نے ہسپتال سے رخصت ہونے کے فوراً بعد عروج کو پہنچا دی تھی۔ اس وقت عروج میرے نام سے واقف تھی غالباً فراز نے مرنے سے پیشتر اسے خط و کتابت کے ذریعے میرے بارے میں بتا دیا تھا۔ میں جب ایک مشکل فرض کی ادائیگی کے سلسلے میں اس سے پہلی بار ملا تو میرا خیال تھا کہ مجھے دیکھ کر اس کے زخم پھر تازہ ہو جائیں گے۔ وہ آنسو بہا کر اپنی بدنصیبی کا اظہار کرے گی لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ وہ اپنے باپ کی موجودگی میں مجھ سے ملی تو اس کے چہرے پر دکھ کے بادل منڈلاتے نظر نہیں آئے۔ اس کے معصوم اور بھولے بھالے چہرے پر بڑی پاکیزہ اور تمکنت آمیز مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ وہ میرے سامنے بیٹھی بڑے پروقار انداز میں باتیں کرتی رہی پھر جب میں نے موقع پا کر اسے کیپٹن فراز کی وصیت کے بارے میں بتایا تو پہلی بار اس نے اپنے شہابی ہونٹ دانتوں تلے بھینچ لئے۔ ایک لمحے کو اس کے معصوم وجود پر اداسی کے بادل منڈلائے لیکن پھر اس نے اپنے احساسات پر فوراً ہی قابو پا لیا۔ بڑے اعتماد سے مدھم آواز میں بولی۔

"اگر فراز کی موت کا سبب کچھ اور ہوتا تو شاید میں اس کی وصیت کو نظر انداز کر

کے اپنے عہد پر قائم رہتی لیکن ایک شہید کی خواہش کو رد نہیں کروں گی۔"

اس کے بعد عروج سے دوبارہ ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ میرے ذہن سے اس کا نام بھی نکل چکا تھا لیکن جب میں نے اسے خلاف توقع اپنے دفتر میں دیکھا تو عمر میں بڑا ہونے کے باوجود اس کے احترام میں بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔

"آئیں عروج...... بیٹھیں...... میں نے اسے بڑی اپنائیت سے مخاطب کیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے ناوقت آپ کو زحمت دی لیکن......"

"شرمندہ مت کرو پلیز۔" میں نے اس کا جملہ کاٹتے ہوئے بڑے خلوص سے کہا۔ "مجھے اگر معلوم ہوتا کہ تم آئی ہو تو میں باہر آ کر تمہارا استقبال کرتا۔"

"یہ اعتماد نہ ہوتا تو شاید میں آپ سے ملنے کا خطرہ کبھی مول نہ لیتی۔" اس نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔

"خطرہ......" میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ "تم کس خطرہ کی بات کر رہی ہو......؟"

"میرے پاس وقت کم ہے اس لئے میں درخواست کروں گی کہ آپ توجہ سے میری باتیں سن لیں۔" اس نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "مجھے نو بجے کی فلائٹ سے واپس جانا ہے اور روانگی سے پیشتر آپ کے شہر میں اپنی ایک سہیلی سے بھی ضروری ملاقات کرنی ہے تاکہ اگر کسی بازپرس کی نوبت آئے تو وہ اس بات کی گواہی دے سکے کہ میں اسی سے ملنے یہاں آئی تھی......"

"میرا اندازہ اگر غلط نہیں ہے تو تم اس وقت کچھ پراسرار قسم کی باتیں کر رہی ہو۔" میں نے کہا۔ "جو کچھ کہنا ہے کھل کر کہو۔ کیپٹن فراز سے میری دوستی عارضی نہیں مستقل بنیادوں پر استوار ہوئی تھی میں ہر طرح سے تمہاری مدد کا وعدہ کرتا ہوں۔"

"کیا آپ شادی شدہ ہیں......؟" عروج نے اچانک ایک ذاتی نوعیت کا حساس سوال کیا تو میں کسمسا کر رہ گیا۔ ایک پل اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھتا رہا پھر میں نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "تمہاری اطلاع کیلئے عرض ہے کہ میں نے نہ اب تک شادی کی ہے نہ آئندہ ایسا کوئی ارادہ ہے۔"

"ایسی صورت میں اگر خدانخواستہ آپ کے دشمنوں کو کوئی اندوہناک حادثہ پیش آ جائے تو آپ کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کا مالک کون ہوگا؟"

عروج کا دوسرا سوال بھی میرے لئے کچھ کم پراسرار نہیں تھا۔

"اس کا فیصلہ تو شاید میرے مرنے کے بعد ہی ہوگا۔" میں نے مسکرا کر لاپرواہی سے کام لیا اور فیصلہ کون کرے گا یہ میں قبل از وقت نہیں بتا سکتا۔"

"ہو سکتا ہے کہ آپ کو میری باتوں پر حیرت ہو رہی ہو لیکن جو کچھ میں کہہ رہی ہوں بڑی سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں۔"

میں نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے انٹرکام پر کافی اور سینڈوچز لانے کی درخواست کی پھر بات بدلنے کی خاطر دریافت کیا۔

"تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟ کہاں ہو؟ کیا کر رہی ہو اور ایک شہید کی خواہش پوری کی یا ابھی تک غور کر رہی ہو......؟"

"میری شادی کو دو سال گزر چکے ہیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ ابھی تک اس نے مجھے اولاد کی نعمت سے محروم ہی رکھا ہے۔"

"عروج......" میں نے اسے بہت غور سے دیکھا۔ "پہلی ملاقات میں تمہارے بارے میں جو رائے میں نے قائم کی تھی اس پر مجھے فخر ہوا تھا لیکن اب......"

"میں آپ کی بات سے سو فیصد اتفاق کروں گی۔" اس کے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ ابھری' کچھ تلخ سے لہجے میں بولی۔ "لیکن قسمت کے لکھے کو کون مٹا سکتا ہے۔"

"تم مجھے کچھ الجھی الجھی اور پریشان دکھائی دے رہی ہو۔" میں نے بڑی بردباری سے پوچھا۔ "کیا میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا ہوں؟"

"ایک طریقہ ہے۔" اس نے دوبارہ مسکرانے کی کوشش کی۔ "آپ اس وقت مجھ سے دل سے عہد کر لیں کہ کبھی مجھے نفرت یا حقارت کی نگاہوں سے نہیں دیکھیں گے۔ اس سے زیادہ میں کسی مدد کی مستحق نہیں ہوں۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔" میں نے جزبز ہو کر کہا۔ "تمہاری باتیں مجھے الجھا رہی ہیں۔"

"میں خود بھی الجھ کر رہ گئی ہوں۔" عروج نے اپنا نچلا ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"کاش کسی بھی نسبت سے میری اور آپ کی ملاقات نہ ہوئی ہوتی۔"

"میں تمہارے اس جملے کی وضاحت چاہوں گا۔" میں نے پہلی بار قدرے سخت

لہجہ اختیار کیا۔

''جواب میں میں صرف اتنا ہی کہہ سکتی ہوں کہ فراز کے شہید ہونے کے بعد میرے والدین نے جسے میری زندگی کا ساتھی منتخب کیا میں نے اسے قبول کر لیا۔'' عروج نے بڑے دکھی لہجے میں کہا۔ ''فراز کی آخری وصیت بھی یہی تھی......''

''میں اب بھی تمہاری باتوں کا مقصد نہیں سمجھا......''

''میرے شوہر کا نام احتشام ہے......'' اس نے نظریں جھکا کر دبی زبان میں کہا۔

''احتشام نثار احمد......''

''ہی از سن آف اے بچ (He is son of a bitch) '' میں احتشام کے ساتھ اپنے والد نثار احمد کا نام سن کر آپے سے باہر ہو گیا لیکن عروج کے خیال سے بمشکل اپنے غصے پر قابو پاتا ہوا بولا۔ ''آئی ایم سوری عروج لیکن میں احتشام کا نام اپنے باپ کے نام کے ساتھ سنتا ہوں تو میرا خون کھول اٹھتا ہے۔ وہ ایک نمبر کا دھوکے باز اور فریبی ہے۔ میرے والد کی زندگی میں بھی اس نے ایک بار ان کی دولت اور جائیداد کا حقدار بننے کی خاطر اسی قسم کا لغو اور بیہودہ ڈرامہ رچایا تھا لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ باپ کی موت کے بعد آج میں دوسری بار تمہاری زبانی اس حرامزادے کا نام سن رہا ہوں۔''

''میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے کہ دولت کی خاطر احتشام کسی بھی حد تک خود کو گرا سکتا ہے۔'' عروج نے کہا پھر کافی اور سینڈوچز آ جانے کی وجہ سے ہمارے درمیان گفتگو کچھ دیر کیلئے ملتوی ہو گئی۔ میں نے کافی بنا کر عروج کو دی۔ وہ چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے بولی۔ ''میں آپ کو یہی اطلاع دینے کی خاطر آئی تھی کہ احتشام آج کل پھر آپ کی منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد حاصل کرنے کی خاطر بہت دور کے خواب دیکھ رہا ہے۔ دولت کی خاطر وہ کچھ بھی کر سکتا ہے......''

''تمہیں اس کے عزائم کا علم کب ہوا......؟'' میں نے اپنے غصے پر بڑی حد تک قابو پاتے ہوئے دریافت کیا۔

''آٹھ دس روز پہلے کی بات ہے جب وہ فون پر کسی سے آپ کے سلسلے میں گفتگو کر رہا تھا۔'' عروج نے مدھم آواز میں کہا۔ ''اسی گفتگو کے دوران اس نے آپ کا نام اور موجودہ پتہ بھی کسی کو بتایا تھا۔ میں نے اسی وقت طے کر لیا تھا کہ پہلی فرصت میں آپ

سے ملاقات کر کے حالات سے آگاہ کرنے کی کوشش کروں گی۔ فون اس لئے نہیں کیا کہ خدشہ تھا کہ کہیں یہ راز فاش نہ ہو جائے کہ میں بھی کسی نسبت سے آپ سے واقف ہوں۔''

''میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے بروقت مجھے آگاہ کر دیا لیکن اطمینان رکھو احتشام کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہو گا۔''

''میں ایک درخواست اور کروں گی۔'' اس نے بڑی اپنائیت سے کہا۔ ''آپ اپنے سائے سے بھی محتاط رہنے کی کوشش کریں۔''

''تمہارے ساتھ احتشام کا برتاؤ کیسا ہے؟'' میں نے عروج کی بات نظر انداز کر کے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

''میں منافقت کو گناہ سمجھتی ہوں اس لئے غلط بیانی سے کام نہیں لوں گی۔'' اس نے نہایت صاف گوئی سے جواب دیا۔ ''احتشام نے میرے ساتھ کبھی کوئی ناروا سلوک نہیں کیا۔ ہر طرح سے میری خوشیوں اور آرام کا خیال رکھتے ہیں۔''

''تم یہاں اپنی کسی سہیلی سے ملنے کا بہانہ کر کے آئی ہو......؟'' میں نے برسبیل تذکرہ پوچھ لیا۔

''سوری مسٹر وقار......'' اس نے جھجکے بغیر کہا۔ ''جن باتوں کا تعلق آپ کی ذات سے تھا میں آپ کے گوش گزار کر چکی ہوں اور اب میں اجازت چاہتی ہوں......''

میں نے عروج کو کچھ دیر روکنے کی کوشش کی لیکن وہ جس طرح اچانک آئی تھی اسی طرح جلد بازی میں قدم اٹھاتی میرے کمرے سے باہر چلی گئی۔ میں احتشام کے بارے میں سوچنے لگا جو محض غلط فہمی کی بنیادوں پر اپنے انتقامی جذبوں کی تسکین کی خاطر ہمارے لئے درپے آزار ہو کر رہ گیا تھا......''

☆......☆......☆

اس روز سنیچر کی رات تھی۔

میرا معمول تھا کہ اتوار کے دن مکمل چھٹی مناتا تھا چنانچہ ویک اینڈ پر رات دیر سے سونا بھی میری عادت ہو گئی تھی۔ اس روز یا تو میں میوزک دیر تک سنتا تھا یا پھر کوئی ایسا ناول پڑھتا رہتا جو جنگی پس منظر میں لکھا گیا ہو۔ مہماتی ناول اور سفر نامے بھی مجھے اپیل کرتے تھے۔ اپنے اس شوق کی تکمیل کی خاطر میں نے بے شمار کتابیں خرید رکھی تھیں۔ میں نہ کنجوس ہوں نہ فضول خرچ' ہمیشہ اعتدال میں رہنا پسند کرتا ہوں لیکن جو موضوع مجھے پسند تھے ان پر میں نے اتنی ڈھیر ساری کتابیں جمع کر رکھی تھیں کہ مجھے ایک کمرے کو باقاعدہ لائبریری کی شکل دینی پڑ گئی۔ اسی لائبریری میں میں نے ایک قیمتی آرام دہ کرسی بھی ڈال رکھی تھی جس پر نیم دراز ہو کر میں مطالعہ کا شوق پورا کرتا ہوں۔ میری لائبریری کے ذخیرہ میں بے شمار کتابیں ایسی بھی ہیں میں نے جن کا ایک ورق بھی نہیں پڑھا۔ میرے دوستوں اور واقف کاروں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ میں جن لوگوں سے ملتا جلتا ہوں انہیں اپنی لائبریری سے دور ہی رکھتا ہوں شاید اس لئے کہ کہیں وہ کوئی ناول یا سفر نامہ پڑھنے کیلئے نہ مانگ بیٹھیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ایسا کوئی موقع پیش آیا تو میں بڑی صاف گوئی سے انکار کر دوں گا خواہ اس انکار کا نتیجہ کچھ بھی ہو۔

کتابوں کے سلسلے میں محتاط رہنے کی عادت مجھے فوجی زندگی کے دوران پڑی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے ہٹلر کی زندگی سے متعلق وہ کتاب جنوبی افریقہ کے سفر کے دوران راستے میں ایک بندرگاہ سے خریدی تھی۔ اس کتاب میں ہٹلر کے علاوہ اس کی فاشسٹ پارٹی کے چند مخصوص ارکان کی نجی زندگی پر بھی کھل کر لکھا گیا تھا۔ فاضل مصنف نے بڑے بے باک انداز میں اس حقیقت کو بے نقاب کیا تھا کہ جو لوگ اپنی نجی زندگی میں نہایت شرابی

کبابی اور اوباش تھے اور ایسی ناقابل بیان اور غلیظ قسم کی جنسی حرکتوں کا ارتکاب کرتے تھے قلم جس کے بیان کی اجازت نہیں دیتا وہی افراد جنگ کے میدان میں عموماً اور جنگی قیدیوں اور ان کے لواحقین کے ساتھ خصوصاً ایسی ہولناک درندگی' ظلم و ستم کا برتاؤ کرتے تھے جسے سن کر ہی ایک عام انسان کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ وہ اپنے مخالفین کو موت کی سرحدوں کے دوسری جانب پہنچانے کی خاطر اذیتناک طریقے ایجاد کرنے کے عادی تھے اور اس ضمن میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے میں فخر سمجھتے تھے۔ وہ جن خوبصورت اور حسین جسم فروش لڑکیوں کے ساتھ شب بسری کرتے تھے اور ان کے تلوے چاٹنے میں حظ محسوس کرتے تھے انہیں سورج طلوع ہونے سے پیشتر ایسے خفیہ طریقوں سے مروا دیا جاتا تھا کہ کسی کو کان و کان خبر نہیں ہوتی تھی۔

میں نے مذکورہ کتاب کو نصف سے زیادہ نہیں پڑھا تھا جب میرے کیبن میں ساتھ رہنے والے نے اسے پڑھنے کی خاطر مانگا پھر وہ کتاب اس طرح چھومنتر ہوئی کہ دوبارہ اس کا نشان تک نہ ملا۔ میرے ساتھی کو بھی حیرت تھی۔ اس نے سفر کے دوران متعدد بار مجھ سے شرمندگی کا اظہار کیا اور اس بات کا یقین دلانے کی بھرپور کوشش کی کہ کتاب کی گمشدگی میں اس کا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ میں نے اس سے زیادہ باز پرس نہیں کی۔ میرا خیال تھا کہ وہ کتاب میں اگلی کسی بندرگاہ سے دوبارہ خرید لوں گا لیکن شومئی قسمت کہ ایک ڈیڑھ سال تک کوشش بسیار کے باوجود میں اس کتاب کا کوئی دوسرا نسخہ بازار میں تلاش نہ کر سکا۔ چنانچہ میں نے عہد کر لیا کہ دوبارہ کبھی اپنی کوئی کتاب کسی کو ایک لمحے کو بھی مستعار دینے کی غلطی نہیں کروں گا۔"

بہرحال اس رات میں ایک مہماتی ناول کے مطالعے میں مصروف تھا۔ ناول اتنا دلچسپ تھا کہ میں نے خلاف معمول اس رات ڈنر اپنی لائبریری ہی میں کیا۔ کھانے کے تقریباً چالیس منٹ بعد میں نے تنویر کو بلا کر کافی لانے کو کہا۔ ایک ہی گھر میں اور ایک ہی چھت کے نیچے رہتے رہتے میرے اور تنویر کے درمیان ملازم اور آقا کا وہ فاصلہ خاصہ کم ہو گیا تھا جو اصولی طور پر قائم رہنا ضروری ہوتا ہے۔ تنویر کافی کی ٹرے میرے سامنے رکھی ہوئی شیشے کی گول میز پر احتیاط سے جمانے کے بعد واپسی کے ارادے سے پلٹا تو میں نے اسے روک کر کہا۔

"اگر اب میرا کوئی فون آئے تو وہ تم اٹنڈ کر لینا' مجھے ڈسٹرب نہ کرنا۔"

"کالونی کا کوئی ملاقاتی آئے تو اس کو کیا جواب دیا جائے......؟" تنویر نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"اگر تمہارا اشارہ مسٹر احسان کی طرف ہے تو وہ دو روز کیلئے شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں۔" میں نے کتاب سے نظر ہٹا کر جواب دیا۔ "بیرسٹر احسان کی بیگم صاحبہ تشریف لائیں تو مجھے ضرور مطلع کرنا لیکن ان کے علاوہ کوئی اور آئے تو میری طبیعت کی ناسازی کا بہانہ کر کے ٹال دینا۔"

"اور کوئی خاص ہدایت......؟"

"تم اب جا کر آرام کرو کافی کے برتن میں اپنی خوابگاہ میں جاتے وقت کچن میں رکھ دوں گا۔"

"رائٹ سر......"

تنویر کے جانے کے بعد میں نے اپنے لئے کافی تیار کی پھر دوبارہ بڑے انہاک سے ناول پڑھنے لگا۔ میں وقفے وقفے سے کافی کا ایک گھونٹ لیتا رہا اور ناول کو پوری توجہ سے پڑھتا رہا۔ مہم جوئی کے خطرناک اور دشوار ترین مناظر کو مصنف نے اتنے خوبصورت پیرائے میں بیان کیا تھا کہ میری دلچسپی ہر لحہ بڑھتی جا رہی تھی۔ اس دلچسپی کا نکتہ عروج یہ تھا کہ میں اپنے آپ کو بھی کرداروں میں شامل سمجھنے لگا۔ ناول کا ہیرو اپنی منزل کے درمیانی راستے پر پہنچ کر ایک ایسے مقام پر پھنس گیا جہاں سے واپس لوٹنا یا آگے بڑھنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ وہ جس دشوار جگہ پر کھڑا تھا وہاں بھی قدم جمائے رکھنا اس کیلئے نہایت خطرناک تھا۔ زندگی اور موت کے درمیان ہونے والی کشمکش کا اتنے خوبصورت اور نیچرل انداز میں قلم بند کیا گیا تھا کہ خود مجھے بھی اپنی سانسیں رکتی محسوس ہونے لگیں۔ میں عجیب کیفیتوں سے دوچار تھا۔ جب ٹیلی فون کے انٹر کام سسٹم پر بیپ (Beep) کی آواز ابھری اور میری توجہ منتشر ہو گئی۔ میرے انہاک کو شدید دھچکا لگا۔ مجھے یقین تھا کہ میری ہدایت کے باوجود تنویر نے مجھے ڈسٹرب کرنے کی حماقت بلاوجہ نہیں کی ہو گی۔ وہ میری عادتوں سے بخوبی واقف تھا۔ کوئی ایسی ہی سچویشن درپیش ہو گی جس کے سبب اس نے مجبور ہو کر مجھے متوجہ کرنے کی جسارت کی ہو گی لیکن میں اپنی جھلاہٹ پر قابو نہ پا سکا غصے میں میں

نے کتاب ایک طرف رکھی پھر ریسیور اٹھا کر انتہائی تلخ لہجے میں بولا۔

"کس کی موت واقع ہو گئی ہے......؟" اپنے جملے کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ میں نے دیوار گیر کلاک پر نظر ڈالی اس وقت رات کے پونے بارہ کا عمل رہا ہو گا۔

"آئی ایم سوری سر لیکن......"

"کیا بیرسٹر احسان کی بیگم آئی ہیں......؟" میں نے اپنی ہدایت کے ایک حصے کو یاد کرتے ہوئے سپاٹ آواز میں دریافت کیا۔

"جی نہیں......"

"پھر تم نے مجھے ڈسٹرب کیوں کیا......؟" میں نے تلملا کر پوچھا۔

"میں معذرت خواہ ہوں سر لیکن آپ کے دوست فاروقی صاحب کے مکان پر کچھ ہنگامہ ہو رہا ہے اس لئے میں نے......"

"کیسا ہنگامہ ہو رہا ہے......؟"

"یہ میں معلوم نہیں کر سکا لیکن ابھی بیگم احسان کا فون آیا تھا۔ ان ہی کی ہدایت پر میں نے آپ کو اطلاع دینے کی جسارت کی ہے۔"

میں نے جواب دینے کے بجائے ریسور کریڈل پر واپس رکھ دیا۔ ناول میں دلچسپی کا جو ردم (RHYTHM) قائم ہوا تھا اس کا تسلسل ٹوٹ چکا تھا اس کے علاوہ بیگم احسان نے فاروقی کے بارے میں جو اطلاع دی تھی وہ بھی یقیناً خاص اہمیت کی حامل ہو گی ورنہ وہ مجھے فون کبھی نہ کرتیں۔ بیگم احسان اس بات سے بخوبی واقف تھیں کہ فاروقی کے ساتھ میرا اٹھنا بیٹھنا زیادہ تھا۔ ہم دونوں ہفتے میں چار بار ٹینس بھی کھیلا کرتے تھے۔ بیرسٹر احسان یا میرے کاٹیج پر جو نشستیں ہوتی تھیں ان میں بھی فاروقی خاص طور پر مدعو کیا جاتا تھا۔ اس لئے کہ وہ ہم دونوں کا مشترک دوست تھا اگر بیگم احسان نے فاروقی کے گھر کسی ہنگامے کی اطلاع دی تھی تو یقیناً وہ ہنگامہ بھی کسی خاص نوعیت کا ہو گا۔

میں نے خوابگاہ میں جا کر لباس تبدیل کیا اور احتیاطاً اپنا سروس ریوالور بھی ساتھ رکھ کر فاروقی کے کاٹیج کی طرف چل پڑا۔

فاروقی کا پورا نام جمال احمد فاروقی تھا لیکن وہ پوری کالونی میں فاروقی کے نام سے جانا جاتا تھا۔ وہ شہر کے سب سے بڑے سپر اسٹور کا مالک تھا اس لئے بیشتر افراد اس

سے واقف تھے۔ انتہائی ملنسار' نیک اور پر مذاق طبیعت کا مالک تھا۔ اس کی ازدواجی زندگی بھی بیحد خوشگوار گزر رہی تھی۔ اس کی بیوی شائستہ محفلوں کی جان سمجھی جاتی تھی۔ دونوں کی طبیعت میں بڑی ہم آہنگی تھی۔ اگر ان کو کوئی غم تھا تو صرف یہ کہ شادی کے پانچ سال بعد بھی وہ اولاد کی نعمت سے محروم تھے۔

میں لمبے لمبے قدم اٹھاتا فاروقی کے کاٹیج کی طرف جا رہا تھا' قریب پہنچ کر مجھے احساس ہوا کہ جس ہنگامے کی اطلاع مجھے دی گئی تھی وہ یقیناً اہم تھا اس لئے کہ فاروقی کے کاٹیج کے باہر بھی دس بارہ آدمی جمع نظر آ رہے تھے۔ میری رفتار تیز ہوگئی۔ باہر موجود لوگوں میں سے دو ایک نے مجھے پہچان کر سلام کیا۔ میں ان کے سلام کا جواب دیتا ہوا اندر داخل ہوا تو وہاں بھی قرب و جوار میں رہنے والی خواتین اور مردوں کا اچھا خاصہ ہجوم اکٹھا تھا۔ مجھے شائستہ کے رونے پیٹنے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھی۔ بیگم احسان نے مجھے دیکھا تو لپک کر قریب آتے ہوئے بولیں۔

''وقار بھائی غضب ہوگیا۔ فاروقی اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے ہیں۔''

''یہ کس طرح ہوا......؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''اصل وجہ تو شاید کسی کو بھی معلوم نہیں شائستہ بیچاری کا تو رو رو کر برا حال ہو رہا ہے۔ اسے کچھ بتانے کی فرصت کہاں ہے البتہ جو خاتون اس وقت گھر پر موجود تھی ان کی زبانی صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ فاروقی صاحب جب گھر آئے تو اچھے بھلے تھے۔ لباس تبدیل کر کے کھانے کو بیٹھے' دو چار لقمے ہی کھائے تھے کہ الٹی شروع ہوگئی پھر اچانک برتن اٹھا اٹھا کر دیوار پر مارنے لگے اور واہی تباہی بکنے لگے۔ پاس پڑوس کے مردوں نے بڑی مشکل سے قابو کیا لیکن اب بھی بیٹھے بیٹھے دیوانگی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔''

بیگم احسان کی زبانی مختصر حالات سننے کے بعد میں ہجوم سے گزرتا ہوا اگلی صف میں پہنچا تو ڈرائنگ اور ڈائننگ روم دونوں کی حالت تباہ نظر آ رہی تھی' چیزیں ادھر ادھر بکھری پڑی تھیں اور برتن ٹوٹے نظر آ رہے تھے۔ فاروقی ایک صوفے پر بیٹھا تھا۔ دو آدمیوں نے اسے بازوؤں سے پکڑ رکھا تھا۔ فاروقی کے جسم پر نظر آنے والا لباس بھی بے ترتیب اور گندا نظر آ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر روایتی مسکراہٹ کے بجائے ایسی خوفناک سنجیدگی اور الجھن طاری تھی جو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ سر کے بال بری طرح بکھرے ہوئے تھے۔ وہ آنکھیں پھاڑے لوگوں کو ہونقوں کی طرح دیکھ رہا تھا۔ شائستہ صوفے کے عقب میں کھڑی رو رہی تھی۔ اسے محلے کی عورتوں نے سنبھال رکھا تھا۔ میں ابھی فاروقی کے قریب جانے کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ اس نے پھر خود کو چھڑانے کی کشمکش شروع کر دی اور پاگلوں کی طرح چلانے لگا۔

''مجھے چھوڑ دو ورنہ میں تم سب کو تہس نہس کر دوں گا۔ ایک ایک کا خون پی جاؤں گا' تم نہیں جانتے کہ میں کون ہوں۔''

''کون ہو تم......؟'' ایک ضعیف العمر شخص نے جن کے چہرے پر بڑی مقطع چلطع ڈاڑھی نظر آ رہی تھی اور جو فاروقی کے عین سامنے فرش پر بیٹھے کچھ پڑھ پڑھ کر ہوا میں ہاتھ لہراتے جاتے تھے بڑی ٹھوس اور قدرے سخت آواز میں سوال کیا۔

''تو...... تو چلا جا یہاں سے ورنہ اچھا نہیں ہوگا......'' فاروقی نے ضعیف العمر شخص (جن کے بارے میں مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شاہ صاحب کے نام سے مشہور تھے اور دعا تعویذ کا کام کرتے تھے) کو خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے للکارا۔

''نابکار' بدذات تو اور میرا مقابلہ کرے گا......'' شاہ صاحب نے جلالی لہجے میں فاروقی کو للکارا۔ ''میں کہتا ہوں کہ ایک شریف آدمی کا پیچھا چھوڑ دے۔''

''نہیں چھوڑوں گا اس کا پیچھا......'' فاروقی کی آنکھیں مارے غصے کے حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں۔ ''میں پھر کہتا ہوں تو درمیان میں اپنی ٹانگ نہ پھنسا۔''

''ڈر گیا ناپاک' پلید...... ابھی تو بڑی ہیکڑی دکھا رہا تھا۔'' شاہ صاحب نے پھر کچھ پڑھ کر ہوا میں پھونک مارتے ہوئے کہا۔ ''مردود...... ناہنجار' اب بتاتا کیوں نہیں کہ کون ہے......؟''

''میں جگن ناتھ ترپاٹھی کی آتما ہوں جو کئی برسوں سے اسی دھرتی پر بھٹک رہی ہوں۔''

''جمال احمد فاروقی نے تیرا کیا بگاڑا ہے......''

''اس نے میری مردہ کھوپڑی کو ٹھوکر ماردی ہے۔'' فاروقی نے ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے جھلا کر کہا۔ ''میری آتما کو دکھ دیا ہے' میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

''تو فاروقی کے راستے میں کیسے آ گیا......؟'' شاہ صاحب نے سرد لہجے

میں جواب طلب کیا۔

"میں تمہارے سوالات کا جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔" فاروقی کی آنکھوں میں پھر شعلے بھڑکنے لگے۔ "مجھے پریشان مت کرو......"

"سیدھی طرح اگل دے ترپاٹھی نہیں تو میں تجھے جلا کر راکھ کر دوں گا۔" شاہ صاحب نے ہاتھ لہرا کر کہا۔ "میں نے تجھے اپنے حصار میں باندھ لیا ہے' تو میرے ہاتھوں سے بچ کر نہیں جا سکے گا۔"

فاروقی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ایک لمحے تک وہ شاہ صاحب کو لال پیلی نظروں سے گھورتا رہا پھر اس نے اپنی آنکھیں بند کر کے ٹھوڑی سینے پر ٹکا لی۔ سب ہی دم بخود کھڑے تھے۔ میں نے فوری طور پر آگے بڑھنے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا' صرف شائستہ کی سسکیوں کی آواز تھی جو کمرے میں بدستور سنائی دے رہی تھی۔

"ناٹک رچا رہا ہے بدبخت۔" شاہ صاحب اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ گرج کر بولے۔ "تو میرے دائرے کی حدود کو توڑ کر نہیں جا سکتا' صرف ایک ہی طریقہ ہے' سچ سچ بتا دے کہ تو فاروقی سے کیا چاہتا ہے......؟"

"تم......" فاروقی نے اپنے ڈھلکے ہوئے سر کو تیزی سے بلند کر کے پہلے شاہ صاحب کو پھر دوسروں کو حیرت سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "کون ہو تم لوگ اور اس طرح میرے گھر میں کیوں گھس آئے ہو' شائستہ کہاں ہے؟"

"م......میں یہاں ہوں' آپ کے قریب۔" شائستہ نے ہچکی لیتے ہوئے جواب دیا۔

"تم رو کیوں رہی ہو......؟" فاروقی نے نظر گھما کر شائستہ کو تعجب سے دیکھتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "پولیس کو فون کرو' اس طرح کسی کے گھر میں گھس آنا صریحاً قانون کی خلاف ورزی ہے۔" پھر فاروقی نے اپنے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے لوگوں سے خود کو چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "یہ کہاں کی شرافت ہے جناب آپ حضرات نے مجھے کیوں جکڑ رکھا ہے؟ کچھ بتائیں تو صحیح آخر قصہ کیا ہے......؟"

فاروقی نے اچانک ہوشمندی کی باتیں شروع کر دیں۔ سب ہی اس اچانک تبدیلی پر حیران تھے لیکن شاہ صاحب نے بلند آواز میں کہا۔

"فاروقی صاحب۔" آپ کوئی تردد نہ کریں میں نے اس کو اپنے حصار میں قید کر لیا ہے' وہ میری نظروں سے اوجھل ضرور ہو گیا ہے لیکن میرے پھندے سے گردن بچا کر نہیں نکل سکے گا...... میں اس سے پیشتر بھی کئی گندی بلاؤں کو جلا کر خاک کر چکا ہوں۔"

"آپ کس کی بات کر رہے ہیں شاہ صاحب......" فاروقی نے حیرت سے پوچھا۔

"جگن ناتھ ترپاٹھی کی جس کی گندی روح نے ابھی آپ کے جسم پر قبضہ جما رکھا تھا۔"

"آپ کیسی احمقوں جیسی باتیں کر رہے ہیں؟" فاروقی نے جھلا کر کہا۔ "میں کسی جگن ناتھ ترپاٹھی کو نہیں جانتا۔"

"برائے مہربانی مجھ سے تعاون کریں فاروقی صاحب۔" شاہ صاحب نے نہایت سلجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "یاد کیجئے کیا آج گھر آتے ہوئے راستے میں آپ کے پیر کسی مردہ کھوپڑی سے ٹکرائے تھے......؟"

"اوہ......" فاروقی نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "آپ اس سال خوردہ کھوپڑی کی بات تو نہیں کر رہے جو میرے واپسی کے راستے میں گیارہویں اسٹریٹ کے چوراہے پر پڑی تھی۔"

"مجھے تفصیل سے بتائیں......" شاہ صاحب نے تیزی سے کہا۔ "آپ کو کیسا اقعہ پیش آیا تھا؟"

"میں واپس آ رہا تھا کہ میں نے گیارہویں اسٹریٹ کے چوراہے کے بیچ و بیچ یک کھوپڑی دیکھی جو اس طرح کاٹھ کباڑ کے درمیان پڑی تھی جیسے کسی کی مردہ لاش پڑی و۔ میں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر یہ دیکھنے نیچے اترا تھا کہ لاش میں زندگی کی کوئی حرارت قی ہے یا نہیں لیکن بعد میں یہ دیکھ کر جھلا گیا کہ کھوپڑی کے چاروں طرف گیندے کے ول' ناریل' تیل سے بھرے ہوئے دیئے اور اسی قسم کی دوسری چیزیں بکھری پڑی تھیں۔ ن چیزوں پر جابجا سیندور چھڑکا ہوا نظر آ رہا تھا۔ مجھے غصہ آ گیا' میں نے کھوپڑی کو لات ر کر راستے سے ہٹا دیا اور......"

"اب اس ٹھوکر کی قیمت اس پاپی کو بڑی مہنگی پڑے گی۔" فاروقی کا لہجہ پھر بدل

گیا۔ اس کی آنکھوں کی پتلیاں پھر شعلے اگلنے لگی۔ ''میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں۔ اس نے میرا راستہ کھوٹا کر کے میری آتما کی شکتی کو للکارا ہے......''

''تو شرافت سے میری بات نہیں مانے گا......؟'' شاہ صاحب کے لہجے میں فاروقی کے اندر پیدا ہونے والے تغیر کے بعد پھر وہی پہلی والی گھن گرج پیدا ہو گئی۔ ''کیا جاننا چاہتا ہے......؟''

''تو ہمارے بندے سے کیا چاہتا ہے......؟'' شاہ صاحب کھسک کر فاروقی سے اور قریب ہو گئے۔ ''کیوں پریشان کر رہا ہے......؟''

''اس نے میری آتما کا اپمان کیا ہے۔'' فاروقی نے بگڑے ہوئے تیور سے جواب دیا۔ ''میں کسی اور کا جیون نشٹ کرنے کے کارن جا رہا تھا پرنتو اس نے درمیان میں آ کر میرا راستہ کاٹ دیا۔

''کون تھا تیرا شکار......؟'' شاہ صاحب نے پوچھا۔

''نہیں بتاؤں گا......تم اپنے کام سے کام رکھو......''

''اب تو کیا چاہتا ہے......''

''میں مکتی چاہتا ہوں۔'' فاروقی نے بدلی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ ''اور مجھے مکتی اسی سے ملے گی جب یہ اپنا جیون بلیدان کرے گا۔''

''اس کے سوا کوئی اور صورت نہیں ہو سکتی......؟''

''نہیں......''

''تو پھر میرا فیصلہ بھی سن لے۔'' شاہ صاحب نے کہا۔ ''اگر تو نے سیدھی طرح فاروقی کو نہیں چھوڑا تو میں تجھے جلا دوں گا۔''

''جلا دے......'' فاروقی حلق کے بل چیخ اٹھا۔ ''پرنتو اتنا یاد رکھ' میں بھسم ہوا تو اسے بھی ساتھ لے ڈوبوں گا۔''

''نہیں شاہ صاحب......نہیں......'' شائستہ بلکنے لگی۔ ''جلد بازی سے کام نہ لیں۔ اگر انہیں کچھ ہو گیا تو میں بھی زندہ نہ رہ سکوں گی۔''

''سندری ٹھیک کہتی ہے......'' فاروقی نے خوفناک نظروں سے شاہ صاحب کو گھورتے ہوئے کہا۔ ''تو چلا جا......دور ہو جا میرے راستے سے۔''

''شاہ صاحب تلملانے لگے' صورتحال کچھ ایسی ہی تھی کہ جتنے افراد وہاں موجود تھے سب ہی دم سادھے کھڑے تھے۔ میری زندگی میں وہ پہلا موقع تھا جب میرا دوست میری نظروں کے سامنے انتہائی خطرناک اور اذیتناک صورتحال سے دوچار تھا اور میں خود کو بڑا بے بس محسوس کر رہا تھا۔ جن بھوت اور چڑیلوں کے بارے میں میں نے کبھی اپنے اعتقاد کو متزلزل نہیں ہونے دیا تھا۔ میرے خیال میں بدروحیں اور ماورائی قوتیں محض کمزور ذہنوں کی خود ساختہ ڈراؤنی صورتوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھیں لیکن اس وقت میں جو دیکھ رہا تھا' جو سن رہا تھا اسے جھٹلا بھی نہیں سکتا تھا۔ کسی نادیدہ قوت سے پنجے لڑانا میرے اختیار کی بات نہیں تھی' میرا نشانہ بڑا سچا ہے اگر کوئی دشمن میرے سامنے موجود ہوتا تو شاید میں اب تک رسک لے کر اس پر گولی چلا چکا ہوتا لیکن ایک نظر نہ آنے والی بدروح کو شکار کرنا میرے اختیار کی بات نہیں تھی۔

''کیا یہ ضروری ہے کہ تو فاروقی ہی کی جان لے کر ٹلے؟'' شاہ صاحب نے کچھ توقف سے کہا۔ ''کیا کوئی اور صورت ممکن نہیں ہے......؟''

''اس نے میرا اپمان کیا ہے' مجھے ٹھوکر ماری ہے۔ میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔'' فاروقی نے چلا کر کہا۔ ''تو نے میرے چاروں طرف جو منڈل بنا رکھا ہے اسے توڑ دے۔''

''نابکار' بدذات مجھے چکمہ دینے کی کوشش کر رہا ہے۔'' شاہ صاحب نے پھر کچھ پڑھ کر فاروقی کی جانب پھونک مارتے ہوئے کہا۔ ''اپنا حصار ختم کر دوں تاکہ تو فاروقی کو بھی مار دے اور خود بھی میرے ہاتھ سے نکل جائے ایسا نہیں ہو گا۔''

فاروقی نے اس بار کوئی جواب نہیں دیا۔ سرخ سرخ نگاہوں سے شاہ صاحب کو گھورتا رہا۔

''اگر تجھے اپنی بے عزتی کا انتقام لینا ہے تو میں تیار ہوں۔'' شاہ صاحب نے اس بار کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح کہا۔ ''میرے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے' تو میرے خون سے اپنی پلید آتما کی پیاس بجھا لے لیکن فاروقی کو چھوڑ دے......''

''تو میرے ساتھ دھوکا تو نہیں کرے گا......؟''

''نہیں......''

''میں تیار ہوں پرنتو ایک شرط ہے۔'' فاروقی ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ ''تجھے

اپنے دھرم کی سوگند اٹھا کر مجھے وشواس دلانا ہوگا کہ میرے ساتھ کسی قسم کی چھل کپٹ سے کام نہیں لے گا......''

''ٹھیک ہے...... میں وعدہ کرتا ہوں کہ تیرے ساتھ کوئی مکروفریب نہیں کروں گا۔''

صورتحال پیچیدہ ہوتی جا رہی تھی۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں سسپنس سے بھرپور کوئی ہورر مووی دیکھ رہا ہوں۔ اگلا سین کیا ہونے والا تھا میں اس کے بارے میں قبل از وقت کچھ نہیں کہہ سکتا تھا لیکن جو کچھ میری نگاہیں دیکھ رہی تھیں اس کے اور بھی بہت سارے گواہ میرے دائیں بائیں آگے پیچھے تصویر حیرت بنے کھڑے تھے۔

شاہ صاحب نے جان کے بدلے جان دینے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ قابل تحسین ضرور تھا لیکن کسی ہندو مردے کی بھٹکتی ہوئی روح سے (اگر واقعی ایسا ہی تھا) اس بات کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ اپنے وعدے پر قائم رہے گی' عین ممکن تھا کہ اس نے محض شاہ صاحب کے حصار سے نکلنے کی خاطر ایک گھٹیا چال چلی ہو' جب تک شاہ صاحب موجود تھے فاروقی کی زندگی کی امید کی جا سکتی تھی۔ ان کو مارنے کے بعد اگر جگن ناتھ ترپاٹھی کی گندی روح دوبارہ فاروقی کے جسم میں حلول ہو کر اسے خودکشی پر مجبور کرتی تو اسے روکنے والا کوئی نہیں تھا۔ میرے ذہن میں سچویشن کی مطابقت سے متعلق کئی پریشان کن سوالات ابھر رہے تھے جب فاروقی نے شاہ صاحب کو گھورتے ہوئے کہا۔

''خالی خولی وچن سے کام نہیں چلے گا' اپنی پوتر کتاب کی سوگند اٹھا کر مجھے وشواس دلا۔''

''شاہ صاحب۔'' میں نے غیر اختیاری طور پر کہا۔ پھر سامنے کھڑے آدمیوں کو ہٹاتا ہوا اگلی صف میں چلا گیا۔ شائستہ کے علاوہ اور بھی کئی واقف کاروں کی نظریں میری جانب اٹھیں۔ شاہ صاحب بھی پلٹ کر مجھے دیکھنے لگے۔

''وقار بھائی پلیز......'' شائستہ نے روتے ہوئے درخواست کی۔ ''اپنے دوست کو بچا لیجئے میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔''

''آپ درمیان میں نہ آئیں۔'' شاہ صاحب نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ ''یہ ناپاک روح جو آپ کے دوست کو اپنے نحس ہاتھوں میں جکڑ چکی ہے شرافت سے باز نہیں

آئے گی۔''

''میں نے شائستہ کے چہرے سے نظر ہٹا کر فاروقی کو دیکھا تو ایک انجانے خوف سے میرے تن بدن میں سردی کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ فاروقی کی نگاہوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ وہ ایسی خونخوار اور بے رحم نظروں سے مجھے گھور رہا تھا جیسے پوری دنیا میں اس کا سب سے بڑا اور خطرناک دشمن میرے سوا کوئی نہیں تھا۔ میں شاہ صاحب سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ فاروقی کسی آدم خور کی مانند مچلنے لگا۔ میں پورے یقین اور اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ جن لوگوں نے اسے دونوں طرف سے جکڑ رکھا تھا اگر ان کی گرفت کمزور پڑ جاتی۔ فاروقی آزاد ہو جاتا تو وہ مجھ پر کوئی جان لیوا حملہ کرنے سے دریغ نہ کرتا۔

''چھوڑ دو......'' وہ خود کو چھڑانے کی پوری جدوجہد کرتے ہوئے بڑے خوفناک لہجے میں چیخنے لگا۔ ''مجھے مت روکو' میں وچن دیتا ہوں کہ جسے میں نے جکڑ رکھا ہے اسے چھوڑ دوں گا۔''

''بکواس کر رہا ہے مردود......'' شاہ صاحب نے فاروقی پر نظر جما کر تیز لہجے میں کہا۔ ''اب میں تجھے کسی قیمت پر نہیں چھوڑوں گا۔''

فاروقی شاہ صاحب کی بات کا جواب دینے کے بجائے بدستور مجھے کھا جانے والی قہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس کی پھٹی پھٹی سرخ سرخ نگاہیں بڑی بھیانک نظر آ رہی تھیں۔ خود کو آزاد کرانے کی خاطر وہ پوری شدومد سے اچھل کود کر رہا تھا۔

''ترپاٹھی......'' شاہ صاحب نے چنگھاڑتے ہوئے غضبناک لہجے میں کہا۔ ''تجھے ایک آخری موقع دے رہا ہوں' شرافت سے چلا جا ورنہ تیری گندی روح کو دوسری دنیا میں بھی کبھی سکون نصیب نہیں ہوگا۔''

''نہیں شاہ صاحب......'' شائستہ پھر پچھاڑیں کھانے لگی۔ ''کوئی ایسا قدم مت اٹھائیں کہ پھر ایک آخری امید بھی جاتی رہے۔''

''ہمت سے کام لو بیٹی' اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔'' شاہ صاحب نے شائستہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ ''تم نہیں جانتیں کہ یہ گندی بلائیں آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑتیں......''

''خدا پر بھروسہ رکھو شائستہ......'' میں نے فاروقی کو گھورتے ہوئے دبنگ آواز

میں شائستہ کو تسلی دی۔" وہ دونوں جہانوں کا مالک ہے اس کے حکم کے بغیر ایک تنکا بھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتا۔"

"میرے سامنے اونچے سروں میں بول رہا ہے......" فاروقی نے مجھے ایک گندی گالی سے نوازتے ہوئے للکارا۔ "مجھے کیول ایک پل کیلئے آزاد کرا دے پھر میں تجھے بتاؤں گا کہ بلوان کون ہے' میں تیرے شریر کا سارا خون نہ پی جاؤں تو جگن ناتھ ترپاٹھی نہیں...... کسی چمار کی اولاد کہنا۔"

فاروقی مجھے للکار رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ اپنے ہوش وحواس میں نہیں تھا۔ میں نے صبر کا مظاہرہ کیا۔

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم جان کے بدلے جان لینے کے بعد یہاں سے دفع ہو جاؤ گے؟" میں نے فاروقی کی ابلتی ہوئی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"میں تجھے کوئی وچن نہیں دے سکتا۔" فاروقی تڑپ کر بولا۔ "تیرا خون پینے کے بعد میں تیرے متر (دوست) کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔"

شاہ صاحب نے اچانک بلند آواز میں کوئی عمل پڑھنا شروع کر دیا۔ میری نظریں بدستور فاروقی کے چہرے پر مرکوز تھیں وہاں اچھا خاصہ مجمع تھا۔ میرے علاوہ بھی بیشتر لوگ فاروقی کے پڑوسی یا پھر اس کے واقف کار تھے۔ شاہ صاحب اور فاروقی کے درمیان کسی جگن ناتھ ترپاٹھی کی بدروح کی آڑ میں جو پراسرار صورتحال درپیش تھی اس میں میرے علاوہ فاروقی کی نظریں یقیناً دوسرے افراد کی سمت بھی اٹھی تھیں لیکن وہ خاص طور پر مجھے دیکھتے ہی بھڑک اٹھا تھا...... آخر کیوں؟"

ایک لمحے کو میرے ذہن میں عروج کا خیال آیا' چند روز پیشتر ہی اس نے مجھے احتشام کے سائے سے بھی محتاط رہنے کی تاکید کی تھی اور اس وقت فاروقی کی نگاہوں میں میں نے اپنے خلاف انتہائی خطرناک تاثرات ابھرتے دیکھے تھے۔ وقتی طور پر مجھے کچھ شبہ سا ہوا لیکن پھر میں نے اس خیال کو اپنا وہم قرار دے کر مسترد کر دیا۔ احتشام اور میرے درمیان کسی بھٹکتی ہوئی روح کا بھلا کیا تعلق ہو سکتا تھا......؟؟

شاہ صاحب کی بلند آواز پورے کاٹیج میں گونج رہی تھی۔ شائستہ روتے روتے بے حال ہو چکی تھی۔ اس کی حالت قابل رحم تھی۔ بیگم احسان بھی اب اس کے قریب ہی نظر

آ رہی تھیں۔ ہر شخص اپنی اپنی جگہ ایک اضطرابی کیفیت سے دوچار تھا۔ ہر شخص کی امید کا واحد مرکز وہی شاہ صاحب تھے جو ابھی تک ترپاٹھی کی گندی روح کے مقابلے پر ڈٹے کھڑے تھے۔ ان کی گفتگو سے اور ترپاٹھی کی روح کے مکالموں سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ شاہ صاحب نے اسے اپنے حصار میں گرفتار کر رکھا تھا اور وہ اسے توڑ کر نکل بھاگنے کی تاک میں تھا۔

فاروقی کے جسم پر قابض بدروح نے مجھے جو جواب دیا وہ میرے خون کو گرما رہا تھا۔ میں اگر خالی ہاتھ بھی دس پندرہ دشمنوں کے نرغے میں گھرا ہوتا تو شاید اتنی بزدلی اور صبر کا مظاہرہ نہ کر سکتا جتنا اس وقت مجھے اپنی بے بسی اور بیکسی کا احساس ہو رہا تھا۔ میرے پاس خاموش رہنے کے سوا اور کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔

شاہ صاحب کی آواز تیز ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ فاروقی کی درندگی میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ جن لوگوں نے اسے جکڑ رکھا تھا وہ ان سے خود کو چھڑانے کی کشمکش کے ساتھ ساتھ انہیں مغلظات گالیاں بھی سنا رہا تھا' وہ جس روانی سے ہندی اور سنسکرت کے الفاظ بول رہا تھا وہ بھی میرے لئے حیران کن تھا۔

میں اپنی جگہ خاموش کھڑا پیچ و تاب کھا رہا تھا کہ میں نے اچانک فاروقی میں ایک نمایاں تبدیلی رونما ہوتے دیکھی۔ اس نے اپنی جدوجہد یکلخت ختم کر دی تھی اور اس طرح خاموش ہو گیا تھا جیسے اس نے اپنی شکست تسلیم کر لی ہو۔

"حرام کے تخم' اب ختم ہو گئی نا تیری ساری اکڑفوں۔" شاہ صاحب نے فاتحانہ انداز میں کہا۔ "بڑا اچھل رہا تھا' بڑا زور مار رہا تھا' اب بولتی کیوں بند ہو گئی' نکل گئی ساری ہوا...... بھول گیا ساری چوکڑی چلا تھا مجھ سے پنجہ لڑانے' اب میا مر گئی نا آخر......"

فاروقی بدستور سر جھکائے باادب کھڑا رہا۔

"سیدھی طرح جواب دے میری بات کا۔" شاہ صاحب خم ٹھونک کر بولے۔ "چھوڑتا ہے پیچھا فاروقی کا یا جھونک دوں تیری گندی آتما کو جہنم میں......؟"

"مہاراج......" فاروقی نے شاہ صاحب کی طرف دیکھے بغیر بڑی سعادت مندی سے کہا۔ "میری آتما کو اتنا کشٹ مت دو' تم نے وچن دیا تھا کہ اس بار مجھے اپنے چنگل سے آزاد کر دو گے......"

"بکنے لگا نا آئیں بائیں شائیں....." شاہ صاحب نے کرخت آواز میں کہا۔

"کچھ دیر پہلے تو بڑی لال پیلی آنکھیں دکھا رہا تھا' جیون بلیدان مانگ رہا تھا' اب مہاراج کہنے لگا..... ہو گئے سارے کس بل ڈھیلے....."

"تم نے جو حکم دیا تھا اس کا پالن کرنا میرا دھرم تھا مہاراج لیکن جو کچھ ہوا اس میں میرا بھلا کیا دوش؟" فاروقی اپنی دھن میں بول رہا تھا' میں ہاتھ باندھ کر بنتی کرتا ہوں مہاراج' اب مجھے شما کر دو۔"

"تجھے شما کر دوں۔" شاہ صاحب بڑے طمطراق سے بولے پھر پینترا بدل کر گرجے۔ "سچ سچ بتا دے کہ تو کون ہے؟ تیری اور فاروقی کی کیا دشمنی تھی؟"

"جو تمہاری آگیا (حکم) مہاراج۔" فاروقی نے نظریں اٹھا کر میرے ساتھ کھڑے لوگوں کی سمت دیکھ کر بڑی مردہ آواز میں کہا۔ "ہاں میں تمہیں وچن دیتا ہوں کہ جب تک تمہاری ایک اور اچھا (خواہش) پوری نہیں کروں گا تم سے منہ نہیں موڑوں گا..... تم جو چاہو گے وہی کروں گا پرنتو۔"

"میں سمجھ گیا....." شاہ صاحب نے بڑے جلالی انداز میں پھر کچھ پڑھ کر پھونک ماری۔ "تو مجھے جل دینے کی کوشش کر رہا ہے لیکن میرے عتاب سے اب تجھے تیرے دیوی دیوتاؤں کی شکتی بھی نہیں بچا سکے گی۔"

"ٹھیک ہے....." "اگر تمہارا یہی کہنا ہے تو میں جا رہا ہوں مہاراج۔" فاروقی نے نڈھال لہجے میں کہا۔ "اب اس دوارے پر پلٹ کر بھی نہیں دیکھوں گا....."

اس کے بعد فضا میں بجلی کے ایسے ہی کڑاکے سنائی دیئے جیسے طوفان کے دوران سنائی دیتے ہیں۔ فاروقی یکلخت چونک کر دوبارہ لوگوں کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھنے لگا۔ اس نے ہوش مندی کی باتیں شروع کر دیں۔ شاہ صاحب کو میں نے اس طرح چونکتے دیکھا جیسے کسی ماہر شکاری کے ہاتھ سے اس کا شکار نکل گیا ہو..... انہوں نے اپنے ہونٹ بڑی سختی سے بھینچ لئے تھے۔

"گاڈ از گریٹ میجر' میں تمہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ تمہارا دوست موت کے دہانے پر پہنچ کر زندگی کی طرف واپس لوٹ آیا۔"

میں نے تیزی سے نظریں گھما کر اپنی پشت پر نظر ڈالی تو پروفیسر ورما کو دیکھ کر

میرے دل کی دھڑکنیں یکلخت تیز ہو گئیں۔ میری نظروں میں اس چشر والے کا چہرہ ابھر آیا جسے میں نے شیلا کا بھیجا چباتے اور اس کے سینے سے بھل بھلاتے خون کو مزے لے لے کر پیتے دیکھا تھا۔

"پروفیسر.....ورما....." میری زبان سے صرف دو ہی لفظ ادا ہو سکے۔

"میں اب چلتا ہوں میجر..... پھر کسی وقت تفصیل سے ملاقات ہو گی....." پروفیسر نے نہایت سادگی سے مگر سرسراتے لہجے میں کہا پھر مسکراتا ہوا واپس چلا گیا۔ میں اپنی جگہ بت بنا کھڑا اسے دروازے سے باہر نکلتے دیکھ رہا تھا....."

پروفیسر ورما کے جانے کے بعد بھی مجھے وہاں خاصی دیر رکنا پڑا۔ لوگوں کا ہجوم آہستہ آہستہ چھٹ گیا صرف سات آٹھ نفری باقی رہ گئی۔ فاروقی پوری طرح ہوش و حواس میں تھا اور بار بار لوگوں سے معاملے کی نوعیت کے بارے میں دریافت کر رہا تھا۔ بیگم احسان اور پڑوس کی ایک خاتون نے ملازموں کے ساتھ ڈرائنگ ڈائننگ روم کا حلیہ درست کرایا۔ ٹوٹے ہوئے برتن باہر پھنکوائے گئے۔ بکھرا ہوا سامان دوبارہ سلیقہ سے رکھا گیا۔ لیکن قالین کا ستیاناس ہو کر رہ گیا تھا۔

شائستہ بدستور سہمی ہوئی تھی۔ روتے روتے اس کی آنکھیں متورم ہو گئی تھیں۔ شاہ صاحب بھی ایک صوفے پر آلتی پالتی مارے دھرنا جمائے بیٹھے تھے۔ وہ بظاہر یہی ظاہر کر رہے تھے کہ جگن ناتھ ترپاٹھی کی بدروح ان کے ہاتھوں سے جان بچا کر نکل گئی اور اب دوبارہ کبھی فاروقی کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گی لیکن شائستہ نے انہیں منت ساجت کر کے روک رکھا تھا۔ اس کو اندیشہ تھا کہ کہیں ترپاٹھی کی روح دوبارہ واپس نہ آ جائے۔ دوسرے جو قریب کے افراد باقی رہ گئے تھے ان کا بھی یہی خیال تھا کہ اگر شاہ صاحب نے اپنے جلالی عمل کا مظاہرہ نہ کیا ہوتا تو ترپاٹھی کی روح آسانی سے ٹلنے والی نہیں تھی۔

فاروقی کو پوری روداد سنائی گئی تو وہ بھی ہکا بکا رہ گیا پھر ناقابل یقین لہجے میں بولا۔

"ایک بات سمجھ میں نہیں آتی اگر میں نے سال خوردہ استخوانی کھوپڑی کو ٹھوکر مار دی تھی تو اس سے کسی روح کو کیا تکلیف پہنچ سکتی ہے؟"

"ہندوؤں کے دھرم میں اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب چکر ہوتے ہیں۔" شاہ صاحب نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "آپ ان کی مائی تھولوجی (Mythology) ایک بار غور سے پڑھ لیں تو ساری زندگی حیرت سے سر کھجاتے رہیں گے لیکن اس کے بعد بھی کوئی بات پلے نہیں پڑے گی۔"

"بہرحال جو کچھ فاروقی صاحب کے ساتھ ہوا اسے آپ جھٹلا بھی نہیں سکتے......" بیگم احسان نے کہا۔

"شاہ صاحب' کیا آپ کو پورا یقین ہے کہ وہ بدروح اب دوبارہ نہیں آئے گی۔" شائستہ نے خوفزدہ لہجے میں دریافت کیا۔

"میں نہیں سمجھتا کہ وہ دوبارہ ایسی حماقت کرے گی۔" شاہ صاحب نے ذرا اکڑ کر جواب دیا۔ "آپ نے سنا نہیں اس مردود نے جاتے جاتے بھی کہا تھا کہ اب بھول کر بھی آپ کے گھر کا رخ نہیں کرے گا......"

"لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔" بیگم احسان نے میرے دل میں ابھرنے والے احساسات کی ترجمانی کی۔ "وہ جاتے وقت آپ کو مہاراج کیوں کہہ رہا تھا اس کی باتوں سے ایسا لگتا تھا جیسے وہ آپ کو پہلے سے جانتا ہو......"

"وہ بکواس کر رہا تھا۔" شاہ صاحب نے تلملا کر جواب دیا۔ "میرا اور اس پلید روح کا بھلا کیا واسطہ...... لاحول ولاقوۃ۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں قبلہ لیکن اس روح نے یہ بھی کہا تھا وہ جب تک ایک خواہش پوری نہیں کر دے گا آپ کے اشاروں پر......" فاروقی کے پڑوسی نے ترپاٹھی کی روح کی کہی ہوئی ایک بات دہرانی چاہی لیکن شاہ صاحب ایک دم چراغ پا ہو گئے۔

"جو لوگ پتھر کو پوجتے ہوں ان کے قول و فعل کا بھلا کیا اعتبار' ہو سکتا ہے اس مردود نے جاتے جاتے ہمارے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنے کی خاطر سیاست سے کام لیا ہو......"

"کچھ بھی ہو......" شائستہ نے بڑی عقیدت سے کہا۔ "میں آپ کی بیحد شکر گزار ہوں' اگر آپ میرے بلانے پر بروقت نہ آ جاتے تو خدا جانے کیا ہوتا۔"

"میں اب اجازت چاہوں گا۔" شاہ صاحب جانے کے ارادے سے اٹھے تو

شائستہ نے ایک بند لفافہ ان کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے بڑی عاجزی سے کہا۔

"یہ ایک حقیری رقم میں آپ کی خدمت میں نذر نیاز کیلئے پیش کر رہی ہوں۔"

"تم اصرار کر رہی ہو تو لئے لیتا ہوں ورنہ اس کی بھی کوئی ضرورت نہیں تھی۔" شاہ صاحب نے لفافہ پہلے جیب میں رکھا پھر جملہ بعد میں ادا کیا۔

"ایک درخواست اور کروں گی......"

"وہ کیا......"

"کل کسی وقت ہمارے اطمینان کیلئے ایک چکر اور لگا لیجئے گا' بڑی کرم نوازی ہو گی۔"

"تم نہ کہتیں تو بھی میں فاروقی صاحب کی خیریت دریافت کرنے ضرور آتا......"

شاہ صاحب چلے گئے تو ترپاٹھی کی بدروح پر پھر قیاس آرائیاں شروع ہو گئیں۔

"میں تو اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ وہ بدروح یا جو بھی بلا تھی کسی اور کی تلاش میں تھی۔" بیگم احسان نے سنجیدگی سے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ "وہ کہہ بھی رہا تھا کہ فاروقی بھائی نے بلاوجہ ٹھوکر مار کر اس کا راستہ کھوٹا کر دیا۔"

"مسز احسان......" میں نے ماحول پر طاری سنجیدگی کو دور کرنے کی خاطر مسکرا کر کہا۔ "کیا آپ ان سب باتوں پر یقین رکھتی ہیں۔"

"پہلے مجھے بھی ان باتوں پر کوئی اعتقاد نہیں تھا۔" مسز احسان سے پہلے فاروقی کے پڑوسی نے جواب دیا۔ "مگر آج جو کچھ تماشہ دیکھا وہ حیرت انگیز بھی تھا اور بیحد پراسرار بھی۔"

"کچھ بھی ہو......" شائستہ جو فاروقی کے قریب ہی بیٹھی تھی قدرے الجھ کر بولی۔

"اگر کوئی مردہ کھوپڑی راستے میں پڑی بھی تھی تو کترا کر گزر سکتے تھے کیا ضرورت تھی گاڑی روک کر نیچے اترنے کی اور اسے بلاوجہ لات مارنے کی؟"

"ایک بات اور بھی ممکن ہے......" میں نے ازراہ مذاق بیحد سنجیدگی سے کہا۔

"وہ کیا......" شائستہ نے مجھے توجہ سے دیکھا۔

"ہو سکتا ہے یہ سارا ڈرامہ خود فاروقی نے کسی سوچی سمجھی اسکیم کے تحت رچایا ہو۔"

"میں سمجھی نہیں......" شائستہ اس وقت ذہنی طور پر الجھی ہوئی تھی اس لئے میرے مذاق کی تہہ تک نہیں پہنچ سکی۔

"میں بھی نہیں سمجھ سکا......" اس بار میں نے زیرلب مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "فاروقی سے اکیلے میں تفصیل معلوم کرنے کے بعد ہی کچھ عرض کرسکتا ہوں ویسے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مرد اپنی کوئی بات منوانے کی خاطر اس قسم کے ناٹک کی آڑ لے کر......"

"پلیز میجر......" فاروقی نے جلدی سے کہا۔ "کیوں مجھے مروانے کے چکر میں پڑ گئے' ویسے بھی کیا کم ستیاناس ہوا ہے۔"

"شبہ تو کچھ مجھے بھی ایسا ہی ہے......" بیگم احسان نے میرے مذاق میں رنگ بھرنے کی کوشش کی تو شائستہ پہلی بار مسکرا کر بولی۔

"اب نہیں چلے گی...... مجھے فاروقی پر پورا پورا اعتماد ہے۔"

"یہ ہوئی نہ بات۔" فاروقی کے پڑوسی نے اپنے مطلب کی بات کی۔ "اس برجستہ جواب پر اگر ایک ایک کپ گرما گرم چائے ہو جائے تو لطف آ جائے گا......"

"میں چائے کے ساتھ کچھ کھانے کو بھی لاتی ہوں۔" شائستہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "ویسے بھی میں آپ لوگوں کو اتنی جلدی نہیں جانے دوں گی' وہ ترپاٹھی کمبخت دوبارہ آ گیا تو کیا ہوگا......"

"میں ہوں نا تمہارے ساتھ بیگم احسان نے جلدی سے کہا' اس بار میں تمہیں اکیلے نہیں رونے دوں گی' ہم دونوں مل کر کورس کے انداز میں روئیں گے' ہوسکتا ہے ترپاٹھی کا بھوت ہمارا کورس سن کر دفع ہو جائے......"

مجھ کو سب سے دیر سے فاروقی کے گھر سے اٹھنا پڑا۔ اس وقت صبح کے تقریباً پانچ کا عمل تھا۔ میں تھکا ہارا آ کر بستر پر سونے کے ارادہ سے لیٹا لیکن نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ جو سچویشن میں نے دیکھی وہ میرے لئے نہ صرف پراسرار بلکہ انتہائی حیرت انگیز بھی تھی۔ میرے ذہن میں بڑے تسلسل سے سارے واقعات دوبارہ گونجنے لگے۔ وہ تمام تر باتیں میرے لئے قابل توجہ تھیں۔ میرے ذہن میں رہ رہ کر کئی سوال یکے بعد دیگرے ابھر رہے تھے۔ میں نے دوسروں کی موجودگی میں شاہ صاحب کو چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا تھا لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ ترپاٹھی کی بدروح نے شاہ صاحب کی وجہ سے

سرنگوں کر کے ہار نہیں مانی تھی وہ کوئی اور ہی نادیدہ طاقت تھی جو اچانک وہاں وارد ہو گئی تھی جسے دیکھ کر ترپاٹھی کی بدروح نے اسے نہ صرف مہاراج کہہ کر مخاطب کیا بلکہ اس کو یہ بھی یاد دلانے کی کوشش کی تھی کہ اس نے روح سے اس کی آزادی کا وعدہ کر کے اپنے کسی خطرناک مقصد کیلئے استعمال کرنا چاہا تھا......

وہ خطرناک مقصد کیا تھا...... کس کے خلاف تھا......؟"

روح نے اپنی معذوری کی وجہ بھی بیان کی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ جو صورت حال اچانک پیش آ گئی اس نے بساط کا نقشہ بدل دیا ورنہ وہی کچھ ہوتا جس کیلئے اسے استعمال کیا گیا تھا۔ مطلب نہایت صاف اور واضح تھا ترپاٹھی کی روح کو فاروقی کو موت کے گھاٹ اتارنے کی خاطر تعینات نہیں کیا گیا تھا۔ اس منحوس کھوپڑی کا اصلی ہدف کوئی اور تھا۔ وہ کسی اور شکار کی زندگی کو موت سے ہمکنار کرنے کی خاطر بھیجا گیا تھا مگر فاروقی نے اس کو ٹھوکر مار کر اصل کھیل چوپٹ کر دیا تھا۔

اس منحوس کھوپڑی کو کس کی زندگی درکار تھی؟ اس کو استعمال کرنے والی نادیدہ طاقت کس کی ہوسکتی تھی......؟

میرے ذہن میں متعدد سوالات ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے' پھر فاروقی کی زبان سے ترپاٹھی کی بدروح کے کہے ہوئے آخری جملے میرے کانوں میں گونجنے لگے۔ یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ وہ دوبارہ فاروقی کے گھر کی جانب رخ نہیں کرے گا۔

گویا خطرہ ابھی ٹلا نہیں تھا' اس بدنصیب شخص کے سر پر بدستور منڈلا رہا تھا جس کی خاطر ایک مردہ ہندو کی سال خوردہ کھوپڑی کو کسی گندے عمل کے ذریعے اس کی زندگی کے چراغ کو گل کرنے کی خاطر معمور کیا گیا تھا۔

"وہ شکار ہونے والا شخص کون تھا......؟ اس کا قصور کیا تھا......؟"

شاہ صاحب کے سلسلے میں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ روح کو قابو کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے لیکن ایک بات میرے لئے حیرت انگیز بھی تھی شاہ صاحب نے ترپاٹھی کی روح کو للکار کر دعویٰ کیا تھا کہ وہ ان کے حصار سے باہر نہیں جا سکے گی اور روح نے تلملا کر جواب دیا تھا کہ اسے جلانے کی کوشش کی گئی تو وہ فاروقی کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گی۔ اس کے لب و لہجے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اس حصار کو توڑ کر نکل جانے کی

قوت نہیں رکھتا تھی جس میں اسے شاہ صاحب نے اپنے کسی عمل سے قید کردیا تھا......پھر۔ شاہ صاحب کو اپنے ارادے میں ناکامی کا منہ کیوں دیکھنا پڑا......؟ حصار کس طرح ٹوٹ گیا......؟

جس کو مہاراج کہہ کر ترپاٹھی کی بدروح نے مخاطب کیا تھا وہ یقیناً شاہ صاحب کے مقابلے میں زیادہ داؤ پیچ سے واقف رہا ہوگا جو اس نے ترپاٹھی کو وہاں سے بہ آسانی نکل جانے کا موقع فراہم کردیا......لیکن اس نے ایسا کیوں کیا؟ اسے فاروقی سے کیا ہمدردی تھی؟ فاروقی بے شمار لوگوں کی موجودگی میں پراسرار طریقے سے مارا جاتا تو کالونی کے علاوہ بھی وہاں موجود عینی شاہدوں کے ذریعے اس نامعلوم مہاراج کی دہشت کے چرچے اور زیادہ مشہور ہو جاتے۔ لوگ اپنے درمیان کسی عفریت کے احساس سے اور زیادہ دہشت زدہ ہو جاتے تو اس جنتر منتر کرنے والے پراسرار گیانی کو اپنے ناپاک عزائم میں زیادہ کامیابی ہو سکتی تھی لیکن اس نے ایسا نہیں کیا...... آخر کیوں؟ کیا وہ خاص طور پر کالونی میں بسنے والوں کو اس خطرے کا احساس دلانا چاہتا تھا کہ وہ ان کے درمیان موجود ہے اور جس وقت بھی جو چاہے کرسکتا ہے......؟

میرا ذہن بری طرح قلابازیاں کھا رہا تھا' میں کسی حتمی نتیجے پر پہنچنے کی کوششوں میں مصروف تھا جب میرے کانوں میں پروفیسر ورما کے کہے ہوئے جملے کی بازگشت ہوئی۔

''گاڈ از گریٹ میجر' میں تمہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ تمہارا دوست موت کے دہانے پر پہنچ کر زندگی کی طرف واپس لوٹ آیا۔''

میری رگوں میں دوڑتے خون کی رفتار یکلخت تیز ہوگئی۔ پروفیسر نے وہ جملہ مجھ سے کیوں کہا تھا؟ اس کو اس بات کا یقین کس طرح ہوگیا کہ فاروقی موت کے دہانے پر پہنچ کر بال بال بچ گیا......؟ پروفیسر نے وہ جملہ بڑے اعتماد اور یقین سے کہا تھا پھر میرے جواب کا انتظار کیے بغیر اس نے میرا جملہ کاٹ کر کہا تھا کہ ''پھر کسی وقت تفصیل سے بات ہو گی......''

پروفیسر تفصیل سے مجھ سے کیا بات کرنا چاہتا تھا؟ اس نے فاروقی کے مکان پر رکنے کی زحمت سے کیوں گریز کیا تھا؟ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں جس وقت فاروقی کے کاٹیج کے اندر موجود تھا اس وقت پروفیسر مجھے کہیں نظر نہیں آیا تھا......'' تو کیا وہ خاص طور پر

مجھے فاروقی کی زندگی کی نوید سنانے کی غرض سے آیا تھا......؟ جگن ناتھ ترپاٹھی کی روح بار بار کس کو مہاراج کہہ رہی تھی؟ آخری جملے کہتے وقت اس نے نظریں اٹھا کر شاہ صاحب کے بجائے خاص طور پر میرے ساتھ کھڑے ہوئے ان افراد کی سمت کیوں دیکھا جن کے درمیان پروفیسر ورما بھی موجود تھا......؟''

میرے سارے جسم میں ایک کرنٹ سا دوڑ گیا۔ شیلا اور چشر والے کے ہولناک اور دہشت ناک منظر سے جس کہانی کا آغاز ہوا تھا اس میں پروفیسر ورما کی شخصیت نہایت پراسرار حیثیت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ میرا ذہن پوری طرح پروفیسر ورما کے بارے میں تانے بانے بننے لگا۔ مجھے یاد ہے کہ جس وقت دیوار گیر کلاک کے گھنٹوں نے صبح کے آٹھ بجے کا اعلان کیا تھا اس وقت تک میرا ذہن کچھ کچھ جاگ رہا تھا اس کے بعد کب مجھے نیند آئی اور کب میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوا مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں......!!

دوبارہ میری آنکھ کھلی تو دوپہر کے گیارہ بج رہے تھے۔ میں جلدی سے اٹھا' گرم پانی سے نہانے کے بعد جسم کچھ ہلکا ہوگیا۔ میں نے لباس تبدیل کیا پھر ناشتے کی میز پر آ گیا۔ تنویر نے ناشتہ لگانے میں حسب معمول بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا۔ ناشتے کے دوران بھی میرا ذہن گزشتہ رات کے واقعات کے بارے میں الجھ رہا تھا۔ میں جلد از جلد پروفیسر ورما سے مل کر اپنے اس شبے کی تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ ترپاٹھی کی روح والے خوفناک کھیل میں وہ کس حد تک ملوث تھا۔ میرا دل اس وقت بھی گواہی دے رہا تھا کہ پروفیسر کی شخصیت نہ صرف خطرناک حد تک پراسرار تھی بلکہ بل ٹریک کالونی میں اس کی موجودگی بھی خالی از علت نہیں تھی۔ میں اپنے ان خیالات کی کوئی وجہ نہیں بیان کرسکتا لیکن اتنا ضرور عرض کروں گا کہ میری چھٹی حس عام لوگوں کے مقابلے میں خاصی تیز اور حساس تھی اور میرے ذہن میں ابھرنے والے خیالات اکثر و بیشتر درست ثابت ہوتے تھے۔ یہ بات کس حد تک درست ہے اس کا اندازہ آپ کو اس کہانی کے دوران بار بار ہوگا۔

ناشتے کے دوران تنویر ہمیشہ میری پشت پر قریب ہی موجود رہتا تھا تاکہ اگر مجھے کسی چیز کی ضرورت پیش آئے تو وہ فوراً اس کی تعمیل کر سکے۔ اس وقت بھی وہ میرے قریب ہی موجود تھا جب فون کی گھنٹی بجی اور اس نے حسب معمول میرے کہے بغیر فون سیٹ اٹھا کر ناشتے کی میز پر میرے الٹے ہاتھ کی طرف رکھ دیا۔

"ہیلو...... میجر وقار آن دی لائن۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں انسپکٹر وہاب خان بول رہا ہوں۔"

"اوہ...... انسپکٹر۔" میں نے خوشگوار لہجے میں کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھے یاد رکھا۔"

"آپ اس وقت مصروف تو نہیں ہیں؟"

"فی الحال ناشتے کی میز پر ہوں' اگر تم کہیں قریب سے بول رہے ہو تو بلاتکلف آ جاؤ۔" میں نے بے تکلفی کا اظہار کیا۔ "ایک کپ چائے تمہارے ساتھ بھی ہو جائے گی۔"

"شکریہ۔ لیکن اس وقت میں نے آپ کو کسی اور مقصد سے فون کیا ہے......؟"

انسپکٹر کے لب و لہجے سے گہری سنجیدگی ٹپک رہی تھی۔ "کیا میں فون پر آپ سے کچھ ضروری بات کر سکتا ہوں......؟"

"شیور (Sure)۔" میں نے ناشتے سے ہاتھ کھینچتے ہوئے جواب دیا۔ پھر پوچھا۔ "کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کل رات ساڑھے بارہ اور صبح تین بجے کے درمیان کہاں تھے؟"

میں انسپکٹر وہاب خان کی بات سن کر چونکا۔ شاید اسے بھی فاروقی کے گھر پر پیش آنے والے واقعات کی اطلاع مل چکی تھی لیکن وہ خاص طور سے مجھ سے اس حادثے کی تصدیق کیوں کرنا چاہتا تھا......؟ میں فون سیٹ اٹھا کر ڈرائنگ روم میں آ گیا۔

"انسپکٹر......" میں نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے قدرے محتاط لہجے میں کہا۔ "میرا اندازہ اگر غلط نہیں ہے تو تمہیں بھی یقیناً اس حادثے کی اطلاع مل چکی ہے جو گزشتہ رات جمال احمد فاروقی کو پیش آیا تھا......"

"آپ کا خیال درست ہے' ایک عینی شاہد نے مجھے پوری تفصیل سے سب کچھ بتایا ہے۔"

"پھر تم مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہو......؟"

"جس بات کی تصدیق آپ سے کرنا چاہتا ہوں' دوسروں سے بھی کر سکتا تھا۔" انسپکٹر نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن آپ کا انتخاب اس لئے کیا ہے کہ میں آپ پر زیادہ

اعتماد کر سکتا ہوں اور یہ بھی توقع رکھتا ہوں کہ آپ موقع پڑنے پر میری مدد کرنے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔"

"تھینکس فار دی کمپلمنٹ (Thanks for the complment)" میں نے سنبھل کر جواب دیا۔ "اگر میں کسی طور قانون کی کوئی مدد کر سکا تو یہ بات میرے لئے یقیناً باعث مسرت ہو گی۔"

"فاروقی صاحب کے گھر سے آپ کی واپسی کس وقت ہوئی تھی......؟"

"صبح تقریباً ساڑھے پانچ بجے......"

"آپ کی ذاتی رائے کیا ہے اس سلسلے میں......؟"

"انتہائی پراسرار' حیرت انگیز اور ناقابل یقین۔" میں نے پوری دیانت سے جواب دیا۔ "لیکن جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا اسے میں جھٹلا بھی نہیں سکتا......"

"جگن ناتھ ترپاٹھی کی روح شاہ صاحب سے کچھ دیر الجھنے کے بعد اس بات پر آمادہ ہو گئی تھی کہ وہ اپنی بے عزتی کے انتقام کے طور پر کسی اور کی جان لے کر فاروقی صاحب کے جسم پر سے اپنا قبضہ ختم کر سکتی ہے' مجھے میرے مخبر نے بھی بتایا تھا۔" وہاب خان نے دریافت کیا۔ "کیا آپ نے بھی یہ بات سنی تھی؟"

"جی ہاں' بدروح نے بھی شرط عائد کی تھی......" میں نے تصدیق کی۔

"ایک اہم بات اور دریافت کرنا چاہوں گا' کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ترپاٹھی کی روح نے فاروقی صاحب کا پیچھا چھوڑنے سے پیشتر کسے مہاراج کہہ کر مخاطب کیا تھا......؟"

میں انسپکٹر کے اس سوال پر چونکا۔ ایک پل کو میرے ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ وہاب خان سے اپنے شبہے کا اظہار کر دوں لیکن میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ میرے پاس اپنے شبہے کی تصدیق میں کہنے کیلئے کوئی ثبوت نہیں تھا۔ پروفیسر ورما کے علاوہ اور لوگ بھی اس جانب کھڑے تھے جس سمت دیکھ کر ترپاٹھی کی روح نے اپنے آخری جملے ادا کیے تھے۔ اس کا مخاطب پروفیسر کے علاوہ کوئی اور بھی ہو سکتا تھا۔

"کیا بات ہے میجر وقار۔" انسپکٹر کی آواز ریسور پر ابھری۔ "آپ نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔"

"یہی غور کر رہا ہوں کہ کیا جواب دوں۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ "یہ بات درست ہے کہ پہلے ترپاٹھی کی گندی روح براہ راست شاہ صاحب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر برسر پیکار تھی۔ اس کے بعد ایک حیرت انگیز تبدیلی رونما ہوئی۔ اس بھٹکتی ہوئی روح نے کچھ ایسے انداز میں بار بار مہاراج کی رٹ لگانی شروع کر دی جیسے وہ کسی مہاراج سے بہت زیادہ خائف ہے اور اس کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ وہ مہاراج کون تھا؟ اس کے بارے میں شاید جو لوگ وہاں موجود تھے ان میں سے کوئی بھی یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"آپ کی واپسی فاروقی صاحب کے گھر سے صبح ساڑھے پانچ بجے ہوئی تھی" وہاب خان میری بات کو دہراتے ہوئے بولا۔ لیکن کیا آپ کو کچھ اندازہ ہے کہ ترپاٹھی کی بدروح نے آپ کے دوست کا پیچھا کب چھوڑا تھا.....؟

"آئی ایم سوری انسپکٹر" میں نے محتاط لہجے میں کہا "میں نے اس وقت گھڑی دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی لیکن میرا اندازہ ہے کہ غالباً ڈھائی اور تین کے درمیان ہم نے سکون کی سانس لی تھی۔

"اگر آپ کا یہ اندازہ درست ہے تو میں جو رپورٹ اس وقت آپ کو دینا چاہتا ہوں وہ آپ کے لیے زیادہ حیرت انگیز ثابت ہو گی۔"

"کوئی خاص بات....." میں سنبھل کر بیٹھ گیا میری چھٹی حس ایک بار پھر کسی خطرے کی نشاندہی کر رہی تھی۔

"کل رات تقریباً پونے تین اور سوا تین کے درمیان گیارہویں اسٹریٹ پر ایک ایسے لاوارث شخص کی لاش ملی ہے جو اس راؤنڈ اباؤٹ کے قریب ہی ایک بنگلے کے عقبی حصے میں جھونپڑی میں تنہا رہتا تھا جہاں مسٹر فاروقی نے اپنی کار سے اتر کر مردہ کھوپڑی کو ٹھوکر ماری تھی....."

"میں سمجھا نہیں انسپکٹر میں نے تعجب سے دریافت کیا" اس لاوارث شخص کی موت سے گزشتہ رات فاروقی کو پیش آنے والا واقعہ کا بھلا کیا تعلق ہو سکتا ہے....."

"پولیس کے پاس الہ دین کا چراغ نہیں ہوتا کہ وہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر سکے" وہاب خان نے اپنی سنجیدگی برقرار رکھتے ہوئے کہا "مقتول کی موت کی اطلاع

پانے کے بعد مجھے بھی کوئی تعجب نہیں ہوا تھا۔ علاقے کے رہنے والوں کے بیان کے مطابق وہ ایک انتہائی بے ضرر اور سیدھا سادھا شخص تھا لیکن ضابطے کی کارروائی کے طور پر جب اس کی لاش کا پوسٹ مارٹم کرایا گیا تو ایک حیرت انگیز حقیقت کا انکشاف ہوا....."

"وہ کیا....." میں نے تیزی سے پوچھا، میرا تجسس بڑھنے لگا۔

"مقتول کے جسم پر کسی تیز دھار آلے یا کسی ایسی ضرب کا کوئی نشان نہیں ملا تھا جسے اس کے قتل کا سبب قرار دیا جاتا لیکن پولیس سرجن کا بیان ہے کہ اس کی موت اس کے جسم میں ناقابل یقین حد تک خون کی کمی کی وجہ سے واقع ہوئی ہے۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ میں اور بھی ایک دو ایسی علامتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو میڈیکل ہسٹری میں اس سے پیشتر کبھی سامنے نہیں آئیں....."

"انسپکٹر....." میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا "کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ ترپاٹھی کی بدروح....."

"یس میجر....." وہاب خان نے میرا جملہ درمیان سے اچکتے ہوئے بڑے جذباتی انداز میں کہا "میرے ذہن میں بھی فوری طور پر ترپاٹھی کی بدروح کا خیال آیا تھا۔ جس نے اپنی بے عزتی کے بدلے ایک انسانی جان لینے کی شرط عائد کی تھی۔ میرے مخبر نے یہ بھی بتایا تھا کہ ایک موقع پر بدروح نے شاہ صاحب سے یہ بھی کہا تھا کہ وہ ان کا خون پینے کے بعد فاروقی صاحب کے جسم کا خون بھی پی جائے گی۔"

"تو کیا آپ کو اس بات کا شبہ ہے کہ گیارہویں اسٹریٹ کی جھونپڑی میں رہنے والے مفلوک الحال شخص کی موت اس وجہ سے ہوئی کہ ترپاٹھی کی بدروح نے اس کے جسم کا سارا خون پی لیا....." میں نے دھڑکتے ہوئے دل پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

"پہلے صرف شبہ تھا لیکن اب اس کی تصدیق بھی ہو گئی ہے.....؟"

"تصدیق ہو گئی.....؟ میں حیرت سے اچھل پڑا" "یہ تم کیا کہہ رہے ہو انسپکٹر"

"کیا میں امید رکھوں میجر وقار کہ اس وقت میرے اور آپ کے درمیان جو گفتگو ہو رہی ہے وہ صرف ہماری حد تک محدود رہے گی۔"

"تم.....تم مجھ پر آنکھ بند کر کے اعتماد کر سکتے ہو..... میں نے وہاب خان کو بڑی سنجیدگی سے یقین دلایا۔

"یقین نہ ہوتا تو میں اس وقت آپ کا وقت نہ برباد کرتا......"

"انسپکٹر" میں نے اپنی بے چینی کا اظہار کیا "تم ابھی اپنے شبہے کی تصدیق کی بات کر رہے تھے......"

"جی ہاں، میں نے تصدیق کی جو بات کی وہ غلط نہیں ہے" انسپکٹر نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا "ابھی تقریباً ایک گھنٹہ پیشتر کسی نامعلوم شخص نے مجھے فون پر چیلنج کیا ہے۔ اس نے بڑے گمبھیر لہجے میں یہ بات کہی تھی کہ گیارہویں اسٹریٹ پر رہنے والے لاوارث شخص کی موت کی وجہ ترپاٹھی کی روح تھی......"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ کسی من چلے نے جو فاروقی والی روداد سے واقف ہو محض پولیس کو پریشان کرنے کی خاطر ایک شوشہ چھوڑا ہو" میں نے سپاٹ آواز میں کہا "شہر میں بدامنی پھیلانے کی خاطر اس قسم کی افواہیں اکثر سنائی دیتی رہتی ہیں۔"

"میں نے بھی یہی خیال کیا تھا لیکن اس نے مقتول کی تصدیق کے ساتھ ہی ایک اہم بات اور بھی کہی تھی جو ہمارے لیے ایک چیلنج ہے۔"

"وہ کیا......؟"

"اس نے بڑے یقین کے ساتھ کہا ہے کہ دس پندرہ روز کے اندر اندر مسز مارگریٹ بھی پراسرار طور پر موت کا شکار ہو جائے گی۔"

"یہ نام میں پہلی بار سن رہا ہوں"

"مسز مارگریٹ کرسچن مشنری جماعت کی سربراہ ہے اور میری اطلاع کے مطابق نہایت شریف اور پروقار شخصیت کی مالک ہے۔"

"مارگریٹ کے قتل کی کیا وجہ ہو سکتی ہے......؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا

"اس سلسلے میں اگر آپ میرا ساتھ دیں تو بڑی نوازش ہو گی۔"

"فرمائیے، میں کیا کر سکتا ہوں......؟"

"مسز مارگریٹ سے میرا ملنا قاتل یا قاتلوں کو چوکنا کر سکتا ہے" وہاب خان نے کہا "آپ اس سے مل کر معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ کیا وہ بھی کسی قسم کا خطرہ محسوس کر رہی ہے؟ اور اگر ایسا ہے تو اس خطرے کی نوعیت کیا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی پر اپنے شبہے کا اظہار کرے اور قانون کے ہاتھ قاتل کی گردن دبوچ سکیں۔"

"میں یہ خدمت ضرور انجام دوں گا" میں نے فوری طور پر حامی بھر لی پھر بولا "آپ بھی خفیہ طور پر سادہ لباس والوں کو اس کی نگرانی اور حفاظت پر مامور کر دیں۔"

"اس کا بندوبست میں آپ کو فون کرنے سے پیشتر ہی کر چکا ہوں"

"ایک بات اور ......" میں نے تھوڑے توقف سے کہا "کیا آپ کو مذکورہ فون کال کے سلسلے میں کسی پر شبہ ہے......"

"جی نہیں......وہ آواز میرے لیے قطعی غیر مانوس تھی......"

"اوکے انسپکٹر، میں نے سنجیدگی سے کہا" میں پہلی فرصت میں کوئی کاروباری بہانہ تراش کر مسز مارگریٹ سے ملنے کی کوشش کروں گا"

انسپکٹر وہاب سے بات ختم کرنے کے بعد میرے اندر جو اتھل پتھل ہو رہی تھی اس میں کچھ اور اضافہ ہو گیا "مہاراج" جو کوئی بھی تھا اس نے ترپاٹھی کی روح کو ایک انسان کی قربانی پیش کر کے اس کی ضد پوری کر دی تھی لیکن اس نے پولیس کو فون کر کے اس بات کی یقین دہانی کرانے کی کوشش کیوں کی تھی کہ گیارہویں اسٹریٹ پر جو شخص موت کا شکار ہوا اس میں بھی ترپاٹھی کی بدروح کا ہاتھ تھا؟ بات اگر اس حد تک محدود رہتی تو سمجھا جا سکتا تھا کہ کسی نے پولیس کو پریشان کرنے کی خاطر محض ایک گھٹیا مذاق کیا ہے لیکن وہاب خان کو فون کرنے والے نے مسز مارگریٹ کے ایک مقررہ مدت میں پراسرار طور پر مر جانے کی پیشگوئی بھی کی تھی گویا میرا یہ اندازہ درست ثابت ہوا کہ کوئی شخص شہر میں اپنی دہشت پھیلانا چاہتا ہے۔ اس دہشت اور خوف و ہراس پھیلانے سے اس کا کیا مقصد تھا؟ یہی جاننا اہم تھا!

میری چھٹی حس رہ رہ کر پروفیسر کی شخصیت کو شکوک و شبہات کے فریم میں فٹ کر رہی تھی۔ اگر فاروقی کے مکان پر ترپاٹھی کی بدروح نے پروفیسر ورماہی کو مہاراج کے نام سے مخاطب کیا تھا تو پھر انسپکٹر وہاب خان کو فون کرنے والا بھی پروفیسر ہی یا اس کا کوئی خاص گرگا رہا ہو گا جو بات مجھے خاص طور پر پروفیسر کے سلسلے میں کھٹک رہی تھی وہ اس کا مجھے مخاطب کر کے فاروقی کی زندگی کی مبارکباد پیش کرنا تھا۔ میں اس اہم پوائنٹ کو کسی طرح نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

پروفیسر نے فاروقی کے گھر سے جاتے وقت کہا تھا کہ پھر کسی وقت تفصیل سے

ملاقات ہوگی۔ اس جملے کی روشنی میں سارا دن میں پروفیسر کا انتظار کرتا رہا، پھر شام کو تیار ہو کر اس کے گھر پہنچ گیا۔ پروفیسر نے ایک معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کرتے ہوئے کہا

''مجھے یقین تھا میجر تم ضرور آؤ گے......''

''اس یقین کی کوئی اہم وجہ......'' میں نے سرسری انداز اختیار کیا

''کل رات فاروقی کے ساتھ جو کچھ پیش آیا کیا تم اس کو کوئی اہمیت دے رہے ہو......؟'' پروفیسر نے مجھے ڈرائنگ روم میں بٹھاتے ہوئے کہا

''بات یقیناً اہم بھی ہے اور پریشان کن بھی لیکن انسان بدروحوں سے تو دنگل نہیں لڑ سکتا'' میں نے جان بوجھ کر لاپروائی کا اظہار کیا

''میں جانتا ہوں میجر کہ ایک مسلمان ہونے کے ناتے تمہارا ان باتوں پر وشواس نہیں ہے لیکن کیا تم یقین کرو گے کہ منوہر کی دردناک موت میں بھی کسی ایسے ہی بدذات پنڈت یا پجاری کا ہاتھ شامل تھا جو سفلی یا پھر کالے علم کا ماہر تھا اس دشٹ کے قبضے میں بھی کوئی پلید روح ضرور رہی ہوگی جس نے سادھنا کی مانگ کا سیندور دھو ڈالا''

''کیا تم نے اس کے خلاف کوئی جوابی کارروائی نہیں کی'' میں نے اسے کریدنے کی خاطر بات بڑھائی ''میرا مطلب ہے کہ کیا تم کسی ایسے گیانی دھیانی پنڈت پجاری سے واقف نہیں تھے جو تمہارے زخموں پر مرہم رکھنے کی خاطر منوہر کے قاتلوں سے انتقام لے سکتا''

''میں نے سادھنا کے ودھوا ہو جانے کے بعد جو پاپڑ بیلے ہیں اس کی کہانی بہت طویل ہے میجر۔ پروفیسر نے خلا میں گھورتے ہوئے جواب دیا'' تمہیں سناؤں تو شاید تم اعتبار نہیں کرو گے اس لیے کہ تم نے صرف جنگ کے میدان میں مخصوص ہتھیاروں سے دشمنوں کو مارنا یا پھر بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے مر جانا سیکھا ہے لیکن تم نہیں جانتے کہ دیوی دیوتاؤں کو راضی کرنے کے لیے ہمارے دھرم کے یوگی جاپ بیٹھک کر کے ایسی شکتی حاصل کر لیتے ہیں کہ ان کے لیے فاصلوں کی کوئی قید نہیں ہوتی وہ اپنے استھان پر بیٹھے سوم رس سے من بہلاتے رہتے ہیں اور ان کے جنتر منتر کے موکل ان کے اشاروں پر دشمن کا کریا کرم اس طرح کر دیتے ہیں کہ انسان کی عقل حیران رہ جاتی ہے...... کل رات بھی

فاروقی کے ساتھ کچھ ایسا ہی ہوا ہوگا لیکن وہ قسمت کا دھنی تھا جو ترپاٹھی کی آتما اسے جیتا چھوڑ کر چلی گئی......''

''پروفیسر...... میں نے بدستور سرسری انداز میں پوچھا'' کیا تم بھی اس وقت وہاں موجود تھے جب ترپاٹھی کی بدروح نے جو پہلے بہت اچھل کود رہی تھی اچانک ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیئے تھے......؟''

''ہاں، میں دیکھ رہا تھا'' پروفیسر نے بڑی گمبھیر آواز میں کہا ''اس نے شاید اس مہاراج کو دیکھ لیا تھا جس نے اسے کسی کی موت کے کارن تعینات کیا تھا......''

''کیا مطلب......'' میں نے چونکنے کی اداکاری کی ''کیا وہ مہاراج بھی وہاں مجمع میں موجود تھا؟''

''ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی......'' پروفیسر نے معنی خیز انداز میں گول مول جواب دیا پھر سنجیدگی سے بولا ''کالی اور وشنو مہاراج کے سیوک کتنے مہان ہوتے ہیں تم ان کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتے......''

''تمہارا کیا خیال ہے'' میں نے دوسرے رخ سے پروفیسر کو گھیرنے کی کوشش کی ''کیا فاروقی کی جان اب ترپاٹھی کی بدروح سے بچ گئی ہے؟''

''میں اگر فاروقی کی ہاتھ کی لکیریں دیکھ لوں تو یقین سے کچھ کہہ سکتا ہوں لیکن میرا خیال ہے اب اس کی ضرورت نہیں ہے'' پروفیسر نے بڑے وثوق سے کہا ''ترپاٹھی کی آتما نے جاتے سمے مہاراج کو جو وچن دیا تھا وہ اس کا پالن ضرور کرے گی''

''کیا تم کسی طرح اس بدروح کا کھوج نہیں لگا سکتے جس نے کل رات مفت میں ہم سب کی نیندیں حرام کر دیں......''

''لگا سکتا ہوں......'' پروفیسر نے بڑے اعتماد سے کہا پھر عجیب انداز میں مسکرا کر بولا ''لیکن جب اس نے تمہارے دوست کو مارنے کا دھیان من سے نکال دیا تو اب اس کے پیچھے لگنے کی کیا ضرورت ہے......''

''ضرورت تو بہرحال ہے پروفیسر'' میں نے اس بار سنجیدگی سے کہا ''ترپاٹھی کی روح نے یہی کہا تھا کہ وہ کسی اور کی جان لینے جا رہا تھا لیکن فاروقی نے اس کی کھوپڑی کو ٹھوکر مار کر اس کا راستہ کھوٹا کر دیا۔''

"ہاں" اس نے یہی کہا تھا اور غلط نہیں کہا تھا پروفیسر سپاٹ لہجے میں بولا۔

"گویا ابھی کسی دوسرے کی جان جانے کا خطرہ باقی ہے......؟"

"ہے تو سہی......" پروفیسر کے جواب سے یقین جھلک رہا تھا

"کیا ہم اسے بچا نہیں سکتے......؟"

"دوسروں کے راستے میں بلاوجہ روڑے اٹکانے سے بات خراب بھی ہو جاتی ہے" پروفیسر نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر جواب دیا "کل رات ہم فاروقی کی حالت دیکھ چکے ہیں، ایک کھوپڑی کو ٹھوکر مار کر اس نے بڑی مصیبت مول لے لی تھی جان بوجھ کر اندھے کنویں میں چھلانگ لگانا اچھا نہیں ہوتا"

"لیکن ایک انسانی زندگی کو بچانا کیا ہمارے فرائض میں داخل نہیں ہے......؟" میں ایک لمحے کو جذباتی ہو گیا۔

"ہے تو سہی لیکن کبھی کبھی انسان بلاوجہ جال میں پھنس جاتا ہے......" پروفیسر مسکرانے لگا

"میں سمجھا نہیں......؟" میں نے اس کی بات کی وضاحت چاہی۔

"ایک بات پوچھوں میجر" پروفیسر نے میری بات ٹالتے ہوئے سنجیدگی سے کہا "برا تو نہیں مناؤ گے"

"پوچھو......"

"کیا اب بھی تمہیں میرے اور سادھنا کے بارے میں یہی شبہ ہے کہ ہم وہی چٹر والے اور شیلا ہیں جنہیں تم نے ریجنٹ سینما سے واپسی پر دیکھا تھا؟"

پروفیسر کے لہجے میں بڑا معنی خیز طنز پوشیدہ تھا جسے محسوس کر کے میں تلملا گیا۔

"چپ کیوں ہو میجر......؟" پروفیسر نے دوبارہ مجھے چھیڑنے کی کوشش کی، "جو من میں ہے کہہ ڈالو میں تمہاری بات کا برا نہیں مانوں گا"

"تم اگر برا مان بھی جاؤ پروفیسر تو میری صحت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا" اس بار میں نے بھی صاف گوئی سے جواب دیا "تمہارا خیال غلط نہیں ہے، میں ابھی تک اس حیرت انگیز مماثلت پر پوری طرح مطمئن نہیں ہوں"

"مجھے خوشی ہے میجر کہ تم نے صاف گوئی سے کام لیا" مجھے دلیر اور سچے لوگوں

سے مل کر ہمیشہ خوشی ہوتی ہے"

"میرا خیال ہے کہ اگر ہم اب کسی اور موضوع پر بات کریں تو زیادہ مناسب ہو گا" میں نے پہلو بدل کر کہا

"میں تمہارے اس خیال سے پوری طرح متفق ہوں......" پروفیسر نے مسکرا کر جواب دیا اس کے لہجے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے میرے شبہے کی کوئی پروا نہیں ہے۔

کچھ دیر ہمارے درمیان ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں پھر میں نے جان بوجھ کر پروفیسر کو یاد دلایا کہ اس نے میرا ہاتھ دیکھنے کا وعدہ کیا تھا

"تم اپنے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہو......؟" پروفیسر نے سوال کیا

"ہر وہ بات جو میرے ہاتھ کی لکیروں میں لکھی ہے اور تم جسے پڑھنے میں مہارت رکھتے ہو......"

"میں تمہارا ہاتھ دیکھے بغیر بھی تمہارے بارے میں بہت کچھ بتا سکتا ہوں،" پروفیسر کے ہونٹوں پر پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی

"مثلاً......"

"مثلاً یہ کہ اگر تم نے اپنے کسی دوست کا کہا مان لیا ہوتا تو نہ وہ غریب جان سے جاتا نہ تم زخمی ہوتے اور نہ تمہیں فوجی ملازمت سے سبکدوش کیا جاتا۔" پروفیسر نے کچھ دیر تک بڑی سنجیدگی سے میرے چہرے کو گھورنے کے بعد کہا "لیکن ہوتا وہی ہے جو ہاتھ کی ریکھاؤں میں لکھا ہوتا ہے۔"

"اور کچھ......" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"اور یہ کہ کل رات سے اس وقت تک تمہاری کھوپڑی میں بار بار ایک ہی سوال گونج رہا ہے" پروفیسر نے چبھتے ہوئے انداز میں کہا "وہ مہاراج کون ہے جس نے ترپاٹھی کی آتما کو قبضے میں کر رکھا تھا......؟"

"کون ہے وہ......؟ میں نے پروفیسر کو تیز نظروں سے گھورا۔

"وہی جس کا دھیان تمہیں پریشان کر رہا ہے...... پروفیسر نے لاپروائی سے مسکرا کر کہا پھر یکلخت بڑے ٹھوس لہجے میں بولا "میرا ایک مشورہ ماننے کی تکلیف گوارا کرو گے میجر......"

"کہو......"

"میرے بارے میں دماغ کھپانے کی کوشش ترک کر دو" پروفیسر نے اس بار خلا میں گھورتے ہوئے بڑے سرد انداز میں کہا "وقت کی بربادی کے سوا تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا......"

"تم بھول رہے ہو پروفیسر کہ میں ریٹائر ہونے کے بعد بھی ایک فوجی ہی ہوں، میں نے سینہ تان کر جواب دیا" اور فوجی کو روز اول سے یہی تربیت دی جاتی ہے کہ وہ ہر حال میں محاذ پر ڈٹا رہے، اسی میں اس کی جیت ہوتی ہے......"

"برا مان گئے میجر...... پروفیسر نے یکلخت بڑے دوستانہ انداز میں کہا "میں تو تم سے ایک دوست کی حیثیت سے مذاق کر رہا تھا......"

"میرا ہاتھ تفصیل سے کب دیکھو گے؟ میں نے اسے کینچلی بدلتے دیکھ کر پھر ہاتھ دیکھنے پر اکسانے کی کوشش کی

"آج اور معاف کر دو لیکن یہ وعدہ رہا کہ دو چار روز کے اندر میں خود تمہارے کالج پر آ کر تمہارا ہاتھ ضرور دیکھوں گا......"

"پراس......"

"بس......" پروفیسر نے سنجیدگی سے کہا تو میں کچھ دیر بیٹھ کر واپس گھر آ گیا......
اس ملاقات میں بھی میں نے یہی رائے قائم کی تھی کہ پروفیسر بہت گہرا آدمی ہے۔ جو کچھ اوپر سے نظر آتا ہے اندر سے اس کی ضد واقع ہوا ہے لیکن میں نے اس کی شخصیت کو بے نقاب کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔"

مسز مارگریٹ کے بارے میں انسپکٹر وہاب خان نے جو کہا تھا وہ غلط نہیں تھا۔ وہ انتہائی ملنسار، خوش مزاج اور نیک دل خاتون ہونے کے علاوہ بے حد مہمان نواز بھی تھی۔ ستاون سال کی عمر میں بھی اس کی صحت قابل رشک تھی۔ اس کے چہرے کے خدوخال بتاتے تھے کہ وہ جوانی میں ایک حسین ترین خاتون رہی ہوگی۔

وہ شہر کے جنوب میں بڑے چرچ کے احاطے سے ملے ہوئے دو کمروں کے ایک مختصر مکان میں رہتی تھی جسے انتہائی سادگی مگر بے حد خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ مکان کے باہر ایک مختصر سا ورانڈا تھا جس کے آگے تھوڑی سی زمین کو گھیر کر ایک مختصر سے لان کی شکل دے دی گئی تھی۔ لان کے تینوں طرف اخروٹ کی لکڑی کی حد بندی تھی اور اس حد بندی کے ساتھ ہی پتلی سی کیاری میں بے شمار پھول دار پودے لہلہا رہے تھے۔

میں سورج ڈھلنے کے بعد شام ساڑھے سات بجے اس کے مکان پر پہنچا تو وہ ورانڈے میں بیٹھی میری راہ تک رہی تھی۔ میں نے اسے سات بجے ملنے کو کہا تھا لیکن دفتر میں عین وقت پر ایک ضروری کام کی وجہ سے مجھے آدھے گھنٹے کی دیر ہو گئی تھی۔ جتنی دیر میں میں کار سے اتر کر مختصر سے پھاٹک تک پہنچا وہ زیر لب مسکراتی ہوئی وہاں پہنچ چکی تھی اس نے سفید رنگ کا لباس زیب تن کر رکھا تھا جس میں وہ بغیر میک اپ کے بھی خاصی پروقار نظر آ رہی تھی۔

"میجر وقار......" میں نے قریب پہنچ کر اپنا تعارف کرایا۔

"میں آپ کی میزبان مارگریٹ ہوں، وہ بڑے پیارے انداز میں مسکرا کر بولی "مارگریٹ ولیم......"

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے آدھے گھنٹے تک آپ کو انتظار کی زحمت دی ..."

میں نے معذرت کی

''میں سمجھتی ہوں مسٹر وقار بزنس مین بہت مصروف ہوتے ہیں'' وہ مجھے ساتھ لے کر اپنے مختصر مگر سلیقے سے سجے ہوئے ڈرائنگ روم میں آ گئی

''میں بزنس مین ہونے سے پہلے ایک فوجی تھا'' میں نے مارگریٹ کے اشارے پر ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا ''اور ایک فوجی کو ہمیشہ وقت کا پابند ہونا چاہیے۔''

''مجھے خوشی ہے کہ آپ کو اس کا احساس ہے ورنہ آج کل تو غلطیاں بھی فیشن میں شمار ہونے لگی ہیں۔ اس نے میرے سامنے والے صوفے پر نشست جمالی پھر بڑی محبت سے بولی ''آپ اس وقت کیا لینا پسند کریں گے، کافی، چائے یا کولڈ ڈرنک''

''اگر آپ تکلف نہ کریں تو زیادہ مناسب ہو گا'' میں نے رسمی انداز میں جواب دیا ''میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا''

''میرا خیال ہے کہ موسم کے اعتبار سے کافی زیادہ مناسب رہے گی'' اس نے اپنا فیصلہ سنا دیا پھر مجھ سے اجازت لے کر اندر چلی گئی۔ اس کی واپسی میں دو تین منٹ سے زیادہ نہیں لگے۔ اپنی نشست پر بیٹھنے کے بعد اس نے میری جانب سنجیدگی سے دیکھتے ہوئے پوچھا ''آپ نے فون پر کہا تھا کہ مجھ سے کوئی ضروری کام ہے، فرمایئے، میں آپ کے لیے کیا خدمت انجام دے سکتی ہوں؟''

''آپ جو خدمت انجام دے رہی ہیں وہی بہت ہے'' میں نے پہلو بدل کر کہا ''اس وقت تو میں آپ کی خدمت میں ایک حقیری رقم کا چیک پیش کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں جسے اگر آپ نے خوشی سے قبول کر لیا تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت اکارت نہیں گئی۔'' میں نے جملہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ وہ لفافہ کوٹ کی جیب سے نکال کر درمیان میں رکھی ہوئی میز پر ڈال دیا جو میں تیار کر کے لایا تھا۔

مارگریٹ نے مجھے ایک لمحے کو غور سے دیکھا پھر لفافہ کھول کر چیک پر ایک نظر ڈالتے ہوئے بولی

''یہ خطیر رقم آپ کس مد میں عنایت کر رہے ہیں؟''

''انسانیت کی خدمت کے لیے......'' میں نے سنبھل کر جواب دیا ''آپ اس رقم کو جس مد میں بھی چاہیں استعمال کر سکتی ہیں''

''بہت بہت شکریہ مسٹر وقار لیکن کیا آپ جانتے ہیں کہ میں صرف اور صرف کرسچیانٹی سے متعلق رفاہی اداروں کے لیے کام کر رہی ہوں؟''

''میں نے اسی لیے خاص طور پر انسانیت کی خدمت عرض کیا تھا'' میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ رہا سوال یہ کہ میں آپ کے متعلق کیا جانتا ہوں اور کیا نہیں تو جواباً عرض ہے کہ آپ سے فون پر وقت لینے سے پیشتر میں آپ کے بارے میں بہت کچھ معلومات کر چکا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ میں جو رقم پیش کر رہا ہوں وہ صحیح مصرف میں ہی کام آئے گی''

''میں آپ کے جذبے کی قدر کرتی ہوں'' اس نے چیک اٹھا کر اپنے برابر رکھ لیا، یہ اس بات کا اظہار تھا کہ اس نے میری دی ہوئی رقم قبول کر لی تھی۔

ہمارے درمیان گفتگو کا سلسلہ ایک لمحے کو رک گیا۔ مارگریٹ کی ملازمہ کافی کی ٹرالی لیے کمرے میں داخل ہوئی تو مارگریٹ نے ٹرالی اپنے سامنے کر کے ملازمہ کو جانے کا اشارہ کیا پھر اپنے ہاتھوں سے کافی تیار کرنے لگی۔ ٹرالی میں ڈرائی فروٹ کی ایک سلور ٹرے بھی تھی جس میں تین قسم کے میوے موجود تھے۔ مارگریٹ نے کافی کے کپ کے ساتھ فروٹ کی ٹرے درمیانی میز پر رکھی تو میں نے کہا

''آپ نے بلاوجہ زحمت کی ان لوازمات کی''

''جب آپ میرے بارے میں بہت کچھ معلوم کر چکے ہیں تو یہ بھی جانتے ہوں گے کہ میں گھر آئے ہوئے مہمان کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتی ہوں۔

کافی کے دوران ہمارے درمیان ان رفاہی اداروں کے بارے میں بات ہوتی رہی جس کے لیے مارگریٹ کام کر رہی تھی، وہ بڑی تفصیل سے مجھے اپنی مصروفیات کے بارے میں بتا رہی تھی میں خاموشی سے گردن کو جنبش دیتا رہا۔ وہ جب کافی کا گھونٹ لینے کی خاطر خاموش ہوئی تو میں نے بڑی خوبصورتی سے موضوع بدلتے ہوئے پوچھا

''آپ کے ساتھ اور کون کون رہتا ہے......''

''کوئی بھی نہیں...... اس نے مسکرانے کی کوشش کی لیکن اس سوال سے اس کے دل کو جو ٹھیس پہنچی تھی وہ اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو گئی۔

''مجھے افسوس ہے کہ میرے سوال سے آپ کو دکھ پہنچا لیکن......''

''کوئی بات نہیں'' اس نے جلدی سے کہا ''میں اب اس کی عادی ہو گئی ہوں

لیکن کبھی کبھی جب کوئی اچانک ماضی کے بارے میں کچھ پوچھ بیٹھتا ہے تو ولیم کی دردناک موت کا منظر میری نظروں میں گھوم جاتا ہے۔ میں بہت کوشش کرتی ہوں کہ ایسا نہ ہو مگر کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں انسان کتنا ہی بھولنا چاہے مگر بھلا نہیں سکتا۔ میرے حلقے کے لوگ اور دوست احباب کبھی مجھ سے میرے ماضی کے بارے میں نہیں پوچھتے شاید اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ ولیم کی موت کن حالات میں واقع ہوئی تھی۔ میں آج بھی جب ان اذیت ناک شب و روز کے بارے میں سوچتی ہوں تو میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی تو مجھے اس بات پر بھی حیرت ہوتی ہے کہ میں زندہ کیسے رہ گئی......؟"

"کیا مطلب......؟ میں نے دبی زبان میں اپنی دلچسپی کا اظہار کیا "کیا آپ کے شوہر کی موت طبعی حالات میں نہیں ہوئی تھی؟"

"جی نہیں......اس نے کافی کا آخری گھونٹ لے کر کپ میز پر رکھتے ہوئے کہا، لیکن جو غیر طبعی حالات بھی ہمارے ساتھ پیش آئے تھے میں ان پر بھی جب سنجیدگی سے غور کرتی ہوں تو سب کچھ مجھے ایک خواب سا لگتا ہے، ایک بھیانک اور ڈراؤنا خواب لیکن جب اس کی تعبیر کے طور پر میں اپنے آپ پر نظر ڈالتی ہوں تو یقین آ جاتا ہے کہ جو ہوا وہ خواب نہیں تھا۔

"ہوتا ہے......" میں نے اس کی کہانی جاننے کی خاطر اکسانے کی خاطر قدرے لاپروائی سے کہا "فوجی ملازمت کے دوران بھی ہم جو ہولناک اور انسانیت سوز مظالم دیکھتے ہیں اس کا تصور ایک عام انسان نہیں کر سکتا

"میں آپ کی بات کی تردید نہیں کروں گی لیکن جو کچھ ہمارے ساتھ ہوا آپ شاید خواب میں بھی ان باتوں پر غور نہیں کر سکتے......" مارگریٹ نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا پھر پہلو بدل کر بولی "آپ کو کہیں جانے کی جلدی تو نہیں ہے......؟"

"اول تو ایسا کوئی پروگرام نہیں ہے اور اگر ہوتا بھی تو اسے کینسل کر دیتا" میں نے س بار کھل کر اپنی دلچسپی کا اظہار کیا "آپ کی بات سن کر مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے پ نے کسی ایسے غیر مہذب علاقے کا سفر کیا ہے جو ابھی تک ہمارے سیاح دریافت نہیں کر سکے"

"میجر......" اس نے مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے سوال کیا "آپ کے دل

میں یہ خیال کس طرح آیا کہ ہم نے کسی غیر مہذب دنیا کا سفر کیا ہے......؟

"مہماتی ناول اور سفرنامے پڑھنا میری ہوبی ہے" میں نے جواب دیا" فکشن میں بھی آپ کو ایسے بے شمار ناول ملیں گے جن کی باتیں انسانی عقل تسلیم کرنے کو تیار نہیں"

"لیکن میں آپ کو مختصراً جو واقعہ سنانے جا رہی ہوں وہ کسی ناول کی کہانی نہیں، میرے اور ولیم کی زندگی کی ایک ناقابل یقین حقیقت ہے جس کی ایک ایک بات شاید مرتے دم تک میرا تعاقب کرتی رہے گی"

"اگر آپ کو اپنا ماضی کریدنے میں دکھ ہوتا ہے تو یہی درخواست کروں گا کہ......"

"آپ سے آج میں پہلی بار ملی ہوں مسٹر وقار اس نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے کہا لیکن آپ کی شخصیت میں کوئی بات ایسی ضرور ہے کہ بڑی اپنائیت کا احساس ہوتا ہے، شاید آپ کو اپنی روداد سنا کر میرے دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے"

"میں شکرگزار ہوں کہ آپ نے میرے بارے میں اچھی رائے قائم کی، میں نے انکساری سے جواب دیا

"مسٹر وقار......" مارگریٹ نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "میں اس وقت زندگی کے جس سنگ میل سے گزر رہی ہوں وہ بھی یسوع مسیح کی عنایت ہے، شاید مقدس مریم کا سایہ میرے سر پر ہے جو ابھی تک میری سانس کی رفتار جاری ہے کل کیا ہو، کون یقین سے کہہ سکتا ہے؟ جو سانحہ میرے ساتھ گزر گیا وہ بھی موت سے کم نہیں تھا"

"آپ انسانیت کی خدمت کے لیے جو کار خیر کر رہی ہیں وہ خدا کے نزدیک کسی عبادت سے کم نہیں" میں نے بڑی اپنائیت سے کہا "شاید اسی نیکی کے عوض اس نے آپ کی زندگی دراز کر دی ہو......"

وہ جواب میں مسکرا کر رہ گئی کچھ دیر خاموش رہی پھر اس نے آہستہ آہستہ اپنی کہانی سنانی شروع کی

"ولیم سے میری شادی ہم دونوں کی پسند کا نتیجہ تھی شاید اسی لیے ہم ایک دن بھی ایک دوسرے سے دور رہنا پسند نہیں کرتے تھے، ولیم ایک ارب پتی باپ کا بیٹا تھا اس کے لیے اچھے رشتوں کی کوئی کمی نہ تھی لیکن قسمت نے مجھے اس کا ہم سفر بنا دیا۔ اس کے والدین

بڑے بھلے لوگ تھے انہوں نے بھی مجھے اپنانے میں کسی پس و پیش کا مظاہرہ نہیں کیا...... ہماری شادی کو آٹھ سال گزر چکے تھے۔ ولیم کو سیاحی کا بڑا شوق تھا اس شوق کی تکمیل کی خاطر وہ بے دریغ دولت خرچ کرتا تھا۔ اس کے پاس اپنا جہاز تھا، ہیلی کاپٹر تھا، کئی موٹر بوٹس تھیں۔ ہمارا ایک مشترکہ دوست بھی تھا جم براؤن لیکن وہ جم کے نام سے مشہور تھا۔ کبھی کبھی جم بھی ہمارے ساتھ سفر کرتا تھا۔ وہ ایک نڈر، بے خوف اور ہر وقت ہنستے ہنساتے رہنے کا عادی تھا۔ اس کا تعلق بھی اتفاق سے کھاتے پیتے گھرانے سے تھا، ولیم اپنے دوستوں میں جم کو سب سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ سیاحت کے علاوہ جم اور ولیم میں شکار کھیلنے کا شوق بھی مشترک تھا۔

مارگریٹ ایک لمحے کو سانس لینے کی خاطر رکی پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولی

"میں جس ناقابل یقین کہانی کا ذکر کرنے جارہی ہوں اس میں جم بھی ہمارے ساتھ تھا ان دنوں ہم افریقہ کے سفر پر تھے۔ ولیم اور جم نے وسط افریقہ کے ان دور دراز اور گھنے جنگلات میں شکار کھیلنے کا پروگرام بنایا جہاں عام طور پر بڑے بڑے شکاری بھی جاتے ہوئے گھبراتے تھے، میں نے ولیم کو صرف ایک بار دبی زبان میں اس شکار کے پروگرام سے روکنے کی کوشش کی لیکن اس کے بعد آخری وقت تک اس کے شانہ بشانہ رہی، قسمت جم اور ولیم کا ساتھ دے رہی تھی جو وہ بڑے بڑے شکار مار رہے تھے، ہمارے قافلے میں دس مقامی لوگ بھی شامل تھے جو بار برداری، خیمہ لگانے، اکھاڑنے کے علاوہ شکار کو ذبح کرنے اور کھال اتارنے کا کام بھی بڑی مہارت سے انجام دیتے تھے۔ ایک شخص شکار کا گوشت بنانے اور کھانا وغیرہ تیار کرنے میں بڑا مشاق تھا۔

ہم ایک ہفتے تک برابر آگے بڑھتے رہے اور اپنے اس کیمپ سے دور ہوتے گئے جو ہم نے جنگلات سے قریب ایک آباد علاقے میں قائم کیا تھا، ہمارے چار آدمی وہاں نگرانی پر مامور تھے۔ آٹھویں دن جم نے ایک ایسا جانور شکار کیا جو اس سے پہلے جم یا ولیم نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ابھی ہمارے درمیان اس جانور کی ذات اور نسل کے بارے میں قیاس آرائیاں جاری تھیں کہ ہمارے مزدوروں کے قافلے کا ایک شخص جو دوسروں سے عمر میں زیادہ تھا اور خاصا تجربہ کار بھی تھا شکار کا جائزہ لیتے لیتے سیدھا کھڑا ہو کر ناک سے شوں

شوں کی آواز نکال کر ہوا میں کچھ سونگھنے لگا۔ یہ ایسی کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی اس سے پیشتر بھی وہ اور اس کے دو ایک ساتھی اسی انداز میں فضا میں کچھ سونگھ کر یا پھر زمین سے کان لگا کر یہ بتا چکے تھے کہ شکار کس سمت ملنے کی امید ہے ہم اس وقت بھی یہی سمجھے تھے کہ وہ کسی شکار کی بو سونگھ کر ہمیں ان کی بابت بتائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔

وہ تھوڑی دیر تک ناک سے زور زور سے شوں شوں کی آوازیں بلند کرتا رہا پھر اس نے اپنی زبان میں دوسرے ساتھیوں سے نہ جانے کیا کہا کہ ان کے چہروں پر خوف کے تاثرات پھیل کر گہرے ہونے لگے۔ ہم خاموش کھڑے ان کے چہروں کے تاثرات پڑھتے رہے۔ ہمیں یہ اندازہ تو کسی قدر ہو گیا تھا کہ ان کے درمیان کسی بہت خاص اور اہم موضوع پر بحث ہو رہی ہے لیکن یہ خیال بھی نہیں گزرا تھا کہ اس کے بعد ہمارے اوپر کیا گزرنے والی ہے۔ کچھ دیر وہ ہاتھ نچا نچا کر ایک دوسرے سے ہم کلام رہے پھر معمر شخص نے جو مزدوروں کے قافلے کا سردار بھی تھا ولیم کے قریب آ کر ٹوٹی پھوٹی انگلش میں کہا

"ہم کو یہاں سے واپس لوٹنا ہوگا...... ہم یہاں سے آگے نہیں جائیں گے۔"

"کیوں......" ولیم نے دریافت کیا "کیا آگے کوئی خطرہ ہے......"

"خطرہ پہلے نہیں تھا لیکن ڈروما کو مار دینے کے بعد اب ہم محفوظ نہیں رہ سکتے۔

"ڈروما......" ولیم نے معمر شخص کی بڑھتی ہوئی وحشت کو محسوس کرتے ہوئے دریافت کیا "میں نہیں سمجھا کہ ڈروما سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"یہ...... یہ جو تمہاری بندوق کا نشانہ بن کر شکار ہو گیا ہے یہی ڈروما ہے" معمر شخص نے مردہ جانور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خوفزدہ آواز میں کہا

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو ان کو اب تک اس کی موت کی ہوا پہنچ گئی ہو گی۔"

"تم کن کی بات کر رہے ہو......؟ جم نے پوچھا

"تم نہیں سمجھ سکو گے" معمر شخص نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا "ڈروما ان کے قبیلے کا مقدس جانور ہے۔ وہ اسے دیوتاؤں سے زیادہ پوجتے ہیں، کسی ڈروما کی موت ان کے لیے تباہی کا پیغام سمجھی جاتی ہے وہ ڈروما کو مارنے والوں کو برفانی سمندروں کی تہہ سے بھی ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ ہمیں فوری طور پر واپسی کا سفر اختیار کرنا پڑے گا۔

"کیا یہاں سے قریب جنگلیوں کا کوئی قبیلہ بھی آباد ہے" ولیم نے اپنی معلومات کی خاطر سنجیدگی سے پوچھا

"ہمارے پاس زیادہ باتوں کا وقت نہیں ہے..... معمر شخص کے ایک نوجوان ساتھی نے ہاتھ نچا کر کہا "تم اگر اپنی زندگی کو موت کے حوالے کرنا چاہو تو بیشک آگے جا سکتے ہو لیکن ہم اب تمہارا ساتھ نہیں دیں گے۔

میں نے ایک بار پھر دبی زبان میں ولیم کو سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ معمر شخص کی بات مان کر آگے جانے کا ارادہ ترک کر دے، ممکن ہے ولیم میری تجویز پر عمل کرنے کو آمادہ ہو جاتا لیکن جم نے جو اس عقیدے کا قائل تھا کہ ناگہانی آفتوں کو ٹالنے کی خاطر بوکھلاہٹ کا شکار ہونے والے خود اپنی موت مر جاتے ہیں۔ اس موقع پر بھی بڑے نڈر انداز میں کہا

"اگر تمہارا خیال ہے کہ ہم نے جس جانور کو شکار کیا ہے وہ دیوتاؤں سے زیادہ مقدس ہے تو پھر اسے جنگل میں تنہا اور لاوارث چھوڑ دینا بھی اسے پوجنے والوں کے لیے زیادہ تکلیف دہ ثابت ہوگا۔ ہم اسے بھی ساتھ لے چلتے ہیں تاکہ اس کا مقدس سایہ ہماری حفاظت کرتا رہے۔

"تم حالات کی سنگینی کو محسوس کرنے کے بجائے شاید ہماری بات کا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو" معمر شخص بھڑک اٹھا "ہم اب کسی قیمت پر تمہارا ساتھ نہیں دے سکتے....."

ولیم نے انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن معمر شخص نے اپنے ساتھیوں سے اپنی زبان میں جو کچھ کہا اسے سن کر وہ بے تحاشا واپسی کے راستے کی جانب دوڑنے لگے۔ وہ بلند آواز میں "ہالو ہالو..... باگا بالا..... روبا" کے نعرے بھی لگا رہے تھے۔ ہم جہاں کھڑے تھے وہیں کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ جب معمر شخص اور اس کے ساتھی ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے اور ان کے نعروں کی آوازیں بھی بے حد مدھم پڑنے لگیں تو ولیم نے پہلی بار جم کو مخاطب کر کے بے حد سنجیدگی سے کہا

"اب ہمارے پاس اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ ہم اپنے کیمپ کی جانب واپس لوٹ چلیں....."

ہم ایک ہفتے سے برابر آگے بڑھتے رہے ہیں" میں نے قدرے تشویش کا اظہار

کیا، کیا ان گھنے اور دشوار گزار جنگلوں میں کسی گائیڈ کے بغیر واپسی کا راستہ تلاش کرنا ہمارے لیے آسان ہوگا.....؟

"ہمیں رسک تو بہرحال لینا پڑے گا۔ ولیم نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ یہاں کھڑے کھڑے تو ہم کسی مسئلہ کا حل تلاش نہیں کر سکیں گے۔

"جم..... میں نے جم کی سمت دیکھا "تمہارا کیا مشورہ ہے....."

"ون منٹ، ایک ترکیب میرے ذہن میں کلبلا رہی ہے ہو سکتا ہے وہ ہماری مشکل آسان کر دے..... "جم نے وہ جملہ بے حد سنجیدگی سے کہا تھا لیکن اس کے بعد اس نے جو حرکت کی وہ اس کی جبلت کا ایک خاصہ تھی۔ جملہ مکمل کرنے کے بعد اس نے احتراماً آسمان کی سمت دیکھا پھر گھٹنے ٹیک کر بڑی عقیدت سے مردہ جانور کے قریب بیٹھ گیا اور ہاتھ سینے پر باندھ کر عبادت کرنے والے لب و لہجے میں بولا۔ "اے مقدس ڈروما کی پاک روح اگر تو اس وقت بھی اپنے مردہ جسم کے آس پاس کہیں بھٹک رہی ہے تو ہماری مدد کی کوئی سبیل پیدا کر دے۔ میں جم براؤن۔ دل سے تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تیرے پوجنے والے ہم سے کوئی نامناسب انتقام لینے میں ناکام رہے تو میں اپنے وطن پہنچ کر رائی کی بہترین شراب سے تیری تواضع کروں گا اور کسی تیسرے درجے کے پب میں (مغربی ممالک کے وہ گھٹیا شراب خانے جہاں ہر قسم کی لغویات کی اجازت ہوتی ہے) تجھے کسی اعلیٰ عہدے پر سرفراز کرانے کی بھرپور کوشش کروں گا تاکہ تیری مقدس روح بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھا راستہ دکھانے کا فریضہ ادا کرتی رہے اور..... "جم براؤن....." ولیم نے جم کی بذلہ سنجی پر مسکرانے کے بجائے سنجیدگی سے کہا "یہ وقت ظرافت کے مظاہرے کا نہیں ہے، ہمیں سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے کسی محفوظ پناہ گاہ تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔"

"کیا تم بھی اس بوڑھے کی باتوں میں آ گئے جو کچے عقیدوں کا مالک تھا.....؟" جم نے پتلون جھاڑ کر اٹھتے ہوئے لاپروائی سے کہا۔

"بات عقیدے کی نہیں، احتیاط کی ہے....." ولیم نے جم کو سمجھانے کی کوشش کی "ان گھنے اور دشوار گزار جنگلات میں جہاں ہم پہلی بار آئے ہیں بغیر کسی رہبر کے ہمارا بھٹک جانا عین ممکنات میں سے ہے....."

"مارگریٹ....." جم نے جو مجھے بالکل سگی بہنوں کی طرح عزیز رکھتا تھا میری

جانب دیکھ کر پوچھا" کیا تم بھی ولیم کے خیال کی تائید کرو گی؟" "ہاں...... میں نے نگاہوں نگاہوں میں جم کو موقع کی سنگینی کا احساس دلاتے ہوئے جواب دیا" میں ولیم کے مشورے سے متفق ہوں"

"نیچرل بات ہے، گھٹنہ ہمیشہ پیٹ ہی کے بل جھکتا ہے، جم بالآخر واپس لوٹنے کے لیے آمادہ ہو گیا۔

مارگریٹ بڑی سنجیدگی سے مجھے اپنی کہانی سنا رہی تھی۔ میں پورے انہاک سے اس کی ایک ایک بات سن رہا تھا۔ اس کی طرح اس کے کہانی بیان کرنے کا انداز بھی بڑا خوبصورت لگ رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں الفرڈ ہچکاک کی کوئی فلم دیکھ رہا ہوں جو سسپنس اور ڈرامے سے بھرپور ہو، کہانی کے دوران مارگریٹ نے ایک بار مجھ سے کافی کے لیے بھی پوچھا لیکن میں نے انکار کر دیا۔ اس نے اپنی کہانی جہاں چھوڑی تھی وہیں سے تسلسل قائم کرتے ہوئے بولی۔

"مسٹر وقار...... جس وقت معمر شخص نے ہمیں اس جانور کے بارے میں اپنے خدشات سے آگاہ کیا تھا اس وقت میرا ذاتی خیال بھی یہی تھا کہ وہ فرسودہ عقیدے کا قائل ہو گا لیکن بعد میں جو حالات پیش آئے وہ اس خطرے کے اظہار سے کئی گنا زیادہ خطرناک اور ہولناک ثابت ہوئے جس کا اظہار اس نے دو تین مختصر جملوں میں کرنے کی کوشش کی تھی" مارگریٹ نے کسمسا کر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا "ہمارا جو سامان دس آدمیوں نے اٹھا رکھا تھا اسے ہم تین آدمیوں کا واپس لے جانا ممکن نہیں تھا چنانچہ ہم نے اپنے اسلحہ کے علاوہ کھانے کے بند ڈبے اور دیگر ضروری سامان جلدی جلدی علیحدہ کیا اور اسے ساتھ لے کر اسی جانب قدم اٹھانے لگے جدھر معمر شخص اور اس کے ساتھی فرار ہوئے تھے۔ سورج غروب ہونے سے پیشتر ہم ایک ایسی پناہ گاہ تک پہنچ گئے جہاں رات آسانی سے گزاری جا سکتی تھی۔ ہم نے رات کا کھانا کھانے کے بعد اپنے تحفظ کی خاطر بقیہ رات کو تین حصوں میں تقسیم کیا اور طے یہ ہوا کہ ہر شخص باری باری چوکیداری کرے گا اور باقی دو ساتھی آرام کریں گے۔ رات کے پہلے حصے کی نگرانی مجھے سونپی گئی میں اپنی رائفل سنبھال کر بیٹھ گئی۔ ولیم اور جم سونے کے ارادے سے کمبل بچھا کر لیٹ گئے۔ جم کچھ دیر بعد خراٹے نشر کرنے لگا جو اس بات کی علامت تھی کہ وہ ہر خطرے سے بے نیاز ہو کر نیند کی آغوش میں پہنچ چکا ہے۔

ولیم بار بار کروٹیں بدل رہا تھا وہ مجھ سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔ اس نے مجھے مخاطب کرنے کی کوشش ایک بار بھی نہیں کی لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ صرف دکھاوے کی خاطر آنکھیں بند کیے لیٹا ہو گا لیکن جاگ رہا ہو گا۔ مجھے صرف تین گھنٹے کی ڈیوٹی سونپی گئی تھی جب کہ ولیم اور جم کو چار چار گھنٹے نگرانی کا کام انجام دینا تھا۔"

مارگریٹ سانس لینے کی خاطر رکی پھر چند لمحوں کے توقف کے بعد اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

"رات آٹھ سے گیارہ بجے کی ڈیوٹی پوری کرنے کے بعد میں نے جم کو بیدار کر دیا اور خود رائفل سرہانے رکھ کر لیٹ گئی۔ جم نے اپنی ڈیوٹی سنبھالتے ہی پہلے تھرمس سے کافی نکال کر پی پھر اس درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا جس کا انتخاب میں نے کیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ خاموش رہا پھر شاید اپنی یکسوئی کو بہلانے کی خاطر اس نے سیٹی کی مدھم آواز پر ایک نغمہ گنگنانا شروع کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ ولیم اگر جاگ رہا ہو گا تو جم کو گنگنانے سے ضرور منع کرے گا اس لیے کہ اس کی آواز جنگلی جانوروں کو ہماری پناہ گاہ سے آگاہ کرنے کا سبب بن سکتی تھی۔ جب ولیم کی آواز دیر تک نہیں سنائی دی تو میں نے یقین کر لیا کہ وہ سو گیا ہو گا۔ میں نے ایک بار سوچا کہ جم کو بے وقت کی راگنی الاپنے سے منع کر دوں لیکن نیند کا خمار اتنی شدت سے حملہ آور ہوا کہ میں اپنے ارادے کی تکمیل نہ کر سکی...... اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ ہمارے لیے انتہائی حیرت انگیز اور ناقابل یقین تھا......

مجھے یاد نہیں کہ میں کتنی دیر سو سکی تھی لیکن اتنا بخوبی یاد ہے کہ میں از خود اٹھ کر بیدار نہیں ہوئی۔ کسی نے میرا سیدھا ہاتھ تھام کر پوری شدت سے جھنجھوڑا تھا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھی۔ میں نے آنکھ کھولنے سے پیشتر اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ ولیم یا جم میں سے جس نے مجھے نیند سے بیدار کرنے کی خاطر وہ جارحانہ انداز اختیار کیا تھا میں اسے آڑے ہاتھوں ضرور لوں گی لیکن جب میں نے آنکھ کھولی تو اس بدصورت سیاہ فام گوریلے نما حبشی کو دیکھ کر بری طرح سہم گئی جو میرے سامنے تقریباً ننگ دھڑنگ کھڑا مجھے حقارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا۔ اس نے اپنے جسم کے زیریں حصے پر کسی درخت کی چھال کی مختصر سی لنگوٹی باندھ رکھی تھی۔ وہ میرے سامنے تنہا نہیں تھا اس کے عقب میں دس بارہ حبشی اور بھی ہاتھوں میں نیزے لیے مجھے خوفناک نظروں سے گھور رہے تھے۔ ولیم اور جم پر نظر پڑی تو

موت کا تصور میری روح کو لرزانے لگا۔ وہ دونوں میری پشت پر بندھے بے بس پڑے تھے ان کے ہاتھ پیروں کو رسیوں سے جکڑ کر باندھا گیا تھا۔ ان کی نگاہوں سے بھی خوف جھانک رہا تھا، چار نیزہ بردار ان دونوں کے سروں پر مسلط تھے۔ ان حبشیوں نے صرف میرے ساتھ یہ رعایت ضرور کی تھی کہ مجھے رسیوں میں نہیں باندھا گیا تھا لیکن وہ جس انداز میں مجھے گھور رہے تھے وہ اس بات کی ترجمانی کر رہا تھا کہ اگر میں نے کوئی ہوشیاری یا چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو وہ میرے جسم کو نیزوں سے چھلنی کرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے......''

مارگریٹ نے دوبارہ پہلو بدلا پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولی

''اس وقت رات تھی، ہم جس جگہ موجود تھے وہ ایک کھلا میدان تھا جس کے چاروں طرف جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں. روشنی کی خاطر انہوں نے کسی جانور کی چربی سے بڑے بڑے چراغ جلا رکھے تھے جس کی سڑاند ہمارے لیے ناقابل برداشت تھی۔ مجھے ہوش میں لانے کے بعد گھسیٹ کر ولیم اور جم سے دور لے جایا گیا پھر ایک شخص نے جس کے سینے پر مختلف رنگوں سے کسی دم کٹے سانپ کی شکل بنی ہوئی تھی ٹوٹی پھوٹی انگلش میں جو بڑی مشکل سے میری سمجھ میں آ سکی تھی دریافت کیا۔''

''تم لوگ کون ہو اور ہمارے علاقے کے قریب کس ارادے سے گھوم رہے تھے......؟''

''ہم سیاح ہیں'' میں نے اسے سمجھانے کی خاطر رک رک کر جواب دیا ''ہم جنگل میں شکار کھیلنے کی غرض سے آئے تھے......''

''تم جھوٹ بول رہی ہو......'' اس شخص نے جو قبیلے کا سردار یا کوئی بڑا عہدے دار تھا حقارت سے مجھے گھورا ''تم سے پہلے آج تک کسی نے ہمارے قبیلے کے دور دور تک پھٹکنے کی کوشش نہیں کی، سچ سچ بتاؤ تمہیں ہمارے بارے میں کس نے بتایا تھا اور کیا بتایا تھا؟''

میں اس کی بات کا مفہوم نہیں سمجھ سکی، مجھے اس بات کا بھی قطعی علم نہیں تھا کہ وہ ہمیں رات کے کس حصے میں اور کس طرح اپنے قبیلے تک اٹھا لائے تھے کہ مجھے کان و کان خبر نہ ہو سکی۔ میرا دم گھٹ سا رہا تھا جس کی وجہ وہ خوفناک ننگ دھڑنگ اور گوریلا صفت حبشی

تھے جنہوں نے مجھے گھیر رکھا تھا۔ میں خاموش رہی تو مجھ سے سوال کرنے والے نے اپنے برابر کھڑے ہوئے آدمیوں سے اپنی زبان میں کچھ باتیں کیں پھر دوبارہ مجھے گھور کر بولا

''تمہارے ساتھ اور کتنے افراد تھے......''

''ہم صرف تین ہی ہیں'' میں نے جلدی سے جواب دیا ''باقی بار برداری کے مزدور تھے جو ڈروما کو شکار ہوتا دیکھ کر ڈر کر فرار ہو گئے''

''تم کو ڈروما کا نام کس نے بتایا......؟''

''مزدوروں کے سردار نے، اس نے کہا تھا کہ ہم نے ایک مقدس جانور کو ہلاک کر کے اپنی موت کو دعوت دی ہے، میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے اسے یقین دلانے کی کوشش کی ''میری بات کا اعتبار کرو، ہم نے اس سے پہلے ڈروما کے بارے میں کبھی کچھ نہیں سنا تھا اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ وہ ایک مقدس جانور ہے تو ہم اسے کبھی شکار کرنے کی غلطی نہ کرتے......''

''کیا اس نے تمہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ مقدس ڈروما کو دیوتاؤں کی حیثیت بھی حاصل ہے اور ہم اسے بڑی عقیدت سے پوجتے ہیں''

''بتایا تھا لیکن اس کے شکار ہو جانے کے بعد'' میں نے سہمی ہوئی آواز میں جواب دیا''

''ہمارے بارے میں اس نے تمہیں کیا بتایا تھا......؟''

...... اس نے کہا تھا کہ جو لوگ ڈروما کو شکار کرتے ہیں تمہارے قبیلے کے لوگ اسے سمندر کی آخری تہہ سے بھی ڈھونڈ نکالتے ہیں، اس نے کہا تھا کہ کسی ڈروما کی موت تمہاری تباہی کا پیغام سمجھی جاتی ہے اور جب بھی کوئی ڈروما کہیں مرتا ہے تو ہوائیں تمہیں اس کی موت سے باخبر کر دیتی ہیں''

''مقدس ڈروما پر گولی کس نے داغی تھی......'' اس نے کچھ توقف سے دریافت کیا اس بار اس کا لہجہ بے حد سرد اور خوفناک تھا

''میں یقین سے نہیں کہہ سکتی'' میں نے خوفزدہ لہجے میں حقیقت بیان کر دی ''میں آج بھی مقدس مریم کی قسم کھا کر کہہ سکتی ہوں کہ مجھے اس بات کا مطلق علم نہیں تھا کہ اس منحوس جانور کی موت کس کی چلائی ہوئی گولی سے واقع ہوئی تھی''

''تمہارے جو دو ساتھی بندھے پڑے ہیں ان میں سے تمہارا شوہر کون ہے......''

جواب میں میں نے ڈرتے ڈرتے ولیم کی طرف اشارہ کر دیا جو میری سمت بڑی حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میری نگاہوں کے تعاقب میں کئی مقامی حبشیوں کی نظریں ولیم کی طرف گھوم گئیں۔ سب کی خونخوار نظروں سے شعلے لپک رہے تھے۔ نفرت جھانک رہی تھی۔

''تمہیں معلوم ہے کہ اب تمہارا انجام کیا ہوگا؟''

''ہاں......'' میں نے تھوک نگلتے ہوئے نحیف آواز میں کہا ''تم لوگ ہمیں مار ڈالو گے''

''ایک شرط پر ہم تمہیں مارنے کے بجائے اپنی رسومات کے مطابق سزا دے کر معاف بھی کر سکتے ہیں......''

''وہ کیا......'' مجھے اندھیرے میں بہت دور کہیں روشنی کی ایک کرن ٹمٹماتی نظر آئی

''تمہیں سچ سچ بتانا ہوگا کہ ہمارے قبیلے کے بارے میں تمہیں کس نے معلومات فراہم کی تھیں......'' وہ جھک کر میرے قریب آتے ہوئے بولا

''میری بات کا یقین کرو'' میں نے بڑی دیانت داری سے کہا'' ہم جنگلوں میں صرف بڑے شکار کی تلاش میں آئے تھے۔ اس بات کا علم ہمارے فرشتوں کو بھی نہیں تھا کہ یہاں آس پاس کوئی قبیلہ......''

''تلنکاراتی......'' وہ روانی اور غصے کے عالم میں اپنی زبان کا ایک لفظ بول گیا جس کے مطلب یقیناً اچھے نہیں ہوں گے۔ یہ بات اس کے بدلتے ہوئے رویے سے ظاہر تھی، تلنکاراتی کہنے کے ساتھ ہی اس کا سیدھا ہاتھ برق رفتاری سے گھوم گیا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے جبڑے کے کئی دانت بری طرح ہل کر رہ گئے ہوں۔ میرا ہونٹ پھٹ جانے کی وجہ سے خون کی ایک پتلی دھار بھی بہہ نکلی۔ وہ جنگلی درندہ مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھورتا رہا پھر اس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا جس کی تعمیل میں ولیم کو بھی گھسیٹ کر میرے قریب لے آیا گیا۔

''تم بتاؤ......'' اس شخص نے ولیم سے سرسراتی آواز میں دریافت کیا ''مقدس ڈروما کی موت کس کی چلائی ہوئی گولی سے ہوئی تھی''

''وہ...... وہ گولی میں نے چلائی تھی......'' ولیم نے ٹھوس آواز میں جواب دیا، شاید وہ سمجھ چکا تھا کہ ان وحشی جنگلیوں سے کسی رعایت کی امید رکھنا محض حماقت تھی، اسی غرض سے اس نے بزدلی دکھانے پر جرأت کو ترجیح دی تھی۔

''ہمارے قبیلے کے بارے میں تم کیا کچھ جانتے ہو......؟''

''ہمیں کچھ نہیں معلوم کہ تم لوگ کون ہو اور بلاوجہ ہمیں کیوں پریشان کر رہے ہو......؟''

''شرافت سے زبان نہیں کھولو گے......؟'' جس کے سینے پر دم کٹے سانپ کی شبیہہ بنی ہوئی تھی اس نے غراتے ہوئے پوچھا

''میری بیوی تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہے کہ ہم شکار کھیلنے کے ارادے سے آئے تھے۔'' ولیم نے بدستور ٹھوس آواز میں کہا'' تمہارے قبیلے کے بارے میں......''

''ملیگا ہارو......'' ولیم کا جواب مکمل ہونے سے پیشتر ہی وہ شخص سیدھا ہاتھ فضا میں بلند کر کے تحکمانہ آواز میں چیخا اس کے ساتھ ہی قریب کھڑے ہوئے دو حبشیوں کے نیزے ولیم کے جسم میں اس طرح آر پار ہو کر زمین میں دھنس گئے کہ وہ اپنی جگہ تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ میں نے ولیم کے جسم میں نیزوں کو پیوست ہوتے اور خون کا فوارہ ابلتے دیکھتے ہی آنکھیں بند کر لی تھیں لیکن اس کی دم توڑتی ہوئی کربناک چیخوں کی آوازیں آج بھی میرے کانوں میں گونجتی رہتی ہیں......''

ولیم کی دردناک موت کا ذکر کرتے ہوئے مارگریٹ کی آنکھیں نمناک ہو گئیں وہ کچھ دیر کو خاموش ہو گئی قریب رکھے ہوئے ٹشو باکس سے ایک ٹشو نکال کر اپنے آنسوؤں کو اس میں جذب کرنے لگی میرا دل چاہا کہ مارگریٹ کو کہانی کا بقیہ سنانے سے منع کر دوں۔ مجھے احساس تھا کہ ولیم کی المناک موت کے تذکرے نے اس کے دل و دماغ پر اچھا اثر نہیں ڈالا ہوگا لیکن وہ کہانی کے جس نازک موڑ پر پہنچ گئی تھی میں اس کے آگے کی روداد سننے کے لیے بے چین تھا چنانچہ میں خاموش ہی رہا۔ مارگریٹ نے اپنے جذبات پر قابو پانے میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔

''مسٹر وقار ولیم کی موت کے بعد بھی مجھے اور جم کو ان درندہ صفت وحشیوں نے بیس یا اکیس دن تک اپنی قید میں رکھا ہم نے قید میں کیا کیا صعوبتیں برداشت کیں اور کن

کن دشوار مراحل سے گزرے اس کی تفصیل بڑی طویل ہے لیکن میں آپ کو خاص خاص باتیں ضرور بتاؤں گی'' مارگریٹ نے ازخود کہانی کی طوالت سے پہلو تہی اختیار کرتے ہوئے کہا ''میرے اور جم کے ساتھ ان لوگوں نے کچھ ایسے ناروا سلوک بھی کیے جسے میں بیان کرنے سے قاصر ہوں ان کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ ہم انہیں سچ سچ بتا دیں کہ ان کے قبیلے کے بارے میں کس نے اطلاع دی تھی جبکہ ہمیں اس کا کوئی علم نہیں تھا۔ ہماری زبان کھلوانے کی خاطر انہوں نے ہر حربہ اختیار کیا پھر ایک دن مجھے اور جم کو یہ بات بتا دی گئی کہ اگلی صبح ہمیں پورے قبیلے کے سامنے باری باری قتل کر کے ہمارا گوشت جنگل کے اس حصے میں پھکوا دیا جائے گا جہاں ان کے بیان کے مطابق ڈروما کثرت سے پائے جاتے تھے۔

''وہ رات آپ کے اور مسٹر جم کے لیے صبر آزما اور کس قدر ہولناک ہو گی'' میں نے پہلی بار مارگریٹ سے اس کے تاثرات جاننے کی خاطر کہا

''آپ کی سوچ اپنی جگہ بجا ہے لیکن کیا آپ یقین کریں گے کہ اس رات میں نے اور جم نے یسوع مسیح کے حضور خاص عبادت کی تھی''

''حیرت انگیز بات ہے......'' میں نے تعجب کا اظہار کیا

''آپ دور رہ کر ایسا خیال کرنے میں حق بجانب ہیں مگر بیس اکیس روز تک ہم نے ایک ایک لمحہ جس حال میں گزارا تھا اگر میں اس کی تفصیل لکھنے بیٹھوں تو ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے لیکن میں ان شرمناک اور اخلاق سوز حرکتوں کے تذکرے سے گریز کروں گی جو ہماری زبان سے اس سچ کو اگلوانے کی خاطر کیے جا رہے تھے جس کے بارے میں ہمارے فرشتوں کو بھی پہلے سے کوئی علم نہیں تھا...... بہرحال وہ رات ہمارے لیے بڑے سکون کی رات تھی ہمیں خوشی تھی ہم بہت جلد اس زندگی سے نجات پا جائیں گے جو ہمارے لیے جہنم کے عذاب سے بھی زیادہ کربناک تھی۔ اس رات میں اور جم ایک لمحے کو بھی نہیں سوئے ہم نے رب عظیم سے نہ صرف اپنے کردہ اور نا کردہ گناہوں کی معافی مانگی بلکہ ولیم کی روح کے سکون کی خاطر بھی دعائیں کرتے رہے، اس رات جم نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ وہ قبیلے کے بڑے عہدیداروں اور سردار سے گڑگڑا کر میری زندگی کی بھیک مانگے گا خواہ اس کے لیے اسے دروغ گوئی ہی سے کیوں نہ کام لینا پڑے لیکن میں نے جم کو ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ مجھے خوشی ہے کہ وہ میری بات مان گیا لیکن دوسری صبح ہماری موت کی سزا ٹال دی

گئی'' مارگریٹ کے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ ابھر کر گہری ہوتی چلی گئی ''کیسی عجیب بات ہے کہ جب ہمیں اس بات سے آگاہ کیا گیا کہ ہماری موت کو ایک ہفتے کے لیے ٹال دیا گیا ہے تو خوش ہونے کے بجائے ہمارے دلوں میں غم کی لہر دوڑ گئی۔ سزا وقتی طور پر روک دیئے جانے کی اطلاع ہمیں اسی شخص نے دی تھی جس کے سینے پر دم کٹے سانپ کی شبیہہ بنی ہوئی تھی۔ مجھے اس کا نام یاد نہیں رہا لیکن قید کے دوران ہم نے اندازہ لگا لیا تھا کہ قبیلے میں اس کی حیثیت وہی تھی جو کسی ملک کے ڈیفنس منسٹر کو حاصل ہوتی ہے۔ ہمیں ایک ہفتے کی عارضی زندگی کی خوشخبری سناتے وقت بھی اس نے ایک بار پھر لالچ دی تھی کہ ہم اگر سچ اگل دیں تو وہ ہماری طویل زندگی کی ضمانت دے سکتا ہے۔ میں موت کی سزا ٹل جانے کی خبر سن کر سکتے کی کیفیت سے دوچار ہو گئی لیکن جم خاموش نہ رہ سکا اس روز اس نے پہلی بار بڑی تلخ زبان اختیار کی تھی۔

''وحشی درندے...... جس کی جھلاہٹ قابل دید تھی اس نے مدھم مگر بڑے سرد لہجے میں اس وحشی شخص کو مخاطب کیا ''کیا تجھے اس دن کا کوئی خوف نہیں جب موت کے آہنی ہاتھ تیری موٹی اور بھدی گردن کو اپنے شکنجے میں اس طرح جکڑ لیں گے کہ تو اپنے منحوس حلق سے کوئی آواز نہ نکال سکے گا، کسی طاؤن زدہ چوہے کی طرح تڑپ تڑپ کر اذیت ناک موت مریگا۔

''تم...... اس سیاہ فام بدصورت وحشی کو جم پر غصہ آنے کے بجائے نہ جانے کس بات پر ہنسی آ گئی ''میرا خیال ہے کہ تم اپنا ذہنی توازن کھو چکے ہو، میں کوشش کروں گا کہ تمہیں کسی طرح زندہ رکھا جائے، تم ہمارے لیے بڑے کارآمد ثابت ہو سکتے ہوں......''

جم پلٹ کر کوئی اور سخت جملہ کہنے والا تھا کہ میں نے بڑی مشکلوں سے اپنی کیفیت پر قابو پاتے ہوئے اس شخص سے دریافت کیا ''کیا مجھے یہ پوچھنے کا حق ہے کہ ہماری موت کی سزا کو وقتی طور پر کیوں ملتوی کر دیا گیا ہے......''

''ہاں......'' وہ مجھے مشتبہ نظروں سے گھورتے ہوئے بولا آج ہمارے قبیلے کی ایک عورت ایک تھوتھے کو جنم دینے والی ہے، وہی تھوتھا جس کی تلاش میں تم لوگوں نے ہمارے قبیلے میں آ کر موت کو دعوت دی ہے، تم سے پہلے بھی تمہاری دنیا کے کئی بہت سارے سرپھرے افراد تھوتھوں کو حاصل کرنے کے جنون میں اپنی زندگی گنوا چکے ہیں۔''

''تھوتھا......'' میں نے اور جم نے ایک زبان ہو کر اپنی حیرت اور لاعلمی کا اظہار کیا

''یہ تھوتھا کیا ہوتا ہے......؟''

''ہوتا ہے یا ہوتی ہے اس کا علم ہمیں عنقریب ہونے والا ہے'' اس نے باری باری ہمارے چہروں کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے جواب دیا'' تم دونوں اس اعتبار سے خوش قسمت ہو کہ تم سے پہلے تھوتھا کی رسومات کو کسی نے پہلے کبھی نہیں دیکھا شاید سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد بھی تم تمام زندگی اپنی موٹی موٹی کتابوں کو الٹنے پلٹنے کے باوجود زندگی اور موت کے اس فلسفے کو سمجھنے سے قاصر رہو گے جو ہمارے مقدس دیوتاؤں نے ہمیں ودیعت کیا ہے۔ تمہارے عالموں اور سائنس دانوں نے بڑی بڑی نایاب اور قابل فخر ایجادیں کی ہوں گی لیکن وہ تمام کے تمام مل کر بھی ایک تھوتھا نہیں پیدا کر سکیں گے''

مارگریٹ نے مجھے دیکھتے ہوئے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھا۔

''مسٹر وقار، میں اس وقت اس گھٹیا اور بدہیت حبشی کی بات کو محض اس کی لن ترانی سمجھ رہی تھی لیکن اس کے بعد ہماری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا وہ نہ صرف حیرت انگیز بلکہ ناقابل یقین ہی تھا۔ حبشی اپنی بات مکمل کرنے کے بعد جم کو گھورتا ہوا چلا گیا ہم اس تنگ و تاریک جھونپڑی میں تنہا رہ گئے جس کے باہر چار نیزہ بردار پوری طرح چاق و چوبند نظر آ رہے تھے''

''کاش میرے پاس ایک ریوالور ہوتا اور میں مرنے سے پیشتر اس دم کٹے سانپ والے کا جسم چھلنی کر سکتا'' جم نے دانت پیستے ہوئے کہا پھر کچی زمین پر ٹانگیں پسار کر لیٹ گیا۔

''جم...... میں نے تھوڑے توقف کے بعد جم کو مخاطب کیا'' کیا تم مجھ سے ایک وعدہ کرو گے؟''

''کہو......''

''جب تک ہم ایک ساتھ موت کی وادیوں میں داخل نہ ہو جائیں تم ان جنگلی وحشیوں کے منہ نہیں لگو گے''

''سوری......'' جم نے تلملا کر جواب دیا'' جب مرنا ہی مقدر ہے تو پھر ان حرامزادوں سے ڈرنا کیسا''

''میری بات سمجھنے کی کوشش کرو جم...... میں نے اسے محبت سے سمجھانے کی کوشش کی'' اگر خدا نہ کرے انہوں نے طیش میں آ کر تمہارا بھی وہی انجام کیا جو ولیم کا کر چکے ہیں تو میں ان درندوں کے ساتھ تنہا رہ جاؤں گی اور یہ میرے ساتھ اپنی من مانی کرتے رہیں گے''

جواب میں جم نے میری طرف سنجیدگی سے دیکھا، میری بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی وہ اپنا نچلا ہونٹ کاٹنے لگا

''میں تمہارے دوست کی امانت ہوں، میں نے جم سے کہا'' میری درخواست ہے کہ اگر کوئی ایسی نوبت آ جائے تو تم پہلے میرا گلا گھونٹ کر مجھے مار دینا میری روح ہمیشہ تمہاری احسان مند رہے گی...... تم میری بات سمجھ رہے ہو نا جم......؟''

''تم پریشان مت ہو'' جم نے مجھے تسلی دی ''میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں''

''دو گھنٹے تک ہم ایک دوسرے کو تسلی دیتے رہے پھر دو حبشی نیزہ تانے اندر داخل ہوئے، ہمیں اشاروں سے باہر چلنے کو کہا گیا ہم نے کوئی مزاحمت نہیں کی خاموشی سے اٹھ کر ان کے ساتھ اس میدان کی سمت چل پڑے جہاں غالباً قبیلے کے سارے لوگ جمع تھے۔ ان کی وہ عورتیں اور جوان لڑکیاں بھی تھیں جو جسم کے صرف زیریں حصے کو ڈھانپے رہتی تھیں۔ ہمیں ہجوم سے گزار کر اگلی صف میں کھڑا کر دیا گیا تین طرف ہجوم دائرے کی شکل میں کھڑا تھا چوتھی سمت قبیلے کا سردار اور بڑے عہدیدار موجود تھے۔ سردار کے علاوہ سب کے سینوں پر دم کٹے سانپ کی شبیہ مختلف انداز میں بنی ہوئی تھی سردار کے گلے میں ہڈیوں کی مالا کے علاوہ ایک دم کٹا زندہ سیاہ رنگ کا سانپ بھی جھول رہا تھا۔ میدان کے درمیان میں کیلے کے بڑے بڑے پتوں کا ایک چوکور بستر بنایا گیا تھا جس پر مختلف قسم کے پھول بکھرے ہوئے تھے۔

ہمارے میدان میں داخل ہونے کے بعد سردار نے ایک اچٹتی ہوئی نظر ہم پر ڈالی پھر سیدھا ہاتھ فضا میں بلند کر کے جھٹک دیا۔ یہ اس رسم کی تقریب شروع کرنے کا اشارہ تھا جس کے لیے ہمیں آگاہ کیا گیا تھا۔ سردار کی جانب سے اشارہ ملنے کے بعد چاروں طرف سے ڈھول بجنے کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور ہجوم نے اپنی زبان میں کوئی گیت گانا شروع کر دیا۔

ڈھول اورگیت کی آواز بلند ہونے کے بعد ایک بزرگ شخص اپنے ہاتھوں میں ایک نوزائیدہ بچہ لیے نمودار ہوا تو مردوں نے زور زور سے گانا اور ناچنا شروع کر دیا۔ بزرگ شخص آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا پتوں اور پھولوں کے بستر کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ اس نے سردار کی سمت نظر اٹھا کر دیکھا پھر اشارہ پا کر بچے کو جو بالکل ننگا تھا بستر کے درمیان لٹا کر پیچھے ہٹا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے نوزائیدہ بچے کو غور سے دیکھا تو وہ ایک بچی تھی جس کو دنیا میں آنکھ کھولے شاید آدھے گھنٹے سے زیادہ نہیں ہوا ہو گا۔ ان وحشی درندوں نے اس معصوم بچی کے جسم پر بھی کوئی کپڑا ڈالنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

نومولود بچی کے بستر پر لیٹنے کے بعد مردوں اور عورتوں کے رقص اور گانے میں تیزی آ گئی۔ ڈھول پیٹنے والے حبشیوں کے ہاتھ بھی تیزی سے چلنے لگے پھر ایک پستہ قد حبشی ہاتھوں میں ایک گول پٹاری لیے نمودار ہوا بچی کے قریب پہنچ کر اس نے پٹاری کو زمین پر رکھا پھر سردار کی جانب دیکھا۔ سردار جو فخر سے سینہ تانے بیٹھا تھا تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے عہدے دار بھی یکے بعد دیگرے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے

"باگاماڈگمبا......" پستہ قد آدمی نے بلند آواز میں سردار سے کچھ کہا

"تھوتھی ماگاشی رمبا......رمبا...... سردار نے ہاتھ اٹھا کر جواب دیا

پھر میری نظروں نے جو منظر دیکھا اسے دیکھ کر ہی لرز اٹھی، پستہ قد حبشی نے سردار کی طرف سے رمبا...... رمبا کی آواز سننے کے بعد جھک کر پٹاری کا ڈھکن ہٹا دیا۔ پٹاری کا ڈھکن ہٹتے ہی اس میں سے ایک تین فٹ کا دم کٹا سانپ نکل کر باہر آ گیا۔ سیاہ رنگ کے اس سانپ کے جسم پر سرخ اور پیلے رنگ کی دھاریاں دور سے نظر آ رہی تھیں۔

مجھے اپنا سانس سینے میں گھٹتا محسوس ہوا، سانپ نے پٹاری سے نکل کر پھن کاڑھا پھر زمین سے ایک فٹ بلند ہو کر نومولود بچی کے گرد چکر لگانے لگا میرے لیے یہ تصور ہی بڑا اذیت ناک تھا کہ ایک نومولود بچی کو سانپ سے ڈسوا کر مار دیا جائے گا میں بڑی مشکلوں سے اپنے آپ پر قابو پا رہی تھی، میری پھٹی پھٹی نظریں اس معصوم بچی پر جمی ہوئی تھیں جو اپنے انجام سے بے خبر اپنے ننھے منے ہاتھ پیر چلا رہی تھی۔ سانپ کی گردش کے ساتھ ساتھ میرے دل کی دھڑکنیں بھی تیز ہوتی جا رہی تھیں پھر اس وقت میں کوشش بسیار کے باوجود

اپنی چیخ ضبط نہ کر سکی جب سانپ نے بچی کو یکے بعد دیگرے تین بار ڈسا پھر اس کے جسم سے لپٹ گیا میں نے خوف اور دہشت سے اپنی آنکھیں بند کر لیں مجھے حیرت تھی کہ بچی کے انجام پر ماتم کرنے کے بجائے وہ وحشی درندے بدستور ڈھول کی تھاپ پر نغمہ الاپ رہے تھے اور خوشی سے اچھل کود رہے تھے...... تھوتھی رمبا رمبا...... ماگاشی رمبا رمبا اور اسی قسم کے بے ربط جملوں سے پورا میدان گونج رہا تھا۔ میرا بس چلتا تو میں وہاں ایک منٹ بھی نہ رکتی لیکن نیزہ برداروں نے ہمیں اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔

ایک گھنٹے تک شور و غل کی آوازیں گونجتی رہیں میں دوبارہ آنکھیں کھولنے کی جرأت نہیں کر سکی۔ میری حالت غیر ہوتی دیکھ کر جم نے مجھے بازوؤں سے تھام کر سہارا دے رکھا تھا۔ ایک گھنٹے بعد ہمیں اس جھونپڑی میں واپس پہنچا دیا گیا جہاں ہم قید تھے......"

"یہ انسان نہیں، جنگلی جانوروں اور وحشی درندوں سے بھی زیادہ خطرناک لوگ ہیں" جم نے جھونپڑی میں پہنچنے کے بعد اپنی نفرت کا اظہار کیا "خدا انہیں غارت کرے، ان پر آسمان سے عذاب نازل ہو"

اس معصوم بچی کا کیا بنا......؟" میں نے مردہ آواز میں جم سے معلوم کرنے کی کوشش کی

"بننا کیا تھا" جم بڑے زہریلے لہجے میں بولا "سانپ کے ڈستے ہی اس معصوم کا جسم نیلا پڑ گیا تھا لیکن ان حرامزدوں کو اس پر کوئی ترس نہیں آیا"

"مسٹر وقار......" مارگریٹ نے میز پر رکھے ہوئے جگ سے پانی نکال کر پیا پھر سرد آہ بھر کر بولی "آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جہاں ایک معصوم نومولود بچی کے ساتھ اتنا بے رحم اور ظالمانہ سلوک کیا گیا ہو وہاں کے لوگوں کے دوسرے رسم و رواج کتنے بھیانک اور اذیت ناک ہو سکتے ہیں۔"

"اس معصوم بچی کا کیا بنا تھا......؟" میں نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے پوچھا

"آپ کو یہ سن کر یقیناً حیرت ہو گی کہ تین روز تک اس کا تنفس بند رہا، اس کا جسم کسی لاش کی طرح اکڑا رہا لیکن چوتھے روز اس کے اندر زندگی کے آثار نمایاں ہونے شروع ہوئے اور چھٹے دن وہ اس طرح بھلی چنگی ہو گئی جیسے اسے سرے سے کچھ ہوا ہی نہ

ہو......"

"کیا وہاں لڑکوں کو تھوتھا اور لڑکیوں کو تھوتھی کہا جاتا ہے......؟" میں اپنے تجسس پر قابو نہ پا سکا تو سوال کر بیٹھا۔

"جی نہیں، ایسا نہیں ہے...... "مارگریٹ نے سنجیدگی سے جواب دیا" تھوتھا اور تھوتھی سے ان کی تذکیر اور تانیث کا فرق ضرور واضح ہوتا ہے لیکن تھوتھا اور تھوتھی صرف ان مخصوص بچوں اور بچیوں کو کہا جاتا ہے جنہیں پیدا ہوتے ہی سانپ سے ڈسوائے جانے کا شرف حاصل ہوتا ہے"

"اور یہ بچے تین روز تک مردہ رہنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوجاتے ہیں؟" میں نے کسمسائے ہوئے دریافت کیا

"قبیلے والوں کا یہی کہنا ہے" ویسے ایک بچی کی مثال تو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں"

"جن بچوں کو سانپ سے ڈسوایا جاتا ہے ان کی خصوصیت کا اندازہ کون لگاتا ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا

"یہ بچے یا تو ان عورتوں کے ہوتے ہیں جو سرداروں اور بڑے عہدیداروں سے منسوب ہوتی ہیں یا پھر ان کی داشتائیں ہوتی ہیں۔ مارگریٹ نے نفرت سے کہا "عام عورتوں کی اولادوں کو تھوتھا یا تھوتھی بننے کا موقع نہیں دیا جاتا۔ جن کو یہ اعزاز حاصل ہوتا ہے وہ بھی زندگی میں صرف ایک بار اپنا حق استعمال کرسکتی ہیں اور جن بچوں کو اس عجیب وغریب لقب سے نوازا جاتا ہے ان کی کیا خصوصیات ہوتی ہیں؟"

"وہ حیرت انگیز اور ناقابل یقین صلاحیتوں کے مالک ہونے کے علاوہ پراسرار علوم میں بھی بے پناہ مہارت رکھتے ہیں" مارگریٹ نے سنجیدگی سے کہا

"مثلاً......"

"مثلاً یہ کہ وہ آنکھیں بند کر کے جس رخ کھڑے ہوجائیں اس سمت میلوں دور کی چیزیں ان کے ذہن کے پردوں پر روشن ہوجاتی ہیں یہی کیفیت ان کی سماعت کی بھی ہوتی ہے۔ ایک کان پر ہاتھ رکھ کر وہ دوسرے کان سے دور تک کی آوازیں سن لیتے ہیں کسی کے سیدھے ہاتھ کی درمیانی انگلی تھام کر وہ اس کا ماضی حال اور مستقبل اس طرح فرفر پڑھتے

چلے جاتے ہیں جیسے کئی بار کسی زیر مطالعہ کتاب کو دوبارہ پڑھ رہے ہوں" مارگریٹ اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولی "وہ جس بات کی پیشگوئی کردیں اسے پتھر کی لکیر سمجھا جاتا ہے۔ ان کی حیثیت دیوتاؤں کے برابر ہوتی ہے دوسرے لوگوں کی طرح وہ بھی کسی سردار کو اپنا بڑا مانتے ہیں اور ان کے حکم کی اطاعت سے گریز نہیں کرتے لیکن اگر کبھی سردار کے آخری فیصلے سے پیشتر وہ کسی کے حق میں کوئی بات کہہ دیں تو پھر سردار اس بات کے خلاف کوئی حکم صادر نہیں کرسکتا۔ اس کے جسم پر کوئی زہر اپنا اثر نہیں کرتا جبکہ اس کے برعکس اگر کوئی زہریلا جانور یا حشرات الارض انہیں کاٹ لے تو وہ خود موت کا شکار ہوجاتا ہے۔ قبیلے کے افراد ان کو بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تھوتھا بچے قدرتی طور پر ہر مرض کے علاج سے واقف ہوتے ہیں اس لیے ان کے قبیلے میں کبھی کسی بیماری کا گزر بسر نہیں ہوتا۔ سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ وہ قبیلے کے کسی مرد یا عورت بچوں اور بوڑھوں کی موت کا اعلان ان کی موت سے تین دن قبل کردیتے ہیں پھر جس کی موت کا اعلان کیا جاتا ہے اسے زبردستی قبیلے کی حدود سے نکال کر ایک ایسے ویرانے میں پھینک دیا جاتا ہے جہاں اس کی نگرانی اس وقت تک کی جاتی ہے جب تک وہ موت سے ہمکنار نہ ہوجائے......"

"میں نہیں مان سکتا......" میں نے پہلی بار مارگریٹ کی کسی بات کی نفی کی "موت اور زندگی خدا کے اختیار میں ہے جس کے حکم کے بغیر کوئی بے جان شے بھی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرسکتی......"

"میں بھی اسی عقیدے کو مانتی ہوں اور ایک خدا پر ایمان رکھتی ہوں"

"میرا خیال ہے کہ ان وحشیوں نے تھوتھا بچوں کی خصوصیت کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہوگا تاکہ سیاح ان سے خوفزدہ رہیں"

"ہوسکتا ہے...... مارگریٹ نے جواب دیا" لیکن ایک حیرت انگیز بات یہ بھی ہے کہ کسی تھوتھا کو خود اپنی موت کے بارے میں کوئی علم نہیں ہوتا نہ ہی وہ اپنی زندگی کے بارے میں وہ باتیں بتا سکتا ہے جو دوسروں کے بارے میں آنکھ بند کر کے بیان کرتا ہے......"

"کیا آپ کو قید کے دوران کسی بالغ تھوتھا یا تھوتھی سے گفتگو کا موقع ملا تھا......؟" میں نے پہلو بدل کر سوال کیا

"جی ہاں..... اگر موقع نہ ملا ہوتا تو آج میں آپ کے سامنے زندہ نہ بیٹھی ہوتی" مارگریٹ نے مسکرا کر کہا پھر سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولی "آپ کو یہ سن کر بھی حیرت ہوگی کہ تھوتھا بچے دنیا میں بولی جانے والی غالباً تمام زبانوں پر عبور رکھتے ہیں"

"کیا آپ کو اس کا بھی کوئی تجربہ ہو چکا ہے.....؟" میں نے تعجب سے سوال کیا

"جی ہاں....." مارگریٹ نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا "جس تھوتھا سے میری ملاقات ہوئی تھی اس نے مجھ سے نہایت اعلیٰ قسم کی انگریزی زبان میں گفتگو کی تھی۔ میں آپ کو یہاں یہ بھی بتا دوں کہ ولیم نے اپنی زندگی کا کچھ حصہ اسپین میں بھی گزارا تھا۔ اسی کی خاطر میں نے بھی اسپینش زبان سیکھی تھی۔ تھوتھا سے باتیں کرتے وقت میں نے جان بوجھ کر ایک جملہ اسپینش زبان میں ادا کیا میرا خیال تھا کہ شاید میری بات مشکل سے سمجھ سکے گا لیکن اس نے مجھے مسکرا کر عجیب نظروں سے دیکھا پھر اتنی روانی سے اسپینش بولنے لگا جیسے وہ اس کی مادری زبان ہو....."

"تھوتھا سے آپ کی ملاقات کس ضمن میں ہوئی تھی.....؟" میں نے اپنے تجسس کے پیش نظر پوچھ لیا

"مجھے یقین تھا کہ آپ یہ سوال ضرور کریں گے....." مارگریٹ نے زیر لب مسکرا کر کہا پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولی "قبیلے کے سردار کے حکم کے تحت تھوتھا بچوں کو اجنبیوں سے ہمیشہ دور رکھا جاتا ہے ان کا خیال ہے کہ دنیا کے بیشتر سیاح جو اس قبیلے کی طرف سر ہتھیلی پر رکھ کر سفر اختیار کرتے ہیں ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ کسی کم عمر تھوتھا بچے کو اغوا کر سکیں اور اس کی حیرت انگیز صلاحیتوں سے استفادہ حاصل کریں۔ ہمیں بھی اسی لیے اذیتیں پہنچائی جا رہی تھیں کہ ان کا خیال تھا کہ ہم جان بوجھ کر کسی تھوتھا بچے کے حصول کی غرض سے وہاں گئے تھے"

مارگریٹ اپنا جملہ مکمل کر کے اٹھتے ہوئے بولی

"مسٹر وقار میں آپ سے صرف پانچ منٹ کی اجازت چاہوں گی، مجھے پروگرام کے تحت آدھے گھنٹے پیشتر کسی کو ایک ضروری کال کرنی تھی وہ بے چینی سے میری کال کا انتظار کر رہا ہوگا میں آپ کو زیادہ دیر انتظار کی زحمت سے دوچار نہیں کروں گی"

مارگریٹ اٹھ کر ڈرائنگ روم سے چلی گئی تو میں اس کی کہانی کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے لگا جو سفرنامے میں نے پڑھ رکھے تھے ان میں بھی کہیں کہیں تاریک براعظم افریقہ کے ایسے دور دراز جزیروں کا ذکر ملنا مشکل تھا جہاں مہذب دنیا کے صرف دو ایک سیاح پہنچ سکے تھے لیکن بعد میں وہ بھی اس جزیرے کی نشاندہی یا صحیح محل وقوع بتانے سے قاصر رہے تھے۔ میں اس بات سے بخوبی واقف ہوں کہ مہذب دنیا کے اکثر علاقوں میں آج بھی لڑکیوں کو منحوس سمجھا جاتا ہے چنانچہ انہیں پیدا ہوتے ہی مار دیا جاتا ہے یا زندہ دفن کر دیا جاتا ہے۔ کہیں کہیں لڑکوں کو نحس سمجھا جاتا ہے۔ اور انہیں مارنے کے بجائے یا تو دوسرے علاقے کے کسی شخص کے ہاتھوں فروخت کر دیا جاتا ہے یا پھر کہیں ایسے دور دراز علاقوں میں پھینک دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی موت آپ مر جائے اور اگر زندہ بھی رہے تو اپنے ماضی کے متعلق کچھ نہ جان سکے۔ تاریخی کتابوں کے علاوہ مقدس تحریروں میں بھی کہیں کہیں ایسے ذہین بچوں کا ذکر ملتا ہے جو اپنی عمر کے مقابلے میں سات آٹھ گنا بڑے اور پڑھے لکھے لوگوں سے بھی زیادہ سوجھ بوجھ رکھتے تھے اور بھی کئی ایسی حیرت انگیز باتیں میرے مطالعے میں آ چکی ہیں جن کے بارے میں میں اکثر الجھ جاتا ہوں اور دوسروں سے ان کی صحت کے بارے میں بحث مباحثے بھی کر چکا ہوں۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے میں اس بات کو مانتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے ایسے بے شمار معجزے بھی ہیں جن کو دوسرے مذاہب کے لوگ نہیں مانتے لیکن وہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں۔ ایک مذہب کے پیروکار آواگون کے مسئلے پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ بہرحال میں اس بحث میں الجھنا نہیں چاہتا لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ مارگریٹ نے تھوتھا کے بارے میں جن حیرت انگیز صلاحیتوں کا ذکر کیا تھا وہ حلق کے نیچے نہیں اتر رہی تھیں میں ابھی انہیں باتوں پر غور و خوض کر رہا تھا کہ مارگریٹ مسکراتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور دو چار منٹ کی دیر ہو جانے کے سلسلے میں مجھ سے معذرت طلب کر کے اپنے صوفے پر بیٹھی تو میں نے اسے یاد دلایا کہ وہ کسی تھوتھا سے اپنی ملاقات کا ذکر کر رہی تھی۔

"جی ہاں مجھے یاد ہے....." اس نے سنجیدگی سے کہا پھر اپنی کہانی کا سلسلہ وہیں سے جوڑا جہاں سے منقطع ہوا تھا "وہاں کے عہدیداروں کو شبہ تھا کہ ہم جان بوجھ کر غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں ہماری موت کی سزا سات روز کے لیے ملتوی کی گئی تھی اور وہ چھٹا روز تھا جب ہم رات کے روکھے پھیکے کھانے کو زہر مار کر کے سونے کے ارادے سے لیٹے

تھے۔ جب وہی عہدیدار جس نے پہلے روز میرے گال پر تھپڑ مارا تھا ایک نوجوان کے ساتھ ہماری جھونپڑی میں داخل ہوا میں اور جم انہیں آتا دیکھ کر اٹھ بیٹھے۔ جم کے چہرے پر نفرت اور حقارت کے ملے جلے تاثرات ابھرنے لگے۔

''کل تمہاری زندگی کا آخری دن ہے'' خبیث وحشی نے براہ راست میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا'' زندگی ہر شے سے زیادہ قیمتی ہے تم سچ بول کر اپنی موت کو ٹال بھی سکتی ہو...... اب بھی تمہارے پاس سوچنے کے لیے کچھ وقت باقی ہے''

''ہم پوری طرح اپنی زندگیوں کے بارے میں ایک آخری فیصلہ کر چکے ہیں

''میرے بجائے جم نے انتہائی سرد لہجے میں جواب دیا ''ہم نے متفقہ فیصلہ کیا ہے کہ تمہاری کوئی آفر قبول کرنے کے بجائے ہم موت کو ترجیح دینا زیادہ پسند کریں گے......''

''ایک بار پھر غور کر لو......''

''ہم دس بار پہلے بھی غور کر چکے ہیں اور اپنے فیصلے پر اٹل ہیں اور اب براہ مہربانی دونوں یہاں سے دال فے' عین ہو جاؤ تاکہ ہم تمہارے منحوس قبیلے میں کم از کم زندگی کی آخری رات سکون سے گزار سکیں......''

''ہم واپس چلے جائیں گے لیکن اس سے پیشتر تمہاری اصلیت معلوم کر لیں گے''
سیاہ فام وحشی نے بڑے اعتماد سے جواب دیا پھر اس نے اپنے ساتھ آنے والے نوجوان کو بڑے ادب سے مخاطب کر کے اپنی زبان میں کچھ کہنا شروع کیا۔ نوجوان اثبات میں سر کو جنبش دیتا رہا پھر باری باری ہم دونوں کو دیکھتا رہا اس کے بعد جب اس نے میرے قریب آ کر بڑے مہذب انداز اور سلیس انگریزی زبان میں میرے سیدھے ہاتھ کی درمیانی انگلی تھامنے کی درخواست کی تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکی۔ وہ جس روانی اور خوبصورتی سے انگریزی بول رہا تھا اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا جیسے اس نے کسی بیرونی یونیورسٹی سے انگریزی ادب میں کوئی بڑی ڈگری نمایاں نمبروں سے حاصل کی ہے''

''تم......'' میں نے نوجوان کو دلچسپ نظروں سے دیکھتے ہوئے مخاطب کیا'' تم جس روانی سے انگریزی بول رہے ہو اس سے میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ تمہارا تعلق اس قبیلے سے نہیں ہو سکتا......''

''تمہارا اندازہ غلط ہے اس نے سنجیدگی سے کہا'' میرا تعلق اسی قبیلے سے ہے

اور تمہاری اطلاع کے لیے یہ بھی عرض کر دوں کہ میں دنیا کی ہر زبان اسی روانی سے بولنے کی اہلیت رکھتا ہوں......''

''پھر تم نے لازمی طور پر کسی بیرونی یونیورسٹی سے کئی زبانوں کی تعلیم حاصل کی ہوگی......؟''

''نہیں...... میں نے زندگی میں کسی درس گاہ کی صورت نہیں دیکھی'' اس نے بڑے فخر سے کہا'' مجھے جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ مقدس دیوتاؤں کی دین ہے دیوتا ہر بات پر قادر ہوتے ہیں کوئی چیز ان کی دسترس سے دور نہیں ہوتی۔

''اگر تم واقعی عالم فاضل ہو تو مجھے سخت حیرت ہو رہی ہے کہ اس قبیلے میں تمہارا گزر کس طرح ہو رہا ہے'' میں نے زبانوں سے واقفیت کے سلسلے میں اس کی بات کی تصدیق کی خاطر اسپینش زبان میں کہا

''تمہارے لیے صرف اتنا جان لینا ہی کافی ہے کہ میں تھوتھا ہوں'' اس نے بڑی روانی سے اسپینش زبان میں ہی جواب دیا ''اور تھوتھا کو جو مقام یہاں حاصل ہے وہ تمہاری دنیا کے بادشاہوں اور مذہبی رہنماؤں کو بھی نہیں میسر ہوگا......''

''تم میری انگلی کیوں تھامنا چاہتے ہو......'' میں نے سپاٹ لہجے میں سوال کیا

''صرف اس لیے کہ انگلی تھامنے کے بعد تمہاری ساری اصلیت میرے سامنے بے نقاب ہو جائیگی، میں تمہارے ذہن کی گہرائیوں میں جھانک کر بتا سکوں گا کہ تم ہمارے قبیلے میں کس ارادے سے داخل ہوئی تھیں......

''گڈ......'' میں نے اس کا تمسخر اڑانے کی کوشش کی، اگر تم ایسا کر سکے تو مجھے یقیناً خوشی ہوگی''

اس نے جواب دینے کے بجائے میری انگلی تھام کر ایک لمحے کو آنکھیں موند لیں پھر دوسرے ہی لمحے انگلی چھوڑ کر مجھے دلچسپ نظروں سے دیکھنے لگا۔

''تم نے اب تک ہمارے بزرگوں کو جو بیان دیا ہے وہ غلط نہیں ہے'' اس نے بے حد خلوص سے کہا'' تم حالات کا شکار ہو کر ایک مصیبت میں پھنس گئے مجھے افسوس ہے کہ تمہارے شوہر کو بلاوجہ مار دیا گیا......''

"اوراب تم ہماری موت کے بعد بھی یہی جملہ دہراؤ گے......" میں زہر خند سے بولی

"اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی" اس نے بڑے پرسکون انداز میں وثوق سے کہا" تمہاری عمر طویل ہوگی تم ایک راہبہ کے روپ میں اپنے مذہب کی خدمت کروگی؟ انسان دو مرتبہ نہیں صرف ایک بار موت کا شکار ہوتا ہے اورتمہاری موت ابھی تم سے بہت دور ہے ابھی تمہیں بڑے بڑے مقدس اور نیک کام سرانجام دینے ہیں"

"یہ...... یہ تم کیا کہہ رہے ہو......؟ وحشی عہدیدار نے نوجوان کو حیرت سے دیکھا "سرداران کی موت کا فیصلہ پہلے ہی سنا چکا ہے"

"آج تک کسی تھوتھے کا کہا غلط نہیں ثابت ہوا" نوجوان نے دبنگ آواز میں جواب دیا "سردار کے فیصلے دیوتاؤں کے فیصلے کونہیں بدل سکتے اورمقدس دیوتاؤں کا فیصلہ یہی ہے کہ اس لڑکی کو زندہ سلامت مگر خفیہ طور پراس کے شہر بھیج دیا جائے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو قبیلے کے بے گناہ لوگوں کوایک بڑی تباہی کا سامنا ہوگا۔

"اب میرا انگوٹھا تھام کرتم میرے بارے میں بھی کوئی دلچسپ لطیفہ سنادو" جم نے اس کا مذاق اڑانے کی کوشش کی

جواب میں اس نوجوان نے جم کی بھی مطلوبہ انگلی تھام لی پھر بڑے پروقار لہجے میں بولا

"کل صبح سردار کے حکم سے تم دونوں کوآزاد کردیا جائے گا ہمارے مسلح آدمی تم دونوں کوآنکھوں پر پٹیاں باندھ کر قبیلے کی سرحد سے پچاس میل دور چھوڑ دیں گے لیکن تم......"

"میں آنکھوں کی پٹی کھلتے ہی اپنی بقیہ زندگی بھی نہایت سکون سے گزارنے کی خاطر پھراحمقوں کی طرح سرپٹ قلانچیں بھرتا ہوا تمہارے درمیان آ جاؤں گا۔ جم نے نوجوان کی بات کاٹ کرمضحکہ خیز انداز میں کہا" اس کے بعد شاید میرے سرپرسینگ نکل آئیں گے تاکہ میں تم لوگوں کے مہذب سلوک سے بچنے کی خاطر اپنادفاع کرسکوں"

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے اندر ظرافت کوٹ کوٹ کربھری ہے تم ایک نڈر

اور بے خوف نوجوان ہو لیکن تمہاری موت بڑی دردناک ہوگی تم مفت میں مارے جاؤ گے لیکن تمہارے قاتل تمہاری ساتھی لڑکی کو اس کی منزل تک پہنچانے کا ذریعہ ثابت ہوں گے......"

"اور میری ساتھی لڑکی کی موت کس طرح کب اور کہاں پیش آئے گی؟ یہ بھی بتا دو، جم مذاق پر کمربستہ تھا

"میں جانتا ہوں کہ اس کی موت کب کہاں اورکس کے ہاتھوں ہوگی لیکن میں بتاؤں گا نہیں......" نوجوان بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا

"کیا جس طوطے نے فال کا لفافہ نکال کرتمہارے حوالے کیا تھا اس میں یہی کچھ لکھا تھا......؟ جم نے آنکھیں پٹ پٹاتے ہوئے نوجوان کوحیرت سے دیکھا

"تم شاید میری باتوں کو مذاق سمجھ رہے ہو......"

"اور کیا سمجھوں......" جم نے بڑی معصومیت سے برجستہ جواب دیا۔

"تمہاری ساتھی لڑکی کی موت بھی ہماری حیرت انگیز صلاحیتوں کی مرہون منت ہوگی میں اس سے زیادہ کچھ نہیں بتاؤں گا" نوجوان اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد تیزی سے پلٹ کرجھونپڑی سے باہر نکل گیا۔ سیاہ فام حبشی عہدیدار بھی اس کے پیچھے پیچھے گیا تھا۔

"ان دونوں کے جانے کے بعد بھی جم بڑی دیر تک اس نوجوان کا مذاق اڑاتا رہا جس نے خود کوتھوتھا ظاہر کیا تھا لیکن دوسری صبح ہمیں اس کی حیرت انگیز صلاحیتوں کا معترف ہونا پڑا۔ سردار کے دوسرے حکم سے ہماری موت کی سزا ٹال دی گئی صرف یہی نہیں بلکہ نیزہ برداروں کا ایک گروہ ہمیں عجیب وغریب حالات میں لے کراپنے قبیلے سے روانہ ہوگیا۔ ہماری آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی اور ہاتھ پاؤں کوان بانسوں سے باندھا گیا تھا جسے آپس میں باندھ کر جلدی میں ایک چھ فٹ لمبے اور ڈیڑھ فٹ چوڑے تابوت کی شکل میں تیار کیا گیا تھا چار ہٹے کٹے حبشی اپنے ہاتھوں پر ہمیں بلند کیے تیز تیز قدم اٹھا رہے تھے۔

ہمیں وقت اور سمت کا کوئی اندازہ نہیں تھا، گول بانسوں کی گانٹھیں ہمارے جسموں میں چبھ رہی تھیں اور ہم تن بہ تقدیر کسی نامعلوم منزل کی طرف لے جائے جا رہے تھے۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ ہمارا سفر کتنی دیر جاری رہا لیکن ایک محتاط اندازے کے مطابق

میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ وہ حبشی اور سیاہ فام لوگ کم از کم چودہ یا پندرہ گھنٹوں تک رکے بغیر ایک ہی رفتار سے چلتے رہے پھر ہمیں ایک جگہ سروں سے اتار کر کہیں ناہموار زمین پر رکھ دیا گیا۔ میں جم کے بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتی لیکن میری کمر اور جسم کا ایک ایک جوڑ پھوڑے کی مانند دکھ رہا تھا۔ مجھے شبہ تھا کہ میں مشکل ہی سے اپنے پیروں پر کھڑی ہوسکوں گی ہمیں زمین پر رکھنے کے بعد ان میں سے کسی ایک نے نہایت خستہ انگریزی میں جو غلط سلط جملہ ادا کیا اس کا مفہوم کچھ یوں تھا کہ اگر ہم نے دو گھنٹے سے قبل منہ سے کوئی آواز نکالی یا پیروں اور آنکھ کی پٹی کھولنے کی غلطی کی تو ہمارے جسموں کو نیزوں سے چھلنی کر دیا جائیگا۔ اس اعلان سے قبل ان لوگوں نے صرف ہمارے ہاتھوں کو رسیوں کی بندش سے ضرور آزاد کر دیا تھا۔

وہ دو گھنٹے ہمارے لیے نہایت صبر آزما تھے لیکن اس کے بعد جب ہم نے اپنی آنکھوں کی پٹی کھولی تو اس وقت صبح کے جھٹ پٹے کا وقت تھا ہم کسی گنجان جنگل میں درختوں کے ایک جھنڈ میں ناہموار زمین پر پڑے تھے۔ ہم نے جلدی جلدی اپنے پیروں کو بھی رسیوں کی سخت بندشوں سے بمشکل آزاد کیا اور کسی نہ کسی طرح کراہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

مارگریٹ بولتے بولتے ایک ثانیے کو رک گئی۔ اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اب شاید وہ اپنی کہانی کا پھر کوئی دردناک واقعہ بیان کرنے والی ہے۔ میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔ پندرہ بیس سیکنڈ کی خاموشی کے بعد اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا
''ہمیں موت کے منہ سے صحیح سلامت نکل آنے کی جس قدر خوشی تھی اسے میں لفظوں میں بیان نہیں کرسکتی۔ آزادی اور زندہ رہنے کا احساس بڑا لذت انگیز تھا لیکن بھوک اور پیاس کی اشتہا اتنی شدید تھی کہ ہم کھل کر ایک دوسرے سے اس کا اظہار بھی نہیں کر سکے کچھ دیر تک ستانے کے بعد ہم نے محض اندازے سے ایک سمت چلنا شروع کیا۔ اس وقت طلوع ہوتے ہوئے سورج کی کرنیں درختوں کی بلندیوں سے گلے مل رہی تھیں۔ ہم بمشکل پندرہ بیس گز ہی آگے بڑھ سکے ہوں گے کہ کچھ دور درختوں کے پتے کھڑکھڑانے کی آواز آئی۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ کوئی جنگلی جانور ہوگا جو ہماری بو پا کر ادھر آ نکلا ہوگا۔ میں

فوری طور پر تیزی سے جھک کر زمین پر لیٹ گئی جم اس جانب دیکھنے لگا جدھر سے آواز ابھری تھی۔ پھر شاید اسے بھی کسی خطرے کا احساس ہوگیا تھا جواس نے بیٹھنے کے ارادے سے نیچے جھکنا شروع کیا لیکن اسی وقت یکے بعد دیگرے دو فائروں کی آواز گونجی اس کے ساتھ ہی میں نے جم کے کراہنے کی آواز سنی پھر وہ شانوں کے بل میرے بائیں جانب زمین پر گر کر تڑپنے لگا

''جم.....جم.....'' میں نے اسے بوکھلا کر مخاطب کیا ''تم ٹھیک تو ہونا.....؟''
''مارگریٹ.....'' جم نے اکھڑی اکھڑی سانسوں کے درمیان کہا ''اس نوجوان تھو تھے کی پیشگوئی غلط نن.....نن.....نہیں تھی''
میں اٹھ کر بے تحاشا جم سے لپٹ گئی جس کا لباس خون سے تر ہو رہا تھا۔ میں نے اسے بار بار جھنجھوڑنے کی ناکام کوشش کی لیکن جو گولیاں اس کے جسم میں پیوست ہوئی تھیں وہ اپنا کام کر چکی تھیں۔ نوجوان تھو تھے نے غلط نہیں کہا تھا۔ جم ان شکاریوں کی گولی کا شکار ہوا تھا جو نیم تاریکی کے سبب ہمیں جانور سمجھ کر فائرنگ کر بیٹھے تھے۔ میں خوش قسمت تھی جو بچ گئی لیکن جم مجھ سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گیا۔ نوجوان تھو تھے کی بات حرف بحرف درست ثابت ہوئی۔ جم دردناک موت مارا گیا اور جن شکاریوں نے انسے غلطی سے شکار کیا تھا وہی مجھے یہاں تک باحفاظت پہنچا کر رخصت ہوگئے۔ میں نے انہیں معاف کردیا اس لیے کہ انہوں نے جان بوجھ کر جم کو موت کے گھاٹ نہیں اتارا تھا'' مارگریٹ نے ایک طویل سانس لے کر کہا'' اور جب سے میں اس شہر میں آئی ہوں۔ ایک راہبہ کی حیثیت میں اپنے مذہب کی خدمت کر رہی ہوں۔ میری عمر اس وقت کم و بیش ستاون سال ہے لیکن میں ابھی تک زندہ ہوں شاید ابھی اس تھو تھے کی کہی ہوئی بات پوری ہونے کا وقت نہیں آیا'' آخری جملہ ادا کرتے ہوئے مارگریٹ کے ہونٹوں پر ایک آزردہ سی مسکراہٹ تڑپ کر رہ گئی۔ وہ کچھ سوچ کر خلا میں گھورنے لگی۔
''اس نے آپ کے بارے میں کیا پیشگوئی کی تھی.....؟'' میں نے وہ جملہ دوبارہ مارگریٹ کے منہ سے سننا چاہا جو وہ پہلے بیان کر چکی تھی
''اس نے میری موت کا کوئی وقت نہیں بتایا تھا صرف دو باتیں کہیں تھیں ایک یہ

کہ میری عمر طویل ہوگی اور دوسرے یہ کہ میری موت بھی ان کی حیرت انگیز صلاحیتوں کی مرہون منت ہوگی" مارگریٹ نے بڑی سادگی سے جواب دیا "اس وقت میری جو عمر ہے اسے میں طویل ہی سمجھتی ہوں لیکن نوجوان تھوتھا کا یہ جملہ کہ میں بھی اسی جیسی صلاحیتوں کا شکار ہوں گی ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آ سکا، اس نے واضح طور پر یہ بھی کہا تھا کہ اس بات سے بھی واقف ہے کہ میری موت کہاں اور کس کے ہاتھوں ہوگی لیکن وہ کسی وجہ سے اس انکشاف کرنے سے گریزاں تھا......"

"اور کوئی ایسی خاص بات تو نہیں رہ گئی جو آپ بھول گئی ہوں" میں نے پہلو بدل کر دریافت کیا

"نہیں، میرا خیال ہے کہ میں نے اپنی روداد کو مختصر ضرور کیا ہے لیکن ایسی کوئی بات نہیں رہ گئی جو خاص طور پر قابل ذکر ہو" مارگریٹ نے اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا پھر یکلخت چونک کر بولی، ہاں میں ایک بات بتانا بھول گئی تھی جس تھوتھے سے میں نے بات چیت کی تھی اس کے بائیں ہاتھ پر کہنی سے ذرا اوپر کسی جانور کی کھوپڑی کا پکا نشان موجود تھا جسے غالباً کم عمری میں کسی مہر سے داغ دیا ہوگا ممکن ہے یہ ان کے تھوتھا ہونے کی مخصوص نشانی ہو مگر میں یقین سے نہیں کہہ سکتی"

"میں ایک بات اور دریافت کرنا چاہوں گا بشرطیکہ آپ کو ناگوار خاطر نہ گزرے......" میں نے تھوڑے توقف سے کہا

"آپ جو چاہیں بلا تکلف دریافت کر سکتے ہیں"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ جن لوگوں کے درمیان کام کر رہی ہیں وہ سب آپ کے دوست اور بہی خواہ ہیں؟"

"میں آپ کی بات کا مقصد نہیں سمجھی......؟" مارگریٹ نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"ہو سکتا ہے کہ کوئی آپ کا دشمن بھی ہو......" "میں نے سنبھل کر جواب دیا" یا کوئی ایسا شخص جسے آپ دشمن سمجھتی ہوں"

"میں اب بھی نہیں سمجھ سکی کہ آپ خاص طور سے میرے کسی دشمن ہی کے بارے

میں کیوں دریافت کر رہے ہیں؟" اس بار مارگریٹ نے پہلو بدلتے ہوئے قدرے سنجیدگی سے میرے چہرے کے تاثرات پڑھنے کی کوشش کی۔

"تھوتھے نے آپ کے بارے میں جو پیشنگوئی کی تھی اس کی روشنی میں آپ کو یقیناً مشکوک افراد سے محتاط رہنے کی کوشش کرنی چاہئے" میں نے بڑی خوبصورتی سے بات بنائی۔

"موت برحق ہے مسٹر وقار" میری بات کا مفہوم سمجھ کر وہ لاپروائی سے مسکرائی "جو وقت مقرر کیا جا چکا ہے وہ اٹل ہے اور پھر آپ کس کس پر شبہ کرتے پھریں گے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ جس پر سب سے زیادہ بھروسہ کر رہے ہوں وہی آپ کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دیتا ہے یا گولی مار کر ہلاک کر دیتا ہے......"

"بہرحال، مجھے آپ سے مل کر کس قدر مسرت ہوئی شاید آپ اس کا اندازہ نہیں لگا سکیں گی" میں نے گفتگو کو مختصر کرنے کی خاطر کہا

"میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتی ہوں......" مارگریٹ نے مہذب انداز میں جواب دیا

"میں اب اجازت چاہوں گا ...... میں نے اٹھتے ہوئے کہا وہ مجھے رخصت کرنے کی خاطر دروازے تک آئی۔ راستے میں اس نے ایک بار پھر اس رقم کے لیے شکریہ ادا کیا جو میں نے اس کے ادارے کو بطور عطیہ پیش کی تھی۔

"میں چلتے چلتے آپ سے ایک درخواست اور کروں گا" میں نے اپنی کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا "اگر آپ اس رقم اور میرے بارے میں کسی تیسرے شخص سے کوئی تذکرہ نہ کریں تو بڑی نوازش ہوگی"

"اگر آپ کا حکم ہے تو نہیں کروں گی" مارگریٹ نے بڑی اپنائیت سے کہا

مارگریٹ سے ملاقات کے بعد واپسی میں بھی میرے ذہن میں وہ کہانی ابھرتی ڈوبتی رہی جو اس نے خاص تفصیل سے سنائی تھی میرے اندازے کے مطابق وہ ایک نیک دل اور سچی خاتون ثابت ہوئی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اس نے اپنی کہانی سنانے میں اختصار سے کام لیا تھا اور جو واقعات بیان کیے تھے وہ بھی اسے ضرور پیش آئے ہوں گے لیکن وہاب

خان نے مجھے خاص طور پر مارگریٹ سے ملنے کی درخواست کی تھی اس میں مجھے خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوسکی تھی۔ تھوتھا نے اس کی موت کے بارے میں جو پیشگوئی کی تھی اس کے مطابق محض ایک بات واضح تھی کہ مارگریٹ کی موت میں بھی کسی تھوتھا کی حیرت انگیز صلاحیتوں اور ماورائی قوتوں کا ہاتھ کسی نہ کسی زاویے سے شامل ہوگا مگر وقت کا کوئی تعین نہیں کیا جاسکتا تھا کسی دشمن کے بارے میں بھی مارگریٹ نے کوئی نشاندہی نہیں کی تھی۔

ترپاٹھی کی بدروح نے کسی مہاراج کے درمیان میں آجانے کے بعد جمال احمد فاروقی کے جسم کو چھوڑ دیا تھا لیکن ٹھیک اسی لمحے گیارہویں شاہراہ پر ایک غریب کی موت اس طرح واقع ہوئی کہ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے بھی اس بات کی تصدیق کردی کہ مرنے والے کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی موجود نہیں تھا۔ بات یہیں ختم نہیں ہوتی اس غریب کی پراسرار موت کے بعد انسپکٹر وہاب خان کو فون پر بتایا گیا کہ گیارہویں شاہراہ پر ہونے والے مفلوک الحال شخص کی موت میں ترپاٹھی کی بدروح ہی کا دخل ہے۔ اس کے ساتھ ہی مارگریٹ کے سلسلے میں بھی یہ پیشگی اطلاع دی تھی کہ دس پندرہ روز کے اندر اندر وہ بھی پراسرار حالات میں موت کا شکار ہو جائے گی۔ اس کے بعد مارگریٹ نے اپنے بارے میں جو کہانی سنائی وہ بھی کچھ کم پراسرار اور ہولناک نہیں تھی۔ خاص طور پر تھوتھا کی غیر معمولی صلاحیتوں کا ذکر قابل غور تھا۔ بات الجھتی جارہی تھی......

انسپکٹر وہاب خان کو فون کرنے والی شخصیت کے خانے میں جگن ناتھ ترپاٹھی کی بھٹکتی ہوئی روح کو نہیں فٹ کیا جاسکتا تھا وہ یقیناً کسی جیتے جاگتے شخص کا کام تھا جو اسی شہر میں موجود تھا۔

میرے ذہن میں پروفیسر ورما کی شخصیت اسی دن سے مشکوک تھی جس دن ریجنٹ سینما سے واپسی پر میں نے چشر والے اور شیلا کے درمیان ایک ہولناک منظر اپنی جاگتی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اس کے بعد ترپاٹھی کی بدروح اور کسی مہاراج نے مل کر فاروقی کے ساتھ جو ناٹک رچایا تھا وہ بھی کم حیرت انگیز نہیں تھا اور اب مارگریٹ نے تھوتھا کی حیرت انگیز صلاحیتوں کا ذکر سنا کر حالات کو مزید پیچیدہ بنا دیا تھا۔ پروفیسر ورما اور مہاراج کے درمیان وہی تعلق تصور کیا جاسکتا تھا جو چشر والے اور پروفیسر ورما کے درمیان تھا لیکن

پروفیسر کی ذات کو کسی تھوتھے کے ساتھ نہیں شامل کیا جاسکتا تھا۔

پھر...... وہ شخص کون تھا جس نے انسپکٹر وہاب خان کو فون کیا تھا؟ مارگریٹ کی موت کی پیشگوئی سے ترپاٹھی کی بدروح کا کیا تعلق ہوسکتا تھا......؟؟

گھر پہنچ کر میں نے سب سے پیشتر انسپکٹر وہاب خان کو فون کیا، میں نے اسے مارگریٹ، ولیم اور جم کے سفرنامے کی روداد سنانے کی ضرورت محسوس نہیں کی صرف اتنا بتا دیا کہ وہ جن لوگوں کے درمیان کام کررہی ہے وہ سب اس کے دوست ہیں، وہ کسی کو اپنا دشمن نہیں سمجھتی نہ ہی کسی کے بارے میں اپنے شبہے کا اظہار کرسکتی ہے۔ وہاب خان نے میرا شکریہ ادا کیا میرے استفسار پر اس نے یقین دلایا کہ دس پندرہ روز تک اس کے سادہ لباس والے برابر مارگریٹ کی نگرانی پر مامور رہیں گے اور اس دوران اگر اس پر کوئی قاتلانہ حملہ ہوا تو قاتل پولیس کے ہاتھوں بچ نہیں سکے گا!!

☆......☆......☆

میں اس وقت دفتر میں بیٹھا ایک ضروری فائل کی اسٹڈی میں مصروف تھا جب میرے ڈائرکٹ فون کی گھنٹی بجی اور میں نے ہاتھ بڑھا کر ریسور اٹھالیا،

''ہیلو......'' میں نے مدھم آواز میں کہا ''میجر وقار اسپیکنگ''

''میں عروج بول رہی ہوں'' دوسری جانب سے عروج کی آواز سن کر میں نے زیرِمطالعہ فائل بند کردی

''خیریت تو ہے......؟ میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا'' تم کہاں سے بول رہی ہو......''

''میں بہت پریشان ہوں مسٹر وقار'' عروج نے اس بار بھی بڑی آہستگی سے کہا'' مجھے آپ سے دو ایک ضروری باتیں کرنی ہیں آپ مصروف تو نہیں ہیں......''

تم نے یہ نہیں بتایا کہ کہاں سے فون کر رہی ہو......؟'' میں نے اپنا سوال دہرایا، عروج کے لہجے سے عیاں تھا کہ وہ نہ صرف پریشان ہے بلکہ جہاں سے فون کر رہی ہے وہاں کچھ ایسے افراد بھی موجود ہیں جنہیں وہ اپنی گفتگونہں سنانا چاہتی

''میں اپنے گھر کے قریب ہی ایک سپر اسٹور سے بات کر رہی ہوں''

''تم پریشان معلوم ہوتی ہو......؟'' میں نے سنجیدگی سے پوچھا ''کیا میرے لیے پھر تمہارے پاس کوئی اہم اطلاع ہے......؟''

''ہے بھی اور نہیں بھی......'' عروج نے غیر یقینی بات کی

''میں سمجھا نہیں......''

''احتشام چار روز سے گھر سے غائب ہیں......''

''کیا تم سے کسی بات پر......''

''نہیں......عروج نے تیزی سے جواب دیا'' میں نے آپ کو بتایا تھا کہ وہ مجھے بہت چاہتے ہیں گھر سے جاتے وقت بھی وہ بہت موڈ میں تھے یہ کہہ کر گئے تھے کہ رات دیر سے واپس آئیں گے لیکن چار روز گزرنے کے بعد بھی واپس نہیں لوٹے نہ ہی کوئی فون کیا''

''پچھلی ملاقات میں تم نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کام کیا کرتا ہے......؟ میں نے کچھ سوچتے ہوئے دریافت کیا

''ان کی گمشدگی سے ان کے کاروبار کا کیا تعلق ہو سکتا ہے......'' عروج نے قدرے الجھتے ہوئے پوچھا

''یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے......''

''وہ ایک پرائیویٹ دفتر میں ملازم ہیں اس کے علاوہ انشورنس کا کام بھی کرتے ہیں'' عروج نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا ''ایک اہم بات اور بھی ہے......''

''وہ کیا......؟''

جانے سے ایک روز قبل انہوں نے آپ کے بارے میں پھر کسی سے گفتگو کی تھی'' ''عروج کا لہجہ اور مدھم ہو گیا'' باتوں کے درمیان کچھ گرما گرمی بھی ہوئی۔ احتشام نے غصے میں کہا تھا کہ وہ پیشگی کی رقم واپس کر دے اس کے بعد کچھ باتیں نازیبا انداز میں ہوئیں پھر احتشام نے کہا تھا کہ وہ اسے دیکھ لے گا''

''گفتگو کے دوران کیا احتشام نے کسی کا نام بھی لیا تھا......'' میں نے خلا میں گھورتے ہوئے پوچھا

''نہیں......''

''اور کوئی ایسی خاص بات جس کو بنیاد بنا کر احتشام کی گمشدگی کا پتا چلایا جا سکے......؟''

''کل رات کسی گمنام شخص نے احتشام کو کال کیا تھا'' عروج نے پریشان کن لہجے میں کہا ''وہ احتشام کو پوچھ رہا تھا جب میں نے اسے بتایا کہ احتشام کسی کام کے سلسلے میں شہر سے باہر گیا ہے تو اس نے صرف ایک ہی جملہ کہا تھا

''کیا......میں نے تیزی سے دریافت کیا

''اس نے کہا تھا کہ احتشام جب چاہے اپنی رقم آ کر واپس لے جائے، اس کے

بعد سلسلہ منقطع کر دیا گیا تھا......"

"مجھے بتاؤ عروج" میں نے بڑے خلوص سے کہا "میں تمہارے کس کام آ سکتا ہوں......؟"

"آپ سے ایک درخواست ہے......"

"تم شاید بھول رہی ہو کہ پہلی ملاقات میں تم نے کہا تھا کہ کیپٹن فراز مجھے بہت عزیز تھا اس رشتے سے بھی ہم دونوں کا ایک دوسرے پر کچھ حق بنتا ہے"

"میں یقین سے تو نہیں کہہ سکتی لیکن میرا خیال ہے کہ احتشام آپ ہی کے شہر میں کہیں ہوگا۔ ہوسکتا ہے وہ آپ سے بھی ملنے کی کوشش کرے" عروج نے ایک لمحے کے توقف سے کہا" اس کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے پہلے یہ ضرور سوچ لیجئے گا کہ میرا سہاگ اسی کے دم سے قائم ہے۔"

"مجھے تمہاری اس بات پر ہنسی آرہی ہے......"

"اس میں ہنسی کی کیا بات ہے......"

"پچھلی بار تم نے خود ہی مجھے احتشام کے بارے میں اطلاع دی تھی کہ وہ دولت کے حصول کی خاطر کچھ بھی کرسکتا ہے" میں نے عروج کو یاد دلایا" یہ مشورہ بھی دیا تھا کہ میں اپنے سائے سے بھی محتاط رہوں"

"میں نے جو کچھ کہا تھا غلط نہیں تھا لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ احتشام کو کوئی نقصان پہنچے......"

"نقصان سے تمہاری کیا مراد ہے......" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا

"میرے پاس وقت محدود ہے" عروج نے جلدی سے کہا" "میں فی الحال صرف یہ درخواست کروں گی کہ آپ کوئی ایسا قدم اٹھائیں کہ احتشام سے آپ کو جو خطرہ لاحق ہے وہ بھی ٹل جائے اور آپ کو مالی نقصان بھی نہ ہو......"

"کیا تم مجھے اپنا پتہ اور فون نمبر بتانا پسند کرو گی......"

"میں اس وقت جلدی میں ہوں، آپ کو پھر کسی وقت ......" عروج کی بات مکمل نہ ہوسکی جس انداز میں سلسلہ منقطع ہوا تھا اس سے میں نے ذاتی طور پر یہی اندازہ لگایا کہ فون عروج نے نہیں کاٹا کسی اور نے کاٹ دیا ہے، اس شبہ کی وجہ آپ میری چھٹی حس بھی

سمجھ سکتے ہیں جس نے فوری طور پر ایک خدشے کو میرے ذہن میں جنم دیا تھا۔ دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ عروج نے آخری تین لفظ ادا کرتے وقت جس انداز میں بات ختم کی تھی اس سے بھی یہی ظاہر ہوا تھا جیسے اس نے کسی ایسے شخص کو قریب دیکھ لیا ہو جس کو دیکھ لینے کے بعد وہ اپنا جملہ مکمل نہیں کرسکتی تھی یا پھر شاید اس شخص نے لائن کاٹ دی ہو ممکن ہے خود عروج نے جلد بازی سے کام لیا ہو، بہرحال میری چھٹی حس ایک ایسے نامعلوم خدشے کو میرے ذہن میں جنم دے رہی تھی جسے میں کوئی نام نہیں دے سکتا تھا۔ میری الجھن میں اضافے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مجھے عروج کے پتے اور فون نمبر کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔

اس موقع پر میں قارئین کو یہ بتادینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ احتشام کسی زمانے میں میرے والد کے پاس ملازم تھا۔ میرے والد نے اس کی ماں کو اس وقت سہارا دیا تھا جب اسے اس کے ظالم شوہر نے طلاق دے کر گھر سے نکال دیا تھا۔ والد صاحب نے اسے مظلوم سمجھ کر اپنے ایک پرانے منشی کے گھر کے ایک حصے میں سر چھپانے کی جگہ بھی دلوا دی تھی۔ احتشام اس منشی کے گھر پیدا ہوا تھا اس بدبخت کی کفالت کی ذمہ داری بھی والد صاحب نے ترس کھا کر سنبھال رکھی تھی۔ بچپنے سے جوانی تک اس کے تمام اخراجات اٹھاتے رہے پھر جب اس نے انٹر پاس کیا تو والد صاحب نے اس کی ماں کی سفارش پر اسے اپنے پاس ملازم بھی رکھ لیا۔ وہ ہر طرح احتشام کا خیال رکھتے تھے۔ خود احتشام بھی والد صاحب کا بے حد ممنون احسان تھا لیکن ماں کی موت کے بعد اس نے کل پرزے نکالنے شروع کر دیئے۔ وہ جن لوگوں کی صحبت میں اٹھتا بیٹھتا تھا وہ بھلے لوگ نہیں تھے۔ غالباً انہیں لوگوں کے اکسانے پر اس نے ایک روز والد صاحب سے ان کے دفتر میں مل کر کہا کہ اسے سب کچھ معلوم ہو چکا ہے پھر والد صاحب کے استفسار پر اس نے بڑی بے غیرتی اور ڈھٹائی سے کہا تھا کہ وہ ان کی ناجائز اولاد ہے اور اگر والد صاحب نے اس کو منہ بند رکھنے کی خاطر ایک معقول رقم نہ دی تو وہ ان کی عزت کا سارا بھرم خاک میں ملا دے گا۔

میرے والد بے حد مذہبی، دیانت دار اور بااصول آدمی تھے وہ چاہتے تو اس حرامزادے کو ملازم سے دھکے دلوا کر اور جوتے لگوا کر نکلوا سکتے تھے لیکن ہر شریف آدمی اپنی شرافت اور بدنامی سے ڈرتا ہے۔ والد صاحب کو بھی خوف لاحق ہوا کہ اگر بات بڑھے گی تو احتشام کے حامی موالی بلاوجہ بات کا بتنگڑ بنا کر ان کے اجلے دامن کو داغدار کرنے کی

کوشش کریں گے چنانچہ انہوں نے خاموشی سے ایک معقول رقم دے کر احتشام کو دوسرے شہر جا کر کوئی چھوٹا موٹا کاروبار کرنے کا مشورہ دیا۔ احتشام خاموشی سے چلا گیا۔ کئی سال بیت گئے والد صاحب کا خیال تھا کہ وہ دوبارہ ان کی طرف رخ نہیں کرے گا لیکن والد صاحب کی وفات سے تقریباً چار سال قبل وہ ایک بار پھر اچانک سامنے آ گیا اس بار اس نے جعل سازوں سے مل کر ایک جعلی نکاح نامہ بھی تیار کرا لیا تھا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب والد صاحب کے کاروباری حالات کچھ خاندانی ریشہ دوانیوں کا شکار ہو کر تباہ ہو چکے تھے اور سارا بوجھ میرے بڑے بھائی کے کاندھوں پر آن پڑا تھا۔ والد صاحب کی طبیعت بھی خراب رہنے لگی تھی۔ انہوں نے کئی بار اپنی تمام جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ فروخت کرنے کی کوشش کی لیکن والدہ نے ہر بار منع کر دیا۔ احتشام نے دوسری بار والد صاحب سے ملاقات کی لیکن ان کے معاملات دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا اب اسے کچھ نہ مل سکے گا اس لیے وہ خاموش ہو گیا لیکن جاتے جاتے وہ یہ دھمکی ضرور دے گیا تھا کہ والد صاحب کی جائیداد میں اس کا بھی حصہ ہے۔ جسے وہ کورٹ کچہری کے ذریعے بھی وصول کر سکتا ہے، اس کے بعد وہ نظر نہیں آیا۔

بڑے بھائی کی ناگہانی موت، والد اور والدہ کے انتقال کے بعد میں نے تمام جائیداد فروخت کر دی جس کا تخمینہ اگر کروڑوں میں نہیں تو لاکھوں میں ضرور لگایا جا سکتا تھا۔ اس کے بعد میں نے فوج میں ملازمت کر لی تھی۔ بعد کے حالات آپ کے علم میں ہیں۔ یہ بات میرے فرشتوں کے وہم و گمان میں بھی کبھی نہیں آئی تھی کہ احتشام اپنی کمینگی کا ثبوت دینے کی خاطر کبھی مجھ سے الجھنے کی کوشش کرے گا لیکن غالباً میری کاروباری ساکھ اور شہرت نے اسے دوبارہ گھٹیا پن کا مظاہرہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ہو سکتا ہے اس نے میرے بینک بیلنس اور کاروباری پھیلاؤ کے بارے میں کافی معلومات جمع کر لی ہوں۔ بہرحال مجھے عروج کے ذریعے ہی معلوم ہوا تھا کہ وہ میرا برابر کا حصہ دار بننے کی خاطر تمام جائز اور ناجائز طریقے اختیار کرنے پر کمربستہ ہے لیکن میں ایک ریٹائرڈ فوجی افسر تھا، میں نے کسی محاذ پر پیچھے ہٹنے کی کوشش نہیں کی ہمیشہ دشمن کو للکار کر مارا۔ کبھی پشت دکھا کر بزدلی کا ثبوت نہیں دیا۔ میں جانتا تھا کہ احتشام جیسے جعلسازوں اور نمک حراموں سے مجھے کس طرح نبٹنا ہے۔ میں کسی طرح سے بھی اس سے خائف نہیں تھا بلکہ اس بات کا منتظر تھا کہ وہ کھل کر مقابلے پر

آئے اور میں اسے ایسی ذلت آمیز ناکامی سے ہمکنار کروں کہ دوبارہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے لیکن اب عروج نے مجھ سے یہ درخواست کی تھی کہ احتشام کیخلاف کوئی قدم اٹھانے سے پہلے یہ بھی ضرور سوچ لوں کہ وہ میرے عزیز مرحوم دوست اور ساتھی کیپٹن فراز کی محبوبہ کا سہاگ بھی ہے۔

رات کو ڈنر سے فارغ ہونے کے بعد میں لاؤنج میں ایک آرام کرسی پر بیٹھا عروج اور احتشام ہی کے بارے میں سوچ رہا تھا جب تنویر نے مجھے پروفیسر کی آمد کی اطلاع دی اس وقت رات کے تقریباً نو کا عمل رہا ہو گا

"پروفیسر کو ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ، میں آ رہا ہوں"

تنویر میری بات سن کر الٹے قدموں واپس لوٹ گیا۔ پروفیسر کے آنے کی اطلاع دیتے وقت میں نے تنویر کے چہرے پر جو تاثرات دیکھے وہ زیادہ خوشگوار نہیں تھے، میں نے پہلے بھی دو موقعوں پر یہ بات محسوس کی تھی کہ تنویر پروفیسر سے کچھ الرجک ہے، کیوں؟ میں نے اسے کچھ کریدنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن اس وقت میں نے طے کر لیا تھا کہ پروفیسر کے بارے میں اس کی ناپسندیدگی کا سبب ضرور دریافت کروں گا۔

پچھلی ملاقات میں پروفیسر نے میرا ہاتھ دیکھے بغیر جو ایک دو باتیں بتائی تھیں وہ درست تھیں۔ اس روز اس نے کسی وجہ سے میرا ہاتھ نہیں دیکھا تھا لیکن وعدہ کیا تھا کہ خود میرے گھر آ کر میرا ہاتھ دیکھے گا۔ اسی ملاقات میں پروفیسر نے مہاراج کے سلسلے میں بھی میرے ذہن میں ہونے والی کھدبد کے سلسلے میں بڑے معنی خیز انداز میں اظہار خیال کیا تھا اور چلتے چلتے مجھے بڑی لاپروائی سے مشورہ دیا تھا کہ میں اس کے بارے میں زیادہ کریدنا ترک کر دوں۔ پروفیسر کی آمد کی اطلاع سن کر میرے ذہن میں تمام باتیں تازہ ہو گئیں۔

میں کچھ دیر بعد ڈرائنگ روم میں گیا تو پروفیسر نے اٹھ کر بڑی گرم جوشی سے مجھ سے ہاتھ ملایا پھر بے تکلفی سے بولا

"میجر...... تم اس وقت مصروف تو نہیں تھے......؟"

"نہیں...... میں نے لاپروائی سے جواب دیا پھر پروفیسر کے برابر بیٹھ گیا

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ پہلی فرصت میں تمہارے گھر آ کر تمہارا ہاتھ دیکھوں گا" پروفیسر نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا "آج میں اسی ارادے سے آیا ہوں"

"اور اگر میں تمہیں ہاتھ دکھانے سے انکار کر دوں تو......؟" میں نے زیرلب مسکرا کر کہا

"میں اصرار نہیں کروں گا......" پروفیسر سپاٹ لہجے میں بولا" لیکن اب میں تمہارے گھر آ ہی گیا ہوں تو بغیر چائے پیئے واپس نہیں جاؤں گا"

میں نے تنویر کو بلا کر چائے لانے کو کہا پھر پروفیسر کو معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا

"پروفیسر......ایک بات پوچھوں تم برا تو نہیں مانو گے؟"

"تمہارے سلسلے میں میں نے برا ماننا چھوڑ دیا ہے" پروفیسر نے جواب میں الفاظ چباتے ہوئے کہا "اس لیے کہ تم میرے پڑوسی ہونے کے باوجود مجھے روز اول سے شبے کی نظروں سے دیکھ رہے ہو......"

"اوہ......!" میں نے پروفیسر کے لہجے میں چھپا طنز بھانپ کر پوچھا "اگر میری جگہ تم ہوتے اور تمہارے ساتھ وہ سانحہ پیش آیا ہوتا جو میرے ساتھ پیش آ چکا ہے تو میرے بارے میں تمہاری کیا رائے ہوتی؟"

"میں بھی تم کو مشکوک افراد کی فہرست میں شامل کر لیتا لیکن تمہارے بارے میں چھان بین کیے بغیر زبان نہ کھولتا" پروفیسر نے سنبھل کر جواب دیا" جانتے ہو کیوں......؟

"کیوں......؟"

"اس لیے کہ اگر میں تمہارے اوپر اپنا شبہ ظاہر کر دیتا تو تمہارا اپنی جگہ محتاط ہو جانا یقینی ہوتا اور جب کوئی شخص یہ جان لے کہ کوئی اس پر شبہ کر رہا ہے تو پھر وہ اپنی جگہ اور محتاط ہو جاتا ہے" پروفیسر نے پہلو بدل کر میری آنکھوں میں جھانکا "جانتے ہو میجر ایسی شکل میں کیا ہوتا ہے......؟"

"کیا ہوتا ہے......؟"

"وہ اگر واقعی کسی جرم کا ارتکاب کر چکا ہے تو پہلے کے مقابلے میں زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے۔ پروفیسر ایک لمحہ کو بے حد سنجیدہ نظر آنے لگا لیکن پھر اس نے زیرلب مسکرا کر کہا "ایسی صورت میں اس کے روبرو دو ہی راستے رہ جاتے ہیں، یا تو وہ منظر عام سے فرار ہو جائے، کہیں روپوش ہو جائے یا اس شخص کو اپنے راستے سے ہٹا دے جو اس کی موت کا

باعث بھی بن سکتا ہے......"

"تم نے کون سا راستہ اختیار کرنے کی ٹھانی ہے......؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا

"میں اپنی نہیں، ان لوگوں کی بات کر رہا ہوں جو کسی کے شبہ کرنے سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں" پروفیسر نے بڑے اعتماد کے ساتھ جواب دیا

"گویا تم خوفزدہ نہیں ہو......؟"

"خوفزدہ ہوتا تو اس وقت تمہارے گھر نہ آتا...... اور آ ہی گیا تھا تو تم سے چائے کی فرمائش بھی نہ کرتا۔ پروفیسر لاپروا نظر آنے لگا

"میں سمجھا نہیں......"

"جان بوجھ کر کوئی احمق ہی اپنی موت کو دعوت دے سکتا ہے پروفیسر نے مسکرا کر کہا" چائے میں کوئی بے ہوشی کی دوا یا زہر ملانا زیادہ مشکل تو نہیں ہوتا......"

"ایسی کارروائی بھی صرف احمق ہی کرتے ہیں" اس بار میں نے بھرپور انداز میں جواب دیا "تمہاری اطلاع کے لیے ایک بار پھر عرض کر دوں کہ میں ایک فوجی آفیسر بھی رہ چکا ہوں جس نے دشمن کو ہمیشہ للکار کر موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ چھپ کر پشت سے کسی کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دینا بہادری نہیں کہلاتا۔ مجھے حکومت نے جو تمغے دیئے ہیں وہ میری دلیری اور شجاعت کی سند ہیں۔

"تم ایک اہم نکتہ فراموش کر رہے ہو؟" پروفیسر نے برجستہ کہا "محبت اور جنگ میں تمام حربوں کا استعمال جائز ہوتا ہے"

تنویر چائے کی ٹرالی لے کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو ہمارے درمیان ہونے والی معنی خیز گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میرے اشارے پر تنویر نے چائے بنا کر ہمیں باری باری پیش کی پروفیسر کو چائے پیش کرتے وقت اس کی پیشانی پر جو ایک دو سلوٹیں ابھریں وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں رہ سکیں۔ پروفیسر اس وقت دیواروں پر لگی جنگی تصاویر اور پینٹنگز دیکھنے میں مصروف تھا اس لیے شاید وہ تنویر کی نگاہوں میں ابھرنے والی نفرت کے تاثرات نہیں دیکھ سکا۔ میں اپنی جگہ کسمسا کر رہ گیا۔ پروفیسر بہرحال اس وقت میرا مہمان تھا اور میں کسی طور اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ گھر آئے مہمان کو میرا کوئی ملازم نفرت بھری

نظروں سے دیکھے۔

تنویر...... میں نے قدرے خشک لہجے میں اسے مخاطب کیا'' تم اب جا سکتے ہو اور جب تک میں نہ کہوں کسی اور کو ادھر آنے کی اجازت بالکل نہ دینا۔ کوئی مجھ سے ملنے آئے تو اسے بھی کسی بہانے ٹال دینا......''

''رائٹ سر......'' تنویر نے چونک کر میری طرف دیکھا پھر نظریں جھکا کر واپس چلا گیا۔ شاید اسے بھی اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ میں نے اسے واپسی کے احکام کیوں دیئے تھے۔

''تمہارے اس ملازم کا پورا نام کیا ہے......؟ تنویر کے جانے کے بعد پروفیسر نے سرسری انداز میں سوال کیا

''میں اسے صرف تنویر کے نام سے جانتا ہوں'' میں نے تنویر کے سلسلے میں بات ختم کرنے کی خاطر کہا'' تم اطمینان سے چائے پی لو پروفیسر اس کے بعد میں تم کو اپنا ہاتھ ضرور دکھاؤں گا''

''مجھے اس بات کا یقین تھا کہ تم اپنے بارے میں بہت کچھ جاننا پسند کرو گے۔'' پروفیسر نے کپ اٹھا کر چائے کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے سرسری انداز اختیار کیا'' کسی دست شناس کو ہاتھ دکھانا بھی ایک فطری کمزوری ہے عورتیں اور جوان لڑکیاں اس معاملے میں خاصی مضطرب اور جذباتی ہوتی ہیں......''

''تم ایک اعتبار سے واقعی اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھ سکتے ہو......'' میں نے مسکرا کر کہا'' میں نے بھی دست شناسی کے فن یا علم کو قابل بھروسہ نہیں سمجھا اس لیے کہ غیب کا علم سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں ہوتا اس کے باوجود میں وہ سب کچھ تمہاری زبان سے سننا پسند کروں گا جو بقول دست شناسوں کے انسان کے ہاتھ کی لکیروں میں لکھا ہوتا ہے......''

''میں تمہاری اس بات کی تردید نہیں کروں گا مجھے بھی وشواس ہے کہ انسان کی قسمت میں جو کچھ لکھا ہے وہ سوائے نیلی چھتری والے کے اور کوئی نہیں جان سکتا لیکن میں نے جس سے یہ علم سیکھا وہ کہتا تھا کہ ہاتھ کی لکیریں کبھی جھوٹ نہیں بولتیں البتہ ان ریکھاؤں کو صرف وہی شخص پڑھ سکتا ہے جسے اوپر والا ہی نواز دیتا ہے...... سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے، یہ کوئی بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا......''

چائے کے دوران ہمارے درمیان دست شناسی ہی کی باتیں ہوتی رہیں میں محسوس کر رہا تھا کہ پروفیسر اس روز دل میں کچھ ٹھان کر آیا تھا یہی میں نے بھی طے کر لیا تھا کہ اسے ہر بات کا منہ توڑ جواب دوں گا۔ میرے ذہن میں اب تک پیش آنے والے حالات کے سبب جتنی گرہیں پڑی تھیں ان پر صرف اور صرف پروفیسر ورما کا نام کندہ تھا۔ چائے ختم ہونے کے بعد میں نے سگریٹ نکال کر پروفیسر کو پیش کی مگر اس نے انکار کر دیا پھر جب میں اپنی سگریٹ جلا چکا تو پروفیسر نے پہلو بدل کر مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا'' میجر وقار...... تمہارے ہاتھ کی ریکھاؤں کو پڑھنے سے پہلے میں تم سے ایک درخواست کروں گا۔''

''تم میرے پڑوسی ہونے کے ساتھ ساتھ میرے مہمان بھی ہو'' میں نے سگریٹ کا دھواں اڑاتے ہوئے جواب دیا۔'' تمہارے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی باتیں کرتے ہوئے مجھے لطف بھی آتا ہے۔ میں تمہاری ہر درخواست کو سنے بغیر منظور کرتا ہوں، میں نے اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی اپنا سیدھا ہاتھ پروفیسر کے سامنے کر دیا۔

'' سنے بغیر درخواست کی جو منظوری تم نے دی ہے میں اس کے لیے تمہارا شکر گزار ہوں مگر ہاتھ دیکھنے سے پہلے میں تم سے ایک دو بات کرنا ضروری سمجھتا ہوں......

''میں ہمہ تن گوش ہوں......'' میں نے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا

''کسی بھی منش یا ناری کا ہاتھ دیکھتے سے میری زبان سے ہندی کے شبد زیادہ نکلتے ہیں کیا تم کو کوئی دشواری تو پیش نہیں آئے گی؟''

''میں ہندی زبان روانی سے پڑھ تو نہیں سکتا لیکن سمجھنے کی اہلیت ضرور رکھتا ہوں اور تمہاری باتیں تو اب میری سمجھ میں آنے لگی ہیں'' میں نے دبی زبان میں ہلکا سا طنز کیا

''تم اپنے بارے میں کیا کچھ جاننا پسند کرو گے......'' پروفیسر نے مسکرا کر دریافت کیا'' وہ باتیں جو بیت چکی ہیں؟'' وہ باتیں جو تمہارے من میں ایک ہلچل سی پیدا کیے ہوئے ہیں یا وہ باتیں جو تمہارے جیون میں پیش آنے والی ہیں؟

''صرف وہ باتیں بتاؤ پروفیسر جو تم پورے وشواس سے بتا سکتے ہو......'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''وشواس......'' پروفیسر نے جواب میں میری نظروں میں دور تک جھانکتے ہوئے

کہا۔ "دشواس سے تو میں یہ بھی بتا سکتا ہوں میجر کہ تم نے میری جوتش ودیا کے بارے میں سادھنا کا نام لے کر مجھے دھوکے میں رکھنے کی کوشش کی تھی...... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

پروفیسر نے جس اعتماد سے سادھنا کے سلسلے میں میری غلط بیانی کی بات کی تھی' اسے سن کر میں ایک ثانئے کو چکرا گیا۔ اس نے جو کچھ کہا تھا' وہ غلط نہیں تھا۔ اس کے ماہر دست شناس ہونے کے بارے میں مجھے انسپکٹر وہاب خان نے بتایا تھا اور انسپکٹر کو یہ بات خود پروفیسر نے بتائی تھی۔ مگر میں نے انسپکٹر وہاب خان سے اپنی ملاقات کو راز رکھنے کی خاطر سادھنا کا نام لے دیا تھا...... اور یہ غلط بھی نہیں تھا کہ سادھنا نے بھی مجھے پروفیسر کے بارے میں دست شناسی والی بات بتائی تھی...... ابھی میں پروفیسر کی بات کا کوئی جواب دینے کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ اس نے مجھے بڑے چبھتے ہوئے لہجے میں مخاطب کیا۔

"کس وچار میں گم ہو میجر؟ کیا کوئی جواب بن نہیں پڑ رہا یا کوئی اور بہانہ بنانے کے بارے میں غور کر رہے ہو؟"

"کیا تمہارے اس سوال کا جواب دینا ضروری ہے؟" میں نے بلاوجہ مسکرانے کی کوشش کی۔ مقصد یہی تھا کہ کچھ دیر مصروف رکھ کر کوئی ایسی تاویل تلاش کی جائے جو پروفیسر کو الجھا دے۔

"میری یہی بنتی ہے کہ ہم ایک دوسرے سے کھل کر باتیں کریں۔" پروفیسر نے ٹھوس آواز میں کہا۔

"اور یہ بھی شرط ہے کہ ہم سچے دل سے ایک دوسرے کے جواب پر یقین بھی کریں۔" میں نے پینترا بدل کر جواب دیا۔

"میں تمہاری بات سے اتفاق کرتا ہوں۔"

"تو پھر یقین کر لو کہ میں نے سادھنا کا نام غلط نہیں لیا تھا۔" میں نے پوری طرح سنبھل کر بھرپور انداز میں کہا۔

"میجر......" پروفیسر نے بڑی گمبھیر آواز میں کہا۔ "میں تمہارا جواب تسلیم کرتا ہوں لیکن ایک بار پھر ذہن پر زور دے کر یاد کرنے کی کوشش کرو کہ دست شناسی والی بات سادھنا نے تمہیں پہلی بار بتائی تھی یا کسی اور نے؟"

"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے' سادھنا ہی نے بتایا تھا۔" میں نے قدرے تامل

سے کہا۔ "ویسے تمہارا علم کیا کہتا ہے؟"

پروفیسر نے جواب میں ایک لمحے کو مجھے تیز نظروں سے دیکھا۔ پھر اس نے خود پر قابو پانے میں حیرت انگیز مہارت سے کام لیتے ہوئے میرا ہاتھ تھام لیا اور کسی ماہر دست شناس کی طرح اسے مختلف زاویوں سے خاصی دیر تک دیکھتا رہا۔ میں اس کے چہرے کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ میرے ہاتھ کو دیکھتے وقت پروفیسر نے کئی بار گرگٹ کی طرح رنگ بدلا۔ کبھی وہ بڑی سنجیدگی سے اپنا نچلا ہونٹ کاٹنے لگتا۔ کبھی اس طرح خلاء میں گھورنے لگتا جیسے کوئی حساب کتاب لگانے میں حد درجہ منہمک ہو۔ کبھی اس کی آنکھیں چمک اٹھتیں اور کبھی وہ ایسے معنی خیز انداز میں مجھے مسکرا کر دیکھنے لگتا جیسے کہنا چاہ رہا ہو کہ اس نے میری زندگی کے تمام نشیب و فراز کے بارے میں مکمل واقفیت حاصل کر لی ہے۔ میں خاموش بیٹھا سگریٹ کا دھواں اڑاتا رہا لیکن ایک بار جب پروفیسر نے مجھے پراسرار نظروں سے دیکھا تو میں چپ نہ رہ سکا۔

"پروفیسر۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا دست شناس ہونے کے ساتھ ساتھ تم نفسیات میں بھی عمل دخل رکھتے ہو؟"

"نہیں' ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" وہ پہلو بدل کر بولا۔ "تمہارا اندازہ غلط ہے۔ میں نفسیاتی طور پر تمہیں مرعوب کرنے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں۔"

"کیا کچھ پڑھا میرے ہاتھ کی لکیروں سے؟"

"سب کچھ......" پروفیسر نے میرا ہاتھ چھوڑتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ بھی جو تم جانتے ہو اور وہ بھی جو تم نے سپنے میں بھی کبھی نہ سوچا ہوگا۔ میں تمہارے بھوش میں لکھی ہر بات تمہاری ریکھاؤں میں دیکھ چکا ہوں۔"

"کہاں سے شروع کرو گے؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔

جواب میں پروفیسر نے ایک بار آنکھیں بند کر کے کچھ دیر خاموشی اختیار رکھی۔ پھر وہ کسی ٹیپ ریکارڈر کی طرح بولنے لگا۔ اس کے چہرے پر اس وقت گہری سنجیدگی مسلط تھی اور وہ مجھے میرے ماضی کی ایک ایک بات بڑی تفصیل سے بتا رہا تھا۔ میں نے نہ درمیان میں بولنے کی کوشش کی' نہ ہی اپنے چہرے سے اپنے اندرونی جذبات کا اظہار ہونے دیا لیکن یہ بات تسلیم کرنے میں مجھے کوئی عار نہیں کہ وہ میری زندگی کے گزشتہ ابواب کو جس

انداز میں سطر سطر بیان کر رہا تھا' اس کا ایک ایک حرف درست تھا۔

میں نے کسی حیرت یا تعجب کا اظہار نہیں کیا۔ پروفیسر بات کرتے کرتے چند ثانیے کے لئے رکتا' پھر بولنے لگتا۔ وہ میری زندگی کے واقعات کو کسی کھلی کتاب کی طرح پڑھ رہا تھا۔ میں دل ہی دل میں اس کی دست شناسی کی ماہرانہ صلاحیتوں کا معترف ہو رہا تھا۔ کیپٹن فراز کی دردناک موت کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اس نے کہا۔

''تمہیں یاد ہوگا میجر' میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ اگر تم نے اپنے متر کا کہا مان لیا ہوتا اور رن بھومی سے واپس لوٹ جاتے تو نہ وہ موت کے منہ میں جاتا نہ تم کو اپنی ملازمت سے ہاتھ دھونے پڑتے۔ پرنتو تمہارے بھاگ میں یہی لکھا تھا جو پورا ہوا......''

''اگر میرا دوست زندہ رہتا اور میری ملازمت قائم رہتی تو کیا ہوتا؟'' میں نے مسکرا کر پوچھا۔

''تو......'' پروفیسر نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ ''تو تمہارے سورگ باشی متر کا وواہ اسی روز ناری سے ہوتا جو اب ایک دشٹ کے پلے بندھ کر بڑی کٹھنائیوں سے جیون بھوگ رہی ہے۔''

''تم اس لڑکی کے بارے میں اور کیا جانتے ہو؟'' میں نے حیرت سے دریافت کیا۔

''کیول اتنا کہ وہ تمہارا نقصان بھی نہیں چاہتی اور اپنی مانگ کے سیندور کی رکھشا کرنا بھی اپنا دھرم سمجھتی ہے۔'' پروفیسر نے عام لہجے میں کہا۔ پھر یکلخت میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بڑے ٹھوس لہجے میں بولا۔ ''کیا اس ناری نے تم سے یہ بنتی نہیں کی کہ تم اس طرح اپنا بچاؤ کرو کہ تمہاری دھن دولت کا بٹوارہ بھی نہ ہو اور اس کا سہاگ بھی جیوت رہے؟''

میں پروفیسر کی بات سن کر حیرت سے اچھل پڑا۔ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

''تمہیں کوئی نہ کوئی اپائے کرنا ہوگا میجر......'' پروفیسر نے میری حیرت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔ ''کوئی ایسا راستہ اوش کھوجنا ہوگا کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے......''

''پروفیسر......'' میں نے پہلو بدل کر کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن پروفیسر نے مجھے

اس کا موقع نہیں دیا۔

''تمہارے من میں جو دُبدھا ہے' میں وہ بھی سمجھ رہا ہوں۔'' اس نے میری بات کاٹتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔ ''جس پلید انسان نے تمہارے سورگ باشی پتا کے دامن پر گند اچھالنے کی کوشش کی' اسے اس کے کئے کی سزا اوش ملنی چاہئے۔ پرنتو تمہیں اس دیوی سمان ناری کا دھیان بھی رکھنا ہوگا جس نے تم کو خطرے سے آگاہ کیا۔ کیا میں تمہاری کوئی سہائتا کروں؟''

پروفیسر آخری جملے سے مجھ پر اپنی برتری ظاہر کرنا چاہتا تھا' میں تلملا کر رہ گیا۔

''منش' منش کا دارو ہوتا ہے۔'' پروفیسر نے میری کیفیت سے دلچسپی لیتے ہوئے دوسری چوٹ کی۔ ''آج میں اگر تمہارے کسی کام آ جاؤں تو کل تم بھی کبھی میری سہائتا کر دینا۔''

''تمہارے خیال میں مجھے کیا قدم اٹھانا چاہئے؟'' میں نے پروفیسر کو وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

''بھونکتے ہوئے کتے پر پتھر اٹھاؤ تو کبھی کبھی وہ جھپٹ کر کاٹ بھی لیتا ہے۔'' پروفیسر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ ''میری مانو تو ایک بار اس کو کچھ دے دلا کر دھتکار دو' وہ پلٹ کر واپس نہیں آئے گا۔''

''تم یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہو......؟''

''اسی طرح جس طرح میں پورے وشواس سے تمہاری ریکھاؤں کے بارے میں بتا رہا ہوں۔'' پروفیسر کے لب و لہجے سے رعونت ٹپک رہی تھی۔

''سوری پروفیسر......'' میں نے پہلو بدل کر ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ ''میں تمہارے مشورے پر عمل نہیں کر سکتا۔''

''پھر تم کیا کرو گے؟''

''محاذ جنگ پر دشمنوں سے لڑنے والا سپاہی کبھی کسی کو اپنی سکیم سے مطلع نہیں کرتا۔ جب وقت آتا ہے تو وہ کر گزرتا ہے' جو اسے کرنا چاہئے۔''

''ہو سکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن کبھی کبھی منش جلد بازی میں کوئی ایسا قدم بھی اٹھا لیتا ہے جس کے لئے اسے سارا جیون پچھتانا پڑتا ہے۔'' پروفیسر کا لب و لہجہ پھر معنی

خیز ہو گیا۔" سمے ایک بار گزر جائے تو پلٹ کر واپس نہیں آتا۔"

"تم کیا کہنا چاہ رہے ہو......؟"

"میجر......" پروفیسر نے تھوڑے توقف سے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں یاد ہے کہ پہلی بار جب تم کسی سے یدھ لڑ رہے تھے تو تم نے اگلے مورچوں پر ایک ایسے قیدی آفیسر کو گولی مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا جو تم سے ہاتھ باندھ کر جیون کی بھکشا مانگ رہا تھا؟"

"میں نے کبھی ان وطن دشمنوں کی فہرست مرتب کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی جو محاذ جنگ پر میری گولی کا نشانہ بنے۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"وہ کوئی عام فوجی نہیں تھا میجر......ایک دلیر کرنل تھا جس نے پیچھے ہٹنے کے بجائے اپنی جنم بھومی پر اپنا جیون بلیدان کر دیا۔"

"کیا میرے ہاتھ کی لکیروں میں کہیں اس کرنل کا نام بھی لکھا ہوا ہے......؟" میں نے موقع پا کر پروفیسر پر بھرپور طنز کیا۔

"ہاں......" پروفیسر نے ایک طویل سرد آہ بھر کر کہا۔ "اس کا شبھ نام کرنل مہاویر تھا۔"

"اور وہ ویر (بہادر) ہونے کے باوجود مجھ سے زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔" مجھے ہنسی آ گئی۔

"اپنے ذہن کو کریدو میجر......" پروفیسر نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "کرنل مہاویر نے تم سے جیون کی بھکشا کیوں مانگی تھی۔ وہ اپنے پیچھے اپنی ایک جوان بیٹی گھر چھوڑ آیا تھا۔ اس نے تم سے کیول اتنا سے مانگا تھا کہ وہ اپنی پتری کا کنیا دان کر لے۔ اس نے تمہیں وشواس دلانے کی کوشش کی تھی کہ بیٹی کو لگن منڈپ سے وداع کرنے کے بعد وہ اپنے آپ کو دوبارہ تمہارے حوالے کر دے گا لیکن تم نے اس کے سینے میں گولی مار کر اپنے چرنوں سے روند ڈالا تھا۔"

"آئی سی......" میں نے اپنی یادداشت کو کریدنے کے بعد مسکرا کر کہا۔ "تم اس کرنل کی بات کر رہے ہو جو جنگ شروع ہونے سے پہلے ہمارے بارے میں بڑی دھواں دھار باتیں کیا کرتا تھا۔ مجھے یاد ہے، اس نے ایک ریڈیو انٹرویو میں کہا تھا کہ وہ ہماری

لاشوں سے ایک نیا تاج محل تعمیر کروا کر اپنے دیس کا نام اونچا کرے گا۔ افسوس، اس کی حسرت پوری نہیں ہو سکی۔ وہ تاج محل تو کیا، اپنے لئے چتا کی لکڑیاں بھی نہ اکٹھا کر سکا۔"

"میں تمہاری اس بات سے انکار نہیں کروں گا لیکن تم نہیں جانتے کہ اس کی آتما آج بھی تم سے انتقام لینے کے کارن اسی دھرتی پر بھٹک رہی ہے۔" پروفیسر نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم قسمت کے دھنی ہو جو ابھی تک زندہ ہو......"

"اوہ پروفیسر......" میں نے دوسرا سگریٹ جلا کر اس کا دھواں اڑاتے ہوئے کہا۔ "اب شاید تم مجھے بھرپور انداز میں قہقہہ لگانے پر مجبور کرنے کی کوشش کر رہے ہو......"

"نہیں......میں جو کہہ رہا ہوں، وہ غلط نہیں ہے۔" پروفیسر نے بڑے گمبھیر لہجے میں جواب دیا۔ "تم شاید بھول رہے ہو کہ جگن ناتھ ترپاٹھی کی آتما نے تمہارے متر جمال احمد فاروقی سے کیا کہا تھا۔"

"کیا مطلب......؟" میں جگن ناتھ ترپاٹھی کا حوالہ سن کر یکلخت سنجیدہ ہو گیا۔

"ترپاٹھی کی ویاکل آتما جس کی تلاش میں تھی، وہ تم تھے میجر......" پروفیسر نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "فاروقی اگر درمیان میں نہ آ گیا ہوتا تو......"

"پروفیسر ورما......" میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "تم نے کہا تھا کہ تم اگر چاہو تو ترپاٹھی کی روح کا کھوج لگا سکتے ہو۔ مہاراج کے سلسلے میں بھی تم نے میرے استفسار پر کہا تھا کہ وہ فاروقی کے مکان پر مجمع میں ہو بھی سکتا تھا اور نہیں بھی۔"

"ہاں......" پروفیسر نے اس بار بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ "میں نے جو کچھ کہا تھا، وہ مجھے یاد ہے۔ میں باتیں بھولنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"کیا تمہیں اس بات کا یقین ہے کہ ترپاٹھی کی گندی روح مجھے مارنے میں کامیاب ہو جائے گی؟" میں نے پروفیسر کو گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"اس کا جواب آنے والا سمے ہی دے گا۔ پرنتو ایک بات اٹل ہے۔ ترپاٹھی کی روح نے مہاراج کو جو وچن دیا تھا، اسے پورا کئے بغیر اسے شانتی نہیں ملے گی۔"

"اب یہ بھی بتا دو پروفیسر کہ وہ مہاراج کون ہے؟" میں نے چبھتے لہجے میں کہا۔

"بڑے اچنبھے کی بات ہے میجر کہ تمہارے جیسا چتر اور چالاک آدمی اب بھی نہیں جان سکا کہ وہ مہاراج کون ہو سکتا ہے جس نے ترپاٹھی کی آتما کو کیول تمہاری موت

کے لئے ابھی تک اپنے چنگل میں دبوچ رکھا ہے۔''

''کرنل مہاویر کی روح......؟'' میں حیرت سے چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

''کیوں؟'' پروفیسر نے سنجیدگی سے کہا۔''کیا تمہیں وشواس نہیں ہے؟''

''جس طرح ترپاٹھی کی بدروح نے فاروقی کے جسم پر قبضہ کرکے بات چیت کی تھی' کیا اسی طرح مہاراج کی بدروح نے بھی کسی کے جسم پر قبضہ جما رکھا ہے؟'' میں نے حیرت کا اظہار کیا۔''کیا یہ ممکن ہے؟''

''کالی کے پجاریوں کی شکتی بڑی مہان ہوتی ہے۔ دیوی' دیوتا جس پر کرپا کر دیں' وہ امر ہو جاتا ہے۔'' پروفیسر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔''اگر مہاراج ترپاٹھی کی آتما کو کسی کے شریر میں بھیج سکتا ہے تو وہ خود بھی جو روپ چاہے دھار سکتا ہے۔''

''کیا تم بتا سکتے ہو کہ مہاراج کس روپ میں ہے؟''

''نہیں......'' پروفیسر نے خشک اور سرد آواز میں کہا۔''میں تمہیں کرنل مہاویر کے بارے میں جو بتا چکا ہوں' وہی بہت ہے۔ اس کے آگے میں تمہیں ایک شبد بھی نہیں بتا سکتا۔''

''بتا نہیں سکتے یا بتانا نہیں چاہتے؟''

''جو تمہارا من چاہے وچار کر لو۔ پرنتو میں اتنا جانتا ہوں کہ کرنل مہاویر اور مہاراج ایک ہی آتما کے دو نام ہیں اور مہاراج کی آتما اس وقت تک شانت نہیں ہو گی جب تک وہ تم سے اپنا حساب کتاب نہ چکتا کرے گی۔''

میں نے فوراً ہی پروفیسر سے کوئی دوسرا سوال نہیں کیا لیکن میری چھٹی حس اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ پروفیسر ورما' کرنل مہاویر اور مہاراج کے درمیان کوئی نہ کوئی گہرا تعلق ضرور ہے۔ پروفیسر کی دست شناسی کی مہارت بھی میرے لئے حیرت انگیز تھی۔ اس نے عروج یا احتشام کا نام نہیں لیا تھا لیکن ان کے بارے میں بھی اس نے جو کچھ کہا تھا' وہ غلط نہیں تھا۔ میں پروفیسر کی پراسرار شخصیت میں کسی گرگٹ کو رہ رہ کر رنگ بدلتے دیکھ رہا تھا۔ جب اچانک ایک خیال میرے ذہن میں بڑی سرعت سے ابھرا......''میرے ہاتھ کی لکیروں میں اس نے عروج اور احتشام کے بارے میں کس طرح جان لیا تھا؟''

''میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ میرے بارے میں زیادہ سوچ وچار کرنا بیکار

ہے۔ تمہیں سے کی بربادی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا......'' پروفیسر نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے بڑی لاپروائی سے کہا۔

''اور میں نے بھی غالباً تم کو یہی جواب دیا تھا کہ ایک میں فوجی آفیسر ہوں جو اگر محاذ پر ڈٹا رہے تو جیت اسی کی ہوتی ہے۔'' میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''کیسی عجیب بات ہے میجر......'' پروفیسر نے کینچلی بدل کر بڑا دوستانہ رویہ اختیار کیا۔''ہم ایک دوسرے کے سب سے قریب رہتے ہیں لیکن ہمارے درمیان فاصلے کم ہونے کے بجائے بڑھتے جا رہے ہیں۔ کیا ہم ایک دوسرے کے اچھے دوست نہیں بن سکتے؟''

''میرا خیال ہے کہ ہمارے درمیان کوئی خاص دشمنی بھی نہیں ہے لیکن تمہاری باتیں مجھے کبھی کبھی تم سے بھی زیادہ پراسرار لگتی ہیں۔'' میں بدستور سنجیدہ رہا۔

''کیا تم اپنے بارے میں اور کچھ جاننا پسند نہیں کرو گے؟'' پروفیسر نے میری بات ٹالنے کی کوشش کی۔

''فی الحال میں تم سے یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ کیا کسی شخص کے ہاتھ کی لکیروں میں تمہاری جوتش ودیا ان لوگوں کے بارے میں بھی جان سکتی ہے جن کو تم نے کبھی نہ دیکھا ہو؟''

''منوہر کو جس طرح مہان شکتیوں اور گندی طاقتوں کے گٹھ جوڑ نے مل کر موت کے گھاٹ اتارا......اور میری سادھنا کو اپنی بھری جوانی میں ودھوا ہونا پڑا' تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جان سکتے۔ میں بتانا بھی نہیں چاہتا لیکن میرے اندر انتقام کی جو آگ بھڑک اٹھی تھی' اسے ٹھنڈا کرنے کے کارن میں نے جو پاپڑ بیلے' اس کی تفصیل بڑی طویل ہے۔ تم شاید ان باتوں پر کبھی وشواس نہ کرو گے لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں نے کٹھن تپسیا کر کے کچھ ایسی شکتیاں بھی پراپت کر لی ہیں جو میری جوتش ودیا میں بھی میرا ہاتھ بٹاتی ہیں۔ میں جس کا ہاتھ دیکھتا ہوں' اس کے ملنے جلنے والوں کے بارے میں بھی خاص خاص بات معلوم کر لیتا ہوں۔'' پروفیسر نے سپاٹ لہجے میں بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔''عروج اور احتشام کو بھی میری ان ہی شکتیوں کا چمتکار سمجھ لو جو جگ جگ میری سہائتا کرتی ہیں۔''

''ایک بات بتاؤ پروفیسر۔'' میں نے کچھ سوچ کر پوچھا۔''اگر میں احتشام کو ایک

پھوٹی کوڑی دینے سے بھی انکار کر دوں تو......؟"

"وہ تم سے ٹکرانے کی شکتی نہیں رکھتا لیکن تمہیں مجبور کرنے کی خاطر اپنی دھرم پتنی پر بڑے انیائے کرے گا۔" پروفیسر نے مسکرا کر کہا۔ "وہ جان چکا ہے کہ اس کی پتنی سے تمہارا کیا سمبندھ ہے اور اسی نے تمہیں ایک خطرے سے آگاہ کیا تھا۔"

"اگر تم اتنا جانتے ہو تو پھر یہ بھی جانتے ہو گے کہ احتشام چار دن سے......"

"وہ غائب نہیں تھا۔" پروفیسر نے میری بات درمیان سے اچکتے ہوئے کہا۔ "اس میں بھی اس چنڈال کی ایک چال تھی۔ اسے شبہ ہو گیا تھا کہ اس کی پتنی نے تمہیں اس کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔ اسی بات کی تصدیق کے کارن وہ بہانہ کر کے غائب ہوا تھا۔ اسے وشواس تھا کہ اگر اس کا شبہ ٹھیک ہے تو عروج تمہیں فون ضرور کرے گی اور ایسا ہی ہوا۔ اس پاپی نے عروج کو اس وقت رنگے ہاتھوں پکڑ لیا جب وہ تم سے فون پر بات کر رہی تھی۔"

پروفیسر کی معلومات کا اندازہ لگا کر میں دنگ رہ گیا۔ میں ہارر ناولوں اور ناقابل یقین کہانیوں کی حد تک ماورائی قوتوں کے بارے میں بہت کچھ پڑھ چکا تھا لیکن پروفیسر اپنی جن نادیدہ قوتوں کا مظاہرہ کر رہا تھا' وہ میرے لئے حیرت انگیز ہی تھیں۔

"میرا کہا مان لو میجر......" پروفیسر نے ایک بار پھر سنجیدگی سے کہا۔ "احتشام کو کچھ دے دلا کر اس کا منہ کالا کر دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہ دوبارہ تمہاری جانب کبھی نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔"

"تم جو مشورہ دے رہے ہو وہ میرے اصول کے خلاف ہے۔"

"سوچ لو......" پروفیسر پہلو بدل کر بولا۔ "کرنل مہاویر کے سلسلے میں بھی تم نے اپنے اصولوں پر چل کر اس کی آتما کو دشمن بنا لیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ احتشام کو دھتکارنے کے بعد عروج بھی تمہارے اصولوں کی بھینٹ چڑھ جائے۔"

"میں تمہارے مشورے پر غور کرنے کی کوشش کروں گا......وعدہ نہیں کر سکتا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا' پھر بات بدلتے ہوئے بولا۔ "سادھنا کی طبیعت اب کیسی رہتی ہے؟"

"جب تک پابندی سے دوا پیتی رہتی ہے' ٹھیک رہتی ہے۔ جب بھول جاتی ہے تو

پھر بہکی بہکی باتیں کرنے لگتی ہے۔" پروفیسر نے سرسری انداز میں کہا' پھر اس نے بھی موضوع بدلنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ "میرا خیال ہے کہ سمے زیادہ ہو گیا ہے۔ تم فوجی آدمی ہو' وقت پر سونے اور وقت پر جاگنے کے عادی ہو' ہماری دوسری بیٹھک کل رہے گی۔"

"کیا اس وقت تم میرے ہاتھ کی لکیروں کے بارے میں کچھ اور نہیں بتاؤ گے؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ پروفیسر نے عروج اور احتشام تک جو باتیں بتائی تھیں' وہ حرف بہ حرف درست تھیں۔ اگر اس کا یہ کہنا درست تھا کہ اس کی ماورائی قوتیں دست شناسی میں اس کا ہاتھ بٹاتی ہیں تو اس نے انسپکٹر وہاب اور مسز مارگریٹ سے میری ملاقاتوں کا راز بھی ضرور معلوم کر لیا ہو گا مگر اس نے اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ کیا وہ انسپکٹر اور مارگریٹ سے میری ملاقاتوں سے بے خبر تھا یا کسی وجہ سے جان بوجھ کر اس کا تذکرہ مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"تمہیں صبح آفس جانے میں دیر تو نہیں ہو گی؟"

"تمہاری خاطر اگر ایک دن دیر بھی ہو گئی تو مجھے اس کا افسوس نہیں ہو گا۔"

"جیسی تمہاری مرضی......" پروفیسر نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ پھر وہ اپنی دست شناسی کے فن کی مہارت کا مزید مظاہرہ کرنے کی خاطر پر تول ہی رہا تھا کہ تنویر کے آجانے سے بات آگے نہ بڑھ سکی۔

"کیا بات ہے؟" میں نے تنویر کو گھور کر دیکھا۔

"میں مداخلت کی معافی چاہتا ہوں سر لیکن گنگولی پروفیسر صاحب کو فوری طور پر بلانے آیا ہے۔" تنویر نے سنجیدگی سے کہا تو پروفیسر چونک اٹھا۔

"گنگولی مجھے بلانے آیا ہے؟" پروفیسر نے براہ راست تنویر سے دریافت کیا۔

"کیا اس نے کوئی وجہ بھی بتائی ہے؟"

"جی ہاں......اس کا کہنا ہے کہ سادھنا بی بی کی طبیعت اچانک بگڑ گئی ہے۔"

"میں اس وقت شما چاہوں گا میجر......" پروفیسر سادھنا کی طبیعت کی خرابی کا سن کر تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر اضطرابی کیفیتیں بڑی تیزی سے نمودار ہو رہی تھیں۔ "اگر سادھنا کی طبیعت ٹھیک رہی تو میں کل تم سے دوبارہ ملاقات کروں گا۔"

"کیا میں بھی تمہارے ساتھ چلوں؟" میں نے اٹھتے ہوئے ازراہ ہمدردی اپنی

خدمات کی پیشکش کی۔

''نہیں میجر' تم آرام کرو۔ میں جانتا ہوں کہ سادھنا کو کس وقت کس دوا سے آرام آتا ہے۔ اب تو میں ان باتوں کا عادی ہو گیا ہوں۔'' پروفیسر نے جاتے جاتے مجھے ایسی شکایتی نظروں سے گھورا جیسے سادھنا کی بیماری کی تمام تر ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہو۔ مجھے کچھ ایسا ہی احساس ہوا تھا۔ ممکن ہے میں نے غلط اندازہ لگایا ہو' بہرحال پروفیسر کے جانے کے بعد بھی میں بڑی دیر تک اس کی معنی خیز باتوں اور پہلو دار پراسرار شخصیت کے بارے میں غور کرتا رہا۔

گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ پروفیسر کا کردار میری نظروں میں مشکوک سے مشکوک تر ہوتا جا رہا تھا۔ میری چھٹی حس اس بات کی بھی نشاندہی کر رہی تھی کہ پروفیسر کی ذات ہی اصل مرکز تھی جس کے گرد کئی کردار گھوم رہے تھے لیکن میرے پاس اس کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تھا جو میں اس کی گوشمالی کر سکتا۔ پھر یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ اگر پروفیسر ہی مہاراج اور کرنل مہادیر کی بگڑی ہوئی شکل ہے تو مسز مارگریٹ سے اس کی کیا دشمنی ہو سکتی تھی؟ اس نے مارگریٹ کی پراسرار موت کی دھمکی کیوں دی تھی؟ اور اگر وہ اتنا ہی طاقتور تھا کہ بدروحوں کو بھی اپنی انگلی پر نچا سکتا تھا تو پھر میری ذات سے اپنا انتقام پورے کرنے کی خاطر جگن ناتھ ترپاٹھی کی روح کو کیوں مقید کر رکھا تھا؟ ایسی کیا وجہ تھی؟ کیا راز تھا جو وہ براہ راست مجھے موت کے گھاٹ اتارنے سے گریز کر رہا تھا؟ میں ان ہی باتوں پر غور کر رہا تھا کہ تنویر پروفیسر کو دروازے تک چھوڑ کر خالی برتن سمیٹنے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا اور میری ساری توجہ اس پر مرکوز ہو کر رہ گئی۔ وہ برتن اٹھا کر جانے لگا تو میں نے آواز دے کر اسے روک لیا۔

''یس سر......'' اس نے بڑی سعادت مندی سے دریافت کیا۔ ''میرے لئے کوئی حکم......؟''

''کیا تم جانتے ہو کہ میں نے اس وقت تمہیں کیوں روکا ہے؟'' میں نے اسے بدستور تیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''جی...... جی نہیں......''

''میں پروفیسر ورما سے تمہاری نفرت کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔'' میرا لہجہ تحکمانہ

تھا۔

''وہ...... وہ ٹھیک آدمی نہیں ہے سر۔'' تنویر نے رک رک کر کہا۔ ''میں نے آپ کا نمک کھایا ہے۔ آپ کی حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔''

''یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ میں نے تم سے نفرت کا سبب دریافت کیا تھا۔'' میرے لہجے کی کرختگی برقرار رہی۔

''سر' اگر آپ کو میرا اعتبار نہیں ہے تو کسی روز گنگولی (پروفیسر کے ملازم کا نام تھا) کو اعتماد میں لے کر......''

''گنگولی نے تمہیں پروفیسر کے بارے میں کیا بتایا ہے؟'' میں نے اس بار دلچسپی لیتے ہوئے قدرے نرم آواز میں دریافت کیا۔

''اس کا خیال ہے کہ پروفیسر انسان نہیں...... شیطان ہے جو کبھی نظر آتا ہے اور کبھی غائب ہو جاتا ہے۔''

''گنگولی نے تمہیں اپنے خیال کی کوئی وجہ بھی بتائی ہو گی۔''

''جی سر......'' تنویر نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ ''گنگولی کا کہنا ہے کہ ایک دن پروفیسر نے آواز دے کر اسے کمرے میں طلب کیا تھا۔ گنگولی کمرے میں گیا تو پروفیسر وہاں موجود نہیں تھا۔ وہ واپسی کے ارادے سے باہر جانے کے لئے پلٹا تو پروفیسر نے اسے پھر آواز دی۔ گنگولی نے دوبارہ پلٹ کر دیکھا تو پروفیسر اس کی نظروں کے سامنے پلنگ پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا......''

''اگر گنگولی کو شبہ ہے کہ پروفیسر کسی شیطان کا دوسرا روپ ہے تو اس کی ملازمت چھوڑ کیوں نہیں دیتا؟''

''پروفیسر نے اسے دھمکی دی ہے کہ جس دن اس نے ملازمت چھوڑ کر جانے کا ارادہ کیا اسی دن وہ ایک حادثے کا ایسا شکار ہو گا کہ اس کی شکل بھی قابل شناخت نہیں رہے گی۔ گنگولی بہت زیادہ خوفزدہ ہے سر......''

''اور کوئی خاص بات؟'' میں نے بظاہر لاپروائی کا مظاہرہ کیا لیکن تنویر کی بات سن کر میرے خدشات کو تقویت حاصل ہو رہی تھی۔

''گنگولی نے سادھنا بی بی کے لئے بھی ایک عجیب و غریب بات کہی تھی۔''

"وہ کیا......؟" میرا تجسس بڑھنے لگا۔

"اس نے بڑے یقین سے کہا تھا کہ سادھنا اور......"

اور دوسرے ہی لمحے تنویر کے ہاتھ سے چائے کی ٹرے چھوٹ کر قالین پر گری' برتن بکھر گئے۔ خود تنویر بھی اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا تھا۔ ٹرے کے ساتھ ساتھ وہ بھی گرا تھا اور اب وہ اس طرح چت پڑا ہاتھ پیر چلا رہا تھا جیسے کسی نادیدہ قوت نے پوری شدت سے اس کا گلا دبا رکھا ہو' تنویر کی پھٹی پھٹی خوفزدہ آنکھوں کے ڈھیلے اپنے حلقوں سے ابلے پڑ رہے تھے۔ اس کے چہرے پر شدید کرب نظر آ رہا تھا۔

میں برق رفتار سے جست لگا کر تنویر کے قریب گیا۔ اسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کئی آوازیں دیں لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی گھٹی گھٹی آواز ہر لحہ مدھم پڑتی جا رہی تھی۔ میں تیزی سے اٹھ کر فون کی طرف لپکا۔ میرے خون کی گردش ہر لحہ تیز ہوتی جا رہی تھی......

☆......☆......☆

تنویر دو روز سے ہسپتال میں بے ہوش پڑا تھا۔ اسے ایک لمحے کو بھی ہوش نہیں آیا تھا۔ ڈاکٹروں کی متفقہ رائے تھی کہ وہ کسی شدید ذہنی صدمے کا شکار ہوا ہے۔ حقیقت کیا تھی یہ صرف میں جانتا تھا۔

پروفیسر کے بارے میں تنویر سے گفتگو کا آغاز میں نے کیا تھا۔ میرے استفسار کے جواب میں اس نے پروفیسر سے اپنی نفرت کی جو وجہ بیان کی' وہ میرے لئے زیادہ حیرت انگیز بھی نہیں تھی۔ گنگولی نے یقیناً تنویر کو پروفیسر کے بارے میں جو کچھ بتایا' وہ سچ ہوگا۔ ہوسکتا ہے پروفیسر کی شیطانی قوتوں کو اس بات کا علم ہو گیا ہو مگر وہ درگزر سے کام لے رہا ہو۔ گفتگو کے دوران میں نے کئی بار محسوس کیا تھا کہ پروفیسر مجھ سے خائف نہیں ہے بلکہ رفتہ رفتہ وہ مجھے اپنی پراسرار قوتوں کے ذریعے مرعوب کرنے کی کوشش بھی کر رہا تھا۔ وہ مجھ سے کیا چاہتا تھا' میں کوشش بسیار کے باوجود اس راز کو نہیں معلوم کر سکا تھا۔ تنویر کی تشویشناک حالت کے پیش نظر میں برداشت سے کام لے رہا تھا۔ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں اسی وقت پروفیسر کے گھر جاتا' اسے آواز دے کر باہر بلاتا اور اپنے سروس ریوالور کی تمام گولیاں اس کی کھوپڑی میں اتار دیتا مگر میں ریٹائرڈ اور ذمہ دار فوجی آفیسر رہ چکا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ قانون کو ہاتھ میں لینے کے بعد مجھے انتہائی سزا بھگتنی پڑے گی۔ میری ساکھ اور شہرت ایک پل میں ملیامیٹ ہو جائے گی۔ شاید پروفیسر بھی یہ چاہتا تھا کہ میں خود اپنے ہاتھوں سے اپنے پیروں پر کلہاڑی مار لوں۔ اگر وہی مہاراج تھا اور ترپاٹھی کی بدروح کے ذریعے مجھے ہلاک نہیں کر سکا تھا تو پھر یقیناً اس نے یہی فیصلہ کیا ہوگا کہ مجھے ذہنی طور پر اتنا قلاش کر دے کہ میں ہوش کھو بیٹھوں اور جنون کی سرحدوں کو پھلانگ کر کوئی ایسا انتہائی قدم اٹھا لوں جو پروفیسر کو اس کے مقصد میں کامیاب کر دے۔

پے در پے واقعات کے رونما ہونے کے بعد بھی میں محفوظ تھا۔ یہ اس بات کی دلیل تھی کہ پروفیسر یا مہاراج یا اس کے علاوہ بھی جو گندی قوت تھی، وہ میرے سلسلے میں کامیاب نہیں ہو پا رہی تھی۔ ایسی صورت میں صرف ایک ہی طریقہ باقی رہ جاتا تھا کہ مجھے طیش دلا کر کسی ایسی غیر قانونی حرکت کا مرتکب کرایا جائے جو میرے لئے خطرناک ترین ثابت ہو۔ وہ کیا قوت تھی جو میری لاعلمی میں میری حفاظت کر رہی تھی؟ مجھے اس کے بارے میں مطلق کوئی علم نہیں تھا لیکن پروفیسر کے عزائم اب پرت پرت کھلتے جا رہے تھے۔ وہ مجھ پر حاوی ہونے کی جدوجہد میں مصروف تھا۔

میرے ذہن میں اور بھی بے شمار وسوسے جنم لے رہے تھے لیکن میں سوائے اندر ہی اندر کھولنے کے کوئی عملی قدم اٹھانے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ وقتی طور پر میری ساری توجہ تنویر پر مرکوز ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ غریب میری وجہ سے حالات کی چکی کے درمیان آ گیا تھا۔ وہ جو کچھ مجھے گنگولی کے حوالے سے بتا رہا تھا، اس میں بھی پروفیسر کا ہاتھ شامل ہو سکتا تھا لیکن سادھنا والی عجیب و غریب بات پوری کرنے سے پیشتر ہی وہ طاغوتی قوتوں کی زد میں آ گیا۔ میں نے اس کے ادھورے جملے کو کئی پہلوؤں سے مکمل کر کے کسی حتمی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

تنویر کو پیش آنے والے حادثے کے بعد نہ تو پروفیسر مجھ سے ملنے آیا، نہ میں نے اس کی طرف جانے کی کوشش کی۔ ان دو دنوں میں گنگولی بھی مجھے کہیں نظر نہیں آیا۔ تنویر نے کہا تھا کہ وہ پروفیسر سے خوفزدہ ہونے کے باوجود اس کی ملازمت چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ پروفیسر کی شیطانی قوت کا راز جان لینے کے بعد اسے یقیناً یہ خطرہ لاحق ہو گا کہ اگر اس نے ملازمت سے بھاگنے کی کوشش کی تو شاید اس کا وہی انجام ہو جس کی دھمکی پروفیسر نے اسے دی تھی لیکن دو باتیں میرے ذہن میں پوری طرح نہیں جچ رہی تھیں۔ اگر گنگولی کو واقعی اس بات کا یقین آ گیا تھا کہ ملازمت ترک کرنے کی صورت میں وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو سکتا ہے تو پھر اسے پروفیسر کی اصلیت کے بارے میں تنویر کے سامنے زبان بھی نہیں کھولنی چاہیے تھی۔ دوسری بات یہ تھی کہ اگر پروفیسر واقعی شیطانی قوتوں کا مالک تھا اور ایک دو بار مجھے موت کے منہ میں دھکیلنے سے قاصر رہا تھا تو پھر اسے کوئی اوچھا وار نہیں کرنا چاہیے تھا۔ وہ اگر میری زندگی کو کھلی کتاب کی مانند پڑھ سکتا تھا تو پھر

اسے اس طاقت کے بارے میں بھی ضرور علم ہونا چاہیے تھا جو مجھے اس کے ناپاک ہتھکنڈوں سے بچا رہی تھی۔

میں اس وقت بھی اپنے بستر پر نیم دراز پروفیسر کی پراسرار شخصیت کے بارے میں الجھ رہا تھا جب فون کی گھنٹی بجی اور میں نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔ اس وقت رات کے ساڑھے نو کا عمل تھا۔

''میجر وقار اسپیکنگ'' میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

''میں ہسپتال سے ڈاکٹر ارشد بول رہا ہوں.....''

''تنویر کی حالت اب کیسی ہے؟'' میں نے جذباتی وابستگی کا اظہار کیا۔

''میں نے اسی سلسلے میں فون کیا تھا۔ آپ کے ملازم کو پوری طرح ہوش آ گیا ہے۔ اب اس کی حالت خطرے سے باہر ہے۔''

''کیا میں اس وقت ہسپتال میں آ کر اس سے مل سکتا ہوں؟'' میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

''وائی ناٹ.....'' دوسری جانب سے کہا گیا۔ ''پرائیویٹ وارڈ میں ہم وزیٹر پر زیادہ پابندی نہیں لگاتے بشرطیکہ مریض کی حالت اس کی اجازت دے۔''

''تھینکس ڈاکٹر.....'' میں نے ڈاکٹر کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اسی وقت تیار ہو کر ہسپتال کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے بھر میرے ذہن میں مختلف خیالات اور سوالات ابھرتے رہے۔ تنویر نے سادھنا کے بارے میں جو جملہ ادھورا چھوڑ دیا تھا، وہ ہوش میں آنے کے بعد اسے پورا کر سکتا تھا۔ ''ڈاکٹر ارشد نے مجھ سے صرف یہی کہا تھا کہ تنویر پوری طرح ہوش میں آ گیا ہے لیکن اس کی ذہنی کیفیت کے بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی۔''

مجھے ہسپتال پہنچنے میں پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں لگے۔ پارکنگ لاٹ میں گاڑی کھڑی کرنے کے بعد میں تیز تیز قدم اٹھاتا پرائیویٹ وارڈ کی طرف بڑھنے لگا۔ تنویر کے کمرے میں قدم رکھا تو ڈیوٹی نرس اسے رات کی خوراک پلا کر رخصت ہو رہی تھی۔ تنویر کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ میں اس کے قریب گیا تو اس نے کسمسا کر اٹھنے کی کوشش کی۔

''لیٹے رہو.....'' میں نے نرم اور دوستانہ لہجے میں کہا۔ ''تمہیں آرام کی ضرورت ہے.....''

"میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں سر......" تنویر نے دبی زبان میں کہا۔ "نرس بتا رہی تھی کہ اگر آپ نے مجھے بروقت ہسپتال میں داخل نہ کرایا ہوتا تو میری زندگی کو خطرہ بھی پیش آ سکتا تھا......"

"پریشان مت ہو......" میں نے اسے تسلی دی۔ "تم اب خطرے سے باہر ہو ہوسکتا ہے ایک دو روز میں تمہیں چھٹی بھی مل جائے۔"

"سر......" تنویر نے مجھے بڑی عقیدت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "مجھے کیا حادثہ پیش آیا تھا؟"

"کیا مطلب......؟" میں چونکا "کیا تمہیں کچھ یاد نہیں......؟"

"تھوڑا تھوڑا یاد ہے سر۔" تنویر نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔ "آپ اور پروفیسر ورما ڈرائنگ روم میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ میں برتن اٹھانے کی غرض سے آیا تھا۔ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ میں نے برتن سمیٹ کر ٹرے میں رکھے تھے۔ اس کے بعد...... اس کے بعد کیا ہوا' مجھے پوری طرح یاد نہیں......"

"تم پروفیسر کو یہ اطلاع دینے آئے تھے کہ ان کا ملازم گنگولی انہیں بلانے آیا تھا......" میں نے سرسری طور پر تنویر کو یاد دلانے کی کوشش کی۔ "سادھنا کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی تھی۔ اس لئے پروفیسر کو جانا پڑا تھا۔"

"اگر آپ کہہ رہے ہیں تو ایسا ہی ہوا ہوگا......" تنویر نے پلکیں جھپکاتے ہوئے آہستہ سے جواب دیا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ میری بات کی تردید نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"پروفیسر کے جانے کے بعد تم مجھے پروفیسر کے بارے میں کچھ بتا رہے تھے......" میں نے بدستور نرمی سے کہا۔

"میں!...... کیا بتا رہا تھا سر......" تنویر نے مجھے خالی خالی نظروں سے گھورا۔

"وہی بات جو پروفیسر کے ملازم گنگولی نے تم سے کہی تھی......"

"گنگولی نے مجھ سے کہی تھی؟" تنویر نے حیرت کا اظہار کیا۔ "مجھے یاد نہیں آرہا سر کہ گنگولی نے کیا کہا تھا اور میں آپ کو کیا بتا رہا تھا۔"

"کوئی بات نہیں......" میں نے مسکرا کر ٹالنے کی کوشش کی۔ "تم فی الحال آرام کرو' میں اس وقت تمہیں صرف دیکھنے کی غرض سے آیا تھا......"

"میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں سر......"

جواب میں میں نے ہاتھ بڑھا کر تنویر کے شانے پر تھپکی دی۔ پھر سیدھا ڈاکٹر ارشد کے کمرے میں گیا جو اتفاق سے اس وقت تنہا تھا۔ "تشریف لایئے میجر وقار۔" ڈاکٹر نے مجھے دیکھ کر گرمجوشی کا مظاہرہ کیا۔ "مل آئے آپ اپنے مریض سے؟"

"جی ہاں......" میں مختصر جواب دے کر خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ہمیں خوشی ہے کہ مریض کو ہوش آ گیا۔" ڈاکٹر نے مجھے تنویر کی حالت سے آگاہ کرنے کی کوشش کی۔ "بے ہوش مریضوں کے لئے بہتر گھنٹے خاصے تشویشناک ہوتے ہیں۔"

"اب تو اس کی حالت خطرہ سے باہر ہے؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"بظاہر ایسا ہی لگ رہا ہے لیکن ہم ایسے مریضوں کو ہوش آنے کے بعد بھی چوبیس سے چھتیس گھنٹوں تک انڈر آبزرویشن رکھتے ہیں۔ ویسے بائی دی وے کیا آپ بتانا پسند کریں گے کہ مریض کو کس قسم کا ذہنی صدمہ پہنچا تھا......؟"

"میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ "میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ وہ میرا ملازم ہے اور میرے ساتھ ہی رہتا ہے۔ جس وقت اسے چکر آیا' وہ اس وقت چائے کے برتن سمیٹ کر واپس جا رہا تھا۔"

"کیا آپ کے اور اس کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی تھی؟" ڈاکٹر نے مجھے کریدنے کی کوشش کی۔ "کوئی ایسی بات جسے آپ کے ملازم نے شدت سے محسوس کیا ہو......؟"

"جی نہیں' ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "آپ براہ راست اس سے بھی دریافت کر سکتے ہیں۔"

"یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی نجی زندگی میں کوئی ایسا خلل موجود ہو جس کے اچانک یاد آ جانے سے وہ بے ہوشی کی کیفیت سے دوچار ہو گیا۔" ڈاکٹر نے سنجیدگی سے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ "آپ اگر مناسب سمجھیں تو اسے کسی سائیکاٹرسٹ (PSYCHIATRIST) کو بھی دکھا سکتے ہیں۔"

"میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے لیکن میں اپنی معلومات کیلئے دو ایک باتیں اور بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

''ضرور پوچھئے......''

''کیا ہوش میں آنے کے بعد مریض اپنی یادداشت بھی کھو سکتا ہے......؟''

''ایسا بھی ہوتا ہے لیکن آپ کے ملازم کے ساتھ بظاہر ایسی کوئی صورت پیش نہیں آئی۔'' ڈاکٹر نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ ''ہوش میں آنے کے بعد میں نے اس سے باتیں بھی کی ہیں۔ وہ ہر بات بالکل نارمل انداز میں کر رہا ہے۔ اسے اپنا اور آپ کا نام بھی یاد ہے۔ البتہ یہ بات اسے بھی یاد نہیں کہ وہ کس وجہ سے چکر کھا کر گرا تھا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اس صدمے کو کسی وجہ سے چھپانے کی کوشش کر رہا ہو جو اسے لاحق ہے۔''

''آپ اسے کب تک گھر جانے کی اجازت دیں گے؟'' میں نے ڈاکٹر سے تنویر کی یادداشت کے بارے میں زیادہ باتیں کرنی مناسب نہیں سمجھیں۔

''آپ چاہیں تو اسے کل صبح بھی لے جا سکتے ہیں لیکن اگر وہ دو روز تک اور ہماری نگہداشت میں رہے تو زیادہ مناسب ہوگا۔''

''ایز یو وش ڈاکٹر (As YOU WISH DOCTOR)'' میں جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ ''میں یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ کے پوری طور پر مطمئن ہو جانے کے بعد ہی اسے یہاں سے لے جاؤں گا۔''

ہسپتال سے گھر جاتے ہوئے میرے ذہن پر پھر پروفیسر ورما کی شخصیت ہی مسلط تھی۔ تنویر کے ساتھ جو سانحہ پیش آیا تھا' اس کے بعد کسی شک و شبہے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی تھی۔ یہ بات بھی انتہائی حیرت انگیز تھی کہ تنویر جس وقت سادھنا کے بارے میں کوئی بات کہنے جا رہا تھا' اسی وقت کسی شیطانی قوت نے نہ صرف اس کی زبان بند کر دی تھی بلکہ دو دن تک اسے موت اور زندگی کے درمیان معلق رکھا تھا۔ میں نے ایک بار پھر تنویر کے نامکمل جملے کو مکمل کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا۔

پروفیسر کی شخصیت حیرت انگیز طور پر پراسرار ہوتی جا رہی تھی۔ جس وقت تنویر نے گنگولی کے حوالے سے پروفیسر کو شیطان کہا تھا' اس وقت پروفیسر کی غیر مرئی قوت نے اس کی زبان بند کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی لیکن تنویر سادھنا والی بات پوری نہیں کر سکا تھا۔ مقصد صاف تھا' پروفیسر کو اب غالباً اپنے روپ کے دوسرے پہلو بھی عیاں ہو جانے کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ شاید وہ چاہتا بھی یہی تھا کہ اس کی دہشت میرے اوپر طاری ہو جائے۔

مہاراج کے سلسلے میں اس نے جو گول مول جواب دیئے تھے' وہ بھی اسے مشکوک ظاہر کرتے تھے۔ ترپاٹھی کی بدروح کے بارے میں اس نے اس قدر یقین سے باتیں کی تھیں جیسے وہ بھی اسی کے تابع ہو لیکن سادھنا کا معمہ الجھ کر رہ گیا تھا۔ وہ بات جو تنویر کی زبان تک آتے آتے رہ گئی' یقیناً اتنی اہمیت کی حامل ہوگی جس کی تشہیر پروفیسر کے خیال میں نامناسب تھی۔ اسی لئے اس کی غیر مرئی قوتوں نے تنویر کے ذہن کو ایسا شدید جھٹکا دیا کہ وہ مرتے مرتے بچا۔ یہ بات بھی تعجب خیز تھی کہ تنویر کو بے ہوش ہونے سے پیشتر کی تمام باتیں یاد تھیں لیکن گنگولی کا پروفیسر کو بلانے کے لئے آنا اور پروفیسر کے جانے کے بعد کی تمام باتیں اس کے ذہن سے حذف ہو کر رہ گئی تھیں۔ گویا پروفیسر کی شیطانی قوت نے درمیان کی صرف ایک کڑی نکال دی تھی۔

اچانک میرے ذہن میں گنگولی کا خیال ابھرا۔ اگر پروفیسر کے علم میں دور بیٹھے بیٹھے بھی یہ بات آ سکتی تھی کہ تنویر سادھنا کے بارے میں کوئی ایسی بات کہنے جا رہا تھا جو بارود کے ڈھیر پر چنگاری ثابت ہو سکتی تھی تو اسے یہ بھی ضرور علم ہوگا کہ وہ بات تنویر تک گنگولی ہی کے ذریعے پہنچی تھی۔ ایسی صورت میں دو اہم نکتے قابل غور تھے۔ پروفیسر اگر سادھنا کے سلسلے میں کسی خاص بات کی تشہیر اپنے لئے یا خود سادھنا کے لئے خطرناک سمجھتا تھا تو وہ تنویر کے ذہن سے وہ بات پہلے بھی واش کر سکتا تھا۔ دوسری اہم بات بذات خود گنگولی تھا۔ پروفیسر نے تنویر کے بیان کے مطابق اسے وارننگ دی تھی کہ اگر اس نے ملازمت چھوڑنے کی حماقت کی تو ایسے حادثے سے دوچار ہوگا کہ اس کی شکل بھی قابل شناخت نہیں رہے گی۔ اس وارننگ کے وقت پروفیسر نے اس کی برین واشنگ جیسے اہم خیال کو نظرانداز کیوں کر دیا تھا؟ شاید اس وقت پروفیسر کے ذہن میں یہ خیال رہا ہو کہ اس کی وارننگ ہی گنگولی کی زبان بندی کیلئے کافی ہوگی۔ بہرحال گنگولی کی شخصیت بھی میرے لئے ایک سوالیہ نشان سے کم نہیں تھی۔

جس روز تنویر کو سانحہ پیش آیا تھا۔ اس کے بعد سے نہ تو پروفیسر مجھے نظر آیا تھا' نہ ہی گنگولی دکھائی دیا تھا۔ عین ممکن تھا کہ پروفیسر نے گنگولی کے ذہن سے بھی سادھنا والی بات حرف غلط کی طرح مٹا دی ہو۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ اس نے گنگولی کی شخصیت کو سر پر لٹکنے والی تلوار سمجھ کر ہمیشہ کے لئے راستہ سے ہٹا دیا ہو......؟

گنگولی کے متعلق آخری خیال آنے کے بعد غیر اختیاری طور پر میرا ہاتھ اسٹیرنگ پر گھوم گیا۔ میں نے گاڑی کا رخ پروفیسر کے مکان کی سمت موڑ دیا۔ اس وقت میری دستی گھڑی کے مطابق رات کے دس بجکر چالیس منٹ ہو رہے تھے۔ میں گنگولی کو صبح بھی چیک کر سکتا تھا لیکن پروفیسر کے متعلق میرا تجسس اس قدر بڑھتا جا رہا تھا کہ میں ایک منٹ کی تاخیر بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ میرے پاس اتنی رات گئے اس سے ملنے کا جواز سادھنا کی مزاج پرسی کی صورت میں بھی موجود تھا۔ میں اسے تنویر کو پیش آنے والے سانحے کی تفصیل سنا کر اس کا ردعمل بھی دیکھنا چاہتا تھا اور یہ بھی جاننا چاہتا تھا کہ گنگولی کے ساتھ پروفیسر نے کیا برتاؤ کیا ہے؟

میں نے پروفیسر کے مکان پر پہنچ کر کال بیل بجائی اور انتظار کرنے لگا۔ دو منٹ بعد دوسری جانب سے دروازے کے بولٹ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ پروفیسر میری نظروں کے سامنے موجود تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے ایک لمحے کو حیرت کا اظہار کیا۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔

"میں نے ابھی کچھ دیر پہلے گنگولی کو تمہارے گھر بھیجا تھا لیکن اس نے واپس آ کر بتایا کہ شاید گھر پر کوئی نہیں تھا۔"

"ہاں۔" میں نے سرسری لہجے میں کہا۔ "تنویر دو روز سے ہسپتال میں داخل ہے۔ میں اس وقت وہیں سے آ رہا ہوں۔"

"خیریت......" پروفیسر نے بدستور سنجیدگی کا مظاہرہ کیا۔ "کیا ہوا تنویر کو......؟"

"جس روز تم سادھنا کی بیماری کی خبر سن کر رخصت ہوئے تھے' اسی روز تمہارے جانے کے فوراً بعد وہ کچھ کہتے کہتے چکرا کر گرا' پھر بے ہوش ہو گیا۔"

"اب اس کی طبیعت کیسی ہے؟"

"کیا اندر آنے کو نہیں کہو گے؟"

"شما کرنا میجر......" پروفیسر نے مجھے راستہ دیتے ہوئے کہا۔ "تنویر کی بیماری کی خبر سن کر مجھے تمہیں اندر بلانے کا دھیان ہی نہیں رہا۔"

میں پروفیسر کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو وہاں سادھنا بھی موجود تھی۔ ہلکے آسمانی رنگ کی ساڑھی میں وہ خاصی حسین نظر آ رہی تھی۔ اس نے مجھے دیکھ کر مسکراتی

نظروں سے میرا استقبال کیا۔ اس وقت وہ پوری طرح ہوش و حواس میں تھی۔ گول میز پر تاش کے پتے بکھرے دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ میرے آنے سے پیشتر وہ تاش کھیل رہے ہوں گے۔

"تمہاری طبیعت اب کیسی ہے؟" میں نے سادھنا سے دریافت کیا۔ پھر اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"بھگوان کی بڑی کرپا ہے انکل' اب تو بالکل ٹھیک ہوں......"

"اس رات کیا ہو گیا تھا جس رات گنگولی تمہارے پاپا کو بلانے آیا تھا......؟" میں نے سرسری انداز میں دریافت کیا۔

"کب کی بات ہے؟"

"دو روز پہلے کی......"

"مجھے تو کچھ بھی نہیں ہوا تھا انکل......" سادھنا نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔ "میں تو ایک ہفتے سے بالکل بھلی چنگی ہوں۔"

میں نے پروفیسر کی طرف وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"گنگولی کی سمجھ کا پھیر تھا۔" پروفیسر نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "سادھنا نے صرف مجھے بلانے کی خاطر اسے بھیجا تھا۔ بیماری کی خبر اس نے اپنی جانب سے لگا دی لیکن اس میں بھی اس کا دوش نہیں ہے۔ سادھنا کی طبیعت زیادہ تر خراب رہتی ہے' اس لئے وہ شاید یہی سمجھ بیٹھا تھا۔"

"تم نے اگلے دن آنے کا وعدہ کیا تھا لیکن تم بھی نہیں آئے......؟"

"تنویر کی طبیعت کیا زیادہ خراب ہے جو وہ دو روز سے ہسپتال میں ہے؟" پروفیسر نے میری بات نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں......" میں نے پروفیسر کے چہرے کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔ "ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ اسے کوئی شدید ذہنی جھٹکا لگا تھا جس کی وجہ سے وہ دو روز تک مکمل بے ہوشی کی حالت سے دوچار رہا لیکن آج اسے ہوش آ گیا۔"

"اب تو اس کی ذہنی حالت ٹھیک ٹھاک ہے؟" پروفیسر کا چہرہ کسی بھی قسم کے جذبات کی ترجمانی سے یکسر عاری تھا۔

"ہاں..... آں۔" میں نے پہلو بدل کر قدرے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "وہ پوری طرح ہوش وحواس میں ہے لیکن کچھ باتیں اس کے ذہن سے نکل گئی ہیں۔"

"باتیں ذہن سے نکل گئی ہیں؟" پروفیسر نے تعجب سے پوچھا۔ "میں سمجھا نہیں۔"

"اسے تمہارا آنا یاد ہے۔ تمہیں چائے پیش کرنا یاد ہے۔ تمہارے جانے کے بعد چائے کے برتن اٹھانا بھی یاد ہے لیکن تمہارے جانے کے بعد وہ جو باتیں مجھے بتانا چاہ رہا تھا' پوری طرح نہیں بتا سکا۔ وہ مخصوص باتیں اس کے ذہن سے نکل گئی ہیں۔"

"کیا کوئی بہت اہم بات تھی؟" پروفیسر بدستور سنجیدہ تھا اور میرا خیال تھا کہ وہ اداکاری نہیں کر رہا تھا۔ یہی خیال میری الجھنوں میں اضافہ کر رہا تھا۔

"ہاں....." میں نے اسے مزید ٹٹولنے کی خاطر ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "اگر تنویر اپنا جملہ مکمل کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو ایک اہم معمہ حل ہو جاتا لیکن افسوس وہ جملہ مکمل کرنے سے پیشتر ہی چکرا کر گرا اور آج دو روز بعد ہوش میں آیا ہے....."

"بھگوان جو کرتا ہے' اس میں منش کی کوئی نہ کوئی بھلائی اوش ہوتی ہے۔" اس بار سادھنا نے جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے کہ اگر وہ اپنی بات پوری کر دیتا تو کسی کے جیون میں بھونچال آ جاتا....."

میں نے چونک کر سادھنا کو دیکھا۔ وہ عجیب معنی خیز انداز میں مسکرا رہی تھی۔ اس وقت وہ پہلے کے مقابلے میں بڑی مختلف نظر آ رہی تھی۔ اس نے میری بات کے جواب میں جو جملہ کہا تھا' وہ بھی معنی خیز تھا۔ میرا ذہن ایک لمحے کو چکرا گیا۔ میری چھٹی حس گواہی دے رہی تھی کہ پروفیسر کے مقابلے میں سادھنا اس بات سے زیادہ واقف تھی جو تنویر کی زبان سے ادا نہیں ہو سکی تھی۔ بھونچال جیسا لفظ میرے شبے کی تصدیق کر رہا تھا۔ ایک بات اور بھی میں نے خاص طور پر نوٹ کی۔ سادھنا کا جملہ سن کر پروفیسر نے بھی تیزی سے گھوم کر اسے ایسی نظروں سے گھورا تھا جیسے وہ سادھنا کی بات کی گہرائی تک پہنچنا چاہتا ہو.....

"تمہارا اندازہ غلط نہیں ہے....." میں نے سادھنا کو بغور دیکھتے ہوئے پہلو بدل کر کہا۔ "تنویر اپنا جملہ مکمل تو نہیں کر سکا تھا لیکن....." میں نے جان بوجھ کر یکلخت خاموشی اختیار کر لی۔

"لیکن کیا انکل....." سادھنا نے بڑی گہری نظروں سے مجھے دیکھا' پھر مسکرا کر بولی۔ "آپ کچھ کہتے کہتے خاموش کیوں ہو گئے.....؟"

"مجھے فوری طور پر خیال آ گیا تھا کہ جب تک کسی بات کی پوری طرح چھان بین نہ کر لی جائے' اسے زبان تک لانا اچھا نہیں ہوتا....."

"آپ کس سے کی بات کر رہے تھے.....؟" سادھنا نے بڑی سادگی اور معصومیت سے کہا لیکن وہ اس وقت بھی پوری طرح چاق و چوبند نظر آ رہی تھی۔

"سادھنا....." میرے جواب دینے کے بجائے پروفیسر نے اسے مخاطب کیا۔

"تم کس بھونچال کی بات کر رہی تھیں؟"

"بھونچال....." یکلخت سادھنا نے کینچلی بدل لی۔ وہ اس طرح معصوم نظر آنے لگی جیسے خواب کی کیفیتوں سے دوچار ہو۔ اس نے پروفیسر کو خواب آور نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "بھونچال کی بات کون کر رہا تھا.....؟"

"تم....." پروفیسر نے اسے بڑی مقناطیسی نظروں سے گھورا۔

"آپ نے شاید کوئی سپنا دیکھا ہے پتا جی....." اس نے بدستور خوابیدہ لہجے میں کہا۔ "میں تو انکل سے..... انکل سے..... میں کیا بات کر رہی تھی انکل سے؟"

"میرا خیال ہے کہ تم اندر جا کر آرام کرو....." پروفیسر نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے قدرے تحکمانہ انداز اختیار کیا۔ "تم نے شاید آج پھر پوری خوراک نہیں لی۔ شاید اسی لئے بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو....."

"انکل....." پروفیسر کو جواب دینے کے بجائے سادھنا نے میری طرف بڑی معصومیت سے دیکھا۔ "کیا میں نے آپ کے سامنے بھونچال کا شبد استعمال کیا تھا.....؟"

میں جواب دینے کے بجائے سٹپٹا کر رہ گیا۔ شاید اس لئے کہ جس وقت سادھنا نے بھونچال والی بات کہی تھی' اس وقت وہ پروفیسر کے مقابلے میں کہیں زیادہ پراسرار اور گہری نظر آ رہی تھی

"میں کہتا ہوں تم اندر جا کر آرام کرو....." پروفیسر نے بدستور اسے گھورتے ہوئے کہا۔

سادھنا نے پلٹ کر پروفیسر کی سمت دیکھا۔ پھر اس کی آنکھوں میں یکلخت نیند کی

کیفیت ابھر کر گہری ہوتی چلی گئی۔ وہ خواب بیداری کے انداز میں آہستہ سے اٹھی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی بیرونی دروازے کی سمت بڑھنے لگی۔ اس کی نگاہیں اب خلاء میں سامنے کی جانب مرکوز تھیں۔ جس انداز سے وہ صوفے سے اٹھی تھی‘ اس سے بالکل ایسا محسوس ہوا تھا کہ جیسے وہ ڈرائنگ روم میں خود کو بالکل تنہا محسوس کر رہی تھی اور تنہائی سے اکتا کر وہاں سے جا رہی ہو۔

وہ پہلا موقع تھا جب میں نے سادھنا کو ایک نئے مگر انتہائی پراسرار روپ میں دیکھا تھا۔ ایک لمحے پیشتر وہ پوری طرح ہوش وحواس میں تھی۔ کسی ہوش مند خاتون کی طرح باتیں کر رہی تھی۔ تنویر کے سلسلے میں اس نے میری بات کا جو جواب دیا تھا‘ وہ بھی اس بات کی ترجمانی کر رہا تھا کہ وہ نہایت معاملہ فہم‘ چالاک اور گہری شخصیت کی مالک ہے لیکن ایک لمحے میں اس نے کینچلی بدلی تھی۔ میں ایک لمحے کو یہ سوچنے لگا کہ کیا سادھنا نے وہ جملہ محض اتفاقاً کہا تھا؟ کیا اپنے جملے سے اس نے مجھ پر یہ بات ظاہر کرنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ اگر تنویر اس کے بارے میں اپنا جملہ مکمل کر لیتا تو کسی کی زندگی میں طوفان آ جاتا؟ کیا اس کے جملے کا کوئی خاص مقصد تھا؟ وہ مجھے اشاروں کنایوں میں کیا باور کرانا چاہتی تھی؟ کیا وہ انتہائی معنی خیز جملہ محض اتفاقاً اس کی زبان سے پھسل گیا تھا؟ کیا اس جملے کی ادائیگی کے وقت وہ جیسی نظر آ رہی تھی‘ وہی اس کا اصل روپ تھا یا وہ روانی میں ایک بات کہہ گئی تھی؟...... اور کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ جان بوجھ کر پروفیسر کو ڈاج دینے کی خاطر اس کے سامنے کٹھ پتلی بن کر اسے در پردہ بے وقوف بنا رہی تھی......؟؟؟

میرے ذہن میں کئی خیال گڈمڈ ہو رہے تھے۔ جب پروفیسر کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

”تم سادھنا کی بات کا برا نہ ماننا میجر...... کبھی کبھی وہ ایسی ہی بے تکی اور بے سروپا باتیں کر جاتی ہے۔ اسے خود بھی نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے یا کیا کہنا چاہتی ہے......“

”میرے آنے سے پیشتر تم اور سادھنا تاش کا کون سا کھیل کھیل رہے تھے......؟“ میں نے پہلو بدل کر دریافت کیا۔

”رمی......“

”حیرت ہے......“ میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ ”رمی کھیلنے کی خاطر تو بڑی ذہانت کی ضرورت پیش آتی ہے......“

”سادھنا کا دل بہلانے کی خاطر کچھ نہ کچھ کرنا تو ضروری ہے......“

”یو آر رائٹ......“ میں نے سادگی سے جواب دیا۔ پھر شکوہ کیا۔ ”تم نے دوسرے دن آ کر مجھے ہاتھ کی لکیروں کی باقی کہانی سنانے کا وعدہ کیا تھا۔ میں انتظار ہی کرتا رہا......“

”اپنا من ٹٹول کر بات کرو......“ پروفیسر کے چہرے پر وہی پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی جو اس کا خاصہ تھی۔ ”کیا میں نے تمہیں جو کچھ بتایا‘ وہ غلط تھا؟“

”وہ تو ٹھیک تھا لیکن تم تنویر کے بارے میں یہ نہیں بتا سکے تھے کہ تمہارے جانے کے بعد ہی وہ ایک عجیب وغریب سانحے کا شکار ہو جائے گا۔“ میں نے جان بوجھ کر تنویر کا ذکر دوبارہ چھیڑ دیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ سادھنا اور پروفیسر میں سے کس کی اداکاری زیادہ جاندار تھی۔ کون زیادہ معصوم تھا اور کون زیادہ چالباز اور شاطر......؟؟

”میجر......“ پروفیسر یکلخت سنجیدہ ہو گیا...... ”کیا تم بتاؤ گے کہ وہ جملہ کیا تھا جسے پورا کرنے سے پہلے ہی تنویر چکرا کر گر پڑا تھا؟“

”میں نے اس جملے کو مکمل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکا......“

”جملہ کس کے بارے میں کہا گیا تھا؟ میرا مطلب ہے کہ کیا تنویر نے کسی کا نام لیا تھا یا......؟“

”اپنی جوتش ودیا کو آواز دو پروفیسر......“ میں نے مذاق کے پہلو میں طنز کیا۔ ”ہو سکتا ہے وہ جملہ تمہارے جنتر منتر کے موکل تمہارے کان میں چپکے سے بتا دیں اور......“

”جوتش ودیا کا نام نہ لو میجر......“ پروفیسر نے کسمسا کر جواب دیا۔ ”کبھی کبھی دست شناسی کا علم بھی موت کا سبب بن جاتا ہے......“

”میں سمجھا نہیں......“

”تم شاید بھول گئے۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ جس بھلے آدمی کو میں نے گرو مان کر ہاتھ کی ریکھاؤں کو پڑھنے کا علم حاصل کیا‘ اسے بھی کسی نے اس لئے گولی مار دی تھی

کہ جو کچھ اس نے کہا تھا' وہ سچ ثابت ہوا تھا۔''

''لیکن تمہیں تو ابھی تک ایسی کسی صورت کا سامنا نہیں کرنا پڑا.....''

''کیوں.....؟'' پروفیسر نے مسکرا کر مجھے دیکھا' پھر سرسراتے لہجے میں بولا۔ ''کیا انسپکٹر وہاب خان نے تمہیں یہ بات نہیں بتائی تھی کہ میں نے اس کے پاس تھانے جا کر کیا رپورٹ درج کرائی ہے.....؟''

پروفیسر نے نہایت چالاکی سے مجھے یہ بھی باور کرا دیا کہ وہ میری اور انسپکٹر وہاب خان کی ملاقات سے بھی واقف ہو چکا ہے۔ اگر ایسا تھا تو پھر یقیناً وہ نہ صرف میری اور وہاب خان کی تمام باتوں سے باخبر ہوگا بلکہ مسز مارگریٹ کے بارے میں بھی ضرور جان چکا ہوگا۔

''کسی کو اس کے بھوش کے بارے میں بتانا بھی بڑے جان جوکھم کا کام ہے۔'' پروفیسر نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر کہا۔ ''اسی کارن میں نے آج بھی ایک ایسی کنیا کا ہاتھ دیکھنے کی خواہش سے انکار کر دیا جو مجھے میری ودیا کی پوری قیمت دینے کو تیار تھی۔ کسی نے اس کی سفارش بھی کی تھی لیکن میں نے کورا سا جواب دے کر اسے ٹال دیا۔ کبھی کبھی سچ بات بتانے سے بھی جینے کے لالے پڑ جاتے ہیں۔''

''تم کس کی بات کر رہے ہو.....؟'' میں نے اپنے اضطراب کو چھپانے کی کوشش کی۔ نہ جانے کیوں میرے ذہن میں اس وقت مسز مارگریٹ کا نام آ گیا جس کے بارے میں مجھے وہاب خان نے بتایا تھا کہ گیارہویں اسٹریٹ کے مفلوک الحال شخص کی موت کے بارے میں گفتگو کرنے والے نامعلوم شخص نے اس بات کا دعویٰ بھی کیا تھا کہ مسز مارگریٹ کو بھی دس پندرہ دنوں میں پراسرار طور پر مار دیا جائے گا۔

''اگر میں یہ کہوں کہ تم اس کنیا سے مل بھی چکے ہو تو کیا تم وشواس کرو گے؟'' پروفیسر نے عجیب ساحرانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''بزنس کے سلسلے میں مجھے روزانہ ہی کئی خواتین سے ملنا پڑتا ہے۔'' میں نے بات بنانے کی کوشش کی۔ ''تم کس خاتون کی بات کر رہے ہو؟''

''وہی جس سے ملنے تم اس کے گھر گئے تھے اور اس کو ایک بڑی رقم کا چیک بھی دیا تھا۔''

''اوہ.....'' میں نے چونکنے کے بجائے عام انداز میں لاپروائی کا مظاہرہ کیا۔ ''تم مسز مارگریٹ کی بات کر رہے ہو؟''

''ہاں..... وہ مجھے اپنا ہاتھ دکھانا چاہتی تھی لیکن میں نے منع کر دیا.....''

''حیرت ہے.....'' میں نے مسکرا کر کہا۔ ''ایک ستاون سال سے زیادہ عمر کی خاتون اب اپنے بارے میں کیا جاننا چاہتی ہوگی؟''

''جانتے ہو میجر..... میں نے اس کا ہاتھ دیکھنے سے انکار کیوں کیا؟'' پروفیسر نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

''کیوں.....؟'' میں نے تجسس کا اظہار کیا۔

''میں نے اس کے نام کے حساب سے جنم کنڈلی بنا کر غور کیا تو تیسرے خانے میں راہو براجمان تھا۔''

''راہو سے تمہاری کیا مراد ہے.....؟'' میں نے اپنی معلومات کی خاطر دریافت کیا۔

''دیو اور بھوت کو کہتے ہیں۔'' پروفیسر نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''اگر جنم کنڈلی کے تیسرے خانے میں راہو نظر آ جائے تو پھر منش کی خیر نہیں ہوتی۔''

''کوئی علم ایسا بھی ہے جو تم نے چھوڑ دیا ہو.....؟'' میں نے لاپروائی کا مظاہرہ کیا۔

''مجھے اس کا شوق نہیں تھا لیکن منوہر کی موت اور سادھنا کے جوانی میں ودھوا ہو جانے کے غم نے میرے اندر آگ سی بھر دی تھی۔'' پروفیسر نے پہلو بدل کر کہا۔ ''شکتی پراپت کرنے کے کارن مجھے بڑے پاپڑ بیلنے پڑے۔ مہینوں دانا پانی کھائے بغیر برفیلی پہاڑیوں کی سرد گپھاؤں میں بھی کیول ایک لنگوٹی باندھ کر پورے تن من دھن سے دیوی دیوتاؤں کا آشیرواد حاصل کرنے کی خاطر دھونی رما کر بیٹھنا پڑا..... بڑے پاپڑ بیلے ہیں میں نے۔ بڑی کٹھنائیاں جھیلی ہیں' بہت کچھ بلیدان کیا ہے' جب کہیں جا کر کچھ حاصل کیا ہے۔''

''تم جنم کنڈلی کے تیسرے خانے میں راہو کے نظر آنے کی بات کر رہے تھے؟'' میں نے پروفیسر کو یاد دلایا۔ ''اس کے کیا مطلب ہوتے ہیں؟''

''جس کی جنم کنڈلی بنائی جا رہی ہو اس کی موت.....'' پروفیسر نے بڑے ٹھوس

اور پُراعتماد لہجے میں جواب دیا۔ ''ایسی موت جو اٹل ہوتی ہے جسے دھرتی کی تمام شکتیاں مل کر بھی نہیں ٹال سکتیں۔''

''ہو سکتا ہے تمہارا علم صحیح کہہ رہا ہو لیکن ایک بے سہارا عورت کو مار کر کسی کو کیا مل جائے گا؟'' میں نے بظاہر لاپروائی کا اظہار کیا لیکن اندر ہی اندر دہل کر رہ گیا۔ جو بات فون پر انسپکٹر وہاب سے کہی گئی تھی' وہی پروفیسر کی جنم کنڈلی بھی بتا رہی تھی۔

''ہر بات کا کوئی نہ کوئی کارن ضرور ہوتا ہے۔'' پروفیسر نے نچلا ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ ''تم نہیں سمجھ سکو گے ان باتوں کو......''

''کیا مسز مارگریٹ کو یہ بات معلوم ہے کہ وہ کسی اندوہناک خطرے یا حادثے سے دوچار ہونے والی ہے؟'' میں نے پروفیسر کو کریدنے کی خاطر دریافت کیا۔

''منش کو کیول کھٹکا ہوتا ہے جو اسے بے کل کر دیتا ہے۔ کسی گیانی دھیانی کو ہاتھ دکھانے سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوتا۔'' پروفیسر نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ ''ہوتا وہی ہے جو نیلے آکاش والے نے بھاگیہ میں لکھ دیا ہو۔''

''کیا تم کو وشواس ہے کہ مسز مارگریٹ کی موت ٹل نہیں سکتی؟'' میں نے اس بار ٹھوس آواز میں سوال کیا۔

''میں بھگوان نہیں...... کیول انسان ہوں۔'' پروفیسر نے تھوڑے توقف سے کہا۔ ''پرنتو یہ بات بھی اٹل ہے کہ جس کی جنم کنڈلی کے تیسرے خانے میں راہو بیٹھا ہو' اس کی موت بڑی بھیانک ہوتی ہے......''

''میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟'' میں نے پروفیسر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ ''کیا تم کو یقین ہے کہ کرنل مہادیر کی گندی روح مجھ سے اپنا انتقام لینے میں کامیاب ہو جائے گی؟''

پروفیسر نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر خاموش بیٹھا خلاء میں گھورتا رہا۔ پھر ایک لمبی سانس لے کر بولا۔

''میں تمہیں اس کا جواب پہلے بھی دے چکا ہوں۔''

''میں خاص طور پر تم سے ایک بات اور دریافت کرنا چاہوں گا۔''

''پوچھو......''

''تم نے کہا تھا کہ جگن ناتھ ترپاٹھی کی آتما کو اس وقت تک نجات نہیں ملے گی جب تک وہ مہاراج سے کیے ہوئے وعدے کو پورا نہیں کرے گی۔''

''ہاں' میں نے یہی کہا تھا......''

''اور کرنل مہادیر کی روح بھی اسی دنیا میں بھٹکتی رہے گی...... میرا مطلب ہے کہ جب تک وہ مجھ سے اپنا حساب نہ چکتا کر لے؟''

''ہاں' میری جوتش ودیا یہی کہتی ہے......'' پروفیسر کسمسا کر بولا۔ اس کے چہرے پر بڑی گھمبیر سنجیدگی مسلط تھی۔

''اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ان گندی اور پلید روحوں نے دوبارہ مجھے گھیرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکیں......''

''ہاں' میں یہ بھی جانتا ہوں......''

''پھر تمہیں یہ بھی ضرور معلوم ہو گا کہ ان کی ناکامی کا سبب کیا ہے؟'' میں نے بھرپور انداز میں سوال کیا۔ ''میرے اندر وہ کون سی قوت ہے جو بد روحوں کے شیطانی حملوں کے آڑے آ رہی ہے؟''

''میں ابھی تک اس شکتی کے راز کو نہیں جان سکا جو تمہاری سہائتا کر رہی ہے......''

''تم نے کوشش تو ضرور کی ہو گی......؟''

پروفیسر نے میرے لہجے میں چھپی ہوئی بات کو محسوس کر کے ایک پھریری لی۔ ایک لمحے کو اس کے چہرے پر ایسے تاثرات ابھرے جیسے وہ بری طرح تلملا رہا ہو لیکن دوسرے ہی لمحے وہ خود پر قابو پاتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

''میجر...... میں نے تم سے پہلے بھی بنتی کی تھی کہ میرے بارے میں دماغ کھپانا چھوڑ دو۔ تمہیں سے کی بربادی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو گا۔''

''پروفیسر......'' میں نے فاتحانہ انداز میں جواب دیا۔ ''تم میرے ہاتھ کی لکیروں کا مطالعہ کر چکے ہو۔ کیا تم نے میری ذات کے اندر چھپے ہوئے اس نڈر اور بے خوف فوجی کو نہیں دیکھا جس نے زندگی میں کسی محاذ پر ہار تسلیم نہیں کی......؟''

''میں نے بھی تمہیں کبھی بزدل نہیں کہا لیکن ایک بات یاد رکھنا۔'' پروفیسر نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر جواب دیا۔ ''دن ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے۔ سمندر کی طرح انسان کی

زندگی میں بھی اتار چڑھاؤ پیدا ہوتا رہتا ہے......"

"دوبارہ کب ملاقات ہوگی......؟" میں نے دستی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"رات زیادہ ہو رہی ہے۔ میں زبردستی تمہیں جگانا بھی نہیں چاہتا۔"

"میری چتا مت کرو میجر' میں اسی طرح تم سے ساری رات باتیں کر سکتا ہوں۔" پروفیسر نے کہا' پھر موضوع بدل کر بولا۔ "تنویر کو ہسپتال سے کب تک چھٹی ملے گی......؟"

"شاید دو دن بعد......" میں جانے کے ارادے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا تم مجھے اب بھی نہیں بتاؤ گے کہ تنویر نے چکرا کر گرنے سے پہلے تم سے کیا بات کہنی چاہی تھی؟" پروفیسر نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"رہنے دو پروفیسر......" میں نے مذاق مذاق میں طنز کیا۔ "میں جانتا ہوں کہ جو بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آ سکی' وہ تم دو روز پہلے جان چکے ہو گے۔"

"اور اگر میں بھگوان کی سوگند اٹھا کر کہوں کہ تمہارا خیال غلط ہے تو......؟" پروفیسر بدستور سنجیدہ تھا۔

"مجھے حیرت ہی ہوگی......" میں نے غیر یقینی انداز اختیار کیا۔ پھر یکلخت کچھ سوچ کر کہا۔ "ویسے ایک بات میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں......"

"وہ کیا......" پروفیسر کے لہجے سے تجسس جھلک رہا تھا۔

"تنویر کسی بیماری یا کمزوری کے سبب بے ہوش نہیں ہوا تھا......"

"پھر......؟" پروفیسر نے تیزی سے سوال کیا۔ اس کی دلچسپی بڑھتی جا رہی تھی۔

"کوئی شیطانی قوت تھی جو نہیں چاہتی تھی کہ تنویر اپنی بات مکمل کرے ورنہ ہوش میں آنے کے بعد جس طرح تنویر وہ مخصوص جملہ بھول گیا' اسی طرح دوسری اہم بات بھی بھول سکتا تھا۔"

"میرا من بھی یہی کہتا ہے کہ کسی پراسرار شکتی نے اس غریب کو کشٹ کر دیا ہوگا......"

"ایسی شکتی کون ہو سکتی ہے؟" میں نے سرسراتے لہجے میں پوچھا۔ "مہاراج...... جگن ناتھ ترپاٹھی کی بدروح یا پھر کرنل بہادر کی بھٹکتی ہوئی آتما؟"

"نہیں......" پروفیسر نے بڑے یقین سے جواب دیا۔ "ان کا تنویر کی بے ہوشی سے کوئی سمبندھ نہیں ہو سکتا۔"

"تمہارے خیال میں اور کون ہے جو میری یا میرے ملازم کی جان کا دشمن ہوگا؟" میں نے چبھتے ہوئے انداز میں پروفیسر کو مخاطب کیا۔

"تم اگر تنویر کا ادھورا جملہ ہی دہرا دو تو تمہاری بڑی کرپا ہوگی۔" پروفیسر نے نہ جانے کیوں ہونٹ چباتے ہوئے بڑی لجاجت سے کہا۔ "اگر تمہیں اس کی بات یاد نہیں تو وہ نام ہی بتا دو جو نامکمل جملے کے درمیان آ گیا ہوگا......؟"

میں یکلخت چونکا۔ کچھ دیر پیشتر میں نے سادھنا کے بارے میں جو کچھ سوچا تھا' اس کی ایک کڑی کی اہمیت میرے ذہن میں اجاگر ہونے لگی۔ تنویر نے ادھورے جملے میں سادھنا کا نام لیا تھا لیکن اس سے پیشتر یہ بھی کہا تھا کہ گنگولی نے سادھنا کے لئے ایک عجیب و غریب بات کہی تھی۔ پروفیسر کے بار بار کے اصرار کے بعد ہی مجھے تنویر کے ان جملوں کا باہمی ربط سمجھ میں آنے لگا۔ سادھنا نے بھی تنویر کی بے ہوشی کے بارے میں یہی کہا تھا کہ اگر وہ اپنا جملہ پورا کر دیتا تو کسی کی زندگی میں بھونچال آ جاتا۔ سادھنا کے اس جملے پر پروفیسر بھی چونکا تھا۔ پروفیسر کے چونکنے کے بعد ہی سادھنا نے فوری طور پر کینچلی بدلی تھی اور ایک بار پھر اپنے اوپر خوابیدہ سی کیفیت طاری کر لی تھی۔ وہ پروفیسر کے حکم دینے پر نہایت فرمانبرداری سے اٹھ کر ڈرائنگ روم سے چلی گئی تھی لیکن میری چھٹی حس نے اس شبے کا اظہار کیا تھا کہ سادھنا پروفیسر کے مقابلے میں اس نامکمل جملے کے بارے میں زیادہ واقفیت رکھتی ہے جو تنویر کی بے ہوشی کا سبب بنا تھا اور...... اب پروفیسر مجھ سے اصرار کر رہا تھا کہ میں صرف وہ نام اسے بتا دوں جو تنویر کی زبان پر آ گیا تھا۔ میرے ذہن میں کئی سوالات ابھرنے لگے۔

"کیا پروفیسر نے جو قوتیں حاصل کی تھیں' وہ بھی اسے سادھنا کے ظاہر اور باطن کا فرق نہیں بتا سکی تھیں؟ اگر ایسا تھا تو پھر سادھنا یقیناً پروفیسر سے زیادہ پراسرار قوتوں کی مالک تھی لیکن کیا پروفیسر کو اس کا کوئی علم نہیں تھا......؟ کیا پروفیسر نے غلط بیانی سے کام لیا تھا کہ سادھنا اور اس کے درمیان باپ بیٹی کا رشتہ تھا؟ اگر وہ باپ بیٹی نہیں تھے تو پھر ان کے درمیان کیا تعلق تھا؟ پروفیسر نے اپنی قوتوں کی بنا پر جو باتیں بتائی تھیں' وہ حرف بحرف

درست تھیں۔ وہ انسپکٹر وہاب خان اور مسز مارگریٹ سے میری ملاقاتوں کی تفصیل سے بھی پوری طرح واقف تھا...... کرنل مہادیر کی موت کے بارے میں بھی اس نے جو کہا تھا وہ بھی غلط نہیں تھا...... وہ میرے دل کی باتیں بھی پڑھ لیا کرتا تھا لیکن سادھنا کے سلسلے میں قریب رہتے ہوئے بھی وہ اس کی حقیقت سے لاعلم تھا۔ آخر کیوں؟ کیا سادھنا کی قوتوں نے پروفیسر کی نگاہوں کے سامنے ایسا کوئی جال تان دیا تھا جس کے پار دیکھنا پروفیسر کے بس میں نہیں تھا؟ سادھنا دوہری شخصیت کا جو کردار ادا کر رہی تھی' اس کی اصلیت کیا تھی؟ کیا وہ بھی کوئی بھٹکتی ہوئی بد روح تھی جس نے کسی کے جسم پر قبضہ کر رکھا تھا یا وہ کوئی بھی روپ اختیار کرنے کی ناقابل یقین صلاحیتوں اور قوتوں کی مالک تھی؟ اگر میں پروفیسر کو سادھنا کا نام بتا دیتا تو اس کا کیا ردعمل ہوتا؟''

میرے ذہن میں دھماکے ہو رہے تھے جب پروفیسر نے میرے چہرے کے اثرات بھانپتے ہوئے کہا۔

''میجر...... کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ اس وقت تمہارے ذہن میں کیا باتیں گونج رہی ہیں؟''

''میں سوچ رہا ہوں کہ تم مذاق بھی خاصی سنجیدگی سے کر لیتے ہو۔'' میں نے بات بنانے کی کوشش کی۔ ''اس فن میں بھی تم خاصی مہارت رکھتے ہو۔''

''نہیں......'' پروفیسر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ ''تم کچھ اور سوچ رہے تھے......''

''تمہیں یاد ہے پروفیسر......'' میں نے اس کے ذہن میں خلل پیدا کرنے کی خاطر مسکرا کر کہا۔ ''شیلا اور چتر والے کی روداد سن کر تم نے کہا تھا کہ اگر میں فوجی افسر ہونے کے بجائے کوئی فلمی سٹوری رائٹر ہوتا تو میری ہر کہانی باکس آفس پر سپر ہٹ ثابت ہوتی۔ آج میں بڑی سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں کہ اگر تم پراسرار قوتیں حاصل کرنے کی خاطر برفانی پہاڑی غاروں میں لنگوٹی باندھ کر وقت برباد کرنے کی بجائے اداکاری کے میدان میں اپنی صلاحیتیں آزماتے تو شاید اب تک کئی آسکر ایوارڈ حاصل کر چکے ہوتے۔ ہالی وڈ کے بڑے بڑے فلمساز تمہارے دروازے پر ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے۔''

''میں شاید اس وقت بھی اپنا سے برباد کر رہا ہوں۔'' پروفیسر نے بدستور سنجیدگی

سے جواب دیا۔ ''میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم اتنی آسانی سے زبان نہیں کھولو گے۔ تمہاری جگہ میں ہوتا تو شاید میں بھی اس ٹرمپ کارڈ کو ضائع نہ ہونے دیتا جو اس وقت تمہارے ہاتھ آ گیا ہے۔''

''ڈونٹ بی سلی پروفیسر DON,T BE SILLY PROFESSOR''

میں نے بھرپور اداکارانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے پروفیسر کو تاریکی میں رکھنے کی کوشش کی۔ ''جو جملہ خود میری سمجھ میں نہیں آ سکا' بھلا میں تمہیں کیسے سمجھا سکتا ہوں۔''

''جملے کو گولی مارو میجر۔'' وہ قدرے تلملا کر بولا۔ ''مجھے صرف نام بتا دو' باقی معمہ میں خود حل کر لوں گا۔''

میں نے پروفیسر کو بغور دیکھا۔ اگر وہ اداکاری نہیں کر رہا تھا اور سادھنا کے بارے میں میرا خیال درست تھا تو یقیناً ٹرمپ کارڈ اس وقت میرے ہاتھ میں تھا۔ میں نے اسے آزمانے کی خاطر کچھ سوچ کر کہا۔

''تنویر نے وہ ادھور جملہ کہنے سے پیشتر ایک بات اور بھی کہی تھی......''

''وہ کیا......؟'' پروفیسر کی نگاہوں میں امید کی ایک کرن چمکی۔

''اس نے کہا تھا کہ جو بات وہ مجھے بتانے لگا ہے' وہ عجیب و غریب ہے۔''

''اس کے بعد تنویر نے کیا کہا تھا......؟'' پروفیسر کی بے چینی پورے عروج پر تھی۔

''تنویر نے کہا تھا کہ اسے وہ بات......''

میں اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا۔ فضا میں ابھرنے والی چیخ کی وہ آواز اس قدر تیز اور ہولناک تھی کہ میرے علاوہ پروفیسر بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ ہم دونوں ایک ساتھ ہی سادھنا کے بیڈروم کی طرف لپکے۔ وہ آواز اسی سمت سے آئی تھی لیکن بیڈروم کے دروازے پر قدم رکھتے ہی ہم دونوں ٹھٹھک کر رک گئے۔ جو منظر میری نظروں نے دیکھا' وہ انتہائی خطرناک تھا۔

سادھنا اپنے بستر پر چت پڑی تھی۔ ایک سیاہ رنگ کا بلا جس کا قد کسی کتے سے زیادہ بڑا تھا' اس کی چھاتی پر چڑھا بیٹھا اسے بڑی خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔ سادھنا کی نظریں اسی بلے پر مرکوز تھیں اور وہ ہولناک آواز میں چیخ رہی تھی۔ غیر اختیاری طور پر میرا ہاتھ جیب میں چلا گیا۔ میں اپنا سروس ریوالور نکال کر بلے کو شوٹ کرنا چاہتا تھا لیکن پروفیسر

نے میرا ہاتھ سختی سے تھام لیا۔شاید وہ میرا ارادہ بھانپ چکا تھا۔

"تم اس وقت جاؤ میجر......" اس نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔"میں سادھنا کی حفاظت کرنا جانتا ہوں۔"

"لیکن اس وقت سادھنا کی پوزیشن......"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔"پروفیسر نے بگڑے ہوئے تیور سے جواب دیا۔"اور میں اپنے نجی معاملات میں کسی دوسرے کی مداخلت برداشت نہیں کرتا......"

"یو...... گوٹو ہل YOU....GO TO HELL" میں نے نفرت سے کہا۔

پھر تیز تیز قدم اٹھاتا پروفیسر کے مکان سے باہر آ گیا لیکن میرا ذہن بدستور اسی سیاہ بلے کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ مجھے امید نہیں تھی کہ پروفیسر سادھنا کو اس خونخوار بلے سے محفوظ رکھ سکے گا۔ بہرحال مجھے پروفیسر یا سادھنا سے کچھ اتنی زیادہ دلچسپی یا ہمدردی بھی نہیں تھی کہ میں بلاوجہ ان کے معاملات میں ٹانگ الجھانے کی ضد کرتا......لیکن کچھ باتیں بدستور میرے ذہن میں رہ رہ کر کلبلا رہی تھیں......

سادھنا کی اصلیت کیا تھی......؟ کیا وہ پروفیسر کے مقابلے میں زیادہ طاقتور تھی...... اور...... اس سیاہ بلے کی کیا حقیقت تھی جو سادھنا کے سینے پر چڑھا بیٹھا اسے کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا......؟

☆......☆......☆

تنویر کے نہ ہونے سے میرے روزمرہ کے معمولات میں کچھ تبدیلیاں آ گئی تھیں۔ صبح کا ناشتہ مجھے خود تیار کرنا پڑتا تھا اور رات کو سونے سے پہلے دروازوں کو بند کرنا بھی میری ذمہ داریوں میں شامل تھا۔ میرے پاس تنویر کے علاوہ دوسرے ملازم بھی تھے لیکن مجھے تنویر سے کچھ ایسی ہی انسیت اور لگاؤ تھا کہ میں اس کا کام عارضی طور پر بھی کسی اور کو سونپنے کو تیار نہیں تھا۔

رات پروفیسر کے گھر سے واپسی کے بعد میں نے جلد سونے کی کوشش کی لیکن سادھنا کے روپ میں ابھرنے والی نئی پراسرار شخصیت نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ بہرحال صبح میری آنکھ دیر سے کھلی۔ میں نے جلدی جلدی ناشتہ تیار کیا۔ ہر کام میں عجلت کا مظاہرہ کیا لیکن پھر بھی دفتر ایک گھنٹے کی تاخیر سے پہنچا۔ اپنی نشست پر بیٹھنے کے بعد میں نے ایک ضروری فائل اٹھا کر اس کا مطالعہ کرنے کے بارے میں سوچا ہی تھا کہ انٹرکام کے بزر نے چونکا دیا۔

"یس......"میں نے ریسیور اٹھا کر اپنی لیڈی سیکرٹری زوبی سے رابطہ قائم کیا۔

"سر...... مسز مارگریٹ نامی خاتون کا فون دو بار آ چکا ہے۔"زوبی نے مجھے اطلاع دی۔

"کوئی خاص پیغام تھا؟"میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں نے دریافت کیا تھا لیکن وہ آپ ہی سے بات کرنے کی خواہش مند تھیں۔"

"ٹھیک ہے......"میں نے کہا۔"فون ملا دو......"

زوبی کو فون ملانے کی ہدایت کر کے میں نے سامنے رکھی ہوئی فائل بند کر دی۔

رات پروفیسر نے مارگرٹ کے بارے میں جو باتیں کی تھیں' وہ میرے ذہن میں صدائے بازگشت بن کر گونجنے لگیں۔ اس نے بڑے یقین اور اعتماد سے کہا تھا کہ مارگریٹ کی جنم کنڈلی کے تیسرے خانے میں راہو موجود ہے جس کا مطلب یہ تھا کہ مارگریٹ کی موت پراسرار اور بھیانک انداز میں واقع ہوگی کسی نامعلوم شخص نے انسپکٹر وہاب سے بھی فون پر رابطہ قائم کر کے یہی کہا تھا کہ مارگریٹ دنیا میں صرف دس پندرہ دن کی مہمان ہے۔ انسپکٹر کے ایماء پر ہی میں نے مسز مارگریٹ سے رابطہ قائم کیا تھا۔ ملاقات کے دوران اس نے بھی کہا تھا کہ وہ کسی پر بھی اپنے دشمن ہونے کے شک کا اظہار کرنے سے قاصر ہے۔ وہ پوری طرح مطمئن اور آسودہ حال نظر آتی تھی لیکن پروفیسر کا بیان تھا کہ مارگریٹ اسے منہ مانگی قیمت کے عوض اپنا ہاتھ دکھانا چاہتی تھی مگر جنم کنڈلی نکالنے کے بعد پروفیسر نے انکار کر دیا تھا۔ حالانکہ پروفیسر کے کسی واقف کار نے مسز مارگریٹ کا ہاتھ دیکھنے کی سفارش بھی کی تھی۔

میں مسز مارگریٹ کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ انٹرکام کا بزر ایک بار پھر جاگ اٹھا۔ زوبی نے مجھے اطلاع دی کہ فون پر مسز مارگریٹ سے رابطہ قائم ہو چکا ہے۔ چنانچہ میں نے انٹرکام کا ریسیور رکھ کر فون کا ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو......" میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"مارگریٹ بول رہی ہوں۔" دوسری جانب سے مسز مارگریٹ کی نرم آواز ابھری۔ "میں نے آپ کو ڈسٹرب تو نہیں کیا......؟"

"مجھے خوشی ہے کہ آپ نے یاد رکھا۔" میں نے دوستانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے پوچھا۔ "میرے لائق کوئی خدمت......؟"

"مصروفیات کی وجہ سے میں آپ کے چیک کی رسید روانہ کرنا بھول گئی جس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔"

"آپ شرمندہ کر رہی ہیں۔"

"جی نہیں' اپنا اخلاقی فرض ادا کر رہی ہوں۔" مسز مارگریٹ کی مترنم آواز ابھری۔ "بہرحال میں نے ابھی رسید پوسٹ کر دی ہے اور ایک بار پھر آپ کے اس جذبے کا شکریہ ادا کرتی ہوں جس کا اظہار آپ نے مشن کو ایک خطیر رقم کا چیک دے کر کیا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اچھے واقف کاروں کے درمیان اس قسم کی رسمی باتیں بھی نہیں

ہونی چاہئیں......"

"آپ سے ایک درخواست اور بھی کرنی تھی۔" اس نے میری بات کو سراہتے ہوئے کہا۔ "میں دس بارہ روز کے اندر مشن کی جانب سے ایسے تمام کرم فرماؤں کو ایک مخصوص پارٹی میں اکٹھا کرنے کے بارے میں غور کر رہی ہوں جو برابر ہماری مدد کرتے رہے ہیں۔ آپ کو بھی دعوت نامہ بھیجا جائے گا۔ مجھے خوشی ہوگی اگر آپ نے میری دعوت قبول کرلی......"

"اور کتنے افراد ہوں گے جنہیں مدعو کیا جائے گا......" میں نے بات بڑھانے کی خاطر پوچھا۔

"ہمارے کرم فرماؤں کی فہرست تو خاصی طویل ہے لیکن میں صرف مخصوص افراد کو مدعو کر رہی ہوں۔"

"بہت بہت شکریہ......" میں نے جواب دیا' پھر دبی زبان میں کہا۔ "مسز مارگریٹ' آپ کو شاید میری وہ درخواست یاد نہیں رہی جو میں نے آپ کے گھر سے رخصت ہوتے وقت کی تھی۔ میں نے کہا تھا کہ چیک کے سلسلے میں اگر میرا نام......"

"مجھے یاد ہے میجر وقار......" مسز مارگریٹ نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے بڑی اپنائیت سے کہا۔ "اگر آپ کسی وجہ سے پس پردہ رہنا پسند کرتے ہیں تو میں آپ کو مجبور نہیں کروں گی لیکن آپ کو دعوت نامہ بھیجنا میرا اخلاقی فرض ہوگا۔"

"میں اس کرم نوازی کے لئے پیشگی شکریہ ادا کرتا ہوں۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ پھر کچھ توقف سے بولا۔ "اتفاق ہے کہ کل رات ہی کہیں آپ کا ذکر خیر ہو رہا تھا اور اس وقت آپ کا فون آ گیا۔"

"میرا خیال ہے کہ میں اتنی مشہور شخصیت بھی نہیں ہوں کہ لوگ میرا ذکر کر کے اپنا قیمتی وقت برباد کریں۔"

"یہ آپ کا خیال ہے' میرا نہیں۔" میں روانی میں کہہ گیا۔ پھر سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولا۔ "پہلی ملاقات میں میں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ آپ جن لوگوں کے درمیان کام کرتی ہیں' ان میں کچھ آپ کے دشمن بھی ہو سکتے ہیں......"

"یاد ہے مجھے...... اور میں نے جواب میں کہا تھا کہ میں کسی کو اپنا دشمن نہیں

سمجھتی۔"

"کیا آپ اس وقت بھی یقین سے کہہ رہی ہیں کہ آپ کو کسی قسم کا کوئی خطرہ یا پریشانی درپیش نہیں ہے؟"

"جی ہاں...... لیکن آپ بار بار میری سلامتی کے بارے میں اس قدر پریشان کن باتیں کیوں کرتے ہیں؟"

"اگر آپ کو میری بات ناگوار گزری ہے تو معافی کا خواستگار ہوں۔" میں نے اس کے لہجے کی معمولی سی تلخی کو محسوس کرتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے کہا۔ "بات دراصل یہ ہے کہ کل رات جو شخص آپ کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا' وہ ایک ماہر دست شناس ہے۔"

"کیا نام ہے ان موصوف کا......؟"

"پروفیسر انوپ کمار ورما......" میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "آپ غالباً پروفیسر کو اپنا ہاتھ دکھانا چاہتی تھیں؟"

"میں......؟" مسز مارگریٹ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں' پروفیسر ورما نے مجھ سے یہی کہا تھا۔ آپ نے شاید کسی سے پروفیسر تک اپنی سفارش بھی پہنچائی تھی؟"

"آپ کہیں مجھ سے مذاق تو نہیں کر رہے میجر وقار......؟" مسز مارگریٹ نے سپاٹ آواز میں کہا۔

"کیوں......؟ کیا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں' وہ درست نہیں ہے؟" میں نے شپٹا کر دریافت کیا۔

"اگر آپ سنجیدہ ہیں تو مجھے یقیناً حیرت کا اظہار کرنا چاہیے۔"

"میں سمجھا نہیں......"

"آپ جس پروفیسر کا ذکر کر رہے ہیں' اس نے یقیناً آپ سے اپنی سستی شہرت کی خاطر محض بکواس کی ہے۔" مسز مارگریٹ نے برہمی کا اظہار کیا۔ "جب میں اس نام کے کسی پروفیسر کو سرے سے جانتی ہی نہیں تو اس کی بات کس طرح کر سکتی ہوں؟ رہا ہاتھ دکھانے کا سوال تو اب اس عمر میں مجھے اپنے بارے میں کیا پریشانی لاحق ہو سکتی ہے؟"

"حیرت انگیز......" میں نے تعجب سے کہا۔ "مجھے آپ کی بات کا یقین ہے لیکن

پروفیسر نے مجھ سے اتنا بڑا جھوٹ......"

"پامسٹ اور مستقبل بینی کا دعویٰ کرنے والے اکثر اسی قسم کی بے سروپا باتیں کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔" مسز مارگریٹ نے میرا جملہ کاٹ کر کہا۔ "ہو سکتا ہے' وہ آپ کو شیشے میں اتارنے کی خاطر دروغ گوئی کر رہا ہو...... ویسے بائی دی وے' آپ اسے کب سے جانتے ہیں؟"

"وہ...... وہ میرا پڑوسی ہے۔" میں نے شپٹا کر جواب دیا۔ "مل ٹریک کالونی میں ہم شروع سے ایک ساتھ رہ رہے ہیں۔"

"ون منٹ......" اس بار مسز مارگریٹ نے چونکتے ہوئے ہوئے پوچھا۔ "کیا نام بتایا تھا آپ نے اس پروفیسر کا......؟"

"پروفیسر انوپ کمار ورما......" میں نے پروفیسر کا نام دہرا دیا۔

"مجھے یاد پڑتا ہے کہ یہ نام میں نے کہیں سنا ضرور ہے......" مسز مارگریٹ نے الجھے الجھے انداز میں کہا۔ "کہاں سنا ہے...... یہ یاد نہیں آ رہا۔"

"ہو سکتا ہے کسی نے آپ کو بھی پروفیسر کو ہاتھ دکھانے کا مشورہ دیا ہو......" میں نے ایک امکانی بات کہی۔

"یو آر رائٹ میجر......" مسز مارگریٹ نے تیزی سے جواب دیا۔ "ابھی غالباً دو روز پہلے کی بات ہے کہ مشن کے ایک رسمی گٹ ٹوگیدر **GET TOGETHER** میں میری ملاقات پہلی بار ایک انڈین خاتون سے ہوئی تھی۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ یہ نام میں نے اسی کی زبان سے سنا تھا۔"

"کیا آپ کو اس خاتون کا نام یاد نہیں......؟" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے دریافت کیا۔

"آپ پروفیسر کے معاملے میں بہت سن سیٹو **SENSITIVE** معلوم ہوتے ہیں۔" مسز مارگریٹ نے میرے سوال کی ساخت کو محسوس کرتے ہوئے بڑے لطیف پیرائے میں کہا۔ "میں آپ کو مشورہ دوں گی کہ ایسے لوگوں سے دور رہا کریں جو اپنی شہرت کی خاطر الٹی سیدھی ہانکنے سے بھی باز نہیں آتے۔"

"میں آپ کے مشورے سے مکمل طور پر متفق ہوں' اسی لئے جھوٹے کو اس کے

گھر تک پہنچانے کی خاطر اس خاتون کا نام دریافت کر رہا ہوں۔" میں نے مصلحت سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "یہ میرا وعدہ ہے کہ آپ کا نام درمیان میں نہیں آئے گا۔"

"ایک منٹ ہولڈ کیجئے۔ میرا خیال ہے کہ میں نے اپنی عادت کے مطابق ان خاتون کا نام اور ایڈریس بھی اپنی نوٹ بک میں ضرور لکھا ہوگا۔ مشنری کے پھیلے ہوئے کام میں ہر شخص کو یاد رکھنا آسان نہیں ہوتا۔ اسی لئے میں اپنی یادداشت کے طور پر ان کے نام اور پتے لکھ لیتی ہوں۔" مسز مارگریٹ نے کہا۔ اس کے بعد کچھ دیر کے لئے دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔

مسز مارگریٹ سے میری صرف ایک ہی ملاقات ہوئی تھی لیکن مجھے اس بات کا یقین تھا کہ اس نے پروفیسر کے بارے میں اپنی لاعلمی کا اظہار جان بوجھ کر نہیں کیا ہوگا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ دوبارہ اس کے بارے میں استفسار بھی نہ کرتی۔ نہ کسی خاتون کا حوالہ دیتی۔ ایسی صورت میں میرا اس بات پر حیرت زدہ ہونا کہ پروفیسر نے مسز مارگریٹ کے بارے میں خاص طور پر غلط بیانی سے کیوں کام لیا۔ قدرتی امر تھا۔ "ہوسکتا ہے اس نے مسز مارگریٹ کی پراسرار موت کے بارے میں بھی اپنی شیطانی قوتوں کے ذریعے قبل از وقت معلوم کرلیا ہو اور مجھے حیرت زدہ کردینے کی خاطر جنم کنڈلی اور اس کے تیسرے خانے میں راہو کی موجودگی اور اس کے ہولناک انجام کے بارے میں اس لئے آگاہ کیا ہو کہ میں اس کی ماورائی قوتوں سے زیادہ مرعوب ہوجاؤں۔" میرے ذہن میں ایک بار پھر سادھنا اور پروفیسر کی پراسرار شخصیتوں کے مختلف روپ ابھرنے لگے۔

میں نے طے کرلیا تھا کہ اگر مسز مارگریٹ کے ہاتھ دکھانے والی بات غلط ثابت ہوئی تو پروفیسر کو بڑی سختی سے آڑے ہاتھوں لوں گا۔ گزشتہ رات اس نے جس انداز میں سادھنا کے کمرے میں ایک ہولناک منظر دیکھ کر مجھے جھڑک کر اپنے کاٹج سے باہر جانے کو کہا تھا' وہ بھی میرے ذہن پر نقش تھا۔ میں پروفیسر کو منہ توڑ جواب دینے کے بارے میں کسی لائحہ عمل پر غور کر رہا تھا جب ریسیور پر مسز مارگریٹ کی آواز دوبارہ ابھری۔ "مجھے وہ نام مل گیا ہے میجر...... لیکن کیا میں امید رکھوں کہ میرا نام درمیان میں نہیں آئے گا۔ دراصل میں جس مشن پر کام کر رہی ہوں اس میں کسی سکینڈل یا بے تکی باتوں سے میری شہرت اور ساکھ کو دھچکا بھی پہنچ سکتا ہے......"

"آئی پرامس یو I PROMISE YOU" میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔

"آپ کا نام کہیں کوٹ QUOTE نہیں ہوگا۔"

"جس خاتون نے پروفیسر ورما کی پامسٹری کے بارے میں لمبی چوڑی تعریفوں کے پل باندھے تھے اس کا نام شیلا تھا......" مسز مارگریٹ نے غالباً اپنی نوٹ بک سے پڑھتے ہوئے کہا تھا۔ "پتہ بھی نوٹ کرلیں۔ ہنومان کے بڑے مندر کے پاس جو آبادی ہے' وہ اسی کے بنگلہ نمبر D-28 میں رہتی ہے۔"

شیلا کا نام اور پتہ سن کر میں اس طرح چونکا جیسے بے خیالی میں میرا ہاتھ بجلی کے ننگے تاروں سے چھو گیا ہو۔ اس کرنٹ کا جھٹکا اتنا شدید تھا کہ میں چکرا کر رہ گیا۔ مجھے وہ بھیانک رات یاد آگئی جب شیلا اور چتر والے کے درمیان کھیلے جانے والے ہولناک ناٹک میں میری شرکت ایک تیسرے مگر بے بس فریق جیسی تھی۔ اس رات ڈریسنگ گاؤن میں ملبوس خوفزدہ لڑکی نے بھی اپنا نام شیلا بتایا تھا۔ اس نے بھی ہنومان کے بڑے مندر کے پاس والی آبادی کا حوالہ دیا تھا لیکن بنگلے کا نمبر نہیں بتا سکی تھی۔

شیلا کا نام اور پتہ سن کر میں گنگ سا ہوگیا۔

"میجر......" دوسری جانب سے مسز مارگریٹ کی آواز سنائی دی۔ "کیا آپ میری باتیں سن رہے ہیں؟"

"جی ہاں......" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "آپ نے جو معلومات فراہم کی ہیں' میں اس کے لئے آپ کا شکر گزار ہوں۔"

"میرے لائق کوئی اور خدمت......؟"

"ہوسکتا ہے میں کسی وقت آپ سے دوبارہ ملاقات کی غرض سے حاضر ہوں۔" میں نے سرسری انداز میں کہا۔ "آپ کی اجازت شرط ہے......"

"ضرور تشریف لائیں۔ میرے دروازے آپ جیسے مہربان کرم فرماؤں کیلئے کبھی بند نہیں ہوتے۔"

"بہت بہت شکریہ......" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ پھر ریسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا۔

میرے ذہن میں پہلے پروفیسر کے وجود نے کھلبلی مچا رکھی تھی اور اب شیلا کے نام

کی صدائے بازگشت گونج رہی تھی۔ پہلے شیلا اور چتر والے نے میرے راستے میں ایک رکاوٹ پیدا کی تھی جسے میں کسی نہ کسی طرح پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ پھر چتر والے اور شیلا کی پروفیسر ورما اور سادھنا سے حیرت انگیز مماثلت نے میرے ذہن کی چولیں ہلا کر رکھ دی تھیں اور اب پھر شیلا کا نام ایک معمہ بن کر مجھے حیرت زدہ کر رہا تھا۔ مسز مارگریٹ کا بیان اگر سچ تھا تو شیلا اور سادھنا دو الگ الگ شخصیتیں تھیں۔ دو شخصیتوں کی ایک دوسرے سے ناقابل یقین حد تک مشابہت ایسی کوئی تعجب خیز بات نہیں تھی لیکن ان کا کسی نہ کسی طور پروفیسر سے متعلق ہونا ضرور قابل غور تھا۔ سادھنا پروفیسر کے ساتھ رہ رہی تھی جبکہ شیلا تقریباً دس میل دور ایک بنگلے میں مقیم تھی مگر وہ دونوں ہی پروفیسر کی مداح تھیں۔ مسز مارگریٹ نے یہی کہا تھا کہ شیلا پروفیسر کی پامسٹری کے سلسلے میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہی تھی۔ میں سوچنے لگا...... شیلا کون تھی؟ اس کا پروفیسر سے کیا تعلق تھا؟ اس نے خاص طور پر مسز مارگریٹ کے سامنے پروفیسر کی دست شناسی کی تعریف کیوں کی تھی؟ کیا وہ چاہتی تھی کہ مسز مارگریٹ پروفیسر سے ملاقات کرے؟ اس ملاقات سے اس کی ذات کو کیا فائدہ ہو سکتا تھا جبکہ انسپکٹر وہاب خان کو فون پر کہی جانے والی بات اور پروفیسر کی بنائی ہوئی جنم کنڈلی دونوں ہی مارگریٹ کی بھیانک اور پراسرار موت کی نشاندہی کرتی تھیں اور کیا سادھنا اور شیلا بھی ایک دوسرے سے واقف تھیں؟

میرے ذہن میں آندھیوں کے جھکڑ چل رہے تھے۔ ایک لمحے کو میرے ذہن میں یہ خیال بڑی سرعت سے ابھرا کہ میں انسپکٹر وہاب خان سے فون پر رابطہ قائم کر کے مختصر صورتحال سے آگاہ کر دوں اور خاص طور پر شیلا کو چیک کرنے کو کہوں لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ انسپکٹر سے رابطہ قائم کرنے سے پیشتر میں بذات خود ایک بار شیلا سے مل کر اس بات کی تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ اس کی اصلیت کیا تھی؟ مجھے اس بات پر شدید حیرت تھی کہ اگر وہ شیلا وہی تھی جسے میں نے چتر والے کے ساتھ دیکھا تھا تو اس کا زندہ بچ جانا بھی کسی معجزے سے کم نہیں تھا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ چتر والے کے آہنی ہاتھ کے ایک ہی وار نے اس کا سر پھاڑ دیا تھا۔ پھر اس نے بڑے مکروہ انداز میں شیلا کا بھیجہ نکال کر اس طرح چبایا تھا جیسے اپنی سب سے مرغوب غذا سے لطف اندوز ہو رہا ہو۔ صرف یہی نہیں' بھیجہ کھانے کے بعد اس نے شیلا کی چھاتیوں پر اپنے آہنی پنجوں سے شگاف

ڈال کر اس کا بھل بھلاتا ہوا گاڑھا گاڑھا خون بھی پیا تھا۔ شیلا کے بیان کے مطابق ممکن ہے چتر والے نے اس کے نیم مردہ جسم کے ساتھ اپنی ناپاک جنسی خواہش کی تکمیل بھی کی ہو لیکن میں اس سے پیشتر ہی وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

میرے دل و دماغ میں ایک کھلبلی سی مچی تھی۔ میری چھٹی حس رہ رہ کر اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ مسز مارگریٹ اب دنیا میں محض چند روز کی مہمان رہ گئی ہے۔ میں کوئی دلیل نہیں پیش کر سکتا تھا لیکن اب تک پروفیسر نے جو کچھ کہا تھا' وہ سچ ہوتا آ رہا تھا۔

''پروفیسر......'' یکلخت میرے اندر کا نڈر اور بے خوف فوجی انگڑائی لے کر بیدار ہو گیا۔ میں نے خود کلامی کے انداز میں کہا۔ ''میں تم کو جو ڈھیل دے چکا ہوں' وہ بہت ہے۔ اب تمہارے برے دن تمہارے سر پر منڈلا رہے ہیں۔ میں اب تم سے اسی طرح نپٹوں گا جس طرح محاذ جنگ پر کوئی فوجی اپنے دشمن سے نپٹتا ہے۔ موت اور زندگی خدا کے اختیار میں ہے۔ تم اب تک اپنی خباثت کے ذریعے مجھے مرعوب کرنے کی کوشش کرتے رہے لیکن اب تمہیں خود تمہارے ہاتھوں سے اپنے چہرے پر پڑی نقاب الٹنے پر مجبور کر دوں گا۔ کرنل مہادیر کو میں نے بڑی آسان موت مار کر ایک بڑی اذیت سے بچا لیا تھا لیکن تمہاری موت بڑی اذیت ناک ہوگی۔ میں تم کو لتھاڑ لتھاڑ کر موت کے گھاٹ اتاروں گا......''

میرے خون کی گردش تیز سے تیز ہوتی جا رہی تھی۔ جب زوبی نے مجھے انٹرکام پر احتشام کی آمد کی اطلاع دی اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے دہکتے ہوئے سرخ توے پر کسی نے چلو بھرا پانی اچھال دیا ہو۔ میں تلملا کر رہ گیا۔ اگر مجھے کیپٹن فراز کا خیال نہ ہوتا اور عروج کی درخواست پیش نظر نہ ہوتی تو شاید میں اپنے چپڑاسی سے احتشام کو جوتے لگوا کر دفتر کی حدود سے کہیں دور پھینکوا دیتا لیکن عروج میرے مرحوم دوست کی محبت تھی۔ اس نے آخری بار مجھ سے بڑے اعتماد سے درخواست کی تھی کہ میں احتشام کے ساتھ کوئی ناروا اور سخت سلوک کرنے سے پیشتر اس بات پر بھی ضرور غور کر لوں کہ وہ اس کا سہاگ ہے......!

میرے ہاتھ انٹرکام کے ریسیور پر مچل کر رہ گئے۔

''سر......'' زوبی کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ ''مسٹر احتشام کیلئے کیا حکم ہے......؟''

’’میری بات بے حد غور سے سنو زوبی۔‘‘ میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ ’’اپنے چہرے پر کسی تاثر کا اظہار نہ ہونے دینا۔ یہ مردود جو اس وقت تمہارے سامنے کھڑا ہے' اسے اندر بھیج دو۔ اس کے بعد گیٹ کے چوکیدار اور چپڑاسی سے کہنا کہ وہ میرے دفتر کے دروازے پر مستعد رہیں۔ ہوسکتا ہے کہ مجھے اس باسٹرڈ کو ڈنڈا ڈولی کروا کر بالکونی سے باہر سڑک پر پھینکوانے کی ضرورت پیش آجائے۔‘‘

میں نے کاروباری زندگی میں اپنے کسی سٹاف سے پہلی بار اتنی نازیبا زبان میں گفتگو کی تھی۔

’’سر......‘‘ زوبی نے کہا۔ ’’میں مسٹر احتشام کو اندر بھیج رہی ہوں لیکن آپ جس فائل کے بارے میں پریشان ہیں' اس کے ڈسپوزل کے اور بھی کئی طریقے ممکن ہیں۔ ہوسکتا ہے ہمارا سخت جواب زیادہ مناسب نہ ہو......‘‘

’’شکریہ زوبی......‘‘ میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔ ’’تم جو بات مجھے اشارہ میں سمجھانا چاہ رہی ہو' وہ میں بھی سمجھ رہا ہوں۔ پریشان مت ہو' میں ایسا کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا جس سے ہمارے دفتر اور کاروبار کی ساکھ خراب ہو۔ تم اسے اندر بھیج دو لیکن میری دوسری ہدایت کو بھی فراموش نہ کرنا۔‘‘

’’رائٹ سر......‘‘

زوبی نے انٹرکام بند کر دیا۔ احتشام کی آمد کی اطلاع نے مجھے الجھا دیا تھا۔ میرے ذہن میں پروفیسر کا وہ مشورہ گونجنے لگا جو اس نے احتشام کے سلسلے میں مجھے دیا تھا۔ اس نے مجھے یقین دلایا تھا کہ اگر میں ایک بار کچھ رقم دے کر احتشام کو ٹال دوں تو وہ دوبارہ کبھی میری جانب رخ نہیں کرے گا۔ دوسری صورت میں احتشام اپنی ناکامی کا غصہ عروج پر بھی اتار سکتا تھا۔

اچانک میرے آفس کا دروازہ کھلا اور احتشام کا منحوس وجود میری نظروں کے سامنے آگیا۔ میں اپنی جگہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ میں نے احتشام کو سر سے پاؤں تک ایک بار غور سے دیکھا' پھر خود پر قابو پاتے ہوئے خشک اور سرد لہجے میں کہا۔

’’میں نے تمہیں کسی مجبوری کے سبب اندر آنے کی اجازت دے دی ہے لیکن اسے اپنی کامیابی یا میری بزدلی سے تعبیر کرنے کی حماقت نہ کرنا۔‘‘

’’میں جانتا ہوں میجر وقار کہ کیپٹن فراز کے رشتے سے......‘‘

’’فضول باتوں سے پرہیز کرو۔‘‘ میں نے تیزی سے کہا۔ ’’میں کسی طرح بھی تم سے مرعوب نہیں ہوں۔‘‘

’’پھر......؟‘‘ احتشام نے بڑی ڈھٹائی سے مجھے دیکھا۔ ’’اندر بلانے کی بھی کیا ضرورت تھی......؟‘‘

’’اس کی وجہ تم بھی جانتے ہو......‘‘ میں نے تلملا کر جواب دیا۔

’’اور شاید آپ کو بھی بخوبی علم ہوگا کہ اس مہنگائی کے دور میں بغیر کسی مناسب کاروبار کے گھر کے اخراجات پورے کرنا ممکن نہیں ہے۔‘‘ احتشام نے اس بار میری اجازت کے بغیر آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ’’خاص طور پر ایسی صورت میں انسان کو اپنی کم مائیگی کا احساس زیادہ شدت سے ہوتا ہے۔ جب اسے اس کے جائز حق سے محروم کر دیا جائے۔‘‘

’’اگر تم حق اور ناحق کی بات کرنا چاہتے ہو تو تمہارے لئے عدالت کے دروازے کھلے ہیں۔‘‘ میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔ ’’تمہیں بلاوجہ یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی؟‘‘

’’میرا خیال تھا کہ گھی اگر سیدھی انگلی سے......‘‘

’’شٹ اپ......‘‘ میں نے اسے حقارت سے گھورتے ہوئے سخت لہجہ اختیار کیا۔ ’’اپنی اوقات اور میری حیثیت دیکھ کر بات کرو ورنہ مجھے مجبوراً دوسرا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔‘‘

’’اور اس کی تمام تر ذمہ داری عروج پر عائد ہوگی......‘‘ احتشام بے غیرتی سے مسکرایا۔

’’کیا مطلب......؟‘‘

’’میں جانتا ہوں کہ وہ آپ کو میرے ارادے سے آگاہ کر چکی ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ آپ نے اپنے بچاؤ کیلئے کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکال لیا ہوگا۔‘‘

’’میں تمہیں جعلی دستاویزات تیار کرانے کے سلسلے میں حوالات بھی بھجوا سکتا ہوں۔‘‘ میں نے اسے حقارت سے گھورا۔

"وقتی طور پر......" وہ پہلو بدل کر بڑے اطمینان سے بولا۔ "بعد میں جب میری کہانی منظر عام پر آئے گی تو پھر اصلی یا نقلی کا فیصلہ بھی عدالت سے ہوگا۔"

"اگر تم نے عدالت تک جانے کی ٹھان رکھی ہے تو اپنا وقت برباد مت کرو۔" میں نے اسے مرعوب کرنے کی خاطر کہا۔ "گیٹ اپ اینڈ گیٹ آؤٹ۔ باقی باتیں میں نہیں، میرا وکیل تم سے عدالت میں کرے گا۔"

"کیا کوئی ایسی درمیانی صورت نہیں نکالی جاسکتی کہ آپ کی عزت کا بھرم بھی قائم رہے اور میرا قیمتی وقت بھی برباد نہ ہو......؟"

"میری عزت، شہرت اور ساکھ کی آڑ لینے کی کوشش مت کرو۔" میں نے قدرے تیز آواز میں کہا۔ "میں تم جیسے فراڈ اور بد کردار لوگوں سے نپٹنا جانتا ہوں۔ اگر عروج کا خیال نہ ہوتا تو......"

"کیا میں دریافت کرسکتا ہوں کہ آپ کو عروج سے اس قدر ہمدردی کیوں ہے؟"

"احتشام......" میں اس بدذات کے لہجے میں پوشیدہ گھٹیا پن کو محسوس کر کے تلملا اٹھا۔ "تم جانتے ہو کہ عروج بھی میرے مرحوم دوست کی منگیتر بھی رہ چکی ہے اور اس رشتے سے ہمارے درمیان جو ربط ہے، اس پر کیچڑ اچھال کر تم اپنی گندی ذہنیت کا ثبوت مت دو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

"پھر...... آپ ہی فرمائیں کہ میں کیا شریفانہ طریقہ اختیار کروں کہ آپ مجھے میرا جائز حق......"

"حق کی نہیں، صرف اپنی ضرورت کی بات کرو۔" میں نے اسے سرد لہجے میں تنبیہ کی۔

"ایک ہی بات ہے۔" وہ لاپروائی سے مسکرایا۔

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم بار بار میرا قیمتی وقت برباد نہیں کرو گے......؟" میں نے تھوڑے توقف سے دریافت کیا۔

"فی الحال میں کوئی ضمانت نہیں دے سکتا۔ آپ کو صرف میری زبان پر اعتبار کرنا ہوگا۔"

"تم نے مجھ سے کیا توقع وابستہ کر رکھی ہے؟" میں نے اسے نفرت بھری نظروں سے گھورا۔

"کم از کم ایک کروڑ......" احتشام اپنی نشست پر کسمسانے لگا۔

"میں تمہیں دو لاکھ سے زیادہ نہیں دے سکتا۔" میں نے فیصلہ کن انداز اختیار کیا۔ "جب تمہیں میری آفر قبول ہو، دوبارہ آجانا......"

"دو لاکھ میں کوئی مناسب کاروبار نہیں ہوسکتا۔"

"یہ سوچنا تمہارا کام ہے میرا نہیں۔" میں نے الجھ کر جواب دیا۔

"دس لاکھ کے بارے میں کیا خیال ہے آپ کا......؟" احتشام نے ایک کروڑ سے گر کر دس لاکھ کی بات کی تو میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ اس نے ایک طرح سے میرے مقابلے میں اپنی شکست تسلیم کر لی تھی۔

"میں دو لاکھ کی آفر میں محض عروج کے آرام و سکون کا خیال رکھتے ہوئے ایک لاکھ کا اضافہ اور کرسکتا ہوں۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ کے دو نہ میرے دس......" احتشام نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "پانچ لاکھ پر فیصلہ ہوسکتا ہے۔"

میں نے احتشام کو حقارت سے گھورا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ اسے چپڑاسیوں کے ذریعہ بے عزت کر کے دفتر سے نکلوا دوں لیکن کئی اندیشے پیش نظر تھے جس میں سب سے زیادہ یہ بات اہم تھی کہ میں اپنے مرحوم والدین کے نام پر کیچڑ اچھلتے برداشت نہیں کرسکتا تھا۔

"میں مزید کمی کرنے سے معذور ہوں۔" احتشام نے میری خاموشی کا کچھ اور مطلب اخذ کرتے ہوئے پہلو بدل کر کہا۔ "میں جو کچھ کر رہا ہوں، اس میں بھی عروج کے بہتر مستقبل، اس کے سکون اور آرام کا خیال پیش نظر ہے......"

"او۔کے......ڈن۔" میں نے اس کی آفر قبول کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں تمہاری مطلوبہ رقم دینے کو تیار ہوں لیکن میری بھی کچھ شرائط ہوں گی۔"

"وہ کیا......؟"

"تم دوبارہ کبھی میرے دفتر کی سیڑھیاں چڑھنے کی غلطی نہیں کرو گے......"

"منظور ہے......"

"دوسری بات یہ کہ تم کو پانچ لاکھ کی رقم چار ماہانہ متوازی اقساط میں دی جائیں گی۔" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "پہلی قسط کی ادائیگی سے پیشتر تمہیں اپنے مطلوبہ کاروبار کے سلسلے میں میرے منیجر سے مل کر ڈسکس کرنا ہوگا۔ قسطوں کی ادائیگی بھی منیجر ہی کرے گا۔"

"ایسی صورت میں تو مجھے آپ کے دفتر کی سیڑھیاں کئی بار چڑھنی ہوں گی...... جبکہ آپ کا حکم ہے کہ......"

"ڈونٹ ویسٹ مائی ٹائم۔" میں جھلا گیا۔ "کم ٹو دی پوائنٹ COME TO THE POINT."

"کچھ ترمیم کے ساتھ مجھے آپ کی دوسری شرائط بھی منظور ہیں ....."

"وہ کیا.....؟"

"میں کوشش کروں گا کہ جس کاروبار کی شروعات کروں' اس پر پانچ لاکھ سے زیادہ اخراجات نہ ہوں لیکن تھوڑی بہت کمی بیشی کی گنجائش آپ کو رکھنی ہوگی......"

میں نے جواب میں کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا۔ انٹرکام پر منیجر سے رابطہ قائم کر کے اسے اپنے آفس میں طلب کیا۔ پھر اسے ضروری ہدایت دے کے احتشام کو اس کے ساتھ بھیج دیا۔

صبح کا آغاز جس پریشانی سے ہوا تھا' وہ دن بھر جاری رہی۔ احتشام کا کانٹا حلق سے نکل جانے کے بعد میں نے قدرے سکون کا سانس لیا تھا لیکن اس کے بعد کچھ ایسے کاروباری مسائل درپیش آئے جن کو سلجھانے میں میرا ذہن بری طرح الجھا رہا۔ شام کو دفتر سے دیر سے اٹھا۔ اعصاب پر تھکن سوار تھی لیکن میں نے گھر جانے کے بجائے شیلا سے ملنا ضروری سمجھا۔ اس سے ملاقات کے بعد میں نے پروفیسر سے بھی دو دو ہاتھ کرنے کی ٹھان رکھی تھی۔

ہنومان کے بڑے مندر کے قریب واقع کالونی میں مجھے بنگلہ D-28 تلاش کرنے میں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ ہزار گز کے رقبے سے اوپر بنی ہوئی وہ کوٹھی نہایت شاندار تھی۔ گیٹ پر کوئی چوکیدار موجود نہیں تھا۔ پھاٹک بھی کھلا ہوا تھا۔ میں نے گیٹ

پر رک کر دو تین بار زور زور سے ہارن بجایا لیکن جب دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تو میں گاڑی کو پھاٹک سے گزار کر احاطے میں لے گیا۔ کوٹھی کے بیرونی لان کو جس خوبصورتی سے سجایا گیا تھا' اس کی جتنی بھی تعریف کی جاتی' کم تھی۔ موسمی پودوں کو کیاریوں میں بڑے سلیقے سے لگایا گیا تھا۔ لان کے درمیان ایک گول میز اور اس کے اطراف میں کرسیاں بھی موجود تھیں لیکن حیرت اس بات کی تھی کہ صدر دروازے پر پہنچنے تک مجھے کسی فرد کی شکل نہیں دکھائی پڑی۔ نہ ہی کوٹھی کے باہر کسی کی نیم پلیٹ موجود تھی۔

اس وقت شام کے پونے سات کا وقت تھا۔ سورج کی کرنیں الٹے اشوک کے خوبصورت پودوں کی بلندیوں سے گلے مل رہی تھیں۔ ہلکا ہلکا ملگجا اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ میں نے انجن بند کر کے کار سے باہر قدم نکالا تو کوٹھی کا برقی نظام جاگ اٹھا۔ روشنیوں کا اہتمام اتنی خوبصورتی سے کیا گیا تھا کہ لائٹ آن ہوتے ہی پوری کوٹھی جگمگا اٹھی۔ میں نے گاڑی سے نیچے اتر کر اطراف کا جائزہ لیا لیکن کوئی شخص دور دور تک نظر نہیں آیا۔ کوٹھی کے باہر D-28 کی تختی موجود ہونے کا مطلب یہی تھا کہ اگر شیلا نے مسز مارگریٹ کو غلط ایڈریس نہیں لکھایا تھا تو میری مطلوبہ کوٹھی وہی تھی میں جس کے صدر دروازے پر کھڑا تھا۔

کچھ دیر مزید انتظار کرنے کے بعد میں نے صدر دروازے پر لگی کال بیل بجائی۔ پھر اندر سے کسی کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ چار پانچ منٹ گزر گئے لیکن کسی نے کال بیل کا نوٹس نہیں لیا۔ میں نے ایک بار قسمت آزمانے کی خاطر گھنٹی کو دوبارہ دیر تک بجایا۔ اس بار مجھے مایوسی نہیں ہوئی۔ گیٹ پر ہی لگے ہوئے کسی خفیہ مائیک سے ایک نسوانی آواز گونجتی ہوئی ابھری۔

"کون ہے......؟"

"کیا میں شریمتی شیلا سے مل سکتا ہوں؟" میں نے مہذب انداز میں کہا۔

"آپ کا شبھ نام......؟" وہی مترنم نسوانی آواز دوبارہ میرے کانوں میں گونجی۔

"میجر وقار......" میں نے اپنا نام ظاہر کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔

"ملنے کا کارن کیا ہے......؟"

"میں آپ سے ایک بار پہلے بھی مل چکا ہوں۔" میں نے صاف گوئی سے کام لیا۔ "اس وقت آپ ایک پریشانی میں گرفتار تھیں۔ اس لئے اپنا مکمل پتہ نہیں بتا سکی

تھیں.....''

''اب آپ کو میرا پتہ کس کے ذریعے معلوم ہوا......؟''

''کیا آپ مجھے اندر آنے کی اجازت نہیں دیں گی؟'' میں نے دبی زبان میں شکوہ کیا۔

''اندر آ کر ڈرائنگ روم میں تشریف رکھئے۔'' اس بار تھوڑی ہچکچاہٹ کے بعد جواب ملا۔ ''میں دروازہ کھول رہی ہوں۔''

کھٹکے کی ابھرنے والی مدھم آواز دروازہ کھلنے ہی کی تھی۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ مجھے حیرت تھی' صرف ایک عورت ہی نے مجھ سے گفتگو کی تھی۔ کسی مرد کی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ میں نے اندر داخل ہو کر اطراف کا جائزہ لیا۔ کوٹھی کی اندرونی سجاوٹ بھی اس کے مکینوں کے اعلیٰ ذوق کا منہ بولتا ثبوت تھی۔ میں چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا مختصر ہال کے آخری سرے پر پہنچا تو اچانک بائیں جانب کا دروازہ کھلا نظر آیا۔ وہ بھی غالباً کسی میکنزم سے کنٹرول ہوتا تھا۔ اس لئے کہ مجھے کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ میں ایک لمحے کو ٹھٹھکا پھر قدم اٹھاتا بے دھڑک ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔

ڈرائنگ روم کی سجاوٹ بیرونی ڈیکوریشن سے قطعی مختلف تھی۔ وہاں دیواروں پر چاروں طرف عجیب و غریب قسم کی تصاویر قیمتی فریموں میں آویزاں تھیں۔ یہ کچھ ایسی شکلیں تھیں جو انسانوں سے ملتی تھیں نہ جانوروں سے' آڑی ترچھی لکیروں سے جو خاکے ابھارے گئے' انہیں ایسے پس منظر میں مدغم کیا گیا تھا کہ پہلی نظر میں کوئی بات واضح نہیں ہوئی تھی۔ البتہ غور سے دیکھنے پر ایسا لگتا تھا جیسے شدید دھند کی حالت میں کچھ عجیب و غریب شکلیں آپس میں ایک دوسرے سے گلے مل رہی ہوں۔ صوفے اور قالین سفید رنگ کے تھے۔ صوفوں کے درمیان آبنوسی لکڑی کی گول میزیں رکھی تھیں۔ ان میزوں پر بھی عجیب و غریب قسم کے جنگلی جانوروں کے پیتل کے مجسمے رکھے ہوئے تھے۔ درمیانی میز پر شیشے کا ایک گول باؤل ہلکے نیلے رنگ کے پانی سے بھرا رکھا تھا جس کے اندر ایک سنہری رنگ کا آکٹوپس OCTOPUS تیر رہا تھا۔ اس کے آٹھوں ہاتھ پیر سے سنہری شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ سمندر میں پائے جانے والے اس خطرناک جانور کو شیشے کے باؤل میں تیرتا دیکھ کر مجھے سخت حیرت ہوئی۔ میں اسے قریب جا کر بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا جب ایک مترنم نسوانی آواز

نے مجھے چونکا دیا۔

''مجھے وشواس تھا میجر کہ تم اس جانور کو دیکھ کر ضرور چونکو گے......''

میں نے تیزی سے پلٹ کر دروازے کی سمت دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ سو فیصد وہی شیلا تھی جسے میں ریجنٹ سینما سے واپسی پر چتر والے کی درندگی کا شکار ہوتے دیکھ چکا تھا۔ اس رات میں نے اس کا سر پھٹتے دیکھا تھا۔ چتر والے کو اس کا بھیجہ چباتے دیکھا تھا لیکن وہی شیلا اس وقت میری نگاہوں کے سامنے زندہ و سلامت کھڑی تھی۔ اس کے جسم پر ایک خراش بھی موجود نہیں تھی۔ دھانی رنگ کی ساڑھی میں اس کا حسن قیامت ڈھا رہا تھا۔ اس کے سیاہ تراشیدہ بال اس کے دونوں شانوں پر ناگن کی طرح بل کھا رہے تھے۔ اس کی آنکھوں میں ایسا سحر نظر آ رہا تھا جو جنس مخالف کو پوری طرح اپنے دام میں جکڑ لینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اس کی نشیلی آنکھیں شراب کا چھلکتا جام نظر آ رہی تھیں۔

میں دم بخود کھڑا اسے پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھتا رہا۔ اس میں اور سادھنا میں ذرا برابر بھی فرق نہیں تھا۔ محض ایک علامت تھی جو قدرے مختلف تھی۔ سادھنا ہر وقت خوابیدہ خوابیدہ اور بجھی بجھی نظر آتی تھی جبکہ شیلا کی شربتی نشیلی شوخ نگاہوں میں مستی اور شرارت کوٹ کوٹ کر بھری نظر آ رہی تھی۔

شیلا بھی اپنی جگہ کھڑی میری حیرت سے کچھ دیر لطف اندوز ہوتی رہی۔ پھر وہ بڑی نزاکت سے قدم اٹھاتی آگے بڑھی اور ساڑھی کا پلو ہاتھ سے سمیٹتی ایک صوفے پر بیٹھ گئی۔ میں بدستور تصویر حیرت بنا کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ مجھے اپنی قوت بینائی پر شبہ ہو رہا تھا۔ میں جس عورت کے سر کو اپنی نظروں سے پھٹتا دیکھ چکا تھا' جس کے بارے میں مجھے یقین تھا کہ وہ مر چکی ہو گی' وہی اس وقت اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ زرق برق لباس میں ملبوس میری نگاہوں کے سامنے بیٹھی حسن کا جادو جگا رہی تھی۔ اس کی نظروں میں خمار تھا۔ اس کے بدن سے مستی چھلک رہی تھی۔ اس کی ہر ادا دلنواز تھی۔ اس کی سریلی آواز میں مندر کی گھنٹیوں کی جھنکار تھی۔ اس کے تراشیدہ ہونٹوں پر ایسی مسکان سجی تھی جو جنس مخالف کو پل بھر میں اپنا گرویدہ بنا سکتی تھی۔ وہ خواب نہیں' حقیقت تھی جسے میں جاگتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''کب تک کھڑے یوں حیرت سے مجھے تکتے رہو گے؟'' اس نے رس بھری

آواز میں کہا۔ ''بیٹھو گے نہیں......؟''

میں کوئی جواب نہ دے سکا۔ خاموشی سے آگے بڑھ کر اس کے سامنے والے صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔

''مجھے وشواس تھا میجر کہ تم ایک نہ ایک دن مجھے کھوجتے ہوئے یہاں تک اوش آؤ گے۔'' اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑی بے تکلفی سے مخاطب کیا۔ ''میں بھی تمہاری راہ تک رہی تھی۔''

''لیکن مجھے اس بات کا یقین نہیں تھا کہ میں تمہیں کبھی دوبارہ زندہ دیکھ سکوں گا۔'' میں نے دوسرے صوفے پر بیٹھتے ہوئے اپنی حیرت کا اظہار کیا۔

''تمہاری جگہ میں ہوتی تو میں بھی حیران رہ جاتی۔''

''کیا تم مجھے بتاؤ گی کہ اس رات تم نے اس خبیث شخص سے اپنی جان کس طرح بچائی تھی؟'' میں نے بے چینی کا اظہار کیا۔

''میجر......'' اس نے مجھے بہت غور سے دیکھا۔ ''تم نے یہ نہیں پوچھا کہ مجھے تمہارا انتظار کس لئے تھا؟''

''شاید یہ بتانے کی خاطر کہ بھگوان نے تمہیں اس راکھشس کے ہاتھوں سے کس طرح مکتی دلائی؟''

''تم میری وجہ سے اپنی بھاشا بدلنے کی کوشش مت کرو۔'' اس نے لگاوٹ کا اظہار کیا۔ ''میں تمہاری زبان میں بھی روانی سے بات کر سکتی ہوں۔''

''شیلا...... یہی نام بتایا تھا ناں تم نے......؟'' میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''ہاں۔'' اس کی آنکھوں میں شوخی دوڑنے لگی۔ ''شیلا بھی میرا ہی نام ہے......''

''کیا مطلب؟'' میں چونکا۔ ''کیا اس کے علاوہ بھی تمہارا کوئی دوسرا نام ہے؟''

''اس میں اچنبھے کی کیا بات ہے؟ کیا تمہارے یہاں ایک شخص کے ایک سے زیادہ نام نہیں ہوتے؟'' اس نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ ''مثلاً تمہارا نام وقار ہے' تمہارے کچھ دوست یار تمہیں وکی کہہ کر بھی پکارتے ہوں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گھر والوں نے تمہارا کوئی پیارا سا نام اور بھی رکھ چھوڑا ہو......''

''تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔'' میں نے دوبارہ اصرار کیا۔ ''اس رات تم

اس درندے کے ہاتھوں......''

''پلیز میجر......'' شیلا نے ہاتھ اٹھا کر بڑی سنجیدگی سے درخواست کی...... ''میں بنتی کرتی ہوں کہ اس رات تم نے جو کچھ دیکھا تھا' اسے بھول جاؤ۔ یہی ایک بات کہنے کی خاطر میں تمہاری راہ تک رہی تھی۔ مجھے وچن دو' تم اب اس رات کی بات کسی اور کے سامنے زبان پر نہیں لاؤ گے۔''

''اور اگر یہاں آنے سے پیشتر میں کسی کو اس بھیانک رات کی ہولناک داستان سنا چکا ہوں تو......؟'' میں نے شیلا کو ٹٹولنے کی خاطر کہا۔ نہ جانے کیوں میری چھٹی حس مجھے شیلا کی شخصیت کے سلسلے میں بھی ورغلا رہی تھی۔ میں اسے اپنی نظروں سے زندہ سلامت دیکھ رہا تھا لیکن مجھے شبہ ہو رہا تھا کہ اس کی شخصیت کی پشت پر بھی کوئی پراسرار اور ناقابل یقین کہانی ضرور موجود ہو گی۔

شیلا مجھے ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے وہ میری آنکھوں کے ذریعے میرے دل کی گہرائیوں میں اترنے کی کوشش کر رہی ہو۔ میری بات سن کر وہ ایک لمحہ خاموش رہی' پھر مسکرا کر بولی۔

''تم اوپر سے جتنے سادہ ہو' اندر سے اتنے ہی گہرے ہو...... کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟''

''ہم آج دوسری بار ایک دوسرے سے مل رہے ہیں۔'' میں نے محتاط لہجہ اختیار کیا۔ ''اس رات ہم دونوں میں سے کسی کے پاس اتنا وقت یا موقع نہیں تھا کہ ایک دوسرے کے بارے میں کوئی رائے قائم کر سکتے۔ ایسی صورت میں تم نے اتنی جلدی میری شخصیت کی گہرائی کا اندازہ کس طرح لگا لیا......؟''

''جواب میں اگر میں یہ کہوں کہ میں تمہیں اس رات سے پہلے سے جانتی تھی تو......؟'' اس کا لہجہ معنی خیز ہو گیا۔

''میں تمہاری بات سے انکار نہیں کر سکتا لیکن کم از کم میں نے اس رات تمہیں پہلی بار دیکھا تھا۔''

''میرے بارے میں تم نے کیا اندازہ لگایا ہے......؟''

''کوشش کر رہا ہوں کہ کوئی رائے قائم کر سکوں......'' میں نے دیدہ و دانستہ

قدرے گول مول انداز میں جواب دیا۔

"اپنا سمے برباد نہ کرو میجر۔" اس نے مسکرا کر بڑی سادگی مگر اعتماد سے کہا۔"تم سارا جیون میرا کھوج نہیں پا سکو گے۔"

"کیا تم یہی بات کہنے کی خاطر میری راہ تک رہی تھیں؟"

"تم نے ابھی تک اپنے آنے کا کارن نہیں بتایا......؟" وہ میری بات کو بڑی خوبصورتی سے ٹال گئی۔"مجھ سے کچھ ضروری بات کرنی تھی؟"

"ہاں......" میں نے سنبھل کر کہا۔"میں تم سے ایک خاص شخص کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں......"

جواب میں وہ کھلکھلا کر ہنس دی' پھر پہلو بدل کر بولی۔"تم نے یہ اندازہ کس طرح لگا لیا کہ میں اس شخص کے بارے میں جانتی ہوں گی جس کے کارن تم نے میرا کھوج لگایا ہے؟"

"میرے کسی دوست نے تمہیں اس شخص کی تعریفیں کرتے سنا تھا۔"

"کیا میں تمہارے اس متر کا شبھ نام معلوم کر سکتی ہوں؟" شیلا کا لب و لہجہ ایک بار پھر معنی خیز ہو گیا۔ میں کسی مناسب بہانے کی تلاش میں تھا کہ اس نے میرے چہرے پر نظر جمائے جمائے بڑے یقین سے کہا۔"تم شاید مسز مارگریٹ کا نام لینے سے ہچکچا رہے ہو......؟"

میں کوئی جواب نہیں دے پایا' بری طرح سٹپٹا کر رہ گیا۔

"ایک بات کہوں میجر۔" وہ میری کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے مسکرا کر بولی۔"کیا تم وشواس کرو گے کہ اتنی بڑی کوٹھی میں میرے سوا اور کوئی نہیں رہتا۔"

"تمہارے کنبے کے دوسرے لوگ شاید کہیں باہر گئے ہوں گے؟" میں نے ایک امکانی بات کہی۔

"نہیں......" وہ یکلخت سنجیدہ ہو گئی۔"اس دھرتی پر میں تمہارے سوا کسی اور کو نہیں جانتی......"

"کیا مطلب؟" میں بری طرح چونکا۔"تم مجھے کس طرح جانتی ہو؟"

"سمے کا انتظار کرو' آج نہیں تو کل تم میرے بارے میں بہت کچھ جان جاؤ

گے۔" اس نے خلاء میں گھورتے ہوئے جواب دیا۔

"تمہاری باتیں مجھے الجھا رہی ہیں......" میں نے صاف گوئی سے اس کی بات پر حیرت کا اظہار کیا۔

"میں بھی الجھ گئی ہوں......" اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔"میں ایک بار پھر بنتی کرتی ہوں کہ اس رات تم نے جو کچھ دیکھا تھا' اس کے بارے میں کسی کے سامنے زبان نہ کھولنا......"

"اور اگر......"

"میں جانتی ہوں......" اس نے تیزی سے میری بات کاٹ کر جواب دیا۔"تم نے پروفیسر انوپ کمار ورما کو اس رات کے بارے میں بتا دیا ہے۔ اسی لئے میری پریشانیاں بڑھ گئی ہیں۔ وہ مجھ پر شک کرنے لگا ہے۔ پرنتو ابھی تک اس کو پورا وشواس نہیں ہوا۔ جس دن اس کا شبہ یقین میں بدل گیا' اس دن......" وہ بات کرتے کرتے اس طرح خاموش ہو گئی جیسے اسے اپنی کسی غلطی کا احساس ہو گیا ہو۔

"کیا ہوگا اس دن؟" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔"پروفیسر تمہارے اوپر کس بات کا شک کر رہا ہے؟"

"میجر وقار......" شیلا نے کچھ توقف کے بعد ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔"اس رات تم نے جو کچھ دیکھا تھا' وہ غلط نہیں تھا۔ وہ پورن ماشی کی رات تھی۔ جب بھی وہ رات آتی ہے' میرے جیون میں کوئی نہ کوئی بھیانک بھونچال ضرور آتا ہے۔ وہ چتروالا مہان شکتی کا مالک ہے۔ اپنی شکتی بڑھانے کے کارن اسی طرح پورن ماشی کی رات کو وہ میرے شریر کا بہت سارا خون پی کر مجھے کمزور کر دیتا ہے۔ یہ سلسلہ برسوں سے اسی طرح چل رہا ہے۔ وہ بڑا چنڈال ہے۔ اسے خبر ہے کہ اگر اس نے مجھے کمزور نہ کیا تو میں اس کے ہاتھ سے نکل جاؤں گی۔ پھر شاید میں اپنا انتقام لینے کی خاطر اس کے پلید شریر کی ساری ہڈیاں بوٹیاں چبا جاؤں گی۔"

"کیا تم پورن ماشی کی رات کو ہر بار اسی طرح مرتی ہو اور پھر زندہ ہو جاتی ہو......؟" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔ شیلا جو کچھ کہہ رہی تھی' وہ ناقابل یقین تھا۔ مسز مارگریٹ نے کہا تھا کہ شیلا پروفیسر کی پامسٹری کے بارے میں زمین آسمان کے قلابے ملا

رہی تھی لیکن اس وقت وہی شیلا پروفیسر کے بارے میں اپنے دل کا غبار نکال رہی تھی۔ حقیقت کیا تھی؟ میں سمجھنے سے قاصر تھا۔

"ہاں میجر......" شیلا نے ہاتھ ملتے ہوئے جواب دیا۔ "میرے جیون میں موت اور زندگی کا وہ بھیانک ناٹک جسے تم دیکھ چکے ہو اتنی بار کھیلا گیا ہے کہ مجھے یاد نہیں۔ تم سے پہلے کئی اور لوگوں نے بھی وہی ناٹک دیکھا ہے لیکن تمہارے علاوہ ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچا۔ وہ پاپی ان کو زندہ نہیں چھوڑتا جو اس کے اور میرے بیچ بدنصیبی سے آجاتے ہیں' وہ راکھشس ان کے شریر کی بوٹیاں بوٹیاں کرکے اس طرح مٹی کے نیچے دبا دیتا ہے کہ کوئی ان کا کھوج نہیں لگا سکتا۔"

"پھر اس نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟" میں نے کسمسا کر پوچھا۔

"میں نے مرتے مرتے اس پاپی کی آنکھوں کے سامنے ایسا جال تان دیا تھا کہ وہ تمہیں بھاگتے ہوئے نہیں دیکھ سکا۔ اگر میں تمہیں نہ بچاتی تو تمہارا انجام بھی ان لوگوں سے مختلف نہ ہوتا جن کے بارے میں آج تک کوئی کھوج نہیں ملا......"

"کیا وہ چشمے والا پروفیسر ورما ہی تھا......؟" میں نے دبی زبان میں سوال کیا۔

"ہاں......" شیلا کی آنکھیں شعلے اگلنے لگیں۔ ایک لمحہ پیشتر وہ بہت خوبصورت اور حسین نظر آرہی تھی لیکن یکلخت جوالا مکھی بن گئی۔ "یہ راز میں پہلی بار کسی منش کو بتا رہی ہوں۔ اس وشواس پر کہ تم اپنی زبان نہیں کھولو گے۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم نے میری جان کیوں بچائی تھی؟" میں نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اس کی باتیں میری سمجھ سے بالاتر تھیں۔ وہ پروفیسر اور سادھنا کے مقابلے میں زیادہ پراسرار محسوس ہو رہی تھی۔

"اس لئے کہ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔" اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "اس سمے میں تمہیں کچھ زیادہ نہیں بتاؤں گی لیکن اتنا یاد رکھنا کہ اگر تم نے پروفیسر کے سامنے میرا ذکر کیا تو پھر تم بھی محفوظ نہیں رہ سکو گے۔"

"تم نے مسز مارگریٹ کے سامنے پروفیسر کی دست شناسی کی تعریف کیوں کی تھی؟" میں نے پرتجسس انداز میں سوال کیا۔

"میں چاہتی تھی کہ وہ پروفیسر کو ایک بار اپنا ہاتھ ضرور دکھا دے......" شیلا نے

دوبارہ تھکے تھکے انداز میں صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اگر وہ پروفیسر سے مل لیتی تو میری ایک مشکل آسان ہو سکتی تھی لیکن وہ مضبوط ارادے کی عورت ہے...... پامسٹری وغیرہ پر وشواس نہیں رکھتی۔"

"کیا تم جانتی ہو کہ پروفیسر نے مسز مارگریٹ کے بارے میں کیا کہا ہے؟"

"ہاں......" وہ بڑے یقین سے بولی۔ "پروفیسر نے غلط نہیں کہا۔ مسز مارگریٹ کی زندگی پورے ہونے میں صرف چار دن اور رہ گئے ہیں۔ اس کی موت بڑی پراسرار ہوگی۔ دھرتی کی کوئی شکتی اسے نہیں بچا سکے گی۔ انسپکٹر وہاب خان کے وہ سادہ لباس والے بھی نہیں جو دن رات اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"جگن ناتھ ترپاٹھی کی روح کے بارے میں تم کیا جانتی ہو؟"

"کرنل مہاویر کے بارے میں تم نے کوئی سوال نہیں کیا؟" وہ میری بات نظرانداز کرتے ہوئے بولی۔ "کیا تم جانتے ہو کہ وہ کون تھا؟"

"نہیں......" میں نے جلدی سے کہا۔ "پروفیسر نے صرف اتنا بتایا تھا کہ کرنل کی بدروح جب تک مجھ سے اپنا حساب چکتا نہیں کر لے گی' اسی دنیا میں بھٹکتی رہے گی۔"

"اس نے غلط نہیں کہا تھا......"

"کیا مہاراج اور پروفیسر ایک ہی شخصیت کے دو روپ ہیں؟"

"پروفیسر کے بارے میں اب زیادہ سوچنا چھوڑ دو میجر۔" شیلا نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ اس لئے کہ اب وہ تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا۔"

"اگر میں تمہاری ضرورت ہوں تو کیا تم میرے ایک سوال کا جواب دو گی؟"

"پوچھو......"

"وہ کون سی طاقت ہے جو اب تک مجھے شیطانی قوتوں سے بچا رہی ہے......؟"

"ایک میں ہوں جو کئی بار پروفیسر کا راستہ کھوٹا کر چکی ہوں لیکن ایک شکتی اور بھی ہے جس کے بارے میں میں بھی کچھ نہیں جانتی......"

"کیا میں تمہاری بات پر یقین کرلوں......؟" میں نے غیریقینی انداز میں پوچھا۔

"میں کون ہوں......؟ کیا ہوں؟ اگر تم جان لیتے تو پھر میری کسی بات پر شبہ نہ کرتے۔" وہ بڑے پراسرار اور معنی خیز انداز میں مسکرائی اور نہ جانے کیوں مجھے اس کی بات

پر یقین آ گیا۔ اس یقین کے ساتھ ہی معا میرے ذہن میں تنویر کا ادھورا جملہ ابھر آیا۔ میں نے پہلو بدل کر شیلا سے پوچھا۔ ''کیا تم وہ جملہ مکمل کر سکتی ہو جو میرے ملازم کی زبان پر آتے آتے رہ گیا تھا......؟''

شیلا میری بات سن کر اس طرح چونکی جیسے میں نے اس کی دکھتی ہوئی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔ پھر وہ برق رفتاری سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ پر تجسس نظروں سے اس طرح چاروں طرف دیکھنے لگی جیسے کوئی خطرہ محسوس کر رہی ہو۔ میں اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ غالباً کسی آنے والے خطرے کی آہٹ محسوس کر چکی تھی۔ اس کے چہرے سے ایسا ہی ظاہر ہو رہا تھا' میں نے اس کی پریشانی کا سبب جاننے کی کوشش کی لیکن قبل اس کے کہ میں کوئی سوال کرتا' اس نے تیزی سے میری سمت دیکھتے ہوئے پریشان کن لہجے میں کہا۔

''تم نے اس وقت بھی یہاں جو کچھ دیکھا' اس کا ذکر کسی اور سے نہ کرنا۔ میں تم سے جلد ہی دوبارہ ملنے کی کوشش کروں گی۔''

''صرف ایک بات اور......'' میں نے بے چینی کا اظہار کیا۔ ''سادھنا کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا اس کا ظاہر اور باطن......''

میں اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا۔ شیلا کی نگاہیں بڑی تیزی سے چاروں طرف دیکھ رہی تھیں۔ شاید اس نے میری بات بھی نہیں سنی تھی۔ اس کے چہرے پر زلزلے کی کیفیت طاری تھی۔ اچانک اس نے اپنے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے کسی نامعلوم زبان میں کچھ کہا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کسی کو مدد کے لئے پکار رہی ہو۔ میں تیزی سے صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا لیکن دوسرے ہی لمحے چکرا کر زمین پر گر پڑا۔ میرے چاروں طرف اندھیرا پھیلنے لگا۔

میری نگاہیں بس ایک پل کو جھپکی تھیں' پھر دوبارہ میں نے آنکھیں کھولیں تو چکرا کر رہ گیا۔ میں اپنی کار کے قریب ایک ایسے خالی پلاٹ پر پڑا تھا جس کے تینوں طرف کوٹھیاں تعمیر نظر آ رہی تھیں۔ میں نے اٹھنے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا۔ شیلا کی شاندار کوٹھی کا دور دور تک کوئی نشان نہیں تھا۔ اس خیال سے کہ میں دوسروں کے لئے تماشا نہ بن جاؤں' میں نے جلدی سے گاڑی میں بیٹھ کر انجن سٹارٹ کیا۔ پھر خالی پلاٹ کے برابر والی کوٹھیوں کا نمبر دیکھتا ہوا آگے بڑھا تو یہ بات واضح ہو گئی کہ میں جس خالی پلاٹ سے اٹھا تھا' اس کا

نمبر **D-28** ہی تھا۔ کسی خوف کے انجانے احساس سے میرے جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔ میں نے گاڑی کی رفتار تیز کر دی۔ میرا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔ فضا میں ہلکی ہلکی خنکی ہونے کے باوجود میرا چہرہ پسینے سے شرابور ہونے لگا۔ میں یہ فیصلہ کرنے سے قاصر تھا کہ میری نظروں نے جو طلسمی ماحول دیکھا تھا' اسے کیا نام دوں...... خواب یا حقیقت......!!

گھر پہنچنے میں مجھے پچیس منٹ لگ گئے۔ شیلا سے ملاقات کی طلسمی باتیں میرے ذہن میں گونج رہی تھیں۔ اس نے جو کہانی سنائی تھی وہ بھی حیرت انگیز تھی۔ کسی انسان کا بار بار مرنا اور پھر زندہ ہو جانا' یہ بات میرے حلق کے نیچے نہیں اتر رہی تھی مگر میں نے جو کچھ دیکھا' اس سے انکار بھی نہیں کر سکتا تھا۔

شام کو دفتر سے اٹھتے وقت میں نے طے کیا تھا کہ پروفیسر سے بھی دو دو ہاتھ ضرور کروں گا لیکن فوری طور پر میں نے اس ارادے کو ترک کر دیا۔ اس وقت میرے اعصاب اس قابل نہ تھے کہ میں ہوش مندی کے ساتھ کسی سے باتیں کرتا۔ گھر پہنچ کر سیدھا باتھ روم میں گھس گیا۔ نیم گرم پانی سے خلاف معمول زیادہ دیر تک غسل کرنے کے بعد ذہن پر طاری دھند کچھ کچھ چھٹنے لگی مگر خیالات کے دائرے آہستہ آہستہ پھیلتے جا رہے تھے۔ پروفیسر ورما کی شخصیت کا ایک اور تاریک پہلو شیلا سے ملنے کے بعد اجاگر ہو گیا مگر سوال یہ تھا کہ خود شیلا کون تھی؟ پروفیسر نے اسے اپنے قابو میں کس طرح کیا تھا؟ شیلا کے بیان کے مطابق پروفیسر اس کی قوتوں کو کم کرنے اور اپنی طاغوتی قوتوں کو بڑھانے کی خاطر ہر پورن ماشی کی رات کو اس کا ڈھیروں خون پی جاتا تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو شیلا اس کی ہڈیاں اور بوٹیاں تک چبا جاتی۔ گویا شیلا بھی ایک خطرناک شیطانی قوت تھی جو کسی طرح پروفیسر کے دام میں آ گئی تھی۔ اس کے علاوہ اس کی اور سادھنا کی شکلیں بھی حیرت انگیز طور پر ملتی جلتی تھیں۔ شیلا نے مجھے پروفیسر کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ اور پنڈر والا ایک ہی شخصیت کے دو رخ تھے۔ پروفیسر کے بارے میں اس نے اور بھی کچھ انکشافات کئے تھے۔ میرے بارے میں اس کا کہنا تھا کہ اگر وہ پروفیسر کی نگاہوں کے سامنے جال نہ تان دیتی تو وہ مجھے اسی رات تکا بوٹی کر کے کہیں دفن کر دیتا۔ جب میں نے ریجنٹ سینما سے واپسی پر اس کے اور شیلا کے درمیان کھیلا جانے والا ہولناک ناٹک دیکھا تھا' شیلا نے واشگاف الفاظ میں اقرار کیا تھا کہ اس کے علاوہ کوئی اور طاقت بھی ہے جو میرے کام آ رہی ہے اور پروفیسر

کے ناپاک ارادوں کے راستے میں حائل ہو رہی ہے مگر وہ بھی اس قوت کے بارے میں کوئی بات واضح طور پر نہیں کہہ سکی تھی۔ شیلا نے یہ بھی کہا تھا کہ اس نے اپنی کسی ضرورت کے پیش نظر مجھے پروفیسر کے ہاتھوں ہلاک ہونے سے بچایا تھا...... وہ ضرورت کیا تھی؟ وہ مجھ سے کیا چاہتی تھی؟ اور وہ کیا خطرہ تھا جسے محسوس کر کے وہ اپنی کوٹھی سمیت میری نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی؟

میں نے گرم گرم کافی کی دو پیالیاں اوپر تلے پی ڈالیں تاکہ ذہن کو کچھ سکون ملے لیکن ذہن کو کسی طرح یکسوئی حاصل نہیں ہو رہی تھی۔ سوالوں کا ایک ہجوم تھا جو میرے دماغ میں چکرا رہا تھا۔ میرا ذاتی خیال یہی تھا کہ جس طرح پروفیسر اور چتر والے کی شخصیت ایک تھی، اسی طرح سادھنا اور شیلا بھی ایک ہی ہوں گی۔ میں نے اسی معمہ کو حل کرنے کی خاطر شیلا سے آخری سوال سادھنا کے بارے میں کیا تھا لیکن وہ کسی خطرے کے پیش نظر طلسمی انداز میں چھومنتر ہو گئی۔ ممکن ہے اس نے محض میرا سوال ٹالنے کی خاطر ایک حیرت انگیز ناٹک رچایا ہو؟

میں اپنے بستر پر نیم دراز خیالات کے ہجوم میں غوطہ زن تھا جب یکلخت مجھے مسز مارگریٹ کا خیال آ گیا۔ شیلا نے بھی بڑے یقین سے کہا تھا کہ مسز مارگریٹ صرف چار دن کی مہمان ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اسے موت کے منہ میں جانے سے نہیں بچا سکے گی۔ یہ بات بھی مجھے الجھا رہی تھی کہ شیلا پروفیسر اور مسز مارگریٹ کو کیوں ملوانا چاہتی تھی؟ ان دونوں کی ملاقات سے شیلا کی کون سی مشکل آسان ہو سکتی تھی؟ کیا اس ملاقات کے بعد شیلا پروفیسر کی قید سے رہائی حاصل کر سکتی تھی یا مسز مارگریٹ کی موت ٹل جاتی؟

میں خیالات کے دلدل سے جس قدر نکلنے کی کوشش کرتا اتنا ہی اندر دھنستا چلا جا رہا تھا۔ پھر میں نے کسی خیال کے تحت اٹھ کر انسپکٹر وہاب کے نمبر ڈائل کیے۔ فوری طور پر شیلا، سادھنا یا پروفیسر سے زیادہ اہم مسئلہ مسز مارگریٹ کا تھا۔ میری خواہش تھی کہ وہ کسی طرح اس خطرے سے محفوظ رہتی جو اس کی موت کا سبب بن سکتا تھا۔

"ہیلو......" دو گھنٹی بجنے کے بعد دوسری جانب سے کسی نے کال ریسیو کی۔ وہ آواز انسپکٹر وہاب خان کی نہیں تھی۔

"مجھے انسپکٹر وہاب خان سے بات کرنی ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"وہ اس وقت موجود نہیں ہیں۔ گشت پر نکلے ہیں۔ آپ اپنا نام اور نمبر لکھوا دیں، صاحب واپس آئیں گے تو انہیں خبر کر دی جائے گی۔"

"میں دوبارہ فون کر لوں گا۔" میں نے سلسلہ منقطع کر کے دستی گھڑی پر نظر ڈالی۔ رات کے دس بج رہے تھے۔ میں کچھ دیر تک خوابگاہ میں ٹہلتا رہا۔ پھر میں نے انسپکٹر وہاب کے گھر پر فون کیا۔ مجھے مایوسی نہیں ہوئی، دوسری جانب سے کال خود انسپکٹر وہاب خان نے ہی وصول کی تھی۔

"میں میجر وقار بول رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"کوئی اہم اطلاع؟" انسپکٹر نے میرا نام سن کر سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"مسز مارگریٹ کے بارے میں کیا خبر ہے؟" میں نے انسپکٹر کی بات کا جواب دینے کی بجائے دریافت کیا۔

"میرے سادہ لباس والے پوری طرح محتاط ہیں۔ میں بھی بے خبر نہیں ہوں۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ شاید ہم اس کو بچانے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔" میری زبان سے غیر اختیاری طور پر نکل گیا۔

"کیا مطلب......؟" انسپکٹر میرا جواب سن کر چونکا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے کسی نامعلوم شخص نے مجھے بھی کال کیا تھا۔" میں نے فوری طور پر خوبصورت بہانہ تراش کر سنجیدگی سے کہا۔ "جانتے ہو انسپکٹر اس نامعلوم شخص نے مجھ سے کیا کہا ہے؟"

"کیا......؟"

"اس نے بڑے اعتماد سے دعویٰ کیا ہے کہ مسز مارگریٹ کو اگر سو مسلح افراد کے درمیان بھی سو سو پاور کے بلب جلا کر رکھا جائے تو بھی وہ موت کے منہ سے نہیں بچ سکے گی۔" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "اس کے بیان کے مطابق وہ اس بات سے واقف ہے کہ آپ کے سادہ لباس والے مسز مارگریٹ کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"آپ کا ذاتی خیال کیا ہے اس کال کے بارے میں؟"

"یہی سوال میں آپ سے کرنا چاہوں گا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"میجر، میرا خیال ہے کہ کوئی ہمیں بلاوجہ خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

انسپکٹر نے اپنے تجربے کے پیش نظر جواب دیا۔ ''کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مجرم شہرت حاصل کرنے کی خاطر اس قسم کی کالیں کرتے رہتے ہیں۔''

''جو سانحہ جمال احمد فاروقی کے گھر پیش آیا تھا' اسے آپ کیا نام دیں گے؟'' میں نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''اسی رات گیارھویں شاہراہ پر ایک مفلوک الحال بدنصیب مارا گیا۔ آپ کے سرجن کی رپورٹ کے مطابق اس کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی نہیں پایا گیا۔ پھر کسی نے آپ کو فون کرکے مسز مارگریٹ کے پراسرار طور پر ہلاک کئے جانے کی پیشگی اطلاع کی اور اب مجھے بھی فون پر یہی کہا گیا ہے کہ مسز مارگریٹ صرف چار دن کی مہمان رہ گئی ہے۔''

''میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں میجر لیکن اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ کوئی شیطانی قوت ہی اس بدنصیب کی موت کا سبب تھی جو گیارھویں شاہراہ پر مردہ پایا گیا اور وہی نادیدہ قوت مسز مارگریٹ کو ہلاک کرنا چاہتی ہے تو ہم اور آپ مل کر بھی کیا کر سکیں گے؟''

''میرا ذاتی خیال ہے کہ ہمیں مسز مارگریٹ کو بچانے کی خاطر اپنی سی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔'' میں نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ ''حالات کچھ بھی ہوں' ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر خاموش تماشائی تو نہیں رہ سکتے۔''

''آپ کے ذہن میں کوئی تجویز ہے؟'' انسپکٹر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم مسز مارگریٹ کو ممکنہ خطرے سے آگاہ کرکے کسی طرح اپنی تحویل میں اس طرح لے لیں کہ وہ چوبیسوں گھنٹہ ہماری نظروں کے سامنے رہے؟''

''صرف دو صورتیں ممکن ہیں۔'' انسپکٹر وہاب خان نے جواب دیا۔ ''ہم کسی جھوٹے کیس کے تحت اسے حراست میں لے لیں جس کی وجہ سے اس کی اچھی خاصی شہرت کو بلاوجہ دھچکا لگے گا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ہم خاتون کو تمام صورتحال سے آگاہ کرکے تعاون کی درخواست کریں لیکن جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے' مسز مارگریٹ اس بات کو پسند نہیں کریں گی۔''

''اور کیا صورت ہو سکتی ہے؟''

''میں نگرانی کرنے والوں کی نفری بڑھائے دیتا ہوں۔'' انسپکٹر وہاب خان نے

کہا۔ ''دو تین افراد کو موبائل کئے دیتا ہوں تاکہ وہ موصوفہ کی نقل و حرکت کے وقت بھی سائے کی طرح ساتھ ساتھ رہیں......''

''آپ یہی طریقہ اختیار کریں اور میں کوشش کرتا ہوں کہ کسی طرح مسز مارگریٹ کو ایک دو روز کے لئے اپنا مہمان بنانے کی کوشش کروں۔''

انسپکٹر سے کچھ دیر بات کرنے کے بعد میں نے سلسلہ منقطع کر دیا لیکن مسز مارگریٹ کا خیال میرے ذہن سے چپک کر رہ گیا تھا۔ میں سونے کے ارادے سے بستر پر لیٹنے جا رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری جانب سے ڈاکٹر ارشد کی آواز سنائی دی۔

''میں آپ کو یہ خوشخبری سنانا چاہتا ہوں کہ آپ کا ملازم اب ہر طرح کے خطرے سے باہر ہے۔ آپ اسے جب چاہیں لے جا سکتے ہیں۔''

''میں شکرگزار ہوں ڈاکٹر کہ آپ نے تنویر کے سلسلے میں خصوصی توجہ دی۔''

''آپ کی اطلاع کیلئے ایک بات اور عرض کر دوں۔ آج میرے ایک ماہر نفسیات دوست بھی ہسپتال تشریف لائے تھے۔ میں نے ان سے بھی تنویر کو چیک کرا لیا ہے۔ ان کا بھی یہی خیال ہے کہ اب خطرے کی کوئی بات نہیں ہے......''

''آئی ایم گریٹ فل ڈاکٹر۔'' میں نے کہا۔ ''آپ اپنے دوست کی فیس بھی بل میں......''

''تعلقات بھی کوئی چیز ہوتی ہے میجر......'' ڈاکٹر ارشد نے ہنس کر بے تکلفی سے کہا۔ ''آپ ماہر نفسیات کی فیس کا خیال ذہن سے نکال دیں۔''

''بہت بہت شکریہ ڈاکٹر۔ میں کل شام کسی وقت حاضر ہوں گا......''

تنویر کی ذہنی کیفیت کے بارے میں سن کر مجھے بے حد مسرت ہوئی لیکن مجھے یہ امید پھر بھی نہیں تھی کہ جو بات ماورائی قوتوں کے ذریعے اس کے ذہن سے واش کر دی گئی تھی' وہ اس کے بارے میں کچھ کہہ سکے گا۔ ڈاکٹر ارشد سے فون پر گفتگو کرنے کے بعد مجھے پروفیسر ورما کا خیال آ گیا۔ اگر شیلا سے میری ملاقات کا اختتام طلسمی نہ ہوتا تو شاید میں واپسی میں طے شدہ پروگرام کے تحت اس سے بھی دو دو ہاتھ ضرور کرتا۔ میرے ذہن میں وہ

منظر ابھی تک گھوم رہا تھا جب سادھنا کی ہولناک چیخ کی آواز سن کر میں اور پروفیسر دونوں اس کی خوابگاہ کی طرف لپکے تھے' پھر کتے کے برابر ایک سیاہ اور خونخوار بلے کو سادھنا کی چھاتی پر بیٹھا دیکھ کر میں نے اسے مارنے کی خاطر بڑی پھرتی سے اپنا سروس ریوالور جیب سے نکال لیا تھا مگر پروفیسر نے میرا ارادہ بھانپ کر اس بلے کو نشانہ بنانے سے روک دیا اور خاصے درشت لہجے میں کہا تھا کہ وہ اپنے ذاتی اور نجی معاملات میں دوسروں کی مداخلت برداشت نہیں کرتا۔ میں اس وقت اس پر جھلا کر واپس آ گیا تھا لیکن اس وقت میرے ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ آخر اس خونخوار سیاہ بلے سے پروفیسر کا کیا ذاتی یا نجی معاملہ ہو سکتا تھا؟ کیا سیاہ بلا اسے سادھنا سے زیادہ عزیز تھا جو وہ اس کی ہلاکت کو پسند نہیں کر سکتا تھا؟ ان سوالات کے ساتھ ہی شیلا کا کہا ہوا ایک جملہ بھی میرے ذہن میں گونجا۔ پروفیسر کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں اس نے کہا تھا......‘‘اس کے بارے میں زیادہ سوچنا چھوڑ دو میجر' تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ اس لئے کہ اب وہ تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا۔’’ میں نے اس جملے کے آخری حصے پر دو تین بار غور کیا' پھر ریسیور اٹھا کر پروفیسر کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ کوئی اندرونی خلش تھی جس کے سبب میرا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔ دوسری جانب سے گھنٹی بجنے کی آواز مسلسل ابھرتی رہی لیکن فون کسی نے اٹینڈ نہیں کیا۔ میں جھلا کر ریسیور رکھنے کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ پروفیسر کے علاوہ کسی اور نے فون ریسیو کیا۔ شاید وہ نیند سے بیدار ہوا تھا۔ اس کی آواز سے مجھے ایسا ہی لگا تھا۔

‘‘کون ہے......؟’’ کسی نے بڑے غیر مہذب انداز میں دریافت کیا۔

‘‘تم کون بول رہے ہو......؟’’ میں نے پوچھا۔

‘‘تمہیں کس سے بات کرنی ہے؟’’ اس بار بھی جاہلوں جیسے لہجے میں پوچھا گیا۔

‘‘میں میجر وقار بول رہا ہوں۔’’ میں نے قدرے کرخت اور ٹھوس لہجے میں کہا۔ ‘‘مجھے پروفیسر ورما سے بات کرنی ہے......’’

‘‘میں گنگولی بول رہا ہوں صاحب......’’ دوسری جانب سے اس بار قدرے شرافت کی زبان اختیار کی گئی۔

‘‘پروفیسر کہاں ہے......؟’’

‘‘وہ تو نہیں ہیں صاحب۔’’ گنگولی نے کہا۔ ‘‘یہ بھی بتا کر نہیں گئے کہ کہاں جا رہے ہیں اور کب تک واپسی ہو گی۔’’

‘‘کیا سادھنا بھی گھر پر نہیں ہے......؟’’ میں نے پوچھا۔

‘‘وہ دونوں ساتھ ہی گئے ہیں صاحب۔ تین روز ہو گئے لیکن ابھی تک ان کا کوئی فون بھی نہیں آیا۔’’

‘‘تین روز ہو گئے ہیں......؟’’ میں حیرت سے اچھل پڑا۔ اس لئے کہ کل رات ہی میری اور پروفیسر کی گرما گرمی ہوئی تھی۔ میں نے زور دے کر پوچھا۔ ‘‘تم اس وقت نیند کی حالت میں تو بات نہیں کر رہے ہو......؟’’

‘‘جب آپ کا فون آیا تھا' اس وقت سو رہا تھا صاحب مگر اب تو جاگ رہا ہوں۔’’

‘‘میں کل رات کو جب پروفیسر سے ملنے آیا تھا' اس وقت تم کہاں تھے؟’’ میں نے تیزی سے سوال کیا۔

‘‘کل رات کو......؟’’ گنگولی نے حیرت کا اظہار کیا۔ ‘‘پروفیسر صاحب اور سادھنا بیگم صاحبہ تو تین روز سے باہر گئے ہوئے ہیں صاحب' کل رات تو میں گھر پر ہی تھا۔ آپ کس وقت آئے تھے؟’’

‘‘گھر پر تمہارے علاوہ اور کون ہے؟’’ میں نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

‘‘صرف میں ہی ہوں صاحب......’’

‘‘کیا پروفیسر نے جاتے وقت تم سے اپنی واپسی کے بارے میں کچھ نہیں کہا تھا؟’’

‘‘جی نہیں......’’ گنگولی نے پورے ہوش و حواس میں جواب دیا۔ ‘‘صرف اتنا حکم دیا تھا کہ ان کی غیر موجودگی میں کسی کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دی جائے۔’’

‘‘کیا پروفیسر اور سادھنا پہلے بھی اسی طرح بغیر بتائے جاتے رہے ہیں؟’’ میں نے الجھتے ہوئے دریافت کیا۔

‘‘وہ مالک ہیں صاحب......میں ان کے معاملات میں بولنے والا کون ہوتا

ہوں۔" گنگولی نے دبی زبان میں اپنی مجبوری کا اظہار کیا۔

"گنگولی......" میں نے ایک بار پھر ٹھوس آواز میں کہا۔ "کیا تم پورے یقین سے کہہ سکتے ہو کہ پروفیسر اور سادھنا کو گئے تین روز ہو چکے ہیں؟"

"میری بات کا وشواس کیجئے صاحب' میں بھلا آپ سے جھوٹ کیوں بولوں گا؟"

جواب میں میں نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گیا۔ میرے ساتھ جو حیرت انگیز پراسرار اور ناقابل یقین صورتحال پیش آ رہی تھیں' اس نے میرے ذہن کو مفلوج اور معطل کر کے رکھ دیا تھا!!

☆......☆......☆

شیلا نے غلط نہیں کہا تھا' پروفیسر میری دسترس سے دور ہو چکا تھا لیکن ایک بات میری سمجھ سے بالاتر تھی۔ اگر وہ ماورائی قوتوں کا مالک تھا اور شیلا جیسی طلسماتی قوتوں کی مالک بھی اس سے ڈرتی تھی تو پھر پروفیسر کو میری نظروں سے دور جانے کی کیا ضرورت تھی؟ یا پھر وقتی طور پر منظر عام سے ہٹ جانے میں بھی اس کی کوئی مصلحت تھی؟ شاید وہ کسی وجہ سے یہ مناسب نہیں سمجھتا ہوگا کہ مسز مارگریٹ کی پراسرار موت کے وقت وہ اس شہر میں موجود رہے۔ یہی وجہ تھی جو اس نے گنگولی کے ذہن میں بھی اپنی طاغوتی طاقتوں کے ذریعے یہ بات بٹھا دی تھی کہ وہ تین روز پہلے مع سادھنا کے کہیں جا چکا ہے جبکہ میں گواہ تھا کہ صرف ایک روز قبل وہ مجھ سے ملا تھا۔ حقیقت کیا تھی' اس کا علم مجھے نہیں تھا لیکن ایک بات بہرحال طے تھی کہ پروفیسر کا سادھنا کو لے کر اچانک کہیں چلا جانا خالی از علت نہیں تھا۔ وہ یقیناً کسی دور اندیشی کے پیش نظر ہی وقتی طور پر کہیں روپوش ہو گیا تھا۔

دوسری شام کو میں نے تنویر کو ہسپتال سے لے کر گھر چھوڑا۔ پھر ایک کپ چائے پی کر مسز مارگریٹ کی طرف چل پڑا۔ اس سے میری کوئی عزیز داری نہیں تھی لیکن نہ جانے کیوں میری خواہش تھی کہ وہ کسی طرح شیطانی قوتوں سے محفوظ رہے۔ پروفیسر اور شیلا دونوں نے مسز مارگریٹ کی پراسرار ہلاکت کی بات کی تھی۔ گنگولی نے ہرچند کہ فون پر بھی کہا تھا کہ پروفیسر کہیں باہر گیا ہے لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ اسی شہر میں کہیں چھپا ہوگا اور ہو سکتا ہے کہ مسز مارگریٹ کی موت کے بعد دوبارہ کھل کر سامنے آ جائے۔

میں نے مسز مارگریٹ کو اپنے آنے کی اطلاع نہیں دی تھی لیکن میری خوش قسمتی تھی کہ وہ مجھے گھر پر ہی مل گئی۔ حسب سابق اس نے بڑے پرجوش انداز میں میرا استقبال کیا۔ مجھے ڈرائنگ روم میں بٹھا کر وہ اندر چلی گئی۔ اسے واپسی میں زیادہ دیر نہیں لگی۔

"آپ کو اس وقت میرا بغیر بتائے آنا ناگوار تو نہیں گزرا......؟"

"قطعاً نہیں۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "میں نے غالباً فون پر بھی آپ سے یہی کہا تھا کہ میرے گھر کے دروازے آپ جیسے کرم فرماؤں کے لئے کبھی بند نہیں ہوتے۔"

"ذرہ نوازی ہے آپ کی۔" میں نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ پھر دو چار رسمی باتوں کے بعد اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے کہا۔ "میں اس وقت ایک خاص مقصد کے پیش نظر حاضر ہوا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے ضرور تعاون کریں گی۔"

"فرمائیے' میں آپ کی کیا خدمت کرسکتی ہوں......؟"

"اپنا مقصد بیان کرنے سے پیشتر میں یہ درخواست کروں گا کہ اس وقت جو گفتگو بھی میرے اور آپ کے درمیان ہو' اس کا تذکرہ آپ کسی اور سے نہیں کریں گی۔"

"بہتر ہے......" وہ بڑی اپنائیت سے مسکرا کر بولی۔ "نہیں کروں گی۔"

"وہی سوال جو میں آپ سے دوبار پہلے کر چکا ہوں' ایک بار پھر کرنا چاہوں گا۔" میں نے بڑے سلجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیا آپ کو کسی سے کوئی خطرہ لاحق ہے؟"

"جی نہیں......" اس نے خفگی کا اظہار کرنے کے بجائے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

"کوئی ایسی بات جس کے پیش نظر آپ کو یہ خیال لاحق ہو کہ وہ آپ کے خلاف بھی جاسکتی ہے؟"

"جی نہیں......ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے......"

"ادھر ایک دو دن کے دوران کیا آپ کے اور آپ کے کسی رُکن کے درمیان کوئی بحث یا تکرار ہوئی ہو......؟"

"اتفاق سے ایسا بھی کوئی مسئلہ درپیش نہیں ہے؟" اس کے چہرے پر بدستور اطمینان جھلک رہا تھا۔

"کیا آپ کو یاد ہے کہ آپ نے کماری شیلا کا بنگلہ نمبر کیا بتایا تھا؟" میں نے شیلا کے سلسلے میں محتاط انداز اختیار کرتے ہوئے سوال کیا۔

"میری یادداشت اتنی کمزور بھی نہیں ہے کہ ایک دو دن پہلے کی بات بھی یاد نہ رکھ

سکوں۔" مسز مارگریٹ نے بڑے لطیف انداز میں کہا۔ "میں نے آپ کو بنگلہ D-28 پر بتایا تھا۔"

"میں کل ادھر گیا تھا لیکن D-28 نمبر کے پلاٹ پر کوئی تعمیر نہیں ہوئی ہے۔"

"پھر......" اس نے شوخی سے دریافت کیا۔ "اس میں میرا کیا قصور ہے؟"

"میں شاید ابھی تک آپ کو موقع کی نزاکت سے پوری طرح آگاہ نہیں کر پا رہا ہوں۔" میں نے پہلو بدل کر کہا۔ "آپ کو یاد ہوگا کہ شیلا کے سلسلے میں پروفیسر ورما کا بھی ذکر آیا تھا۔ پروفیسر کا کہنا تھا کہ آپ اسے اپنا ہاتھ دکھانا چاہتی تھیں لیکن اس نے آپ کا ہاتھ دیکھنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"یہ تمام باتیں میرے لئے حیرت انگیز ہیں۔" اس نے قدرے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ میں پامسٹری پر سرے سے یقین نہیں کرتی' بہر حال کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ پروفیسر نے میرا ہاتھ دیکھنے سے کیوں انکار کر دیا تھا؟"

"پروفیسر نے آپ کی جنم کنڈلی بنائی تھی جس کے تیسرے خانے میں راہو موجود تھا۔" میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "راہو کی موجودگی موت کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے پروفیسر نے آپ کا ہاتھ دیکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس نے ایک بات اور بھی کہی تھی......"

"وہ کیا......؟" مسز مارگریٹ نے میری سوگوار سنجیدگی کو بھانپتے ہوئے پوچھا۔

"خدا کرے اس نے جو کچھ کہا ہے' وہ غلط ہی ثابت ہو لیکن اس نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ آپ بہت جلد کسی پراسرار خطرے سے دوچار ہونے والی ہیں۔"

"آئی۔ سی......" وہ بے اختیار ہنس پڑی۔ "جبھی آپ میرے لئے اس قدر پریشان ہو رہے ہیں۔"

"میری پریشانی کی ایک وجہ اور بھی ہے......" میں نے کچھ سوچ کر گیارہویں شاہراہ پر مفلوک الحال شخص کی پراسرار موت کی مختصر کہانی سناتے ہوئے کہا۔ "انسپکٹر وہاب خان نے مجھے بتایا تھا کہ جس رات گیارہویں شاہراہ کا سانحہ پیش آیا تھا' اسی کے دوسرے دن کسی نامعلوم شخص نے انسپکٹر کو فون پر ایک اور خطرے سے بھی آگاہ کیا تھا۔"

"اور غالباً وہ خطرہ مجھ سے متعلق ہے......؟"

"جی ہاں' فون کرنے والے نے کہا تھا کہ آپ بھی دس پندرہ دن کے اندر خدانخواستہ......"

"میجر وقار......" مسز مارگریٹ نے پہلی بار اکتائے ہوئے انداز میں میری بات کاٹی۔ "کیا آپ ان بے ہودہ باتوں پر یقین رکھتے ہیں؟"

"یقین تو نہیں رکھتا لیکن کل رات کسی نے مجھے بھی آپ کے سلسلے میں فون کیا تھا۔" میں نے شیلا کا ذکر درمیان سے حذف کرتے ہوئے مدھم آواز میں جواب دیا۔ "فون کرنے والے کا کہنا ہے کہ آپ چار روز کے اندر اندر کسی جان لیوا حادثے کا شکار ہو سکتی ہیں۔"

"گویا اب میری زندگی کے تین دن اور باقی رہ گئے ہیں۔" مسز مارگریٹ دوبارہ مسکرانے لگی۔ "آپ سے یقیناً کسی نے مذاق کیا ہوگا لیکن میں بہرحال شکرگزار ہوں کہ آپ نے میرا خیال رکھا......"

اسی وقت ملازمہ چائے کی ٹرالی لئے داخل ہوئی اور ہماری گفتگو کا موضوع تبدیل ہو گیا۔ مسز مارگریٹ کے اشارے پر ملازمہ نے اپنے ہاتھ سے چائے تیار کر کے باری باری ہم دونوں کو بڑی نفاست سے سرو کی۔ پھر خاموشی سے واپس لوٹ گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں پھر اصل موضوع پر آ گیا۔

"تین روز سے پروفیسر بھی اپنی بیٹی سمیت کہیں باہر چلا گیا ہے......"

"کیوں؟ میری موت سے اسے کیا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے......؟"

"ہو سکتا ہے جو باتیں میں محسوس کر رہا ہوں' وہ غلط ہوں لیکن کسی کا آپ کے سامنے پروفیسر کی پامسٹری کی تعریف کرنا' پروفیسر کی یہ غلط بیانی کہ اس نے آپ کا ہاتھ دیکھنے سے انکار کیا' شیلا کا لکھایا ہوا ایڈریس ایک خالی پلاٹ کی صورت میں ملنا' انسپکٹر اور مجھے موصول ہونے والی فون کالز اور اب پروفیسر کا کچھ بتائے بغیر گھر سے کہیں چلے جانا' ان تمام باتوں نے مل جل کر میرے ذہن میں ایک وہم سا پیدا کر دیا ہے۔ میں یہ درخواست لے کر حاضر ہوا ہوں کہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں اور چار روز کے لئے میری مہمان بننا پسند کر لیں۔"

"میں آپ کی ہمدردی اور جذبے کی شکرگزار ہوں میجر لیکن کیا آپ یقین سے

کہہ سکتے ہیں کہ اگر کوئی خطرہ واقعی میرے سر پر منڈلا رہا ہے تو آپ کی میزبانی قبول کر لینے کے بعد کیا وہ ٹل جائے گا؟"

"ٹل بھی سکتا ہے......" میں روانی میں کہہ گیا۔ پھر پہلو بدل کر بولا۔ "میرا مطلب یہ ہے کہ میرے گھر میں آپ کی حفاظت کا بندوبست یہاں سے زیادہ معقول ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ آپ میری درخواست قبول کر لیں۔"

"آئی ایم سوری میجر۔" مسز مارگریٹ نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "میں اس عقیدے کی قائل ہوں کہ موت کا جو وقت اور مقام قسمت میں لکھ دیا گیا ہے' اسے دنیا کی کوئی طاقت ٹال نہیں سکتی۔"

"ماورائی' شیطانی اور گندی قوتوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" میں نے دبی زبان میں سوال کیا۔

"میں ایسی کسی طاقت کو سرے سے نہیں مانتی اور اگر فرض کر لیا جائے کہ ایسی کسی طاقت کا وجود ہے تو وہ انسان اس کے سامنے کیا توپ چلا سکتی ہے؟"

شیلا نے صحیح کہا تھا کہ مسز مارگریٹ بڑے مضبوط ارادوں اور اعصاب کی عورت ہے۔ میں کھل کر اسے ان حالات سے آگاہ نہیں کر سکتا تھا جو میری نگاہوں نے دیکھے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کون سا ایسا طریقہ اختیار کروں کہ مسز مارگریٹ میری درخواست کو قبول کر لے۔

"آپ کس سوچ میں پڑ گئے میجر......؟" مسز مارگریٹ نے میرے چہرے کے تاثرات کو بھانپتے ہوئے پوچھا۔

میں کوئی جواب سوچ رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی اور مسز مارگریٹ نے اٹھ کر آتشدان پر رکھے ہوئے فون سیٹ کا ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو...... مسز مارگریٹ اسپیکنگ۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا لیکن پھر دوسری جانب سے کوئی ایسی بات کہی گئی کہ اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ اس نے بڑی حیرت سے کہا۔ "نہیں...... یہ تم نہیں ہو سکتے۔ تم کوئی اور بول رہے ہو؟...... اگر تمہیں دعویٰ ہے تو کوئی ثبوت پیش کرو...... یہ بات ایک عام آدمی بھی جان سکتا ہے...... میں نہیں مان سکتی۔ تم کوئی فراڈ ہو جو ولیم کی آواز بنا کر میرا سکون غارت کرنے کی کوشش کر رہے ہو...... کیا

کیا کہا..... تم..... تم کون ہو؟..... ہاں' ہاں یہ درست ہے لیکن تم..... تم..... میں کیسے یقین کرلوں؟..... ولیم..... ولیم....."

مسز مارگریٹ پر ہذیانی کیفیت طاری ہونے لگی۔ اس کا چہرہ کسی خوف سے فق ہو گیا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ ولیم کو بار بار آواز دیتے وقت وہ اپنے ہوش میں نہیں تھی۔ اس کے جسم میں تشنج کی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ وہ ساری جان سے لرز رہی تھی۔ فون کا ریسیور اس کے ہاتھوں میں کپکپانے لگا تھا۔ اس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ میں تیزی سے اٹھ کر اس کی جانب لپکا لیکن اس سے پیشتر ہی وہ چکرا کر قالین پر گر چکی تھی۔ میں نے بوکھلا کر نبض دیکھی جو ضرورت سے زیادہ تیز چل رہی تھی۔ میں نے فوری طور پر ہسپتال فون کیا' پھر مسز مارگریٹ کو اسی ہسپتال میں داخل کرا دیا جہاں تنویر داخل تھا۔

ڈاکٹر ارشد نے اس وقت بھی خاصا تعاون کیا۔ ضروری ٹیسٹ اور چیک اپ کرنے کے بعد مسز مارگریٹ کو سپیشل وارڈ میں داخل کر لیا گیا۔ وہ بدستور بے ہوشی کی کیفیت سے دوچار تھی۔ ڈاکٹر ارشد اور اس کے ساتھی ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ مسز مارگریٹ کو ہوش آنے میں وقت لگے گا۔ میں نے احتیاطاً فون کر کے انسپکٹر وہاب خان کو بھی صورتحال سے آگاہ کرنا مناسب سمجھا۔

"یہ بھی ایک طرح سے بہتر ہی ہوا۔" انسپکٹر نے میری بات سن کر کہا۔ "ہم اور سادہ لباس والے ہسپتال کے اسپیشل وارڈ میں مسز مارگریٹ کی زیادہ حفاظت کر سکتے ہیں لیکن آپ اسے ہسپتال میں چار روز تک روکنے کی کوشش میں کامیاب ہو جائیں گے؟"

"میں کوشش کروں گا کہ یہ کام ڈاکٹر ارشد کو اعتماد میں لے کر کروں لیکن وعدہ نہیں کرتا....."

"مسز مارگریٹ کی بے ہوشی کا سبب کیا تھا؟" انسپکٹر نے دریافت کیا۔

"اس نے میری موجودگی میں ایک کال ریسیو کی تھی جس کے بعد اس کی طبیعت غیر ہونے لگی' پھر وہ بے ہوش ہو گئی۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ انسپکٹر وہاب کو میں نے اپنے اور مسز مارگریٹ کے درمیان ہونے والی گفتگو کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ نہ ہی اس کال کی تفصیل بتائی جس نے مسز مارگریٹ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

"کیا میرا وہاں آنا مناسب ہوگا.....؟" انسپکٹر نے پوچھا۔

"میں آپ کو موقع کی نزاکت دیکھ کر دوبارہ فون کروں گا لیکن آپ فی الحال فوری طور پر اپنے آدمیوں کو ہسپتال پر تعینات کر دیں۔"

"میرے موبائل والے یقیناً وہاں کہیں قریب ہی ہوں گے۔" انسپکٹر نے بڑے یقین سے کہا۔ "میں باقی نفری کو بھی روانہ کرنے کا بندوبست کئے دیتا ہوں۔"

انسپکٹر وہاب سے بات کرنے کے بعد میں ڈاکٹر ارشد کے ساتھ باتیں کرتا رہا۔ تقریباً چار گھنٹے بعد ڈیوٹی نرس نے آکر اطلاع دی کہ مسز مارگریٹ کو ہوش آ گیا ہے۔ میں اور ڈاکٹر ارشد دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے اس کمرے میں گئے جہاں مسز مارگریٹ اپنے بستر پر لیٹی آنکھیں کھولے بڑے نقاہت بھرے انداز میں چھت کو گھورے جا رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں تشکر کا احساس چھلک اٹھا لیکن اس نے ڈاکٹر کی موجودگی میں مجھے مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

ڈاکٹر ارشد خاصی دیر تک مسز مارگریٹ کا معائنہ کرتا رہا۔ پھر ضروری دوائیں لکھ کر اور آرام کرنے کی ہدایت دے کر جانے لگا تو مسز مارگریٹ نے بڑی نحیف آواز میں اسے مخاطب کیا۔

"ڈاکٹر..... مجھے کب تک چھٹی ملے گی؟"

"اس کا فیصلہ ہم چوبیس گھنٹے بعد ہی کر سکیں گے۔ فی الحال آپ کو سخت آرام کی ضرورت ہے۔"

ڈاکٹر اور نرس کے جانے کے بعد بھی مسز مارگریٹ کچھ دیر تک خالی خالی نظروں سے چھت کو گھورتی رہی۔ پھر مجھے مخاطب کر کے بولی۔

"میں آپ کی شکرگزار ہوں میجر کہ آپ نے میری خاطر اتنی زحمت اٹھائی....."

"میں نے جو کچھ کیا' میرا فرض تھا۔" میں نے کہا۔ "آپ ذہن پر کوئی زور نہ دیں' ڈاکٹر نے آپ کو مکمل بیڈ ریسٹ اور آرام کا مشورہ دیا ہے۔"

"آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ وہ فون کال..... کس کی تھی؟"

"میرا خیال ہے کہ اس وقت آپ زیادہ باتیں....."

"نہیں میجر....." وہ میرا جملہ کاٹ کر بولی۔ "میں آپ کو بتانا ضروری سمجھتی ہوں کہ جس شخص نے مجھ سے فون پر بات کی تھی' اس نے خود کو ولیم ظاہر کیا تھا..... ولیم' جو میری

کیا کہا...
کر ا روں کے سامنے تڑپ تڑپ کر مر چکا ہے۔"

"مسز مارگریٹ پلیز......" میں نے درخواست کی۔ "فی الحال آپ اپنے ذہن پر کوئی بوجھ نہ ڈالیں......"

"میری باتیں سنتے رہیں میجر......" مسز مارگریٹ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ولیم کے نام سے بات کرنے والے نے دو چار باتیں ایسی کی تھیں جسے سن کر مجھے حیرت ہوئی...... وہ سو فیصد ولیم ہی کی آواز تھی جو دوسری جانب سے سنائی دے رہی تھی...... پھر...... پھر میں نے اس سے ولیم ہونے کا ثبوت مانگا۔ اس کے بغیر میں اس کی اصلیت کا کس طرح یقین کر سکتی تھی؟ میرے جواب میں......" وہ ایک لمحے کو چپ ہو گئی۔ پھر نچلا ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔ "میرے جواب میں اس نے جو ثبوت پیش کیا' جو باتیں اور مخصوص نشانیاں بتائیں' اس کے بارے میں ولیم کے سوا دنیا کا کوئی دوسرا شخص نہیں جانتا...... میرا سر چکرا کر رہ گیا۔ پھر جانتے ہو میجر کہ اس نے مجھ سے کیا کہا......؟"

"کیا کہا......؟" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔ مسز مارگریٹ کی باتیں میرا تجسس بڑھا رہی تھیں۔

"اس نے...... ولیم نے کہا ہے کہ وہ ایک دو روز کے اندر مجھ سے ملنے آئے گا۔" مسز مارگریٹ کی سانس کی رفتار تیز ہونے لگی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو مچل رہے تھے۔ "کیا یہ ممکن ہے میجر؟...... کیا مردے زندہ ہو سکتے ہیں؟...... کیا...... کیا میرا ولیم...... مجھ سے ملنے...... آئے گا۔"

مسز مارگریٹ کی حالت دوبارہ غیر ہونے لگی۔ میں نے ڈاکٹر ارشد کو طلب کیا جس نے اس کی حالت دیکھ کر خواب آور انجکشن دے کر سلا دیا۔ میری درخواست پر ڈاکٹر نے اپنی ایک قابل اعتماد سینئر نرس کو مسز مارگریٹ کی دیکھ بھال پر تعینات کر دیا۔ دروازے کے باہر "نو وزیٹرز NO VISITORS" کی تختی آویزاں کر دی گئی۔ سٹاف کو سختی سے ہدایت کر دی گئی کہ ڈاکٹر ارشد کی اجازت کے بغیر کسی کو مریضہ سے ملنے کی اجازت نہ دی جائے۔

میں نے انسپکٹر وہاب خان کو دوبارہ مسز مارگریٹ کی کیفیت سے آگاہ کیا۔ پھر جب میں اپنے کاٹیج پہنچا تو رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔ تنویر میرے انتظار میں جاگ رہا تھا۔

اس نے کھانا لگانے کو پوچھا لیکن میں نے منع کر دیا۔ تھکن اتنی زیادہ تھی کہ میں نے لباس تبدیل کرنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی۔ خواب گاہ میں داخل ہو کر اپنے نرم گرم بستر پر لیٹا۔ پھر مجھے کسی بات کا ہوش نہیں رہا۔ نیند کا غلبہ بے حد شدید تھا۔

انسان پریشانی کی کیفیتوں سے دوچار ہو اور نیند آ جائے تو اکثر وہی خیالات اسے خواب میں بھی پریشان کرتے رہتے ہیں۔ میرے ساتھ بھی شاید یہی معاملہ تھا۔ میں مسز مارگریٹ کو بچانا چاہتا تھا اور طاغوتی قوتیں اسے مارنے پر آمادہ تھیں۔ اس کا کیا قصور تھا؟ یہ بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آ سکی تھی۔ چار روز تک اس کی حفاظت کرنے کی خاطر میں نے یہی سوچا تھا کہ وہ میرے کاٹیج میں رہ کر زیادہ محفوظ رہ سکتی تھی۔ شیلا سے ملنے کے بعد میں نے یہ پلان بنایا تھا۔ یوں چار میں سے ایک دن اور نکل گیا۔ مسز مارگریٹ نے میری دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا لیکن کسی نامعلوم شخص کے فون نے اس کی حالت بھی ابتر کر دی۔ وہ جو ماورائی قوتوں کو ماننے سے منکر تھی' فون کال کے بعد خود واہموں کا شکار ہو کر اعصابی طور پر ٹوٹ چکی تھی۔ ہسپتال میں اس نے مجھے فون کال کے بارے میں جو کچھ بتایا' وہ میرے لئے بھی حیرت انگیز ہی تھا۔

مسز مارگریٹ نے خود اپنی آنکھوں سے ولیم کو مرتے دیکھا تھا اور اب وہی کہہ رہی تھیں کہ فون کرنے والے نے خود کو ولیم ثابت کرنے کی خاطر جو باتیں اور مخصوص نشانیاں بتائیں' وہ دنیا میں ولیم کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا تھا۔ اس نے بڑے وثوق سے کہا تھا کہ ولیم کی آواز پہچاننے میں بھی اسے دھوکا نہیں ہوا۔ بات اگر صرف فون کال کی حد تک محدود رہتی تو بہت کچھ سوچا جا سکتا تھا۔ کسی کی آواز اور لب و لہجے کی نقل کرنا ایسی کوئی ناقابل یقین بات نہیں تھی۔ جن باتوں اور نشانیوں کا حوالہ دیا گیا' وہ بھی کسی طرح دوسروں کو معلوم ہو سکتی تھیں۔ ممکن ہے خود مسز مارگریٹ نے بے خیالی میں ان باتوں اور مخصوص نشانیوں کا ذکر کسی واقف کار یا بے تکلف سہیلی سے کر دیا ہو لیکن ولیم نے کہا تھا کہ وہ ایک دو روز میں بنفس نفیس مسز مارگریٹ کے سامنے آ کر اسے حیران کر دے گا۔

بہرحال تیسرا دن بھی گزر چکا تھا۔ اب صرف دو دن باقی تھے۔ سونے سے پیشتر میرے ذہن میں بے شمار سوالات ابھر رہے تھے۔ اگر فون کرنے والا واقعی ولیم تھا اور وہ کسی معجزے کے پیش نظر موت کے منہ میں جانے سے محفوظ رہ گیا تھا تو اسے فون کرنے کی کیا

ضرورت تھی؟ اچانک خود سامنے آ کر وہ سب کو حیران کر سکتا تھا اور اگر وہ ولیم نہیں تھا تو پھر کون تھا جو ایک مردہ شخص کا سوانگ بھر کر خود کو خطرے میں ڈالنے کی حماقت کر رہا تھا؟ یا وہ فون کال مسز مارگریٹ کو محض اعصابی طور پر کمزور کرنے کے لئے کی گئی تھی؟ اور بھی بے شمار باتیں جو میرے ذہن کو الجھا رہی تھیں۔ شاید یہی وجہ تھی کہ سوتے سوتے مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی دبے قدموں چلتا ہوا میری خواب گاہ میں داخل ہو رہا ہے۔ میں خوابگاہ کو ہمیشہ کھلا رکھنے کا عادی تھا۔ صرف دروازے ضرور بھیڑ لیا کرتا تھا۔ البتہ ہلکے نیلے رنگ کا ایک زیرو پاور کا بلب ضرور روشن رہتا تھا جو اس وقت بھی روشن ہی تھا۔

میں نے دیکھا کہ وہ شخص اپنے چہرے کو پوری طرح ایک سیاہ کپڑے میں ڈھانپے ہوئے تھا۔ سینے تک کا کوئی حصہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں خاموش لیٹا اسے دیکھتا رہا۔ وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا میرے قریب آ کر رک گیا۔ میں ہمیشہ سے اپنا سروس ریوالور تکئے کے نیچے رکھ کر سونے کا عادی تھا۔ متحرک انسانی وجود کے قریب آنے سے پیشتر میں نے سوچا تھا کہ ہاتھ سرکا کر اپنی گرفت ریوالور کے دستے پر جما لوں تاکہ اس کے بروقت استعمال میں کوئی دشواری پیش نہ آئے لیکن نہ جانے کیوں میں اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے سے قاصر رہا اور اب جبکہ سیاہ چادر میں لپٹا وہ شخص میرے سر پر پہنچ چکا تھا' میرا کوئی حرکت کرنا مناسب نہیں تھا۔ میں دم سادھے لیٹا رہا لیکن مجھے اپنی صلاحیتوں پر پورا اعتماد تھا۔ ریوالور کے بغیر بھی میں اپنی کمانڈو تربیت کا کوئی داؤ استعمال کر کے اسے بے بس کر سکتا تھا۔

سیاہ پوش ایک لمحے میرے سرہانے کھڑا رہا' پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر میری کلائی تھام لی۔ مجھے ایسا لگا جیسے میرا جسم سرد ہو گیا۔ ہو۔ اس کے یخ بستہ ہاتھ میں کچھ ایسی تاثیر تھی کہ میں کوئی جوابی کارروائی نہیں کر سکا۔ میری کلائی تھامنے کے بعد اس نے مجھے خاموشی سے اٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس کی حرکات وسکنات نہ صرف پراسرار بلکہ تعجب خیز بھی تھیں۔ اگر وہ کوئی دشمن ہوتا' کسی خطرناک ارادے سے آیا ہوتو مجھے موقع دیئے بغیر وار کر چکا ہوتا۔ دوسری صورت میں بھی اسے کم از کم میرا ہاتھ نہیں تھامنا چاہئے تھا۔ میں گھبراہٹ میں کوئی بھی سخت جوابی کارروائی نہیں کر سکتا تھا۔ جس انداز میں اس نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا' وہ بھی سمجھ سے بالاتر تھا لیکن اس کے برف جیسے ہاتھوں میں کوئی تاثیر ایسی ضرور تھی کہ

میں خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ مجھے آہستہ آہستہ میری اسٹڈی تک لے آیا۔ جس اطمینان سے اس نے اسٹڈی لائٹ روشن کی' وہ بھی حیرت انگیز تھا۔ لائٹ آن کرنے کے بعد اس نے شیلف سے انسائیکلو پیڈیا کی ایک جلد نکال کر بڑی برق رفتاری سے کھولی۔ جو صفحہ کھلا' اس کے اندر ایک سادہ سفید کاغذ کا چوکور ٹکڑا موجود تھا۔ سیاہ پوش نے ہاتھ کے اشارے سے کاغذ کے ٹکڑے کی سمت میری توجہ مبذول کرائی۔ پھر وہ یکلخت میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کا سرد ہاتھ میری کلائی سے ہٹا تو میرے جسم میں دوبارہ حرارت دوڑ گئی۔ میں نے کاغذ کے ٹکڑے کو ہاتھ میں لے کر الٹ پلٹ کر دیکھا۔ وہ بالکل سادہ ہی تھا لیکن دوسرے ہی لمحے میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا' اسے دیکھ کر میرے جسم میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ میرا دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔ میری نظریں سادہ کاغذ کے اس ٹکڑے پر جم کر رہ گئیں جس پر انگریزی کے مختلف حروف جلی انداز میں بڑی تیزی اور ترتیب سے یکے بعد دیگرے ابھر رہے تھے۔ ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کوئی نادیدہ ہاتھ ان حروف کو ٹائپ کر رہے ہیں۔ پھر جب وہ جملہ مکمل ہوا تو میرے دل کی دھڑکن اور تیز ہو گئی۔ میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس جملے کو دیکھنے لگا۔ اس جملے کا ترجمہ تھا......

''سادھنا کی دونوں آنکھوں کے درمیان کا نشانہ لے کر ریوالور کا
چیمبر خالی کر دو۔ مسز مارگریٹ وقتی طور پر محفوظ ہو جائے گی ... اب
دوسری جلد کا صفحہ نمبر 110 دیکھو......''

میں ابھی صورتحال کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کاغذ پر ابھرنے والے جلی حروف جس ترتیب سے ابھر رہے تھے' اسی ترتیب سے یکے بعد دیگرے غائب ہو گئے۔ میں نے کچھ سوچ کر پہلی جلد شیلف میں رکھ کر دوسری جلد نکال کر صفحہ نمبر ایک سو دس کھولا تو پہلے لفظ کو پڑھ کر ہی میرے تنفس کی رفتار تیز ہو گئی۔ وہ لفظ آکٹوپس OCTOPUS تھا۔ میرے ذہن میں فوری طور پر شیلا کا خیال ابھرا جس کے ڈرائنگ روم میں میں نے ایک شیشے کے باؤل BOWL میں سنہری رنگ کے آکٹوپس کو تیرتے دیکھا تھا۔ مجھے یہ نتیجہ اخذ کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ سادھنا کو نشانہ بنانے کا وہ پیغام شیلا کی پراسرار شخصیت ہی کی طرف سے ملا ہوگا لیکن میں پروفیسر اور سادھنا دونوں کے پتے سے ناواقف تھا۔ دوسری قابل غور بات یہ تھی کہ خود شیلا نے بھی بڑے کھلے الفاظ میں یہ بات کہی تھی کہ مسز مارگریٹ

چار دن کی مہمان ہے اور اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ میں پروفیسر کے بارے میں سوچنا ترک کر دوں' اس لئے کہ وہ میرے ہاتھ نہیں آئے گا... اور اب وہی مجھے اپنی ماورائی قوتوں کے ذریعہ مشورہ دے رہی تھی کہ اگر میں سادھنا کو مار دوں تو مسز مارگریٹ وقتی طور پر محفوظ رہے گی۔ معاً میرے ذہن میں ایک خیال اور بڑی سرعت سے ابھرا۔ کہیں سیاہ پوش کے روپ میں جگن ناتھ ترپاٹھی کی بدروح تو نہیں تھی جسے پروفیسر یا مہاراج نے مجھے پھانسنے کی خاطر کسی سوچی سمجھی سازش کے تحت بھیجا ہو اور مسز مارگریٹ کی زندگی کا لالچ دے کر پیغام پر عمل کرنے پر اکسایا ہو......؟"

میں خاصی دیر تک اسٹڈی میں کھڑا کاغذ پر ابھرنے والے پیغام اور آکٹوپس کے حوالے پر غور کرتا رہا' پھر خواب گاہ میں واپس گیا تو وہاں خلاف توقع تنویر کو موجود پا کر حیرت زدہ رہ گیا۔

"کیا بات ہے......؟" میں نے تنویر کو غور سے گھورا۔ "تم اس وقت میری خوابگاہ میں کیا کر رہے ہو......؟"

"آپ نے مجھے جہاں بھیجا تھا' میں وہاں سے ہو کر آ رہا ہوں۔" تنویر نے پورے ہوش و حواس میں جواب دیا۔ "پروفیسر کے بارے میں آپ کا اندیشہ درست ہے' وہ اور سادھنا دونوں اسی شہر میں موجود ہیں..... پروفیسر محض وقتی طور پر مصلحتاً منظر عام سے ہٹ گیا ہے......"

میں تنویر کو تعجب خیز نظروں سے دیکھنے لگا۔ میری چھٹی حس مجھے احساس دلا رہی تھی کہ تنویر اس وقت خواب بیداری کی کیفیت سے دوچار تھا۔

"پتہ نوٹ کر لیں سر۔" اس نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "سکسٹین سول لائنز ایریا......"

"تم اس وقت سول لائنز سے آ رہے ہو......؟"

"جی ہاں سر......"

"اور میں نے تم کو وہاں بھیجا تھا......؟" میں نے اسے سوالیہ نظروں سے گھورا۔

"یس سر......" اس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے..... اب تم جاؤ....."

تنویر خاموشی سے چلا گیا۔ میں پھر خیالوں کے بھنور میں ڈوبنے ابھرنے لگا لیکن ذہن پر غنودگی کا حملہ بھی ہو رہا تھا۔ اس لئے میں نے وقتی طور پر تمام باتوں کو ذہن سے نکالا اور بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں اور جلد ہی دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر میں نے تنویر کو غور سے دیکھا۔ وہ حسب معمول ناشتہ لگانے کے بعد ایک طرف ہاتھ باندھے بڑی مستعدی سے کھڑا تھا۔ میں کچھ دیر ناشتے میں مصروف رہا' پھر میں نے تنویر کو ٹٹولنے کی خاطر سرسری انداز میں مخاطب کیا۔

"کیا تمہیں یاد ہے کہ رات میری واپسی کس وقت ہوئی تھی؟"

"یس سر......" اس نے جواب دیا۔ "رات کا ڈیڑھ بجا تھا..."

"کھانا کھایا تھا میں نے...؟"

"جی نہیں۔" تنویر نے کہا۔ "میں نے پوچھا تھا لیکن آپ نے انکار کر دیا تھا۔"

"ہاں' آں......" میں نے شانے اچکا کر لاپروائی کا مظاہرہ کیا۔ "میں بہت زیادہ تھکا ہوا تھا' اس لئے لباس تبدیل کئے بغیر ہی سو گیا تھا۔"

تنویر نے میری بات پر کوئی تبصرہ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

"میرے سونے کے بعد تم کہاں گئے تھے؟" میں نے تھوڑے توقف سے دریافت کیا۔

"میں......؟" تنویر نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "میں تو اپنے کمرے میں ہی میں تھا سر..."

"کیا رات تم کسی وقت میرے کمرے میں آئے تھے...؟" میں نے چائے کا گھونٹ لے کر پوچھا۔

"جی نہیں..." تنویر نے کسمسا کر جواب دیا۔ پھر دبی زبان میں بولا۔ "سر' اگر آپ کچھ دیر آرام کر لیں تو بہتر ہوگا۔"

"کیا مطلب......؟" میں نے اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ رات کو پوری طرح آرام نہیں کر سکے اور..." اس نے کچھ رک کر دبی زبان میں بڑی اپنائیت سے کہا۔ "اس وقت بھی آپ پوری طرح تازہ دم نہیں لگ رہے۔"

"تمہاری طبیعت اب کیسی ہے؟" میں نے اس کی بات نظرانداز کر کے خیریت دریافت کی۔

"ایک دم فٹ ہوں سر...... آپ کی وجہ سے ہسپتال میں ڈاکٹروں اور نرسوں نے بہت خیال رکھا تھا۔"

"تنویر" میں نے ناشتے کے بعد اٹھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تمہیں یاد ہے کہ گنگولی نے تم سے کبھی پروفیسر کے سلسلے میں کوئی بات کی تھی......؟"

"کس قسم کی بات سر؟" تنویر نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔ "ہمارے درمیان بہت ساری باتیں ہوتی رہتی ہیں۔"

"کوئی ایسی بات جس سے تم نے یہ محسوس کیا ہو کہ گنگولی پروفیسر کے ہاں ملازمت کرنے پر خوش نہیں ہے......" میں نے گول مول انداز میں سوال کیا۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہوئی سر...... گنگولی تو پروفیسر صاحب سے بہت خوش ہے۔"

"سنا ہے پروفیسر آج کل کہیں گیا ہوا ہے؟"

"میں کل شام ہی تو ہسپتال سے آیا ہوں سر......" تنویر نے کہا۔ "گنگولی سے ملاقات ہوئی تو پوچھوں گا۔"

"نہیں...... اس کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "بلکہ آئندہ تم گنگولی سے ایسی کوئی گفتگو نہ کرنا جس میں میرا یا پروفیسر کا ذکر آئے۔"

"ٹھیک ہے سر' میں پوری احتیاط رکھوں گا......"

تنویر سے بات کرنے کے بعد میں نے اسٹڈی میں جا کر انسائیکلوپیڈیا جلد اول کا وہ صفحہ کھولا جس میں رات سادے کاغذ کا ٹکڑا موجود تھا لیکن مجھے وہ ٹکڑا کہیں نہیں ملا۔ میں نے جلدی میں پوری جلد کھنگال ڈالی لیکن سادے کاغذ کا کوئی ٹکڑا کہیں نہیں ملا۔ البتہ کچھ ایسے کاغذ ضرور ملے جن پر میں نے اپنی یادداشت کے لئے کچھ ضروری نوٹ لکھ رکھے تھے۔
پہلی جلد کے بعد میں نے دوسری جلد کا صفحہ نمبر 110 کھولا' اس میں پہلا لفظ آکٹوپس ہی تھا۔ میرا ذہن چکرا کر رہ گیا۔ سیاہ پوش کا دھندلا سا تصور اس کے سرد ہاتھ کا لمس بھی میرے ذہن میں ابھر رہا تھا لیکن میں فوری طور پر یہ فیصلہ نہیں کر سکا' وہ تمام باتیں میرے پریشان

ذہن کی پیداوار تھیں یا اس میں حقیقت کا بھی کچھ دخل تھا......

میں تادیر ذہنی خلفشار میں مبتلا رہا۔ پھر میں نے ریسیور اٹھا کر دفتر فون کیا اور زوبی کو بتایا کہ میں دفتر نہیں آسکوں گا۔ یہ تاکید بھی کر دی کہ وہ میرے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتائے اور جو فون آئیں' اسے نوٹ کرتی رہے۔ میں وقتاً فوقتاً اسے فون کرتا رہوں گا۔ زوبی کو ہدایتیں دینے کے بعد میں تقریباً نو بجے گھر سے نکلا اور سیدھا ہسپتال گیا۔ ولیم کی حیران کن کال نے مجھے بھی محتاط رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ دو روز تک اپنا زیادہ تر وقت ہسپتال میں ہی گزاروں گا اور مسز مارگریٹ سے قریب تر رہنے کی کوشش کروں گا۔ گھر سے روانگی سے پیشتر میں نے اپنا ریوالور بھی بغلی ہولسٹر میں ساتھ ہی رکھا تھا تاکہ اگر کوئی خطرناک سچویشن درپیش آئے تو اس کا استعمال کر سکوں۔

ہسپتال کے پارکنگ لاٹ میں گاڑی کھڑی کر کے میں نیچے اترا ہی تھا کہ سامنے سے انسپکٹر وہاب خان آتا نظر آیا۔ وہ اس وقت سادہ لباس میں تھا۔ ہم نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔ میں نے انسپکٹر سے مسز مارگریٹ کی نگرانی کے بارے میں معلوم کیا تو اس نے تفصیل بتانے کے بعد شکوہ کیا۔

"میجر...... مجھے افسوس ہے کہ آپ نے مجھے سب سے اہم بات بتانے سے گریز کیا۔"

"میں سمجھا نہیں......"

"میں مسز مارگریٹ سے مل کر آرہا ہوں۔" انسپکٹر نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اس نے مجھے اس فون کال کی مکمل تفصیل بتا دی ہے جو اسے اپنے گھر پر آپ کی موجودگی میں موصول ہوا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں یہی معلوم کیا تھا کہ وہ بڑے مضبوط اعصاب کی خاتون ہے لیکن ولیم کے نام سے کی جانے والی کال نے اسے ذہنی طور پر بہت کمزور کر دیا ہے۔ مجھ سے گفتگو کرتے وقت بھی وہ بار بار چونک اٹھتی تھی۔"

"کیا میں نے کل رات آپ کو اس کال کی تفصیل نہیں بتائی تھی؟" میں نے بڑی ڈھٹائی سے جھوٹ بولا۔

"جی نہیں......"

"آئی ایم سوری انسپکٹر۔" میں نے مجبوراً معذرت کرنی ضروری سمجھی۔ "شاید

پریشانی کے سبب میرے ذہن سے کال کی تفصیل نکل گئی ہو لیکن میں نے کال آنے کے بارے میں تو بہر حال آپ کو آگاہ کیا تھا......"

"آپ کا دل کیا گواہی دیتا ہے؟" انسپکٹر نے میرے ساتھ قدم ملا کر دوبارہ ہسپتال کی طرف بڑھتے ہوئے دریافت کیا۔ "کیا وہ شخص جس نے ولیم کے نام سے فون کیا ہے وہ سامنے آنے کی بھی حماقت کرے گا جبکہ مسز مارگریٹ کا بیان ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے ولیم کو مرتے دیکھا ہے۔"

"حالات جو پراسرار صورت اختیار کر رہے ہیں اس کے پیش نظر کوئی بات بھی یقین سے نہیں کی جاسکتی۔" میں نے گول مول جواب دیا۔

"لیکن مسز مارگریٹ کا خیال ہے کہ وہ شخص جو اتنی دیدہ دلیری سے ولیم ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دینے کی خاطر سامنے بھی ضرور آئے گا۔ اس نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں اس کے آس پاس ہی رہوں لیکن جلد بازی میں کوئی سخت یا انتہائی قدم اٹھانے سے گریز کروں۔"

"میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے کہ تمہیں نہ صرف چوکس رہنا ہوگا بلکہ سوچ سمجھ کر ہی کوئی قدم اٹھانا ہوگا......"

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آرہی ......" انسپکٹر نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر مسز مارگریٹ کا یہ بیان درست ہے کہ ولیم مر چکا ہے تو وہ دوبارہ زندہ کس طرح ہو سکتا ہے؟"

"یہی بات مجھے بھی پریشان کر رہی ہے؟"

"میجر......" انسپکٹر نے ہسپتال کے ورانڈے میں پہنچ کر رکتے ہوئے دریافت کیا۔ "کیا مسز مارگریٹ نے آپ کو بتایا تھا کہ ولیم کی موت کب اور کہاں واقع ہوئی تھی؟"

"آپ کس بات کا شبہ کر رہے ہیں؟" میں نے ایک بار پھر بڑی خوبصورتی سے بات کو گھماتے ہوئے کہا۔ "کیا مسز مارگریٹ نے اپنے شوہر کی موت کے سلسلے میں غلط بیانی سے کام لیا ہوگا؟"

"ہم پولیس والے بغیر شبے کے کامیابی کی سیڑھیاں طے نہیں کر سکتے۔" انسپکٹر نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر کہا۔ "گیارہویں شاہراہ کے مفلوک الحال شخص کی موت کے بعد ہی مسز مارگریٹ کا نام ہمارے سامنے آیا ہے......"

"لیکن اس سے پیشتر جمال احمد فاروقی کے گھر پر جو سانحہ پیش آیا تھا اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟"

"میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں میجر لیکن کیا یہ ممکن نہیں کہ ہو سکتا ہے کہ مسز مارگریٹ نے ان ہی دو واقعات کے بعد کسی سے اپنی ناگہانی اور پراسرار موت کی کہانی کا شوشہ چھوڑنے کا کام لیا ہو......؟"

"میں سمجھا نہیں......؟" میں نے چونک کر انسپکٹر کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"میں یقین سے نہیں کہہ رہا لیکن یہ بھی سوچا جا سکتا ہے کہ ولیم زندہ ہی ہو اور مسز مارگریٹ نے کسی خاص وجہ سے اس کے مر جانے والی بات کہی ہو اور اب جب ولیم کھل کر سامنے آرہا ہے تو مسز مارگریٹ کا اعصابی طور پر ٹوٹ کر بکھر جانا قدرتی امر ہے۔"

"لیکن مسز مارگریٹ کو بلاوجہ اپنے شوہر کی موت کی جھوٹی خبر مشہور کرنے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟" انسپکٹر کی بات مجھے ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

"اس کا علم تو ولیم کے سامنے آنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔" انسپکٹر نے کہا پھر سنجیدگی سے بولا۔ "مسز مارگریٹ کے بارے میں میں نے جو معلومات حاصل کی ہیں وہ یہی ظاہر کرتی ہیں کہ وہ ایک نیک شریف اور مضبوط کردار کی مالک ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ اس کے ماضی میں ولیم کی وجہ سے کوئی ایسی تلخی پیدا ہوئی ہو جس کے بیان کرنے سے اس کی اپنی شخصیت پر بھی کوئی حرف آتا ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میاں بیوی میں کسی شدید اختلاف کے سبب علیحدگی ہو گئی ہو اور مسز مارگریٹ نے مشہور کر دیا ہو کہ ولیم مر چکا ہے اور اب اس کی فون کال ریسیو کرنے کے بعد وہ ذہنی طور پر بکھر گئی ہو......"

انسپکٹر کی بات محض ایک مفروضہ تھی جس کو منطقی اعتبار سے تسلیم بھی کیا جا سکتا تھا لیکن میرا دل گواہی نہیں دے رہا تھا کہ مسز مارگریٹ نے اپنی ولیم اور جم براؤن کی جو حیرت انگیز مہماتی سرگزشت سنائی تھی وہ محض ایک فرضی کہانی ہوگی۔ میں نے انسپکٹر سے اس موضوع پر بحث کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ کچھ دیر تک ہمارے درمیان ولیم سے قانونی طور پر نپٹنے کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ پھر میں اسے ڈاکٹر ارشد کے کمرے میں چھوڑ کر مسز مارگریٹ کے پاس چلا گیا۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ڈاکٹر ارشد نے مسز مارگریٹ سے

ملنے جلنے کے بارے میں جو ہدایت جاری کی تھی' اس پر سختی سے عمل کیا جا رہا تھا۔ مجھے بھی کمرے میں جانے کے لئے باقاعدہ اجازت حاصل کرنی پڑی تھی۔ نرس مجھے جانتی تھی۔ اس لئے اٹھ کر باہر چلی گئی۔

''میجر وقار ......'' مسز مارگریٹ نے مجھے دیکھ کر کہا۔ ''آپ کو میرے بارے میں جو تشویش لاحق تھی' شاید وہ غلط نہیں تھی۔''

''کیا مطلب......؟''

''ماورائی قوتوں نے میرے لئے جو ڈیڈ لائن **DEAD LINE** مقرر کی تھی' اب اس میں صرف دو دن باقی رہ گئے ہیں۔'' مسز مارگریٹ کے لہجے میں میں نے پہلی بار مایوسی کی جھلک محسوس کی۔ صرف ایک فون کال نے اسے بہت کمزور کر دیا تھا۔

''زندگی سے مایوس ہونا گناہ ہے۔'' میں نے اسے حوصلہ دینے کی کوشش کی۔

''آپ کو تو ان فضول باتوں پر کبھی اعتقاد نہیں تھا۔ پھر اتنی جلدی کیوں ہمت ہار رہی ہیں۔ اس پر بھروسہ رکھیں جو زندگی اور موت کا مالک ہے...... آپ تو راہبہ جیسی زندگی گزار رہی ہیں۔ پھر یہ پریشانی کس لئے ہے؟''

''ہو سکتا ہے اسی مقدس ہستی نے ولیم کی شکل میں میری موت کا اہتمام کیا ہو......؟''

''فون پر بولنے والا کوئی اور بھی ہو سکتا ہے......''

''اور کون......؟'' اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''آپ کا کوئی ایسا نادیدہ دشمن جو آپ کو خوفزدہ کرنا چاہتا ہو......''

''خوف زیادہ شدید ہو جائے تو وہ بھی موت کا سبب بن جاتا ہے۔'' اس نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ ''مسٹر وقار میری بات کا یقین کریں' میں موت سے اتنی خوفزدہ کبھی نہیں ہوئی' جتنی اب ہو رہی ہوں۔ شاید اس لئے کہ میں پرسکون موت کی خواہش مند تھی لیکن اب مجھے جو ذہنی اذیت ہو رہی ہے' وہ بھی موت کی تلخیوں سے کم نہیں ہے۔''

''ہم سب یہاں آپ کی دلجوئی اور حفاظت کیلئے موجود ہیں۔ پھر آپ خود کو اس قدر تنہا اور بے بس کیوں محسوس کر رہی ہیں؟''

''اس لئے میجر کہ اس کی آواز بار بار میرے ذہن میں صدائے بازگشت بن کر

گونجنے لگتی ہے۔'' وہ ہاتھ مسلتے ہوئے بڑے کرب سے بولی۔ ''میں جانتی ہوں کہ ولیم اب دنیا میں نہیں ہے۔ میں اس کی موت کی چشم دید گواہ ہوں۔ میں نے اسے سسک سسک کر اور تڑپ تڑپ کر مرتے دیکھا ہے لیکن نہ جانے کیوں فون کرنے والے کی باتیں مجھے سانپ بن کر ڈس رہی ہیں۔ وہ...... وہ سو فیصدی ولیم ہی کی آواز تھی جو میں نے سنی تھی۔''

''یہ آپ کا وہم ہے......'' میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ ''آج کے دور میں لوگ اس طرح دوسروں کی آواز کی نقل اتارتے ہیں کہ خود وہ بھی ششدر رہ جاتا ہے جس کی نقل اتاری جا رہی ہو۔''

''چلئے' میں آپ کی بات سے اتفاق کئے لیتی ہوں لیکن وہ خاص باتیں' وہ مخصوص نشانیاں جو ولیم کے سوا کسی اور نے سنی نہ دیکھی ہوں' اس کا علم کسی تیسرے شخص کو کس طرح ہو سکتا ہے؟''

''حوصلے سے کام لیں مسز مارگریٹ۔'' میں نے پہلی بار اس کے نرم' ملائم اور سنہری بالوں پر بڑی اپنائیت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''قبل از وقت پریشان نہ ہوں' جس نے فون کیا تھا' اسے سامنے آنے دیں' پھر ساری حقیقت سامنے آ جائے گی۔''

''ابھی کچھ دیر پیشتر انسپکٹر وہاب بھی مجھ سے مل کر گیا ہے۔ اس کا بھی یہی خیال ہے کہ کسی نے محض مجھے خوفزدہ کرنے کی خاطر فون کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ فون کرنے والا کبھی سامنے آنے کی حماقت نہیں کرے گا جبکہ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ ضرور آئے گا۔''

''اس یقین کی کوئی خاص وجہ......؟'' میں نے اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات کو دیکھ کر کہا۔

''ہاں......'' اس نے چھت پر نظر جما کر کہا۔ ''مجھے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد اس کی مانوس آواز اپنے کانوں میں گونجتی سنائی دیتی ہے...... وہ کہتا ہے کہ وہ مرا نہیں...... وہ زندہ ہے...... وہ ضرور آئے گا۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے میرے سامنے آنے سے نہیں روک سکے گی۔''

''پلیز مسز مارگریٹ......'' میں نے اس کا ہاتھ تھام کر سہلاتے ہوئے سمجھایا۔ ''ہم سے تعاون کرنے کی خاطر ہی سہی لیکن ہمت اور حوصلے سے کام لیں۔''

''مجھے ایک بات کا خیال اور بھی پریشان کر رہا ہے......'' مسز مارگریٹ نے میری

طرف دیکھ کر قدرے رازداری سے جواب دیا۔

''وہ کیا......''

''مجھے وحشی قبیلے کا وہ تھوتھا یاد آ رہا ہے جس نے کہا تھا کہ میری موت اسی جیسی حیرت انگیز صلاحیتوں کی مرہون منت ہوگی۔ اس نے بڑے دعوے سے کہا تھا کہ وہ جانتا تھا کہ میری موت کب' کہاں اور کس کے ہاتھوں ہوگی۔''

''اس تھوتھے سے موصول ہونے والی فون کال کا کیا تعلق ہو سکتا ہے؟'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔

''میں نے آپ کو بتایا تھا کہ وہ دلوں کا حال جان لینے کی حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ ان کی آنکھیں ذہن کے اندر کا حال بھی جان لیتی ہیں۔ وہ جو پیشین گوئی کرتے ہیں' وہ پتھر کی لکیر ہوتی ہے۔ وہ موت کا اعلان قبل از موت کر دیتے ہیں اور جس کے بارے میں وہ اعلان ہوتا ہے' وہ ٹھیک تین روز بعد موت کی ابدی نیند سو جاتا ہے۔'' مسز مارگریٹ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''وہ ایک ہی وقت میں مختلف جگہوں پر مختلف روپ میں نظر آنے کی ناقابل یقین طاقت بھی رکھتے ہیں۔ اپنی اس قوت کو وہ وقتی طور پر کسی اور کو بھی مستعار دے سکتے ہیں۔''

''یہ بات آپ نے شاید مجھے پہلے نہیں بتائی تھی۔'' میں کسی خیال سے چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

''ممکن ہے ذہن سے نکل گیا ہو......'' مسز مارگریٹ نے ہونٹ چباتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔ ''تھوتھے کی وہ بات اب میری سمجھ میں آ رہی ہے کہ میری موت اسی جیسی حیرت انگیز صلاحیتوں کی مرہون منت ہوگی۔''

''کیا مطلب......؟'' میں دوسری بار چونکا۔

''ہو سکتا ہے وہ کوئی تھوتھا ہی ہو جو ولیم کی شکل میں میری موت کا پیغام بن کر سامنے آ جائے......''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے دل میں یکلخت کئی خیالات ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہونے لگے۔

''میجر......'' مسز مارگریٹ نے میرے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے تیزی سے

پوچھا۔ ''کیا میرا یہ خیال غلط ہے کہ آپ بھی اس وقت کسی گہری سوچ میں غرق ہیں؟''

''آپ کے سوا اور کس کے بارے میں سوچ سکتا ہوں۔'' میں نے فوری طور پر اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ ''ہو سکتا ہے آپ جو سوچ رہی ہوں' وہ غلط نہ ہو لیکن میرا خیال ہے کہ آپ ہر قسم کے خطرے سے محفوظ رہیں گی۔''

''شکریہ میجر......'' اس کے ہونٹوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ ابھری۔ ''آپ ان نامساعد حالات میں بھی میری حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔''

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ ڈاکٹر ارشد قدم اٹھاتا اندر داخل ہوا۔ وہ تنہا ہی تھا' اس کے ساتھ کوئی نرس یا اسسٹنٹ بھی نہیں تھا۔ کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس نے اندر سے بند کر لیا اور اب ہماری طرف آ رہا تھا۔

''ڈاکٹر......'' میں نے اس کے قریب آنے پر بڑے خلوص سے کہا۔ ''میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کر رہے ہیں۔''

''ہاں' اس لئے کہ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔'' ڈاکٹر ارشد نے منہ بنا کر میری طرف دیکھا' پھر مسز مارگریٹ کی طرف دیکھ کر مسکراتا ہوا بڑے پیار سے بولا۔ ''تم اب کیسی ہو مارگریٹ ڈارلنگ۔ یہاں تمہیں کوئی پریشان تو نہیں کر رہا......؟''

''ڈاکٹر تم......تم......'' مسز مارگریٹ پھٹی پھٹی نظروں سے ڈاکٹر ارشد کو دیکھ رہی تھی۔ میں بھی ڈاکٹر کے بدلے ہوئے انداز اور حیرت انگیز طور پر بدلی ہوئی آواز سن کر چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

''یس ڈارلنگ' یہ میں ہی ہوں' تمہارا ولیم......'' ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔ پھر میری آنکھیں بھی حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ڈاکٹر کی آواز کے بعد اب اس کے چہرے کے نقوش بھی حیرت انگیز طور پر تبدیل ہو چکے تھے۔ ولیم کا نام سن کر میرا ماتھا ٹھنکا۔

جو شخص میرے سامنے موجود تھا' وہ ولیم نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک لمحہ پہلے مسز مارگریٹ نے تھوتھا کے سلسلے میں جس ناقابل یقین صلاحیت کا حیران کن انکشاف کیا تھا' وہ اس وقت میری نگاہوں کے سامنے موجود تھا۔ میں نے دو قدم پیچھے ہٹ کر بغلی ہولسٹر سے اپنا سروس ریوالور نکال لیا۔

''نہیں......'' مسز مارگریٹ نے سہمی سہمی آواز میں اپنے روبرو کھڑے شخص کو

مخاطب کیا۔ ''تم ...... تم کوئی بہروپیے ہو۔''

''ایسی باتیں مت کرو بنی...... ہم ایک طویل مدت کے بعد ملے ہیں اور تم مجھے پہچاننے سے انکار کر رہی ہو۔'' اس نے مارگریٹ سے قریب ہوتے ہوئے کہا۔ ''تم نے میری غیر موجودگی میں بڑی پریشانیاں جھیلی ہوں گی لیکن اب......''

''مجھ سے دور رہو......'' مسز مارگریٹ نے بلند آواز میں نفرت کا اظہار کیا۔ ''تم ولیم نہیں ہو۔ تمہارے وجود سے کسی مردہ انسان کی بو آ رہی ہے۔''

''میں تمہیں لینے آیا ہوں میری زندگی۔'' اس نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ ''تمہیں میرے ساتھ چلنا ہوگا۔''

میں ریوالور کے دستے پر گرفت جمائے اس شخص کو گھور رہا تھا جو ڈاکٹر ارشد کی شکل وصورت میں کمرے میں داخل ہوا تھا اور اب خود کو ولیم ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جس انداز میں اس نے پل بھر میں اپنی جون تبدیل کی تھی' وہ بھی میرے لئے ایک ناقابل یقین عمل تھا۔ میں بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا کہ اسے کیا سمجھوں؟ کوئی تھوتھا' جس کے بارے میں مسز مارگریٹ نے مجھے تفصیل سے بتایا تھا یا پھر وہ کوئی اور تھا جس کو کسی تھوتھا نے وقتی طور پر اپنی قوت ادھار دے دی تھی...... میرا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا اور رگوں میں خون کی گردش کی رفتار بھی بڑھتی جا رہی تھی۔

''میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی ...... نہیں' نہیں۔'' مسز مارگریٹ ہذیانی انداز میں بولی۔ ''میں یہاں تنہا نہیں ہوں' میرے ساتھ کچھ اور دوست اور ہمدرد بھی ہیں' تم زبردستی نہیں کر سکو گے۔''

''شور وغل بند کر دو میری جان......'' بہروپیے نے سرد لہجے میں کہا۔ اور میں یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ مسز مارگریٹ کی آواز اس کے حلق کے اندر گھٹ کر رہ گئی۔ اس کی خوفزدہ آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں۔ مجھے شیلا اور چسٹر والے والا کا وہ ہولناک منظر یاد آ گیا جو میں نے ریجنٹ سینما سے واپسی پر دیکھا تھا۔ چسٹر والے کی نگاہوں کی مقناطیسی قوتوں نے بھی اسی طرح شیلا کو پوری طرح تسخیر کر لیا تھا۔

''اپنے دوستوں اور ہمدردوں کا خیال ذہن سے نکال پھینکو۔'' بہروپیے نے بڑے یقین اور اعتماد سے مگر غراتے لہجے میں کہا۔ ''میں جو چاہوں گا' وہی ہوگا۔ دنیا کی

تمام قوتیں مل کر بھی میرا راستہ نہیں روک سکتیں۔''

''لل...... لیکن...... تت...... تم مجھے کہاں لے جاؤ گے؟'' مسز مارگریٹ نے بمشکل گھٹی گھٹی مردہ سی آواز میں سوال کیا۔

''موت کی ان وادیوں میں جہاں پہنچ کر انسان اپنی دائمی زندگی کا آغاز کرتا ہے۔ میں نے تمہیں جو مہلت دی تھی' اس کے پورے ہونے میں صرف دو دن اور ایک رات کا وقفہ باقی رہ گیا ہے۔ یہی بات تمہیں تمہارے دوستوں اور ہمدردوں نے بھی بتائی ہوگی۔''

''نہیں...... میں ابھی مرنا نہیں چاہتی'' مسز مارگریٹ نے بڑی لجاجت کا اظہار کیا۔ ''تمہیں یسوع مسیح کا واسطہ......''

''مجھے افسوس ہے میری جان میں تمہاری اس درخواست پر غور نہیں کر سکتا۔'' اس شخص نے اس بار بے حد خشک لہجے میں کہا۔ اس کی شعلہ بار نظریں جس میں مقناطیسی کشش موجود تھی' مسز مارگریٹ کی آنکھوں میں جھانک رہی تھیں۔ شاید وہ اپنے سحر کے ذریعہ اسے کنٹرول کئے ہوئے تھا۔

''کیوں......؟'' مسز مارگریٹ نے نحیف آواز میں سوال کیا۔

''اس لئے کہ تم نے ولیم کی موت کی کہانی کسی اور کو سنا کر میری راہ میں کچھ دشواریاں پیدا کر دی ہیں۔''

مسز مارگریٹ جواب میں صرف کسمسا کر رہ گئی۔ میں بہروپیے کا جواب سن کر چونکا۔ میرے ذہن میں فوری طور پر پروفیسر ورما کا خیال ابھرا جو مجھے مارنے کی کئی کوششیں کر چکا تھا لیکن کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ شیلا نے کہا تھا کہ اس کی پراسرار قوت کے علاوہ کوئی اور طاقت بھی تھی جو میرا تحفظ کر رہی تھی۔ اس خیال کے ساتھ ہی میرا اعتماد بحال ہونے لگا۔ قبل اس کے کہ وہ شخص جو اس وقت ولیم کے روپ میں تھا' مسز مارگریٹ پر حملہ آور ہوتا یا اپنی ماورائی قوتوں کو آزماتا' میں نے اسے ٹھوس آواز میں للکارا۔

''تم جن دشواریوں کا ذکر کر رہے ہو' ان میں ایک اس وقت بھی یہاں موجود ہے......''

وہ میری آواز سن کر بڑے اطمینان سے پلٹا۔ اس نے مجھے ایسی نظروں سے دیکھا

جیسے کوئی پہاڑ کسی گلہری کی لنترانی سن کر محظوظ ہونے کی کوشش کر رہا ہو۔ اس کی شیطانی نظروں میں ساحرانہ قوتیں رقص کر رہی تھیں۔ میرے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر بھی اس کے ماتھے پر پریشانی کی کوئی ایک معمولی سی شکن بھی نہیں ابھری۔

''تم......'' اس نے مجھے بڑی حقارت سے مخاطب کیا۔ ''تمہارے دن بھی اب گنے چنے رہ گئے ہیں۔''

''تمہیں روپ بدلنے کی کیا ضرورت تھی؟'' میں نے بڑے یقین سے اپنے شبے کا اظہار کیا۔ ''میرے سلسلے میں تم پہلے بھی ناکامیوں کا سامنا کر چکے ہو۔ میں تمہیں ہر صورت میں شناخت کرسکتا ہوں...... پروفیسر ورما' کیا میں غلط تو نہیں کہہ رہا...... ؟''

اس کی آنکھوں میں ایک پل کو بے چینی کی علامتیں نمودار ہوئیں مگر اس نے بڑی سرعت سے خود پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔

''میجر......'' اس کے لہجے میں کسی زخمی ناگ کی پھنکار تھی۔ ''تم نے ابھی دنیا میں کچھ نہیں دیکھا۔ زندہ رہو' یہ کہنے کیلئے کہ میں نے تمہیں چھوٹ دے رکھی ہے۔''

''اور اگر میں تمہاری اس فراخدلانہ پیشکش کو حقارت سے ٹھکرا دوں تو...... ؟''

''تم اپنی اوقات سے تجاوز کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔'' اس نے قہر آلود لہجہ اختیار کیا۔

''شاید اسی لئے تم بزدلوں کی طرح پشت دکھا کر روپوش ہو گئے ہو؟'' میں نے اسے نفسیاتی دباؤ میں رکھنے کی خاطر کہا۔

''میجر......'' وہ حلق کے بل چیخا۔ ''تم زیادہ دنوں تک میرے ہولناک عتاب سے محفوظ نہیں رہ سکو گے۔ میں عنقریب اس قوت کی تہہ تک پہنچنے والا ہوں جو تمہیں بار بار بچا لیتی ہے۔ اس کے بعد تمہاری موت بڑی اذیت ناک ہوگی۔ کرنل مہاویر کی آتما اپنا حساب چکتا کئے بغیر چین سے نہیں بیٹھے گی۔''

میں چاہتا تو سروس ریوالور کا چیمبر اس کے جسم پر خالی کرسکتا تھا۔ میرا نشانہ بھی پکا تھا مگر میں نے جلد بازی کی کوشش نہیں کی۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا لیکن میرا خیال تھا کہ جو شخص روپ اور آواز بدلنے کی حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہو' اس پر ریوالور کی گولیاں اثر انداز نہیں ہوں گی۔ حملہ کے سلسلے میں میری جانب سے کوئی پہل اسے اور مشتعل

کرنے کا سبب بھی بن سکتی تھی۔

''تم اس قسم کے مکالمے اس وقت بھی بول چکے ہو جب جگن ناتھ ترپاٹھی کی بدروح بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکی تھی۔''

''زیادہ اونچے سروں میں مت بولو میجر۔'' اس نے بڑے سرد لہجے میں کہا۔ ''تم میری مہان شکتی کے آگے ایک کیڑے سے زیادہ حقیر ہو۔ کچھ سانسیں باقی رہ گئی ہیں' وہ بھی پوری کرلو۔ پرنتو مارگریٹ کا سمے پورا ہو چکا ہے' تم اسے نہیں بچا سکو گے۔''

میں کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ دروازے پر کسی نے زور سے دستک دی۔ اس کے ساتھ ہی مجھے انسپکٹر وہاب خان کی مانوس آواز بھی سنائی دی...... ''میجر وقار...... آپ نے اندر سے دروازے کو بند کیوں کرلیا۔ پلیز دروازہ کھولیں۔''

''تم نے بڑا بکھیڑا پھیلا رکھا ہے چھوکرے......'' ولیم کے روپ میں نظر آنے والے پروفیسر نے تلملا کر کہا۔ ''میں اس وقت جا رہا ہوں۔ پرنتو میری ایک بات گرہ سے باندھ لو۔ میں نے مارگریٹ کی پراسرار موت کے لئے جو وقت مقرر کیا ہے' وہ اوش پورا ہوگا۔ دھرتی کی کوئی شکتی میرے راستے کی دیوار نہیں بن سکتی۔ تم اس کنیا کو ایک دن اور ایک رات اور جی بھر کر دیکھ لو لیکن کل کا سورج ڈھلنے سے پیشتر اس کی آتما اور شریر کا بندھن ٹوٹ جائے گا۔ یہ پروفیسر ورما کا فیصلہ ہے......''

''میجر...... دروازہ کھولو......'' انسپکٹر کی آواز دوبارہ ابھری۔ اس کے ساتھ ہی دروازہ زور زور سے پیٹا جانے لگا۔

''میری بات یاد رکھنا چھوکرے......'' پروفیسر نے اس بار اپنی اصلی آواز میں بڑے اعتماد سے کہا۔ ''کل کا سورج ڈھلنے سے پیشتر میری شکتی اپنا کام اس طرح پورا کرے گی کہ کسی منش کو کان وکان بھنک بھی نہیں پڑے گی۔''

پروفیسر یکلخت میری نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی مسز مارگریٹ کی کھوئی ہوئی قوت بھی بحال ہوگئی۔ اس نے مجھے پکار کر بڑے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''مجھے بچا لو میجر...... میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔''

''فی الحال میں ایک درخواست کر رہا ہوں۔'' میں نے ریوالور بغلی ہولسٹر میں تیزی سے واپس رکھتے ہوئے مسز مارگریٹ سے سرگوشی کی۔ ''اس وقت آپ کی نظروں نے

جو کچھ دیکھا ہے' اسے انسپکٹر یا کسی اور کے سامنے بیان نہ کیجئے گا۔ اسی میں ہم دونوں کی بہتری ہے......''

اپنا جملہ مکمل کر کے میں تیزی سے دروازے کی جانب لپکا۔ انسپکٹر بار بار مجھے آوازیں دے رہا تھا۔ میں نے دروازہ کھولا تو انسپکٹر وہاب خان اور ڈاکٹر ساتھ ساتھ کمرے میں داخل ہوئے۔ ساتھ میں ایک نرس بھی تھی۔ انسپکٹر نے مسز مارگریٹ کی طرف دیکھتے ہوئے مجھ سے دریافت کیا۔

''کیا بات تھی میجر؟ آپ نے دروازہ کیوں بند کر رکھا تھا......؟''

''مسز مارگریٹ مجھ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتی تھیں۔'' میں نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔ ''کوئی ڈسٹربنس نہ ہو' اس لئے میں نے انہیں کی درخواست پر دروازہ بند کر لیا تھا......''

انسپکٹر نے مجھے مشکوک نظروں سے دیکھا پھر قدم بڑھاتا مسز مارگریٹ کے قریب چلا گیا۔ ڈاکٹر ارشد اور میں بھی اس کے ساتھ ساتھ تھے۔

''کیا بات ہے خاتون؟'' انسپکٹر نے مسز مارگریٹ کے چہرے کے پریشان کن تاثرات دیکھ کر دریافت کیا۔ ''آپ بہت زیادہ ڈسٹرب نظر آ رہی ہیں۔''

''ہاں......'' اس نے لمبی سانس لے کر کہا۔ ''حالات نے میرے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا ہے۔ میجر وقار نے میرے ساتھ جو مہربانی کی ہے' میں اس کے لئے بے حد شکر گزار ہوں۔ مجھے اپنی زندگی کی امید نہیں ہے۔ اس لئے میں میجر سے کچھ اہم باتیں کر رہی تھی۔ اس مشن کے بارے میں جو ابھی پورا نہیں ہوا۔ مجھے کچھ وصیت بھی کرنی تھی۔ اپنے اس اثاثے کے بارے میں جو میرے بعد کسی ضرورت مند کے کام آ سکے۔ اس کے علاوہ''

''آپ ذہن کو پرسکون رکھنے کی کوشش کریں۔'' ڈاکٹر ارشد نے اس کی نبض دیکھتے ہوئے کہا۔ ''آپ کو اس وقت شدید آرام کی ضرورت ہے۔''

''ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔'' انسپکٹر نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔ ''آپ کو اس خوف کو اپنے دل سے نکالنا ہوگا جو آپ کی موجودہ حالت کو اور زیادہ متاثر کر سکتا ہے۔''

''شکریہ انسپکٹر......''

''ہم نے آپ کی حفاظت کا نہایت معقول اور موثر بندوبست کر رکھا ہے۔'' انسپکٹر نے کہا۔ ''ہمارے کارندے اس طرح آپ کے کمرے کی نگرانی کر رہے ہیں کہ کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا......''

''آپ کو یقیناً اپنی ذمہ داری اور میری حفاظت کا پورا پورا احساس ہوگا لیکن کیا آپ شیطانی اور گندی طاقتوں کی راہ میں بھی رکاوٹ بن سکتے ہیں؟''

''یہ سب فرضی اور افسانوی باتیں ہیں میڈم۔'' انسپکٹر نے جواب دیا۔ ''آپ ذہن پر زور ڈالنے کے بجائے صرف آرام کریں۔ باقی کام ہمارے لئے رہنے دیں۔''

''میں اور انسپکٹر باری باری آپ کی نگرانی پر معمور رہیں گے۔'' میں نے مارگریٹ سے نگاہوں نگاہوں میں اس کے تعاون کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ ہر خوف دل سے نکال دیں۔''

ڈاکٹر ارشد نے نرس کو ہدایت دے کر مسز مارگریٹ کو پھر کوئی ایسا انجکشن لگوا دیا جو اس کے اعصاب کو پرسکون رکھے۔ پھر ڈاکٹر ہی کی ہدایت پر ہم لوگ کمرے سے باہر آ گئے۔ کمرے میں صرف نرس رہ گئی۔ ڈاکٹر ارشد دوسرے مریضوں کو دیکھنے کی خاطر راؤنڈ پر چلا گیا۔

''آپ کا اب کیا پروگرام ہے انسپکٹر وہاب؟'' میں نے باہر آ کر انسپکٹر سے دریافت کیا۔

''کس سلسلے میں؟'' اس نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

''میری خواہش ہے کہ ہم دونوں میں سے کوئی ایک ہر وقت مسز مارگریٹ کے کمرے سے قریب تر رہے۔'' میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''میں رات کو آٹھ اور گیارہ کے درمیان کچھ ضروری کام نپٹانے کی خاطر گھر جاؤں گا۔ اس دوران اگر آپ یہاں رہیں تو مناسب ہوگا۔''

''اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو میں تیار ہوں لیکن میرا خیال ہے کہ ہم نفسیاتی طور پر خود کو کچھ زیادہ ہی پریشان رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔'' انسپکٹر نے لاپروائی سے جواب دیا۔ پھر کچھ سوچ کر بولا۔ ''کیا آپ رات کو ہسپتال ہی میں رہیں گے؟''

”جی ہاں.....“ میں نے مختصراً جواب دیا۔

”مسز مارگریٹ یقیناً خوش قسمت خاتون ہیں جو آپ جیسا مصروف کاروباری شخص بھی ان کی خاطر اس قدر قربانیاں پیش کر رہا ہے۔“ انسپکٹر کے لہجے میں لطیف سا طنز تھا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مسکرا کر بات ٹال گیا۔

”کیا مسز مارگریٹ نے کوئی خاص وصیت کی ہے؟“ انسپکٹر نے دبی زبان میں سوال کیا۔ شاید وہ جاننا چاہتا تھا کہ بند کمرے میں ہمارے درمیان کیا گفتگو ہوئی تھی۔

”اس نے درخواست کی ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی تمام جائیداد ٹرسٹ کے حوالے کر دی جائے۔“ میں نے بات بنانے کی خاطر کہا۔ ”میں اس کی ہاں میں ہاں ملاتا رہا۔ حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ میں کسی حیثیت میں بھی اس کی جائیداد وغیرہ کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں ہوں۔ میں نے دبی زبان میں اسے مشورہ دیا ہے کہ اگر وہ کوئی تحریری دستاویز لکھ دے تو زیادہ مناسب ہوگا......“

انسپکٹر میری باتوں سے مطمئن نظر نہیں آ رہا تھا لیکن وہ مجھ سے کسی قسم کی بازپرس کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ کچھ دیر بعد وہ رخصت ہو گیا تو میں ڈاکٹر ارشد کے کمرے میں آ کر ایک آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔

پروفیسر ورما کو ولیم کے روپ میں دیکھ کر میرے ذہن میں کئی خیال ابھرے تھے۔ اس سے پیشتر پروفیسر کی دست شناسی اور اس کی پراسرار باتوں نے مجھے ضرور متاثر کیا تھا۔ اس نے مجھ سے اعتراف بھی کیا تھا کہ سادھنا کو جن حالات میں بیوہ کیا گیا تھا' اس کا انتقام لینے کی خاطر اس نے اپنے عقیدے کے مطابق ماورائی قوتیں حاصل کرنے کی خاطر بڑے پاپڑ بیلے تھے۔ دست شناسی کے فن پر بھی عبور حاصل کیا تھا۔ اس کے علاوہ بھی اس نے اپنی کئی حیرت انگیز صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا تھا لیکن وہ کسی اور کا روپ بھی دھار سکتا تھا' یہ بات پہلی بار میرے علم میں آئی تھی۔

مسز مارگریٹ نے ولیم کے روپ میں پروفیسر کے نمودار ہونے سے کچھ دیر پیشتر یہ بات بتائی تھی کہ تھوتھا ایک ہی وقت میں مختلف مقام پر مختلف روپ میں موجود ہونے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں اور اپنی اس حیرت انگیز صلاحیت کو وقتی طور پر کسی اور کو بھی مستعار

دے سکتے ہیں۔ اگر مسز مارگریٹ کا بیان درست تھا تو پھر اس بات پر بھی غور کیا جا سکتا تھا کہ پروفیسر نے دور دراز کے علاقوں کا سفر کرنے کے دوران ممکن ہے کسی تھوتھا سے بھی ملاقات کی ہو اور اسے دوست بنا لیا ہو۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اس دوستی کی وجہ بھی مسز مارگریٹ ہی ہو جو ولیم اور جم براؤن کے ساتھ پراسرار قبیلے میں کچھ عرصہ قید و بند کی صعوبتیں جھیل چکی تھی۔ یہ بات بھی پروفیسر کو کسی تھوتھا کے ذریعے معلوم ہو گئی ہو گی اور بھی بے شمار امکانات ہو سکتے تھے لیکن پروفیسر کا ایک جملہ رہ رہ کر میرے ذہن میں چبھ رہا تھا۔ اس نے مسز مارگریٹ سے کہا تھا کہ اس نے تھوتھا اور خوفناک قبیلے کی کہانی مجھے سنا کر پروفیسر کے لئے کچھ دشواریاں پیدا کر دی ہیں...... وہ دشواریاں کیا تھیں؟ کیا وہ اتنی ہی سنگین نوعیت کی تھیں کہ پروفیسر کے لئے مارگریٹ کو مارنا لازمی ہو گیا تھا؟ اگر وہ ایسا چاہتا تھا تو خاموشی کے ساتھ بھی اپنا منصوبہ مکمل کر سکتا تھا۔ بلاوجہ اس بات کا اعلان کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟ کیا اس کی آڑ میں بھی پروفیسر اپنا کوئی مقصد پورا کرنا چاہتا تھا؟

میرے ذہن میں بے شمار امکانی پہلو ابھر رہے تھے۔ پھر یکلخت میرے ذہن میں سادھنا اور شیلا کا تصور ابھرا۔ کیا ان دونوں میں سے تو کوئی تھوتھی نہیں تھی جسے پروفیسر کسی چالبازی سے اس وقت اٹھا لایا ہو جب وہ بچہ ہو؟ مسز مارگریٹ نے اپنی مہماتی کہانی سناتے وقت بھی یہی کہا تھا کہ وحشی قبیلے کے سرداروں کا خیال تھا کہ سیاح لوگ صرف اس غرض سے ان کے علاقے میں جان پر کھیل کر جانے کا رسک لیتے ہیں کہ کوئی تھوتھا بچہ ان کے ہاتھ لگ جائے جس کی پرورش کر کے وہ جوان کریں' پھر اس کی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں۔ اس خیال کے ساتھ ہی میرے ذہن میں وہ منظر گھوم گیا جب ایک خونخوار سیاہ بلا سادھنا کی چھاتی پر چڑھا بیٹھا اسے غضبناک نظروں سے دیکھ رہا تھا اور پروفیسر نے سیاہ بلے کو ہلاک کر کے سادھنا کو بچانے کی اجازت دینے کے بجائے جھڑک کر مجھے اپنے گھر سے چلے جانے کو کہا تھا۔ کیا سادھنا ”تھوتھی“ تھی اور پروفیسر کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں میری چلائی ہوئی گولی سیاہ بلے کے بجائے سادھنا کی ہلاکت کا سبب نہ بن جائے؟ اگر سادھنا کے بارے میں میرا خیال درست تھا تو پھر وہ سیاہ بلے سے کیوں خوفزدہ تھی؟ کیا وہ اپنی ناقابل یقین اور حیرت انگیز قوتوں کو ایک بلے کو ہلاک کرنے کے لئے استعمال نہیں کر سکتی تھی؟ پروفیسر نے کس کی زندگی بچانے کی خاطر مجھے دھتکارا تھا؟

سادھنا کے بعد شیلا کا خیال میرے ذہن میں کلبلانے لگا۔ سب سے پیشتر میں نے اسے اور چشمے والے کو دیکھا تھا۔ شیلا نے اپنی طلسماتی کوٹھی پر ملاقات کے درمیان اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ وہ چشمے والا پروفیسر ہی تھا جو چاند کی چودھویں تاریخ کو اس کا خون پی کر اس کی طاقت کم کرتا تھا اور اپنی قوتوں میں اضافہ کرتا تھا۔ ہوس کا نشانہ اس لئے بناتا تھا کہ شیلا خود کو اس کے مقابلے میں نفسیاتی طور پر ہمیشہ کمزور اور بے بس سمجھے۔ اس کی باتوں سے اس ناقابل یقین کہانی کو بھی تقویت ملتی تھی کہ وہ ہر پورن ماشی کی رات کو مرتی ہے۔ پھر دوبارہ زندہ ہو جاتی ہے۔ شیلا نے یہ بھی کہا تھا کہ اسے میری ضرورت تھی' کس سلسلے میں؟ اس بات کا اظہار نہیں کیا تھا۔

میرے ذہن کی سکرین پر منظر تبدیل ہوتے رہے۔ شیلا کے بعد اس سیاہ پوش کا تصور ابھرا جس نے کسی خوف یا احتیاط کی ضرورت محسوس کئے بغیر بڑے ڈرامائی انداز میں مجھے یہ ترغیب دینے کی کوشش کی تھی کہ میں اگر سادھنا کو ہلاک کر دوں تو مسز مارگریٹ وقتی طور پر محفوظ رہ سکتی تھی۔ وہ طاقت سادھنا کو کیوں ہلاک کرنا چاہتی تھی؟ سادھنا کی موت سے مسز مارگریٹ کی زندگی محفوظ رہنے کا کیا تعلق تھا؟ مجھ سے گفتگو کرتے کرتے شیلا نے کسی خطرے کی بو سونگھ کر سب کچھ میری نگاہوں سے اوجھل کر دیا تھا۔ کیا وہ ''تھوتھی'' تھی؟ اگر ایسا ہی تھا تو وہ کس سے خوفزدہ ہو گئی تھی؟ سیاہ پوش شخصیت کس کی تھی؟

میں ذہنی جمناسٹک میں مصروف تھا جب میرے ذہن میں مسز مارگریٹ کی کہی ہوئی ایک بات تیزی سے ابھری۔ اس نے اپنی دلخراش کہانی سنانے کے دوران کہا تھا کہ جس نوجوان تھوتھا سے اس کی دو بدو بات ہوئی تھی' اس کے بائیں ہاتھ کی کہنی سے ذرا اوپر کسی جانور کی کھوپڑی کا داغا گیا نشان بھی موجود تھا۔ اس کا خیال تھا کہ باقی تھوتھا بچوں پر بھی وہی نشان داغا جاتا ہوگا تا کہ ان کی اصلیت کی شناخت میں کوئی دشواری نہ ہو۔ اس بات کے ذہن میں ابھرتے ہی مجھے اس سنہری آکٹوپس کا خیال آیا جو شیلا کے ڈرائنگ روم میں ایک باؤل میں تیر رہا تھا۔ کیا تھوتھا کی مخصوص نشانی کے لئے آکٹوپس کی کھوپڑی کا نشان تو نہیں استعمال کیا گیا تھا؟ ایک ثانئے کو میرے دل میں یہ خیال ابھرا کہ مسز مارگریٹ سے مل کر آکٹوپس کی کھوپڑی کے سلسلے میں اس کی رائے دریافت کروں لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ پروفیسر ورما نے جانے سے پہلے بڑے اعتماد سے دعویٰ کیا تھا کہ

دوسرے روز کا سورج غروب ہونے سے پیشتر ہی وہ اپنی شیطانی قوتوں سے اسے پراسرار طور پر ہلاک کر دے گا۔ مسز مارگریٹ کے ذہن پر اس کی ہیبت طاری تھی۔ اس کیفیت میں میں نے اسے پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ الجھے ہوئے ذہن کو بہلانے کی خاطر میں نے ڈاکٹر ارشد ہی کے فون سے دفتر کے نمبر ڈائل کئے۔ دوسری جانب سے میری توقع کے عین مطابق زوبی نے کال ریسیو کی۔

''دفتر کی کیا پوزیشن ہے؟'' میں نے دریافت کیا۔

''سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے سر۔'' زوبی نے اطمینان سے جواب دیا۔

''میرے لئے کوئی فون تو نہیں آیا تھا؟''

''کئی فون آ چکے ہیں سر لیکن میں نے آپ کی ہدایت کے مطابق ان کا ڈسپوزل کر دیا۔ ان کے نام اور فون نمبر بھی نوٹ کر لئے ہیں لیکن ایک کال میری سمجھ میں نہیں آ سکی۔'' زوبی نے بات جاری رکھی۔ ''کسی خاتون کا فون تھا۔ انہوں نے اپنا نام اور نمبر نہیں بتایا۔ جو پیغام چھوڑا ہے' وہ بھی عجیب ہے۔ میں سمجھ نہیں سکی.....''

''پیغام کیا تھا؟'' میں نے سنبھل کر پوچھا۔

''انسائیکلوپیڈیا پر عمل کرنا ضروری ہے..... شیشے کا باؤل کام آئے گا..... وقت کم ہے..... ناؤ اور نیور NOW OR NEVER بس یہی ٹوٹے پھوٹے چار بے مقصد جملے کہہ کر فون بند کر دیا گیا تھا۔''

''فارگٹ دیٹ FORGET THAT'' میں نے لاپروائی سے جواب دے کر فون بند کر دیا۔ میرے ذہن میں سیاہ پوش کا تصور دوبارہ ابھرنے لگا۔

زوبی نے مجھے جس پیغام کو سنانے کے بعد بے مقصد کا لفظ استعمال کیا تھا' وہی میرے لئے سب سے زیادہ اہم اور قابل غور تھا۔ میرے پاس صرف دو دن اور ایک رات کی مہلت تھی جس میں سے صرف رات زیادہ کارآمد تھی۔ پروفیسر کے ولیم کے روپ میں آ جانے کے بعد مجھے یہ شبہ ترک کرنا پڑا کہ سیاہ پوش کا کردار بھی اسی نے ادا کیا ہوگا۔ بات سادھنا کو مارنے کی تھی' اس لئے وہ بھی خارج از بحث تھی' اس کے بعد صرف شیلا باقی رہ جاتی تھی۔ شیشے کے باؤل کے حوالے سے بھی اسی کا نام ذہن میں ابھرتا تھا لیکن ایک نکتہ مجھے الجھا رہا تھا۔ اگر شیلا ہی ''تھوتھی'' تھی اور اسی نے پروفیسر کو وقتی طور پر اپنی حیرت انگیز

صلاحیتیں مستعار دی تھیں تو اس نے سادھنا کو مارنے کی شرط کیوں عائد کی تھی؟ سادھنا کی موت کا مارگریٹ کی زندگی سے کیا تعلق تھا؟

ایک اور خیال بھی میرے ذہن کو الجھا رہا تھا۔ تنویر کی زبان سے نکلنے والے نامکمل جملے کے بارے میں سادھنا نے بڑے معنی خیز لہجے میں کہا تھا کہ اگر وہ جملہ مکمل کر دیتا تو کسی کے جیون میں بھونچال آ جاتا۔ اس روز میری چھٹی حس نے کہا تھا کہ سادھنا پروفیسر سے زیادہ پراسرار اور خطرناک ہے اور کسی خاص وجہ سے وہ اپنی غنودگی والی اداکارانہ صلاحیتوں سے پروفیسر جیسے شاطر شخص کی آنکھوں میں بھی دھول جھونک رہی تھی۔ اگر میرا قیاس غلط نہیں تھا تو پھر سادھنا کی شخصیت پر بھی "تھوتھی" کا شبہ کیا جا سکتا تھا......

اچانک ڈاکٹر ارشد کی آواز میرے کانوں میں گونجی تو میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔

"میجر...... میں ابھی دوبارہ مسز مارگریٹ کو دیکھ کر آ رہا ہوں۔ وہ وقت کے ساتھ ساتھ اعصابی طور پر کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو ہمارے لئے کچھ دشواریاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔"

"او نو ڈاکٹر......" میں نے تشویش کا اظہار کیا۔ "ہمیں دو روز تک اسے ہر قیمت پر زندہ رکھنا ہوگا۔ اس کے بعد......" یکلخت اپنی حماقت کا احساس ہوا تو میں نے جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔

"میں سمجھا نہیں میجر......" ڈاکٹر نے مجھے بے حد غور سے دیکھا۔ "دو روز کی کیا کوئی خاص اہمیت ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے ڈاکٹر۔ دراصل میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ......"

"میجر پلیز......" ڈاکٹر نے میرا جملہ قطع کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "میں محسوس کر رہا ہوں کہ کوئی ایسی بات ضرور ہے جو آپ اور انسپکٹر مجھ سے چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مسز مارگریٹ کی خاطر پولیس کے سادہ لباس والوں کی موجودگی بھی یہی ظاہر کرتی ہے کہ معاملہ قانونی نوعیت کا ہے۔ اس کے علاوہ ابھی مسز مارگریٹ نے بھی روانی میں مجھ سے یہی کہا تھا کہ وہ بس ایک دو دن کی مہمان اور رہ گئی ہیں۔"

"بات کچھ ایسی ہی پراسرار نوعیت کی ہے ڈاکٹر لیکن......"

"ڈاکٹر کو جب تک مرض کی مکمل تفصیل نہ معلوم ہو وہ مریض کا خاطر خواہ علاج نہیں کر سکتا۔" ڈاکٹر ارشد نے اس بار سنجیدگی سے میری بات کاٹ کر کہا۔ "میں آپ سے درخواست کروں گا کہ جو اصلیت ہے وہ مجھے بتا دیں۔ دوسری صورت میں......"

"مجھے آپ پر مکمل اعتماد ہے ڈاکٹر۔" میں نے ڈاکٹر کے لہجے کی خشکی کو محسوس کرتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس خوف کو کیا نام دوں جو مسز مارگریٹ کو لاحق ہے۔" میں نے بات جاری رکھی۔ "اس کے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ اس نے خود اپنے شوہر کو مرتے دیکھا تھا لیکن جس رات میں اسے ہسپتال لایا تھا۔ اس روز اس کو اپنے مردہ شوہر کا فون ملا۔ اس نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ زندہ ہے اور دو روز کے اندر اندر کسی وقت بھی اس سے ملنے آئے گا۔" میں نے بات کو حسب ضرورت گھما پھرا کر کہا۔ "اسی فون کال نے مسز مارگریٹ کو اچانک اعصابی مریضہ بنا دیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ وہ فون کال دراصل اس کے شوہر کی روح کی طرف سے اس کا بلاوا تھی جس کی مدت دو روز بعد پوری ہو جائے گی۔"

"کیا روحیں بھی فون کر سکتی ہیں......؟" ڈاکٹر نے شانے اچکا کر کہا۔

"وہم کا کیا علاج......" میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "یہی بات ہے جو میں نے دو روز اسے زندہ رکھنے کی بات کی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ دو روز کی مدت گزر جانے کے بعد مسز مارگریٹ کو خود اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔"

"میں نے فی الحال اس کے اعصاب کو پرسکون رکھنے کی خاطر خواب آور دوا دی ہے لیکن اب صورتحال جان لینے کے بعد میرا مشورہ ہے کہ آپ اس کے قریب رہیں۔ اعصابی مریض کے لئے ضروری ہے کہ اسے تنہا نہ چھوڑا جائے اور کوئی ایسا فرد اس کے پاس رہے اور اس کی دلجوئی کرتا رہے جسے مریض اپنا دوست یا ہمدرد سمجھتا ہے۔"

"میں یہی کوشش کروں گا کہ زیادہ سے زیادہ اس کے پاس رہوں۔ مسز مارگریٹ پر کب تک خواب آور دوا کا اثر رہے گا؟"

"میں نے زیادہ پاور کی ڈوز نہیں دی ہے۔ میرا خیال ہے کہ تین گھنٹے کے بعد دوا کا اثر کم ہونا شروع ہو جائے گا۔" ڈاکٹر ارشد نے جواب دیا۔ پھر مجھے وضاحت طلب نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "آپ نے مریضہ کے سلسلے میں جو بات کہی وہ تو سمجھ میں آتی

ہے لیکن پولیس مسز مارگریٹ کی نگرانی کیوں کر رہی ہے؟''

''انسپکٹر وہاب سے میری پرانی شناسائی ہے۔'' میں نے ڈاکٹر کو مطمئن کرنے کی خاطر وضاحت کی۔ ''اس کا خیال ہے کہ وہ فون کال کسی ایسے دشمن کی شرارت بھی ہو سکتی ہے جو اپنے شکار کو للکار کر مارنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اسی خدشے کے پیش نظر میرے اصرار پر اس نے سادہ لباس والوں کو تعینات کر دیا ہے۔''

''بہر حال جو بھی صورتحال ہے' وہ آپ بہتر سمجھتے ہوں گے لیکن میرا مشورہ یہی ہے کہ مریضہ کو ہوش کی حالت میں تنہا نہ چھوڑا جائے تو بہتر ہوگا۔'' ڈاکٹر نے ایک بار پھر تاکید کی' اس کے بعد دوبارہ کمرے سے نکل گیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میری وضاحتوں سے پوری طرح مطمئن نہیں ہوا تھا مگر میں اسے شروع سے آخر تک کی داستان بھی نہیں سنا سکتا تھا۔ ولیم یا پروفیسر کے پراسرار طور پر سامنے آنے اور غائب ہو جانے کے بعد میں نے مسز مارگریٹ سے بھی یہی درخواست کی تھی کہ انسپکٹر وہاب خان کو اس سلسلے میں کچھ نہ بتایا جائے۔ مجھے خوشی تھی کہ اس نے اپنی ذہنی پریشانیوں کے باوجود میری بات مان لی تھی۔

میرے پاس وقت کم تھا۔ مجھے سادھنا کے سلسلے میں سیاہ پوش کی براہ راست اور مختلف ذریعہ سے ملنے والی ہدایت اور تفصیل پر ایک آخری فیصلہ کرنا تھا۔ میں ایک ذمہ دار آفیسر رہ چکا تھا اور اب ایک معزز شہری اور بااصول تجارت پیشہ فرد کی حیثیت سے پہچانا جاتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ قتل عمد ایک سنگین جرم تھا جس کی پاداش میں مجھے پھانسی کے تختے پر بھی لٹکایا جا سکتا تھا۔ میری ساری عزت اور شہرت خاک میں مل سکتی تھی۔ میرے باپ دادا کا نام بھی میری وجہ سے بدنام ہو سکتا تھا مگر مجھے بہرحال ایک آخری فیصلہ کرنا تھا۔

اس وقت بھی جب میں مسز مارگریٹ کے پاس بیٹھا اس کی دلجوئی میں مصروف تھا' میرے ذہن میں سیاہ پوش اور سادھنا کا خیال گردش کر رہا تھا۔ شام کے چھ بج چکے تھے۔ میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کر سکا۔ مجھے یہ خیال بھی لاحق تھا کہ میرے پاس صرف تین گھنٹوں کی مہلت ہے۔ میں نے انسپکٹر وہاب سے یہی کہا تھا کہ میں آٹھ سے گیارہ بجے کے دوران گھر جا کر کچھ ضروری کام کروں گا۔ شاید انسپکٹر کو وقت بتا کر میں نے دانشمندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ اس دوران اگر وہ مجھے کسی ضرورت سے گھر فون کرتا تو اسے یہی جواب ملتا کہ میں سرے سے گھر پہنچا ہی نہیں ہوں۔ بہرحال تیر کمان سے نکل چکا تھا' اب اس کی

واپسی مشکل تھی۔ وقت جیسے جیسے گزرتا جا رہا تھا' میری الجھن بڑھتی جا رہی تھی۔ مجھے مسز مارگریٹ کی زندگی بھی عزیز تھی اور اپنی شہرت کو داغدار بھی نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن ان دونوں صورتوں میں سے صرف ایک ہی صورت ممکن تھی۔ کمرے میں اس وقت میرے سوا ڈیوٹی نرس بھی موجود تھی۔ اس لئے میں محتاط انداز میں باتیں کر رہا تھا مگر کچھ دیر بعد جب نرس کسی کام سے باہر گئی تو مسز مارگریٹ نے دبی زبان میں کہا۔

''میجر وقار! کیا آپ خوابوں پر یقین رکھتے ہیں.....؟'' اس کی آنکھوں سے وحشت جھانک رہی تھی۔

''میرا ذاتی خیال ہے کہ خواب محض پیٹ کی خرابی کی پیداوار ہوتے ہیں۔'' میں نے مسکرا کر مسز مارگیٹ کو مزید کسی وہم میں مبتلا ہونے سے بچانے کی خاطر کہا۔ ''جس طرح دانشوروں کے قول کے مطابق خالی ذہنوں میں شیطان اپنی ورک شاپ قائم کر لیتا ہے۔ اسی طرح معدے کی خرابی بھی مختلف خوابوں کی صورت میں انسان کو پریشان کرتی رہتی ہے۔''

''میں شکر گزار ہوں کہ آپ میری دلجوئی کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں مگر بعض ڈراؤنی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو انسان کو کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتیں۔''

''مثلاً.....''

''مثلاً یہ کہ ابھی کچھ دیر پیشتر جب میں سو رہی تھی تو میں نے ایک بے حد خوفناک سیاہ بلے کو دیکھا جو کسی انسان کو پوری طرح اپنے شکنجے میں جکڑے اس کی بوٹیاں بھنبھوڑ رہا تھا.....''

''اور اس سیاہ بلے کا قد کسی کتے سے بھی زیادہ بڑا تھا۔'' میرے منہ سے غیر اختیاری طور پر نکل گیا' میری بات سن کر مسز مارگریٹ اس طرح چونکی جیسے کسی بچھو نے اسے ڈنک مار دیا ہو۔ وہ خوفزدہ آواز میں بولی۔

''آپ کو اس بات کا خیال کس طرح آیا کہ وہ خونخوار سیاہ بلا کسی کتے سے زیادہ قد آور ہوگا؟''

ایک لمحے کو میں بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ پروفیسر سے اس کے گھر پر میری آخری

ملاقات اسی رات ہوئی تھی جب میں نے سادھنا کے کمرے میں ایک سیاہ بلے کو اس کی چھاتی پر بیٹھے دیکھا تھا۔ اس وقت میں مسز مارگریٹ کے منہ سے بھی سیاہ بلے والی بات سن کر تذبذب میں پڑ گیا۔

''آپ کیا سوچ رہے ہیں میجر......؟'' مسز مارگریٹ نے میرے چہرے کے تاثرات بھانپتے ہوئے سوال کیا۔

''سوچ رہا ہوں کہ اس سیاہ بلے کا مالک کس قدر کنجوس اور بے رحم ہوگا جس کی وجہ سے بلے کو کسی انسان کی بوٹیاں چبانی پڑیں۔'' میں نے بات کو مذاق میں اڑانے کی خاطر پہلو بدل کر پوچھا۔ ''ویسے بائی دی وے' کیا آپ نے یہ غور نہیں کیا کہ جس کی بوٹیاں بھنبھوڑی جا رہی تھیں' وہ کون تھا؟ کوئی ایسا ناکام لیڈر جس کی پارٹی کے ارکان نے بیچ منجھدار میں اس کا ساتھ چھوڑ دیا ہو یا کوئی ایسی ادھیڑ عمر اداکارہ جس کے جسم پر زیادہ گوشت چڑھ جانے کے سبب ہدایتکاروں نے اسے کاسٹ کرنا چھوڑ دیا ہو۔''

''میں اس بدنصیب کی شکل یا جنس پر غور نہیں کر سکی' لیکن وہ......'' مسز مارگریٹ کے چہرے پر موت کے مہیب سائے پھیل کر گہرے ہونے لگے۔

''پلیز مسز مارگریٹ......'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔ ''اپنے ذہن پر بوجھ نہ ڈالیں' مجھے بتائیں کہ آپ کیا کہتے کہتے خاموش ہوگئی تھیں؟''

''وہ سیاہ بلا' جس کی بوٹیاں بھنبھوڑ رہا تھا' وہ میں بھی تو ہوسکتی ہوں۔''

''اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس شیطان کی تکہ بوٹی کر رہا ہو جو آپ کو بلاوجہ پریشان کر رہا ہے۔'' میں نے مسز مارگریٹ کو سمجھانے کی کوشش کی۔ ''ان فضول واہموں کو ذہن سے جھٹک کر نکال دیں اور خوش رہنے کی کوشش کریں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کو کچھ نہیں ہوگا۔''

''مسٹر وقار......'' اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ ''آپ کو شاید یاد نہیں رہا' اس بہروپیے نے جاتے جاتے کہا تھا کہ کل کا سورج ڈھلنے سے پہلے پہلے وہ مجھے اپنی شیطانی قوتوں سے ہلاک کر دے گا......''

''اور میں دعویٰ کرتا ہوں کہ آپ زندہ رہیں گی۔'' میں نے نہ جانے کیوں بڑے

یقین سے کہا۔ ''اگر وہ اتنا ہی طاقتور ہوتا تو کل کے بجائے وہ آج بھی آپ کو اپنی ماورائی قوتوں کا نشانہ بنا سکتا تھا...... کیا آپ کو یاد نہیں کہ میں نے اسے بزدل اور بھگوڑا بھی کہا تھا۔ اسے للکارا بھی تھا لیکن وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔''

''مجھے بہلانے کی کوشش مت کرو میجر...... اس نے تم سے کوئی بات نہیں کی تھی' وہ صرف مجھے کل واقع ہونے والی میری موت کی دھمکی دے کر کسی چھلاوے کی طرح نظروں سے اوجھل ہوگیا تھا......''

میرے ذہن کو ایک اور جھٹکا لگا۔ مسز مارگریٹ کے ذہن سے بھی وہ تمام باتیں ڈھل گئی تھیں جو اس کی موجودگی میں میرے اور ولیم کی شکل میں آنے والے پروفیسر کے درمیان ہوئی تھیں۔

''میجر پلیز......'' مسز مارگریٹ نے کسی نفسیاتی مریضہ کی طرح میرے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے' بڑی عاجزی سے بولی ''مجھے اس بے رحم کے ہاتھوں سے بچالو' میں اذیت ناک نہیں' پرسکون موت کی خواہش مند ہوں...... کیا تم میری ایک درخواست قبول کرو گے......؟''

''کہو......'' میں نے بھی اسی کے لہجے میں دریافت کیا۔

''تم...... تم مجھے اپنے ہاتھوں سے گلا گھونٹ کر مار دو لیکن وہ...... وہ......''

وہ اپنا جملہ مکمل نہ کر سکی' نرس کو اندر داخل ہوتا دیکھ کر جلدی سے اپنی آنکھوں کے نمناک گوشے خشک کرنے لگی۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ مجھے اس بات کی خوشی بھی تھی کہ وہ ذہنی طور پر اس قابل تھی کہ موقع کی نزاکتوں کو سمجھ سکے۔ میں نے اسے بہلانے کی خاطر اس کے مشن کی بات شروع کر دی۔ وہ دل پر جبر کر کے میری باتوں کا جواب دیتی رہی۔

انسپکٹر کے آجانے کے بعد میں ٹھیک آٹھ بجے ہسپتال سے روانہ ہوا۔

فوری طور پر میں نے یہی طے کیا تھا کہ گھر جا کر غسل کر کے ایک گھنٹہ مکمل آرام کروں گا۔ پھر سوچ سمجھ کر کوئی اگلا قدم اٹھاؤں گا۔ مجھے اس بات پر بھی تعجب تھا کہ ایک طرف تو پروفیسر ورما سادھنا کو لے کر گھر سے چلا گیا تھا' جاتے وقت اس نے گنگولی کو بھی

تاثر دیا تھا کہ وہ کسی دوسرے شہر جا رہا ہے اور دوسری طرف اس نے ولیم کے روپ میں ہونے کے باوجود مجھ سے پروفیسر کی حیثیت سے گفتگو کی تھی...... وہ کس کی نظروں سے بچنا چاہتا تھا؟ ہل ٹریک کالونی سے دور رہ کر وہ کیا مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا اور سب سے اہم بات یہ تھی کہ جب وہ ولیم کے روپ میں سامنے آ ہی گیا تھا اور اس پوزیشن میں تھا کہ اپنی شیطانی قوتوں کے ذریعہ مسز مارگریٹ کو ہلاک کر دیتا تو پھر اس نے بات اگلے دن سورج ڈھلنے تک کیوں ٹال دی تھی؟ کیا مسز مارگریٹ کو مارنے کیلئے اسے کسی خاص وقت کا انتظار تھا یا اس نے جان بوجھ کر اپنا لوہا منوانے کی خاطر مجھے مہلت دی تھی؟

میں اپنی سوچوں میں گم تھا اور گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ راستے میرے دیکھے بھالے تھے لیکن اس وقت شاید میں اپنے ہوش میں نہیں تھا جو مجھے اس بات کا مطلق احساس نہ ہو سکا کہ کس طرف جا رہا ہوں مگر اس وقت میں بری طرح چونکا جب میں نے گاڑی بڑے سلیقے سے پارک کرنے کے بعد باہر کی طرف دیکھا۔ میں اس وقت ہل ٹریک کالونی میں واقع اپنے کالج کے بجائے جس شاندار عمارت کے سامنے رکا تھا‘ اس پر بڑے خوبصورت اور جلی حروف میں 16- سول لائنز درج تھا۔ یہ وہ پتہ تھا جو مجھے میرے ملازم تنویر نے اس وقت بتایا تھا جب سیاہ پوش کے جانے کے بعد میں اپنی سٹڈی سے پلٹ کر اپنی خوابگاہ میں آیا تھا۔ تنویر نے واضح الفاظ میں یہ بھی کہا تھا کہ پروفیسر اور سادھنا اسی بنگلے میں مقیم ہیں جس کے سامنے میں نے گاڑی روکی تھی۔

میرے دل کی دھڑکنیں یکلخت تیز ہو گئیں۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ہسپتال سے روانگی کے وقت میں نے اپنے کالج جانے کا فیصلہ کیا تھا لیکن میں اس وقت جس بنگلے کے سامنے موجود تھا‘ اس میں سادھنا موجود تھی۔ سادھنا جسے انسائیکلوپیڈیا جلد نمبر اول کے اندر رکھے ہوئے سادہ کاغذ پر حیرت انگیز انداز میں ابھرنے اور پھر غائب ہو جانے والے پیغام کے مطابق مجھے دونوں آنکھوں کے درمیان کا نشانہ لے کر ہلاک کرنا تھا‘ ہسپتال میں جب میں نے دفتر فون کر کے اپنی لیڈی سیکرٹری زوبی سے بات کی تھی تو اس نے بھی ایک عورت کی جانب سے موصول ہونے والی کال کو بے مقصد قرار دے کر کہا تھا۔
''انسائیکلوپیڈیا پر عمل کرنا ضروری ہے...... شیشے کا باؤل (BOWL) کام آئے گا...... وقت

کم ہے...... ابھی یا کبھی نہیں۔''

میں نے جیب سے رومال نکال کر پیشانی پر ابھرنے والے پسینے کے قطروں کو پونچھا۔ مجھے اپنی حماقت کا بڑی شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ شاید مسز مارگریٹ کو بچانے کا خیال میرے ذہن پر اتنی شدت سے سوار تھا کہ میں غیر اختیاری طور پر اپنے کالج جانے کے بجائے سادھنا اور پروفیسر کی قیام گاہ تک آ گیا تھا۔ میں نے قرب و جوار کا جائزہ لیا۔ آس پاس کوئی دوسری کار موجود نہیں تھی۔ میں نے فوری طور پر واپسی کا ارادہ کیا۔ قتل عمد کا ارتکاب مجھ جیسے ذمہ دار اور فرض شناس شخص کو قطعی زیب نہیں دیتا تھا۔ بنگلے کا چوکیدار اگر باہر آ کر مجھ سے وہاں گاڑی پارک کرنے کا سبب دریافت کرتا تو بعد میں میری شناخت بھی دشوار نہ ہوتی۔ پروفیسر جیسا شاطر اور چالباز شخص اپنی شیطانی قوتوں کو بروئے کار لا کر مجھے گلے تک قانون کے شکنجوں میں پھنسوا سکتا تھا۔ میں نے گاڑی سٹارٹ کر کے گیئر میں ڈالی اور تیزی سے وہاں سے نکل جانا چاہا لیکن مجھے اپنے ارادے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ گاڑی کے انجن کی آواز مجھے صاف سنائی دے رہی تھی۔ میں گاڑی کو گیئر میں بھی ڈال چکا تھا۔ میرے الٹے پاؤں کا دباؤ ایکسیلیٹر پر بڑھتا جا رہا تھا لیکن گاڑی نے ایک انچ بھی حرکت نہیں کی تھی۔ شاید میرے اعصاب میرے قابو میں نہیں تھے۔ مجھ سے غالباً بوکھلاہٹ میں کوئی [illegible] غلطی سرزد ہو گئی تھی۔ میں نے ازسرنو تمام عمل کو دہرایا لیکن دوسری بار بھی گاڑی اپنی جگہ ٹس سے مس نہیں ہوئی۔ پھر یکلخت میں نے کچھ سوچے سمجھے بغیر گاڑی بند کی اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ شاید میں پاگل ہو گیا تھا یا کوئی غیر مرئی قوت مجھے میرے ارادوں کے خلاف عمل کرنے پر اکسا رہی تھی۔

''میجر وقار‘ تم بزدل نہیں ہو۔ تم نے کبھی کسی محاذ پر قدم آگے بڑھا کر پیچھے ہٹنا نہیں سیکھا۔ ہمیشہ دشمنوں کو روندتے ہوئے آگے بڑھے ہو۔ پھر آج تمہارے قدم ڈگمگا کیوں رہے ہیں؟'' خود میری ہی آواز میرے کانوں میں گونجنے لگی۔ ''کیا اب تمہارے اندر کا وہ دلیر اور نڈر فوجی ہلاک ہو گیا جو دوسروں کی حفاظت کی خاطر موت کے آگے سینہ سپر ہونے کا عادی تھا۔ کیا تم ایک مظلوم اور بے بس عورت کی زندگی بھی نہیں بچا سکتے؟ آگے بڑھو اور سادھنا کی پراسرار اور شیطانی قوت کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دو۔ پروفیسر کا غرور خاک میں

ملا دو۔ سادھنا کی موت کے بعد مسز مارگریٹ کی زندگی وقتی طور پر محفوظ ہو سکتی ہے؟ تمہیں جو پیغام ملتے رہے ہیں' وہ غلط نہیں ہیں' وقت کم ہے۔ اگر یہ گزر گیا تو لوٹ کر واپس نہیں آئے گا......"

میرے ذہن میں میری ہی آواز صدائے بازگشت بن کر گونج رہی تھی۔ میں شاید اسی آواز کی مقناطیسی قوتوں کا اسیر تھا جو تمام مصلحتوں کو یکسر فراموش کر چکا تھا۔ میرا ٹارگٹ صرف ایک تھا...... سادھنا کی موت۔ میں قدم اٹھاتا اپنے مطلوبہ بنگلے کے پھاٹک کے قریب پہنچ گیا۔ میرے دستک دینے سے پیشتر ہی ایک مسلح گارڈ سینہ تانے سامنے آ گیا۔ اس کے تیور خطرناک تھے۔

"کون ہو تم؟ کس سے ملنا ہے؟" اس نے سرد اور خشک لہجے میں سوال کیا۔

"پھاٹک کھولو......" میں نے تحکمانہ آواز میں کہا۔ "مجھے سادھنا سے ایک ضروری کام ہے......"

مسلح گارڈ کے ہاتھ برق رفتاری سے حرکت میں آئے۔ اس کی رائفل کا رخ میری چھاتی کی طرف تھا۔ لبلبی پر اس کی انگلی کا ایک ہلکا سا دباؤ میرا جسم چھلنی کر سکتا تھا لیکن یوں محسوس ہوا جیسے وہ گارڈ مسلح ہونے کے باوجود میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

"زندگی چاہتے ہو تو الٹے قدموں واپس لوٹ جاؤ۔" گارڈ نے حقارت سے مجھے مخاطب کیا۔ اس کے تیور بتا رہے تھے کہ اگر میں نے اس کی بات ماننے سے انکار کیا تو وہ مجھ پر بے دریغ فائر کھول دے گا لیکن پھر میں نے دیکھا کہ وہ رائفل کندھے سے لٹکا کر اس طرح خاموشی سے بائیں طرف گھوم گیا جیسے اس نے مجھے سرے سے دیکھا ہی نہ ہو۔ "شیشے کا باؤل تمہارے کام آئے گا۔" میرے ذہن میں زوبی کے دیئے ہوئے پیغام کا ایک جملہ ابھرا۔ اس کے ساتھ ہی میرے قدم حرکت میں آ گئے۔ روش عبور کرتا ہوا میں بنگلے کے صدر دروازے تک پہنچ گیا۔ صدر دروازہ بند نہیں تھا۔ میں نے اپنا سروس ریوالور نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ دوسرے ہاتھ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ میں قدم بڑھاتا ہوا رہائشی کمروں کی طرف گیا۔ ایک کمرے کی لائٹ کھڑکی سے باہر آ رہی تھی۔ میں پنجوں کے بل دیوار سے چپک کر آگے بڑھنے لگا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر رکا' اندر

سے سادھنا کی مانوس آواز سنائی دی' وہ کسی سے کہہ رہی تھی۔

"پروفیسر کے آنے کا وقت ہو گیا ہے' تم اب خاموشی سے چلے جاؤ۔ کل دوبارہ ہماری ملاقات ہو گی۔"

جواب میں کسی بلے کے غرانے کی آواز سن کر میں چونک اٹھا۔ میں نے دروازے کے قریب گھٹنے کے بل بیٹھ کر چابی کے سوراخ سے اندر دیکھا۔ میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہ کتے کے قد و قامت کا سیاہ بلا سادھنا کے بستر پر اس کے قریب بیٹھا تھا جسے میں پروفیسر کی رہائش گاہ پر ایک بار پہلے بھی دیکھ چکا تھا لیکن اس وقت سادھنا اس سے خوفزدہ ہونے کے بجائے بڑے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔

"میں نہیں چاہتی کہ پروفیسر کو میرے اور تمہارے تعلقات کا علم ہو۔" دوسرا جملہ بھی سادھنا نے اسی بلے کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ "وہ میرے ساتھ جو کھیل کھیل رہا ہے' اس میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ مجھے بس ایک موقع کا انتظار ہے' جس دن بھی اس سے چوک ہو گئی' میں ہمیشہ کیلئے اس کا کام تمام کر دوں گی۔"

سیاہ بلے نے جواب میں اپنی لمبی زبان نکال کر سادھنا کے گالوں پر آہستہ آہستہ پھیری' پھر اچھل کر ایک طرف چلا گیا۔ اب وہ میری نظروں میں نہیں تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ سادھنا کی نظریں اسی کو جاتا ہوا دیکھ رہی تھیں۔

"وقت کم ہے...... ابھی یا کبھی نہیں (Now or never)" میرے ذہن میں زوبی کے دیئے ہوئے پیغام کا دوسرا جملہ ابھرا۔ میں تیزی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے تمام احتیاطی تدابیر کو بالائے طاق رکھ کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔

سیاہ بلا وہاں نہیں تھا۔ لیکن سادھنا مجھے دیکھ کر چونک اٹھی۔ وہ مجھے اس طرح حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے اسے اس بات کی امید نہیں تھی کہ میں اس طرح اس کے سامنے آ سکتا ہوں۔ ایک ثانیے تک وہ تعجب سے گھورتی رہی' پھر اس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مجھے شبہ تھا میجر وقار کہ تم میری اصلیت کو بھانپ چکے ہو لیکن اس بات کا یقین نہیں تھا کہ تم کبھی اس طرح میرے سامنے آنے کی حماقت کرو گے۔" اس نے بڑی لاپروائی

سے کہا' پھر تیور بدل کر بولی۔ ''اپنا ریوالور جیب میں واپس رکھ لو۔ دھات کے بنے ہوئے یہ بے جان کھلونے تمہارے کسی کام نہیں آئیں گے۔''

''تم کون ہو اور پروفیسر سے تمہارا کیا تعلق ہے؟'' میں نے ٹھوس لہجے میں دریافت کیا۔

''میجر..... تمہیں وہ رات یاد ہے جب تم نے شیلا اور چتروالے کو ایک ہولناک سچوئشن سے دوچار دیکھا تھا۔ اس رات تم کسی وجہ سے زندہ بچ کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن آج تم پروفیسر کے ہاتھوں سے نہیں بچ سکو گے.....''

''کیا میرے مرنے سے پیشتر تم وہ جملہ مکمل کرنا پسند کرو گی جو تنویر کی زبان پر آتے آتے رہ گیا تھا؟'' میں نے سرد لہجے میں سوال کیا۔

''وہ تمہیں یہ بتانا چاہ رہا تھا کہ پروفیسر اور میرے درمیان باپ بیٹی کے علاوہ تمام رشتے قائم ہیں۔'' اس نے بے شرمی سے جواب دیا۔

''بھونچال آنے والی بات تم نے کس کی زندگی کے متعلق کہی تھی.....؟''

''تمہاری زندگی کے بارے میں.....'' سادھنا مسکرا کر بولی۔ ''آج یہ راز تمہارے سینے میں ہمیشہ کیلئے دفن ہو جائے گا۔''

سادھنا اپنا جملہ مکمل کر کے بڑے اطمینان سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ میں نے ریوالور والا ہاتھ بلند کر کے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کا نشانہ لیا۔ اس وقت مجھے کسی بات کا خوف یا خطرہ نہیں محسوس ہو رہا تھا۔

''تمہاری چلائی ہوئی گولیاں میرے لئے قطعی بے اثر ثابت ہوں گی۔ یقین نہیں آتا تو آزما کر دیکھ لو۔''

سادھنا کے قدم آہستہ آہستہ اٹھ رہے تھے۔ میرا اور اس کا درمیانہ فاصلہ ہر لحہ گھٹتا جا رہا تھا' پھر ہم دونوں ہی حیرت سے اچھل پڑے۔ سیاہ بلا غراتا ہوا ہمارے درمیان آ گیا تھا۔ اس کی نگاہیں شعلے اگل رہی تھیں۔ وہ میرے بجائے سادھنا کو خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔

''تم.....'' سادھنا نے اسے حیرت سے مخاطب کیا۔ ''میں نے تم سے کہا تھا

کہ.....''

جواب میں بلے نے اتنی خوفناک آواز حلق سے نکالی کہ میرے دل کی دھڑکنیں بھی تیز ہو گئیں۔ سادھنا اسے پھٹی پھٹی نظروں سے گھور رہی تھی۔ شاید اسے سیاہ بلے سے جسے وہ کچھ دیر پیشتر اپنے محبوب کی طرح پیار سے مخاطب کر رہی تھی' اس طرح غرانے کی امید نہیں تھی۔ ایک پل کیلئے سادھنا اسے حیرت سے دیکھتی رہی' پھر اس نے بڑے تعجب سے کہا۔

''تم..... تم شاید دیوانے ہو گئے ہو' دور ہو جاؤ میری نظروں سے اور یہ مت بھولو کہ ہماری حیثیت ایک جیسی ہے۔''

''دیر مت کرو میجر.....'' میرے کانوں میں ایک مردانہ آواز سرسراتی ہوئی ابھری۔ ''گولی چلاؤ ورنہ یہ عورت چھلاوہ بن کر تمہاری نظروں سے اوجھل ہو جائے گی۔''

میں نے سادھنا کو حیرت سے اچھلتے ہوئے دیکھا۔ اسی لمحے میں نے گولی چلا دی۔ میرا نشانہ خطا نہیں گیا۔ پہلی تین گولیاں ٹھیک نشانے پر لگیں۔ سادھنا کی پیشانی پر آنکھوں کے درمیان تین سوراخ واضح طور پر نظر آ رہے تھے لیکن حیرت اس بات کی تھی کہ خون کا ایک قطرہ بھی نہیں نکلا تھا۔ وہ چکرا کر فرش پر گری' اس کا نچلا دھڑ حیرت انگیز طور پر میری نظروں سے اوجھل ہو گیا لیکن اوپری جسم ماہی بے آب کی طرح پھڑک رہا تھا۔ سیاہ بلا بھی لوٹ لگا کر چھومنتر ہو گیا۔ میں نے ہمت سے کام لیتے ہوئے باقی گولیاں بھی سادھنا کی پیشانی پر داغ دیں۔ وہ تڑپ تڑپ کر آہستہ آہستہ دم توڑ رہی تھی لیکن اس کا صرف آدھا جسم نظر آ رہا تھا۔ آدھا غائب ہو چکا۔ میرے کان میں ابھرنے والی آواز غلط نہیں تھی۔ اگر مجھے ایک پل کی دیر اور ہو جاتی تو شاید سادھنا مکمل طور پر غائب ہونے میں کامیاب ہو جاتی۔

ریوالور خالی ہونے کے بعد مجھے اچانک احساس ہوا کہ میں کیا حماقت کر چکا ہوں۔ میں ابھی اپنے بچاؤ کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ پروفیسر ورما بدمست حالت میں اندر داخل ہوا لیکن سادھنا پر نظر پڑتے ہی اس کا سارا نشہ ہرن ہو گیا' پھر قبل اس کے وہ کمرے میں میری موجودگی کو بھانپ لیتا' کسی نادیدہ قوت نے میرا ہاتھ تھام لیا۔

"اب یہاں سے نکل چلو......" مجھے وہی آواز سنائی دی جس نے مجھے سادھنا پر گولی چلانے میں جلدی کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ "پروفیسر تو کیا' اب دنیا کی کوئی طاقت تمہیں اس وقت تک نہیں دیکھ سکتی جب تک میں نے تمہارا ہاتھ تھام رکھا ہے......"

اس آواز نے غلط نہیں کہا تھا۔ میں پروفیسر کے سامنے سے قدم اٹھاتا کمرے سے باہر نکل گیا اور وہ میری سمت دیکھنے کے باوجود مجھے نہیں دیکھ سکا۔ اس کی حالت دیوانوں جیسی ہو رہی تھی۔ سادھنا کی موت نے اس کا سارا نشہ ہرن کر دیا تھا۔

"تم ......کون ہو......؟" میں نے باہر آ کر اس شخص سے سرگوشی کی جس نے میرا ہاتھ تھام رکھا تھا لیکن دوسری سمت سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ البتہ اس کے ہاتھ کی گرفت میری کلائی پر مضبوط ہوتی گئی۔ اس کے اندر بلا کی طاقت تھی۔ اس کی انگلیاں مجھے اپنی کلائی میں دھنستی محسوس ہوئیں۔ میں تکلیف کی شدت سے بلبلا اٹھا۔ پھر مجھے کسی بات کا ہوش نہیں رہا' میرے سوچنے سمجھنے' دیکھنے اور سننے کی تمام صلاحیتیں گھپ اندھیروں میں ڈوبتی چلی گئیں۔

☆......☆......☆

رات کے دس کا عمل تھا جب تنویر نے مجھے آوازیں دے کر بیدار کیا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اس وقت میں اپنی خوابگاہ میں تھا لیکن میں گھر کس طرح پہنچا؟ لباس کب تبدیل کیا اور کب اپنے بستر پر دراز ہوا' مجھے کچھ یاد نہیں تھا لیکن اتنا ضرور یاد تھا کہ میں نے سادھنا پر اپنے ریوالور کی تمام گولیاں چلا دی تھیں اور اگر کسی نادیدہ ہاتھ نے میری کلائی نہ تھام لی ہوتی تو شاید میرا پروفیسر کی نظروں میں آ جانا یقینی ہوتا۔ اس کے بعد کیا ہوتا؟

"سر......" تنویر نے مجھے مخاطب کیا۔ "آپ نے سوتے وقت کہا تھا کہ آپ کو گیارہ بجے کسی کو دیکھنے ہسپتال جانا ہے۔ آپ نہا دھو کر تیار ہوں تو میں کھانا لگا دوں۔"

"ٹھیک ہے......" میں نے اسے ٹالنے کی خاطر کہا۔ "تم میز لگاؤ' میں شاور لے کر آتا ہوں۔"

تنویر کمرے سے چلا گیا تو میرے ذہن میں وہ تمام باتیں اور واقعات ابھرنے لگے جو سول لائنز میں سادھنا کے بنگلے پر پیش آئے تھے مگر اس کے بعد کیا ہوا؟ مجھے یاد نہیں آ رہا تھا۔ صرف اتنا یاد تھا کہ پروفیسر کے کمرے میں داخل ہوتے ہی کسی ماورائی قوت نے میرے ہاتھ تھام کر فوری طور پر موقع واردات سے نکل چلنے کو کہا تھا۔ اسی آواز نے مجھے سادھنا پر گولی چلانے کا مشورہ بھی دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اگر میں نے فائر کرنے میں دیر کر دی تو پھر سادھنا چھلاوہ بن کر غائب ہو جائے گی۔ اس نے جو کہا' وہ غلط نہیں تھا۔ پلک جھپکنے کی دیر ہو جاتی تو سادھنا کا اوپری دھڑ بھی غائب ہو جاتا۔ میرا ہاتھ تھامنے کے بعد اس نے یہ بات بھی بڑے یقین سے کہی تھی کہ جب تک میرا ہاتھ اس کی گرفت میں ہے' دنیا کی کوئی طاقت مجھے دیکھ نہیں سکے گی۔

پروفیسر سادھنا کے نصف جسم کو تڑپتا دیکھ کر اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا۔ میں

اس کی نظروں کے سامنے سے گزرا لیکن وہ مجھے دیکھ نہیں سکا۔ باہر آ کر میں نے اس نادیدہ شخص کے بارے میں ایک سوال کیا تھا جس کے جواب میں اس کی انگلیاں مجھے اپنے گوشت میں دھنستی ہوئی محسوس ہوئیں۔ پھر مجھے کچھ یاد نہیں رہا اور اب میں اپنی خوابگاہ میں اپنے بستر پر موجود تھا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے ہسپتال سے نکلتے وقت گھر جانے کا فیصلہ کیا تھا لیکن اس وقت چونکا جب میں نے اپنی کار کو سول لائنز کے بنگلہ نمبر 16 کے سامنے پارک دیکھا۔ اس کے بعد جو بھی ہوا' اس میں میرے ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا۔ کوئی شیطانی قوت مجھے کنٹرول کر رہی تھی۔

''کیا میں واقعی سادھنا کا قتل کر چکا ہوں؟'' میرے ذہن میں اس سوال کی بازگشت ہوئی تو میں تیزی سے بستر سے نیچے اترا۔ ''ہوسکتا ہے میں سرے سے وہاں گیا ہی نہ ہوں؟ بنگلے کے چوکیدار سے لے کر سادھنا کی موت تک اور اس کے بعد کی پراسرار باتیں ممکن ہے محض اس جذبے نے تشکیل دی ہوں جو مسز مارگریٹ کو بچانے کی خاطر بار بار میرے دل میں ابھرا تھا؟''

بستر سے اتر کر میں سیدھا غسل خانے میں گیا۔ نیم گرم پانی سے نہانے کے بعد مجھے اپنے اعصاب پر طاری کھنچاؤ کم ہوتا محسوس ہوا۔ میرے ذہن کا بوجھ بھی گھٹ رہا تھا۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ میرے ہاتھوں قتل ہونا محض میرا وہم تھا۔ میرے پریشان خیالات کی پیداوار تھا۔ میں ہسپتال سے سیدھا اپنے کاٹج ہی آیا ہوں گا۔ اگر میں سادھنا کو قتل کر کے آیا ہوتا تو اتنے آرام سے اپنی خوابگاہ میں اپنے بستر پر دراز نہ ہوتا۔ تنویر کو یہ ہدایت دینا کہ مجھے گیارہ بجے کسی کو دیکھنے ہسپتال جانا ہے' اس بات کی دلیل تھی کہ میں کہیں اور نہیں گیا تھا' سیدھا اپنے کاٹج ہی آیا تھا۔

غسل کرنے اور لباس بدلنے میں مجھے نصف گھنٹہ صرف ہوا۔ ساڑھے دس بجے میں کھانے کی میز پر تھا۔ ہر چند کہ میں نے اپنے آپ کو کسی جرم کے ارتکاب سے قطعی طور پر بری الذمہ قرار دے لیا تھا لیکن سادھنا کا تڑپتا ہوا نصف دھڑ رہ رہ کر میرے ذہن کے ایک گوشے میں کلبلانے لگتا تھا۔

''تنویر......'' میں نے کچھ سوچ کر اپنے ملازم سے دریافت کیا۔ ''کیا تمہیں یاد

ہے کہ میری واپسی کس وقت ہوئی تھی؟''

''آٹھ بجکر پچیس منٹ پر......'' تنویر نے بڑے یقین سے جواب دیا۔

''گڈ......'' میں نے غیر اختیاری طور پر مسرت کا اظہار کیا۔

تنویر کی یادداشت کسی کمپیوٹر سے کم نہیں تھی۔ وقت کا خیال رکھنا اس کی عادت تھی۔ میرے ساتھ رہتے رہتے وہ اور بھی وقت کا پابند ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس کے منہ سے آٹھ بجکر پچیس منٹ سن کر مجھے یقین آ گیا کہ میں نے سادھنا کے قتل کے سلسلے میں جو کچھ خیال کیا تھا اور میرے پریشان ذہن نے جن مناظر کو ترتیب دیا تھا' وہ محض ایک خواب تھا' وہم تھا۔ یوں بھی ہسپتال سے دس میل دور سول لائنز تک جانا' سادھنا کو قتل کرنا اور حواس بحال رکھ کر دوبارہ تقریباً آٹھ ساڑھے آٹھ میل کا سفر طے کر کے واپس اپنے گھر پہنچنا صرف پچیس منٹ میں نہ صرف مشکل تھا بلکہ ناممکنات میں سے ہی تھا۔

میں نے تنویر کا جواب سن کر بڑے سکون سے باقی کھانا کھایا۔ اپنی خوابگاہ میں دوبارہ آ کر بغلی ہولسٹر پہنا' پھر اوپر سے کوٹ پہن کر باہر جانے لگا تو تنویر نے حسب عادت دبی زبان میں پوچھا۔

''آپ کی واپسی کب تک ہوگی سر......؟''

''تم میرا انتظار نہ کرنا۔ ہوسکتا ہے کہ میں رات زیادہ دیر سے لوٹوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جس مریض کو دیکھنے جا رہا ہوں۔ اگر اس کی حالت زیادہ خراب ہوئی تو مجھے ہسپتال میں ہی رکنا پڑے۔''

''اس دوران اگر کوئی فون آئے تو کیا جواب دوں......؟''

''کوئی بھی بہانہ کر دینا لیکن ہسپتال کا ذکر نہ کرنا......''

میں تنویر کو ضروری ہدایت دے کر باہر آیا۔ گاڑی سٹارٹ کی اور ہسپتال کیلئے روانہ ہو گیا۔ آدھا راستہ بڑے سکون سے گزر گیا' پھر یکلخت مجھے خیال آیا کہ مسز مارگریٹ کے پراسرار انداز میں مرنے میں اب صرف نصف رات اور دوسرے دن کا سورج ڈھلنے تک وقفہ باقی رہ گیا ہے۔ پروفیسر اگر ایک بار ڈاکٹر ارشد کے روپ میں کمرے میں داخل ہونے کے بعد ولیم کا روپ دھار سکتا تھا تو دوسری بار بھی وہ اپنی شیطانی قوت کا مظاہرہ کر کے ان تمام احتیاطی تدابیر کو عبور کر سکتا تھا جو مسز مارگریٹ تک پہنچنے کے سلسلے میں عائد

کی گئی تھیں۔ اس خیال کے ذہن میں ابھرتے ہی میں پریشان ہو گیا اور ان اشاروں کنایوں میں ملنے والی ہدایتوں پر غور کرنے لگا جو مجھے سادھنا کو ہلاک کرنے کے سلسلے میں ملتی رہی تھیں۔ اس کی ابتداء سیاہ پوش نے کی تھی۔ مجھے سٹڈی میں لے جا کر اس نے انسائیکلوپیڈیا کی جلد اول میں رکھے ہوئے سادہ کاغذ پر جو تحریر ابھرتے اور غائب ہوتے دکھائی تھی' اس میں پہلی شرط یہی تھی کہ میں سادھنا کو جان سے مار دوں تو مسز مارگریٹ وقتی طور پر محفوظ رہ سکتی تھی۔ ''وقتی طور'' کی مدت کے بارے میں کوئی وضاحت نہیں کی گئی تھی۔

میں ان ہی خیالوں میں ڈوبا ہسپتال کے پارکنگ شیڈ کی طرف جا رہا تھا کہ مجھے کچھ یوں محسوس ہوا جیسے میں کار میں تنہا نہیں ہوں' میرے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔ یہ خیال وہم بھی ہو سکتا تھا' اس لئے میں نے نظریں گھما کر اچھی طرح اطمینان کر لیا کہ میں کار میں اکیلا ہی تھا لیکن بھینی بھینی خوشبو کا وہ جھونکا جو میری ناک سے ٹکرایا تھا' اس سینٹ کا ہرگز نہیں تھا جو میں استعمال کرتا تھا۔ میری ایئر کنڈیشنڈ گاڑی کے تمام شیشے چونکہ چڑھے ہوئے تھے' اس لئے باہر سے خوشبو کے جھونکے کا اندر آنا بھی ممکن نہیں تھا مگر میری چھٹی حس مجھے احساس دلا رہی تھی کہ گاڑی میں میرے ساتھ کوئی نادیدہ شخصیت اور بھی ہے۔

''پروفیسر'' میرے ذہن میں سب سے پہلے پروفیسر کا خیال آیا۔ میں نے گاڑی پارک کر کے ایک بار پھر چہرہ گھما کر ہر طرف دیکھا۔ پھر گاڑی سے باہر نکلنے کی خاطر دروازہ کھولنا ہی چاہتا تھا کہ ایک مانوس سی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

''میجر وقار' سادھنا کو مارنے کے بعد تم نے مسز مارگریٹ کو وقتی طور پر مرنے سے بچا لیا ہے لیکن اگر تم چاہتے ہو کہ ایک قاتل کی حیثیت سے ہمیشہ قانون کی نظروں سے دور رہو تو تمہیں میرے ہر حکم پر عمل کرنا ہو گا۔''

''کون ہو......؟'' میں نے حیرت سے سوال کیا اور اپنے دائیں ہاتھ والی سیٹ کی طرف دیکھنے لگا۔ جدھر سے آواز آئی تھی۔

''یہی سوال تم نے سادھنا کو مارنے اور پروفیسر کی نظروں میں نہ آنے کے بعد بھی کیا تھا۔''

میں حیرت سے اچھل پڑا۔ میں نے وہ آواز پہچان لی۔ وہ اسی نادیدہ شخص کی آواز تھی جس نے سادھنا کے مرنے کے بعد میرا ہاتھ تھام کر مجھے پروفیسر کی نظروں سے

محفوظ رکھا تھا۔

''تم......'' میں اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ میرے تمام جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔

''گھبراؤ مت۔'' اس بار دوستانہ لہجے میں کہا گیا۔ ''جب تک میں نہ چاہوں تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔''

''تم......'' میں نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ ''تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ میں نے سادھنا کو مار ڈالا ہے جبکہ میرا ملازم اس بات کا گواہ ہے کہ میں آٹھ بجکر پچیس منٹ پر......''

''جو کچھ تمہارے ملازم نے کہا' وہ بھی ٹھیک ہے اور جو میں کہہ رہا ہوں' وہ بھی غلط نہیں ہے۔'' وہی آواز سرسراتی ہوئی میرے کانوں میں گونجی۔ ''ثبوت چاہتے ہو تو بغلی ہولسٹر سے اپنا ریوالور نکال کر چیک کر لو۔''

میرا ہاتھ نفسیاتی طور پر بغلی ہولسٹر پر گیا۔ میں نے اپنا سروس نکال کر اس کا چیمبر چیک کیا تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ ریوالور میں ایک گولی بھی موجود نہیں تھی۔ میں نے اس کی نال سونگھی جس میں بارود کی تازہ خوشبو موجود تھی۔ مجھے اپنا دل سینے کی گہرائیوں میں ڈوبتا محسوس ہوا۔ مجھے وہ منظر دوبارہ یاد آ گیا جب میں نے سادھنا کے تڑپتے ہوئے آدھے دھڑ پر ریوالور کی باقی گولیاں بھی برسا دی تھیں۔

''پریشان مت ہو...... میں تمہارا دشمن نہیں بلکہ دوست ہوں اور تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ مسز مارگریٹ اب اپنی طبعی موت مرے گی۔''

''کیا پروفیسر ورما اپنی شیطانی قوتوں کے ذریعہ یہ نہیں جان سکے گا کہ سادھنا کا قاتل کون ہے......؟'' میں نے سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''نہیں...... میں نے اس کے ذہن کو کسی اور سمت بھٹکا دیا ہے۔'' بڑے اطمینان سے جواب دیا گیا۔

''مجھے تمہارے لئے کیا کرنا ہو گا......؟''

''فی الحال ایک وعدہ کرنا ہو گا کہ تم میرے کسی بھی حکم کی تعمیل کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرو گے۔''

"اگر تم پروفیسر کی نظروں سے مجھے محفوظ رکھ سکتے ہو تو کیا اسے ختم نہیں کر سکتے؟" میں نے ایک امکانی بات دریافت کی۔

"نہیں......" اس بار تھوڑے توقف سے جواب دیا گیا۔ "صرف ایک پروفیسر ہی کی ذات ایسی ہے جسے مارنے کا اختیار مجھے نہیں ہے مگر تم اب اس کی وجہ دریافت کرنے کی کوشش نہیں کرو گے......" دوسری جانب سے ملنے والا جواب بے حد معنی خیز تھا۔

"اور کیا چاہتے ہو مجھ سے......؟"

"صرف ایک یا دو کام جسے کرنے میں تمہیں کوئی زیادہ دشواری نہیں پیش آئے گی۔ میں ہر موقع پر تم سے قریب رہوں گا۔ ایک دوست کی حیثیت سے اس بات کا خیال بھی رکھوں گا کہ تم کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو۔"

"اور اگر میں تمہاری بات ماننے سے انکار کر دوں تو......؟" میں نے قدرے ہمت سے کام لیتے ہوئے پوچھا۔

"تم میری پراسرار طاقت کا اندازہ لگا چکے ہو میجر......" ٹھوس اور سرد آواز میں جواب ملا۔ "تمہارے پاس میرے حکم کی تعمیل کرنے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ ایسا خیال کبھی بھول کر بھی اپنے ذہن میں دوبارہ مت لانا۔"

"پروفیسر نے بڑے وثوق سے چیلنج کیا ہے کہ وہ کل کا سورج ڈھلنے سے پیشتر مسز مارگریٹ کو ختم کر دے گا۔" میں نے موضوع بدلا۔

"وہ کوشش ضرور کرے گا لیکن کامیاب نہیں ہو سکے گا۔"

"اگر مجھے کبھی تمہاری ضرورت پیش آئے تو......؟"

"میں نے تمہیں دوست کہا ہے' اس لئے تمہارا خیال رکھنا میرا فرض ہے۔" اس نے میری بات کاٹ کر کہا۔ "لیکن ایک بات پھر ذہن نشین کر لو کہ تم میرے کسی حکم سے انکار نہیں کرو گے اور نہ ہی اس کی وجہ جاننے کی کوشش کرو گے۔"

"اور کچھ......" میں نے قدرے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ اس کا لب و لہجہ مجھے پسند نہیں آیا تھا' شاید اس لئے کہ میں نے کبھی بجز خدا کسی کے سامنے جھکنا نہیں سیکھا تھا لیکن میں یہ بھی جانتا تھا کہ وہ جو کوئی بھی تھا' پروفیسر اور سادھنا دونوں سے زیادہ طاقتور تھا۔

"میجر......" اس نے اس بار بڑی نرمی کا انداز اختیار کیا۔ "تم اگر مجھے پسند نہ

ہوتے تو شاید اب تک زندہ نہ ہوتے۔ مجھے تمہاری خودداری بھی پسند ہے اور نڈر اور بے خوف طبیعت بھی۔ میں کبھی تم کو اپنے سامنے جھکانے کی کوشش نہیں کروں گا۔ تمہارا یہ خیال درست ہے کہ میں پروفیسر سے زیادہ طاقتور ہوں۔ البتہ سادھنا کو ایک مصلحت کے پیش نظر ختم کرنا ضروری تھا۔ میں کون ہوں؟ ہو سکتا ہے کہ تمہیں اس کا اندازہ بھی بہت جلد ہو جائے۔ ویسے اگر تمہیں میرا لب و لہجہ گراں گزرا ہے تو میں معذرت خواہ ہوں۔ کوشش کروں گا کہ دوبارہ تمہاری دل آزاری نہ ہو لیکن اس کے باوجود تمہیں ایک دوست کی حیثیت سے ایک دو موقعوں پر میری مدد کرنی ہوگی۔"

میں اس کا تفصیلی جواب سن کر چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ میں نے جو کچھ دل میں سوچا تھا' وہ اس سے بھی واقف ہو گیا تھا۔

"میں اب جا رہا ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "دوبارہ جب بھی تمہارے قریب آؤں گا' تمہیں اس کی اطلاع مل جائے گی۔"

"کیا تم میرے ایک سوال کا جواب دو گے؟"

"پوچھو......"

"تم نے ابھی کہا تھا کہ اگر میں تمہیں پسند نہ ہوتا تو اب تک زندہ نہ رہتا۔"

"ہاں' میں نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"تم مجھے کب سے جانتے ہو؟" میں نے دھڑکتے دل سے دریافت کیا۔

"کیا اس سوال کا جواب دینا ضروری ہے؟"

"تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔" میں نے شانے اچک کر کہا۔ "ظاہر ہے کہ میں تمہیں مجبور نہیں کر سکتا۔"

"میں تمہیں اس رات سے جانتا ہوں میجر جب تم نے پروفیسر کو شیلا کے ساتھ اذیت ناک سلوک کرتے دیکھا تھا۔" اس نے اپنی بات جاری رکھی۔ "تم نے ایک مظلوم عورت کی مدد کی خاطر اپنی گاڑی روک کر جس دلیری کا ثبوت دیا تھا وہ مجھے پسند آیا لیکن تم پروفیسر کو اس کی خباثتوں سے باز نہیں رکھ سکتے تھے۔ شیلا کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر وہ تمہیں بھی کبھی معاف نہ کرتا' اسی لئے میں نے تمہیں کسی نہ کسی انداز میں وہاں سے فرار ہو جانے کا مشورہ دیا تھا۔ اس رات کے بعد سے پروفیسر متعدد بار تمہیں اپنی شیطانی قوتوں کا شکار

کرنے کی کوشش کر چکا ہے لیکن میں برابر اس کی کاٹ کرتا رہا۔"

"کیا وہ تمہارے بارے میں کچھ نہیں جانتا......؟"

"تم نے ایک سوال کا کہا تھا جس کا جواب میں نے دے دیا' فی الحال زیادہ کریدنے کی کوشش نہ کرو۔"

"شیلا کون ہے؟" میں اس کا جواب سننے کے باوجود ایک اور سوال کر بیٹھا۔

اس بار دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں ملا۔ خوشبو جو کار میں پھیلی ہوئی تھی' وہ بھی ختم ہو گئی۔ شاید وہ جا چکا تھا۔ میں کار کا دروازہ کھول کر نیچے اترا۔ میرے ذہن میں سوالات کا ہجوم گردش کر رہا تھا لیکن سب سے زیادہ پریشان کن بات یہ تھی کہ میں قتل جیسے ایک بھیانک جرم کا مرتکب ہو چکا تھا۔ ریوالور کے چیمبر کا خالی ہونا اس بات کا ثبوت تھا کہ میں سادھنا کے جس قتل کو وہم سمجھ رہا تھا' وہ حقیقت تھی اور ایک ایسا شخص اس قتل کا گواہ تھا جو ماورائی قوتوں کا مالک تھا۔ وہ جب بھی چاہتا' مجھے قانون کی نظروں میں ننگا کر سکتا تھا۔

میں قدم بڑھاتا ہسپتال کے وارانڈے میں پہنچا تو وہاں کئی افراد سر جوڑے کھڑے کسی اہم مسئلے پر بڑی رازداری سے بات کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے گفتگو بند کر دی۔ میری چھٹی حس مجھے کسی افراتفری کا احساس دلا رہی تھی۔ میں تیز تیز قدم اٹھاتا پرائیویٹ وارڈ کی طرف گیا۔ مسز مارگریٹ کے کمرے کے باہر بھی دو افراد موجود تھے۔ وہ غالباً انسپکٹر وہاب خان کے سادہ لباس والے تھے۔ میرا ماتھا ٹھنکا' وہ مجھے جانتے تھے۔ اس لئے اندر جانے سے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ میں اندر داخل ہوا تو ڈاکٹر ارشد کے علاوہ دو نرسیں بھی مسز مارگریٹ کے گرد موجود تھیں۔ انسپکٹر وہاب خان بھی ایک خالی کرسی پر بیٹھا کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ اس کے بائیں ہاتھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ معاملہ کچھ سنگین نظر آ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر انسپکٹر تیزی سے لپکتا ہوا میرے قریب آ گیا۔

"سب خیریت تو ہے؟" میں نے دبی زبان میں پوچھا۔

"مسز مارگریٹ دو گھنٹے سے بے ہوش ہے۔" انسپکٹر نے مدھم لہجے میں مگر بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "بے ہوشی سے قبل اس پر شدید دیوانگی کا دورہ پڑا تھا۔ میں اس وقت اس کے قریب کھڑا باتیں کر رہا تھا۔ جب اس نے اچانک جھپٹ کر سائیڈ ٹیبل سے قینچی اٹھا کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں نے اگر پھرتی کا مظاہرہ نہ کیا ہوتا تو وہ قینچی میرے ہاتھ کے بجائے

میرے گلے میں لگی ہوتی۔"

"کیا حملہ کرنے سے پیشتر وہ پوری طرح ہوش میں تھی؟" میں نے مضطرب ہو کر دریافت کیا۔

"یہی تو حیرت ہے کہ حملے سے پیشتر وہ مکمل ہوش مندی کی باتیں کر رہی تھیں۔" انسپکٹر نے کہا۔ "اس نے میرا شکریہ بھی ادا کیا تھا کہ میں اس کی خاطر پریشان ہو رہا ہوں۔ پھر باتیں کرتے کرتے وہ ایک لمحے کو اس طرح چونکی تھی جیسے اسے کوئی خاص بات اچانک یاد آ گئی ہو۔ میں نے اس کا سبب دریافت کیا مگر جواب دینے کے بجائے وہ دیوانگی کے عالم میں مجھ پر حملہ کر بیٹھی۔ اس کے بعد ہی بے ہوش ہو گئی......"

"ڈاکٹر ارشد کا کیا خیال ہے......؟"

"فی الحال وہ کوئی حتمی رائے قائم کرنے سے قاصر ہی ہے۔" انسپکٹر نے جواب دیا۔ "بے ہوشی کے فوراً بعد ہی اس نے مسز مارگریٹ کو کوئی انجکشن دیا تھا اور اس بات کا اظہار کیا تھا کہ مریضہ کو دو ڈھائی گھنٹے میں ہوش آ جانا چاہئے۔ ابھی دس منٹ پیشتر وہ نرسوں کے ساتھ آیا ہے۔"

میں انسپکٹر کے ساتھ بات کر رہا تھا کہ ڈاکٹر ارشد بھی قدم اٹھاتا ہمارے قریب آ گیا۔ دونوں نرسیں بدستور مسز مارگریٹ کے بستر کے قریب ہی موجود تھیں جو بے ہوش پڑی تھی۔ اس کا چہرہ زردی مائل نظر آ رہا تھا۔

"میجر......" ڈاکٹر ارشد نے ایک لمبی سانس لے کر مدھم لہجے میں کہا۔ "آپ کی مریضہ کی کیفیت اس وقت بھی نارمل نہیں ہے۔ اگر اسے ایک گھنٹے تک اور ہوش نہ آیا تو پھر ہمیں کسی نیورو سرجن سے رجوع کرنا پڑے گا۔"

"کیا مطلب......؟" میرے بجائے انسپکٹر نے حیرت سے دریافت کیا۔ "کیا آپ کے خیال میں مریضہ کو کوئی ذہنی پرابلم لاحق ہو گئی ہے......؟"

"ابھی کچھ یقین سے نہیں کہا جا سکتا لیکن جس انداز میں اس نے آپ پر حملہ کیا تھا' اس کی توقع بھی کسی ہوش مند خاتون سے نہیں کی جا سکتی۔" ڈاکٹر ارشد نے سنجیدگی سے کہا۔ "کسی دماغ کے ماہر کو دکھا لینے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے۔"

"اگر آپ کا یہی مشورہ ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" میں نے کہا۔ "کیا آپ

کسی نیورو سرجن کو یہاں بلوا سکتے ہیں؟''

''آپ اگر مریضہ کو نیورو سرجن کے کلینک لے جائیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔'' ڈاکٹر ارشد نے مشورہ دیا۔''وہاں وہ ضروری آلات اور مشینوں کے ذریعہ زیادہ بہتر طور پر معائنہ کرسکتا ہے۔''

''اس سے پیشتر تو مریضہ کو کوئی ایسا دماغی اٹیک نہیں ہوا تھا؟'' انسپکٹر نے دریافت کیا۔

''ذہن پر نفسیاتی دباؤ تو تھا لیکن جنون کا دورہ پہلے نہیں پڑا تھا۔''

ہمارے درمیان گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک نرس نے قریب آکر بتایا کہ مریضہ نے آنکھیں کھول دی ہیں۔ ڈاکٹر ارشد کے ساتھ ساتھ میں اور انسپکٹر بھی مسز مارگریٹ کے بستر کے قریب چلے گئے۔ وہ آنکھیں کھولے چھت کو گھور رہی تھی۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے اسے اپنے آس پاس کسی دوسرے کی موجودگی کا مطلق احساس نہ ہو۔

''مسز مارگریٹ......'' ڈاکٹر نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر نرم آواز میں پوچھا۔

''اب آپ کیسا محسوس کر رہی ہیں؟''

جواب میں مسز مارگریٹ نے نظریں گھما کر ہم سب کو باری باری دیکھا' پھر بڑی نقاہت سے بولی۔

''ڈاکٹر' مجھے اس کمرے میں شدید گھٹن محسوس ہو رہی ہے۔ کیا میں کچھ دیر کیلئے باہر جاسکتی ہوں؟ کھلی فضا میں جہاں تازہ ہوا میسر آسکے؟''

''میں نرسوں کو تاکید کئے دیتا ہوں کہ وہ صبح آپ کو ہسپتال کے گارڈن میں لے جائیں۔ اس وقت رات میں آپ کو کیا لطف آئے گا۔'' ڈاکٹر ارشد نے اسے تسلی دی۔

''پھر ایئر کنڈیشن اور تیز کرادیں۔''

ڈاکٹر کے اشارے پر ایک نرس نے ایئر کنڈیشن اور تیز کر دیا۔ مسز مارگریٹ نے مجھے غور سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب ویرانی سی نظر آرہی تھی۔ میرے بعد اس نے انسپکٹر پر نظر ڈالی' پھر اس کے ہاتھ پر بندھی پٹی کو دیکھ کر بولی۔

''یہ پٹی کیسی ہے؟'' اس کے لہجے میں ہمدردی کا عنصر موجود تھا۔

''یوں ہی ذرا چوٹ لگ گئی تھی۔'' انسپکٹر نے مسکرا کر جواب دیا۔

''آپ......آپ سب کو بلاوجہ میری خاطر پریشانی ہو رہی ہے۔'' مسز مارگریٹ کی آنکھوں کے گوشے نمناک ہونے لگے۔''بس ایک رات اور ایک دن کی بات اور ہے......''

''اس کے بعد کیا ہوگا؟'' ڈاکٹر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''میری چھٹی ہو جائے گی۔'' مسز مارگریٹ نے مضمحل لہجے میں جواب دیا۔ وہ زندگی سے بے حد مایوس نظر آرہی تھی۔

''جی نہیں' ابھی آپ کی صحت اس قابل نہیں ہے کہ آپ کو ہسپتال سے ڈسچارج کیا جاسکے۔'' ڈاکٹر نے اس کی نبض دیکھتے ہوئے جواب دیا۔''ابھی آپ کو کم از کم ایک ہفتے اور یہاں رہنا ہوگا۔''

مسز مارگریٹ نے جواب میں ایک سرد آہ بھر کر آنکھیں موند لیں۔ ڈاکٹر کے اشارے پر میں اور انسپکٹر کمرے سے باہر آگئے۔

''میرا خیال ہے کہ مریضہ ابھی تک شدید ذہنی دباؤ کی حالت میں ہے۔ اس کے ذہن میں جو خطرہ بیٹھ گیا ہے' وہ اسے بھول نہیں پا رہی......'' ڈاکٹر نے اپنے خیال کا اظہار کیا۔

''ڈاکٹر......'' میں نے سوال کیا۔''کیا ہم اسے نیورو سرجن کو دکھا دیں......؟''

''ایک دن اور رک جائیں' ہوسکتا ہے نیورو سرجن کو دکھانے کی ضرورت نہ پڑے۔ اس لئے کہ اس وقت مریضہ پوری طرح ہوش وحواس میں ہے۔''

''پھر وہ دیوانگی کا دورہ کس قسم کا تھا......؟'' انسپکٹر نے پوچھا۔

''انسان جب کسی شدید ذہنی دباؤ اور پریشانی کی حالت میں ہو تو اس قسم کی حرکتیں غیر اختیاری طور پر بھی اس سے سرزد ہو جاتی ہیں۔'' ڈاکٹر نے وضاحت کی۔''آپ نے غور کیا ہوگا کہ ہوش آنے پر مریضہ کو آپ پر حملہ کرنا یاد نہیں۔ اس کے برعکس وہ آپ سے ہاتھ کی بینڈج کے بارے میں دریافت کر رہی تھی۔ بہرحال مریضہ کو اس حال میں محض نرسوں پر نہیں چھوڑا جاسکتا یا یوں سمجھ لیجئے کہ میں کوئی رسک نہیں لینا چاہتا۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ دونوں حضرات میں سے کسی ایک کا مریضہ کے کمرے میں اس کے قریب رہنا ضروری ہے۔''

”میں رہوں گا ڈاکٹر......“ میں نے طے شدہ پروگرام کے تحت جواب دیا‘ پھر انسپکٹر سے بولا۔ ”آپ کو میری وجہ سے جو تکلیف برداشت کرنی پڑی‘ میں اس کیلئے......“

”آپ شرمندہ نہ کریں میجر......“ انسپکٹر نے میرا جملہ کاٹ کے کہا۔ ”عوام کی خدمت کرنا ہمارے فرائض میں شامل ہے۔“

کچھ دیر بعد انسپکٹر واپس چلا گیا۔ میں ڈاکٹر ارشد کے ساتھ اس کے کمرے میں بیٹھا مسز مارگریٹ کے بارے میں بات کرتا رہا۔ ڈاکٹر کا خیال تھا کہ اگر چوبیس گھنٹے خیریت سے گزر گئے تو پھر مریضہ کی حالت بہتر ہونا شروع ہو جائے گی۔ خود میرا بھی یہی اندازہ تھا۔ رات کو تقریباً ساڑھے بارہ بجے جب ڈاکٹر ارشد بھی چلا گیا تو میں اٹھ کر مسز مارگریٹ کے کمرے میں آ گیا جہاں ایک نرس اس کے قریب موجود تھی۔ مسز مارگریٹ نے میرے قدموں کی آہٹ سن کر آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا‘ پھر مجھے قریب بلا کر بڑے مدھم لہجے میں بولی۔

”میجر...... مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔“

”ڈونٹ یو وری‘ سب ٹھیک ہو جائے گا۔“ میں نے نرس کو سنانے کی خاطر اونچی آواز میں کہا۔ ”پریشان ہونے کی ضرورت نہیں‘ میں رات بھر آپ کے قریب ہی رہوں گا۔“

میں مسز مارگریٹ کے ساتھ ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ وہ مجھ سے کچھ کہنے کو بے چین تھی لیکن نرس کی موجودگی میں وہ بھی کچھ کہنے سے گریز کر رہی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد نرس کسی ضرورت کے پیش نظر باہر گئی تو مسز مارگریٹ نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر دبی زبان میں کہا۔

”وہ......وہ آپ کے جانے کے بعد پھر آیا تھا۔ اس نے کہا ہے کہ صرف ایک شرط پر میری زندگی بخش سکتا ہے۔“

”کون آیا تھا؟“ میں نے چونک کر پوچھا۔

”ولیم!...... وہ بے حد غضبناک ہو رہا تھا۔“ مسز مارگریٹ نے مضطرب لہجے میں کہا۔ ”اس نے میری زندگی بخشنے کی بڑی کڑی شرط عائد کی ہے۔“

”کیا......؟“

”میں آپ کو ہلاک کر دوں۔“ مسز مارگریٹ نچلا ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔

”اس وقت میں انسپکٹر خان سے بات کر رہی تھی جب وہ اچانک میری نظروں کے سامنے آ گیا۔ میں اسے دیکھ کر بوکھلا گئی۔ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں وہ اور انسپکٹر ایک دوسرے سے گتھم گتھا نہ ہو جائیں لیکن وہ انسپکٹر کے برابر کھڑا ہونے کے باوجود اسے نظر نہیں آ رہا تھا۔ بار بار یہی تقاضا کر رہا تھا کہ میں کسی طرح آپ کو ہلاک کر دوں۔ میں انسپکٹر کی موجودگی میں اسے کوئی جواب نہیں دے سکتی تھی۔ وہ میری خاموشی محسوس کر کے اپنے آپے سے باہر ہو گیا۔ اس نے کہا کہ وہ مجھے اپنا ہر حکم ماننے پر مجبور کر سکتا ہے۔ وہ......وہ میرے ہاتھوں انسپکٹر کا خون بھی کرا سکتا ہے۔ پھر اس کی نگاہوں سے شعلے ابلنے لگے۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا سارا وجود گھوم رہا ہو‘ اس کے بعد...... اس کے بعد میں شاید بے ہوش ہو گئی تھی۔“

مسز مارگریٹ کی بات سن کر میں الجھ گیا۔ میرے ذہن میں فوری طور پر یہی خیال ابھرا کہ سادھنا کے آدھے جسم کو موت کی وادیوں میں گم ہوتا دیکھ کر پروفیسر کے دماغ میں صرف میرا نام گونجا ہوگا۔ وہ میرے سلسلے میں دو تین بار ناکام ہو چکا تھا‘ اس لئے مسز مارگریٹ کو ٹرانس میں لے کر مجھے مروانے کا پروگرام بنا رہا ہوگا۔ شاید اسی نے مسز مارگریٹ کو اپنی نگاہوں کی مقناطیسی قوتوں سے تسخیر کر کے انسپکٹر پر قاتلانہ حملے پر آمادہ کیا ہوگا۔ اگر انسپکٹر نے بروقت خود اپنا بچاؤ نہ کیا ہوتا تو شاید صورتحال کچھ مختلف ہوتی۔

”تم......تم خاموش کیوں ہو میجر......“ مسز مارگریٹ نے میری خاموشی محسوس کرتے ہوئے دوستانہ انداز میں مخاطب کیا۔ ”تم میرے ہمدرد ہو‘ میرے دوست ہو۔ میں تمہیں مارنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ کل کسی وقت دوبارہ آئے گا۔ میں نے طے کر لیا ہے کہ اسے کیا جواب دوں گی۔“

”کیا جواب دو گی......؟“

”میں اس کے ہاتھوں مرنا گوارا کر لوں گی لیکن تمہارے جیسے محسن کے ساتھ دغا نہیں کروں گی۔“

”مسز مارگریٹ......“ میں نے کمرے کے دروازے کی سمت دیکھتے ہوئے سرگوشی کی۔ ”اس بات کو ذہن سے نکال دو کہ ولیم تمہارا کچھ بگاڑ سکے گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کل دوبارہ آئے اور تمہیں لال پیلی آنکھیں دکھا کر خوفزدہ کرنے کی کوشش کرے مگر تم...... تم اسے نفرت سے دھتکار دینا۔ اس سے کہنا کہ اگر وہ مرد ہے اور شیطانی قوتوں کا مالک ہے تو

براہ راست مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کرے۔"

"اور اگر اس نے تمہیں......"

"نہیں......" میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔ "پہلے کی بات اور تھی لیکن اب وہ ایسا نہیں کر سکے گا۔"

"میجر...... کہیں تم مجھے بہلانے کی کوشش تو نہیں کر رہے ہو......؟" مسز مارگریٹ ڈھلمل یقین نظر آ رہی تھی۔

"میری بات پر اعتماد کرو۔" میں نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔ "اب وہ مجھے یا تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کی پوزیشن میں نہیں رہا۔" میں نے اپنی بات جاری رکھی۔ "اگر تم مجھے اپنا محسن سمجھتی ہو اور میری خاطر اپنی جان کی قربانی دینے پر تیار ہو تو پھر میری بات مان لو۔ کل وہ دوبارہ آئے تو اس سے سختی سے پیش آنا' اس سے مرعوب ہونے کی غلطی بالکل نہ کرنا......"

"لیکن......"

"لیکن ویکن کچھ نہیں......" میں نے دوبارہ اس کی ہمت بڑھانے کو کہا۔ "میں کل سورج ڈھلنے تک تمہارے پاس ہی رہوں گا اور تم میری خاطر وہی کرو گی جو میں تم سے کہہ رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے......" اس نے قدرے توقف سے جواب دیا۔ "جب مرنا ہی ہے تو پھر خوفزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔"

"تم زندہ رہو گی...... وہ تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔ یہ میرا دعویٰ ہے۔"

"ایک بات پوچھوں میجر......؟" اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "ہسپتال سے جاتے وقت تم اتنے مطمئن نہیں تھے جتنے اب نظر آ رہے ہو۔ کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ اب کیا بات ہوگئی جو تم ماورائی قوتوں سے بھی ٹکرانے کو تیار نظر آ رہے ہو......؟"

"اب میں نے اتنا ایمونیشن جمع کر لیا ہے کہ دشمن کے آخری مورچوں تک کو تباہ و برباد کر سکتا ہوں۔" میں نے فوجی انداز میں جواب دیا۔

"یسوع مسیح تمہیں کامیاب کرے۔" اس نے بڑے خلوص سے کہا۔

اسی وقت نرس نے دوبارہ کمرے میں قدم رکھا۔ میں بڑی خوبصورتی سے موضوع

بدل کر دوسری باتیں کرنے لگا۔

"میرا مشورہ ہے کہ اب آپ مریضہ کو آرام کرنے دیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔" نرس نے میرے قریب آ کر سنجیدگی سے کہا۔ "آپ نے شاید وقت پر غور نہیں کیا۔ رات کے سوا دو بج رہے ہیں......"

"آئی ایم سوری......" میں نے نرس سے معذرت کی۔ پھر کمرے کے دوسرے گوشے کے اس بستر پر چلا گیا جو اٹنڈنٹ کیلئے مخصوص تھا۔ نرس نے مسز مارگریٹ کو دوا دی' پھر ایک نائٹ بلب کے سوا تمام لائٹس بند کر دیں اور خود اس آرام کرسی پر نیم دراز ہوگئی جو اس کیلئے مخصوص تھی۔

میں اپنے بستر پر لیٹا ان ناقابل یقین معاملات پر غور کرتا رہا جو مجھے سادھنا کے قتل کے سلسلے میں درپیش آئے تھے۔ سروس ریوالور کے چیمبر کو خالی دیکھ لینے کے بعد مجھے یقین آ گیا تھا کہ میں نادانستگی میں ایک قتل کر چکا ہوں۔ ایک ایسی نادیدہ قوت اس کی گواہ بھی تھی جس نے اقرار کیا تھا کہ وہ پروفیسر سے زیادہ پراسرار اور حیرت انگیز قوتوں کا مالک ہے لیکن پروفیسر کو مارنا اس کے دائرہ اختیار میں نہیں تھا۔ اس کی وہ بات میری سمجھ سے باہر تھی۔ وہ میری کلائی تھام کر پروفیسر کی نظروں سے اوجھل کر سکتا تھا۔ پروفیسر کی تمام شیطانی قوتوں کا توڑ کر سکتا تھا۔ پروفیسر کے مقابلے میں میری مدد کر سکتا تھا لیکن پروفیسر کو ختم نہیں کر سکتا تھا۔ آخر کیوں؟ اگر پروفیسر کو مارنا اس کے دائرہ اختیار میں نہیں تھا تو پھر کس کے اختیار میں تھا؟ وہ بذات خود ایسی طاقت تھا جو پروفیسر کے تمام حربوں کو ناکام کر سکتا تھا۔ پھر مجھ سے کیا کام لینا چاہتا تھا؟

میں بستر پر لیٹا ذہنی جمناسٹک کرتا رہا۔ مجھے اس سیاہ بلے کا خیال آیا جس کو ایک بار میں نے پروفیسر کے گھر پر پہلی بار سادھنا کی چھاتی پر مسلط خونخوار اور غضبناک انداز میں غراتے دیکھا تھا۔ دوسری بار سادھنا اسی بلے سے اس طرح راز و نیاز کر رہی تھی جیسے وہ اس کا محبوب ہو۔ اس نے سیاہ بلے کو مخاطب کر کے جو جملے کہے تھے' اس سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ وہ پروفیسر سے چھپ کر اس سے ملتی تھی۔ سیاہ بلے کی حقیقت کیا تھی؟ کیا وہ انسانی زبان سمجھتا تھا؟ اور وہ آواز کس کی تھی جس نے بروقت مجھے سادھنا پر فائر کرنے کو کہا تھا؟

رات خاصی دیر تک میں اپنے بستر پر پڑا کروٹیں بدلتا رہا۔ پھر نہ جانے کس وقت

نیند نے اس طرح غلبہ پایا کہ مجھے کسی بات کا ہوش نہیں رہا۔ صبح مجھے دوسری نرس نے جگایا' رات والی نرس کی ڈیوٹی بدل چکی تھی۔ میں بستر سے اتر کر واش روم میں چلا گیا۔ نہا دھو کر تازہ دم ہو کر باہر آیا تو مسز مارگریٹ بھی بیدار ہو چکی تھی۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ وہ رات کے مقابلے میں اس وقت زیادہ پرسکون نظر آ رہی تھی۔ شاید میری یقین دہانیوں نے اس کے دل و دماغ پر خوشگوار اثر کیا تھا۔ میں اس سے دو چار باتیں کر کے کمرے سے باہر آ گیا۔ ہسپتال کی کنٹین سے سینڈوچ اور کافی کا مختصر ناشتہ کر کے میں سیدھا ڈاکٹر ارشد کے کمرے کی طرف گیا۔ وہ اپنی میز پر جھکا بیٹھا کسی مریض کی کیس فائل دیکھ رہا تھا۔ میری آہٹ پا کر اس نے میری طرف دیکھا' پھر مسکرا کر بولا۔

''رات کیسی گزری میجر......؟''

''آپ میرے ساتھ جو تعاون کر رہے ہیں' اس کا بے حد شکر گزار ہوں۔'' میں نے ڈاکٹر ارشد سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ پھر رسمی باتوں کے بعد کچھ سوچ کر پوچھا ''کیا یہ ممکن ہے کہ مسز مارگریٹ کو آج شام ہسپتال سے ڈسچارج کر دیا جائے؟''

''آپ کی مریضہ ہے۔ آپ جب چاہیں اسے لے جا سکتے ہیں لیکن اگر ایک رات اور اسے رہنے دیا جائے تو بہتر ہو گا۔''

''مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' میں نے پہلو بدل کر جواب دیا۔ ''بات دراصل یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ وہ اس نفسیاتی حصار سے کسی طرح......''

''میں آپ کا مطلب سمجھ رہا ہوں۔'' ڈاکٹر ارشد نے کہا۔ ''میرا خیال ہے کہ آج شام کے بعد وہ یقینی طور پر خود کو بہتر محسوس کرے گی۔ اس لئے کہ وہ خوف اس کے ذہن سے نکل جائے گا جو اس نے اپنے دل و دماغ میں بسا رکھا ہے۔''

''کیا آپ راؤنڈ کر چکے ہیں......؟'' میں نے پوچھا۔

''بس کچھ دیر میں شروع کروں گا۔'' ڈاکٹر نے سامنے رکھی فائل کی سمت اشارہ کیا۔ ''ایک ایمرجنسی کیس نپٹانے میں کچھ وقت لگے گا۔''

''ٹیک یور ٹائم'' **(Take your Time)**

میں ڈاکٹر کے کمرے سے نکل کر دوبارہ مسز مارگریٹ کے پاس چلا گیا۔ وہ ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر آرام کرسی پر بیٹھی تھی۔ خاصی مطمئن نظر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر بولی۔

''آپ کو میری وجہ سے......''

''پلیز مسز مارگریٹ۔'' میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ ''زیادہ شرمندہ نہ کیجئے اور اگر آپ کو میری پریشانی کا اتنا ہی خیال ہے تو پھر وقت کا انتظار کیجئے۔''

''وقت کا......؟ میں سمجھی نہیں......'' اس نے بڑی سادگی سے پوچھا۔

''میرے بیمار پڑنے کا تاکہ آپ میری تیمارداری کر کے وہ قرض ادا کر سکیں جو بلاوجہ آپ نے اپنے ذہن پر سوار کر رکھا ہے۔''

ہمارے درمیان اسی قسم کی گفتگو جاری تھی کہ انسپکٹر وہاب آ گیا۔ وہ بھی ہماری دلچسپ بات چیت میں شریک ہو گیا۔ پھر یہ سلسلہ ڈاکٹر ارشد اور اس کے ساتھ راؤنڈ کرنے والے سٹاف کے آنے کے بعد ہی ختم ہوا۔ ڈاکٹر نے مسز مارگریٹ کا تفصیلی معائنہ کرنے کے بعد اطمینان کا اظہار کیا۔ پھر مسکرا کر بولا۔

''اب آپ اپنے قدموں سے چل کر کھلی فضا میں سیر کرنے کی خاطر ہسپتال کے باغ میں جا سکتی ہیں۔''

''شکریہ ڈاکٹر......''

''آپ سے ایک ضروری بات اور بھی کرنی ہے۔'' اس بار ڈاکٹر نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

''وہ کیا......؟'' مسز مارگریٹ نے کسمسا کر دریافت کیا۔ ایک لمحے کو میں بھی ڈاکٹر کو سنجیدہ دیکھ کر الجھ گیا۔

''آپ اتنی تیزی سے ری کور **(Recover)** کر رہی ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ مجھے آپ کو کل ہی ہسپتال سے رخصت کرنا پڑے۔''

ڈاکٹر کا جواب سن کر مسز مارگریٹ کے علاوہ میں نے بھی اطمینان کا سانس لیا۔ پھر ڈاکٹر کے ساتھ ساتھ میں اور انسپکٹر بھی کمرے سے باہر آ گئے۔ ڈاکٹر نے ہم سے علیحدگی میں بھی اپنے اطمینان کا اظہار کیا۔ وہ دوسرے مریضوں کو دیکھنے کی خاطر راؤنڈ پر چلا گیا تو انسپکٹر وہاب نے مجھ سے سوال کیا۔

''آپ کا کیا خیال ہے میجر؟ کیا ولیم کی روح آج کسی وقت نمودار ہو گی؟'' اس کے لہجے میں ہلکا سا طنز بھی شامل تھا۔

”آپ شاید بھول رہے ہیں کہ اس سلسلے میں پہلا فون آپ کو رسیو ہوا تھا۔“ میں نے اسے یاد دلایا۔ ”اس کے علاوہ جمال احمد فاروقی کے گھر پر جو تماشہ ہوا اس کی رپورٹ بھی آپ کو آپ ہی کے کسی واقف کار نے دی تھی۔“

”میں محض مذاق کر رہا تھا۔“ انسپکٹر نے خوبصورتی سے بات گھماتے ہوئے کہا۔ ”ہمیں بہرحال اپنی جانب سے کوئی کوتاہی نہیں کرنی چاہئے۔“

”صرف آج کی رات اور ہے انسپکٹر......“ میں نے سنجیدگی سے کہا۔ ”اگر ہماری تھوڑی سی محنت کسی کے سکون کا باعث بن سکتی ہے تو یہ بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم اس سے پہلوتہی نہ کریں۔“

انسپکٹر وہاب آدھ گھنٹہ کھڑا مجھ سے باتیں کرتا رہا۔ پھر دوبارہ کسی وقت چکر لگانے کا کہہ کر چلا گیا۔ میں پھر اس نادیدہ طاقت کے بارے میں غور کرنے لگا جس نے ہسپتال کے پارکنگ شیڈ میں مجھ سے میری کار میں بیٹھ کر گفتگو کی تھی لیکن نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے جس انداز میں مجھے یقین دلایا تھا کہ اب مسز مارگریٹ کو پروفیسر کی شیطانی قوت سے کوئی خطرہ نہیں ہے' وہ خاصا بھرپور اور اطمینان بخش تھا۔ اسی بنیاد پر میں نے مسز مارگریٹ کی ہمت افزائی کی تھی۔ شاید انسپکٹر وہاب کو بھی مسز مارگریٹ کی جانب سے اس قاتلانہ حملے سے بچانے میں بھی اسی نادیدہ قوت کا ہاتھ شامل تھا جو پروفیسر نے جوابی کارروائی کے طور پر مسز مارگریٹ کو اپنی شیطانی قوت کے زیراثر لانے کے بعد لاشعوری طور پر کرایا تھا۔ اگر انسپکٹر اس حملے کا شکار ہو جاتا تو مسز مارگریٹ خود کو قانون کے آہنی شکنجوں سے نہیں بچا سکتی تھی۔ بات خاصی طول پکڑ لیتی۔ میری پوزیشن بھی خراب ہو سکتی تھی۔

میرے ذہن میں ایک بار پھر سادھنا کی موت کا پراسرار منظر گھومنے لگا۔ اس کا صرف آدھا جسم تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا تھا' باقی جسم غائب ہو چکا تھا...... تو کیا پروفیسر نے اس کے آدھے جسم کو ہی چتا کی آگ کے حوالے کیا ہوگا؟ یا میرے فرار ہونے کے بعد سادھنا کا باقی جسم بھی غائب ہو گیا ہوگا؟ میں اس نکتے پر جتنا غور کرتا' میرا ذہن اتنا ہی الجھتا جاتا تھا۔ نادیدہ قوت نے رخصت ہونے سے پیشتر میرے ایک سوال کے جواب میں صاف طور پر کہا تھا کہ وہ مجھے پروفیسر کی طاغوتی قوتوں سے بچاتا رہے گا لیکن پروفیسر اپنی کوششوں سے باز نہیں آئے گا۔

میں ہسپتال سے بار بار دفتر فون کر کے زوبی سے رابطہ قائم کرتا رہا لیکن کوئی قابل ذکر بات نہیں معلوم ہوئی۔ وقت جیسے جیسے گزرتا جا رہا تھا' میرے خون کی گردش بھی تیز ہوتی جا رہی تھی۔ مسز مارگریٹ نے خود کو خلاف توقع بہت سنبھال رکھا تھا لیکن وہ خوف جو اس کے ذہن میں گھر بنا چکا تھا' رہ رہ کر اس کے چہرے کے تاثرات سے جھلک رہا تھا۔

دوپہر تک کوئی ایسا واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا جسے سپرد قلم کیا جا سکے' میں اپنا زیادہ وقت مسز مارگریٹ کے قریب ہی گزار رہا تھا۔ دوپہر کو کھانا آیا تو مسز مارگریٹ نے چاہا کہ میں بھی اس کے ساتھ شریک ہو جاؤں لیکن میں نے مناسب نہیں سمجھا اور مسز مارگریٹ سے یہ کہہ کر کنٹین پر چلا گیا کہ آدھے گھنٹے کے اندر اندر لنچ لے کر واپس آ جاؤں گا۔ میں ہمیشہ سے گھر کے کھانے کا عادی رہا ہوں۔ فوجی زندگی کی بات اور تھی جہاں مس (Mess) میں کھانا پڑتا تھا لیکن اس ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد میں دوبارہ گھر کے کھانے کا عادی بن گیا تھا۔ تجارتی امور کے سلسلے میں کبھی کبھار بڑے بڑے ہوٹلوں میں بھی ڈنر اور لنچ میں شریک ہونا پڑتا تھا لیکن میری کوشش یہی ہوتی تھی کہ وہاں کم سے کم کھاؤں۔

اس وقت میرا ذہن ویسے بھی الجھا ہوا تھا۔ اس لئے بھوک بھی زیادہ نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے صرف چکن سوپ اور دو مکھن لگے توس پر گزارا کیا۔ اس کے بعد میں اپنے خیالوں میں گم آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا پرائیویٹ وارڈ کی طرف جا رہا تھا کہ ایک موڑ پر اچانک ایک آدمی سے ٹکراتے ٹکراتے رہ گیا۔ میں نے رسمی طور پر معذرت کرنے کی خاطر نظر اٹھا کر اس شخص کو دیکھا لیکن میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہ کوئی اور نہیں بلکہ پروفیسر انوپ کمار ورما تھا جو میرے سامنے کھڑا میری بوکھلاہٹ پر بڑے معنی خیز انداز میں مسکرا رہا تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں یکلخت تیز ہو گئیں۔

”پروفیسر...... تم......؟“ میں جلدی میں صرف اتنا ہی کہہ سکا۔

”کیا بات ہے میجر؟ تم مجھے دیکھ کر اس قدر پریشان کیوں ہو گئے؟“ پروفیسر کے لہجے میں گہرائی تھی۔

”تم جس طرح کچھ کہے سنے بغیر گھر چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اس کے بعد اچانک تمہیں دیکھ کر مجھے تعجب ہو رہا ہے۔“ میں نے خود کو سنبھالنے میں دیر نہیں کی۔

”کل رات مجھے بھی اس بات پر حیرت ہوئی تھی کہ تم نے گھر سے غائب رہنے

کی خاطر اپنے ملازم کو اعتماد میں لینے کی کوشش کیوں کی؟'' پروفیسر نے چبھتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ ''میں کل رات ہی گھر واپس آ گیا تھا۔ تم سے ملاقات کی خاطر تمہارے کاٹج پر گیا تو تنویر نے مجھے ٹالنے کی خاطر یہ بہانہ کیا کہ تم گولی کھا کر سوئے ہوئے ہو' اس لئے بیدار نہیں کیا جا سکتا۔''

''تمہیں یہ اندازہ کس طرح ہوا کہ تنویر نے تم سے غلط بیانی کی ہوگی؟'' میں نے محتاط انداز میں پروفیسر کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

''تم شاید بھول رہے ہو کہ میں تمہارے ہاتھ کی ریکھاؤں کو بہت تفصیل سے دیکھ چکا ہوں۔'' اس نے بھرپور انداز میں کہا۔ ''اور جس کے بھوش میں' میں ایک بار جھانک لیتا ہوں' پھر وہ میری ودیا کی طاقت سے ایک پل کو بھی اوجھل نہیں ہو سکتا۔''

''دور اندیشی سے کام لینا میجر وقار۔'' میرے کان میں نادیدہ قوت کی آواز ابھری۔ ''پروفیسر ابھی تک اپنی شیطانی قوتوں کے ذریعے سادھنا کے قاتل کی تلاش میں ہے۔ اس کا شبہ تمہارے اوپر ہی ہے۔ کوئی ایسی ہلکی بات نہ کر بیٹھنا کہ اس کا شک یقین میں بدل جائے۔ ہمت اور دلیری سے کام لو' میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

''کیا سوچنے لگے میرے متر (دوست)'' پروفیسر نے میری خاموشی کو کریدنے کی خاطر کھل کر کام لیا۔

''سوچ رہا ہوں کہ تمہیں جو غلط فہمی اپنے بارے میں لاحق ہے' اس کا کیا جواب دوں۔'' میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''میں سمجھا نہیں' تم کس غلط فہمی کی بات کر رہے ہو......؟''

''تنویر نے تم سے جو کہا تھا' وہ غلط نہیں تھا۔'' میں نے بڑے اعتماد سے کہا۔ ''کل رات میں گیارہ بجے تک اپنی خوابگاہ میں ہی تھا۔ میں نے تنویر کو منع کر رکھا تھا کہ وہ کسی صورت میں بھی مجھے ڈسٹرب کرنے کی کوشش نہ کرے۔ ہو سکتا ہے تم گیارہ بجے سے پہلے آئے ہو۔''

''اور گیارہ بجے کے بعد تم کہاں تھے......؟'' پروفیسر نے ہونٹ چباتے ہوئے دریافت کیا۔ میرے جواب نے اسے کسی سوچ میں مبتلا کر دیا تھا۔

''اسی ہسپتال میں جہاں اس وقت تمہارے سامنے موجود ہوں۔'' میں نے شانے

اچکا کر لاپروائی کا اظہار کیا۔

اس بار پروفیسر نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا' میری آنکھوں میں جھانکتا رہا' پھر کچھ دیر بعد مسکرا کر بولا۔

''مسز مارگریٹ کی بڑی چنتا ہے تمہیں؟''

''یو آر رائٹ......'' میں نے سنجیدگی اختیار کر لی۔ ''کیا تم نے اس کی جنم کنڈلی کے تیسرے خانے میں راہو کو بیٹھا دیکھ کر یہ نہیں کہا تھا کہ اس کی موت اٹل ہے۔ وہ بڑے بھیانک انداز میں موت سے ہمکنار ہوگی اور دھرتی کی تمام شکتیاں مل کر بھی اسے موت کے منہ سے نہیں بچا سکیں گی۔ وہ آج کل اسی ہسپتال کے پرائیویٹ وارڈ میں ہے۔ اس نے بھی کچھ ایسی پراسرار باتیں محسوس کی ہیں کہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئی ہے۔ میں رات اسے دیکھنے آیا تھا۔ اس نے بڑی عاجزی سے اصرار کیا کہ میں اس کے پاس رک جاؤں۔ میں انکار نہیں کر سکا۔ میری جگہ تم ہوتے تو کیا کرتے؟''

''میں نے اس کنیا کے بارے میں جو کہا تھا' وہ غلط نہیں تھا۔ پرنتو دیوی دیوتا جو چاہیں وہ بھی اٹل ہوتا ہے۔'' پروفیسر نے بڑی خوبصورتی سے کینچلی بدل کر کہا۔ ''میری ودیا کے انوسار اب راہو نے تیسرا گھر چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے وہ زندہ رہے گی۔''

''پروفیسر......'' میں نے خوشی کی بے اختیار اداکاری کرتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا تم مجھے تسلی تو نہیں دے رہے۔''

''میجر......'' اس نے میری بات کا جواب دینے کے بجائے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا تم جانتے ہو کہ مسز مارگریٹ نے کیا پراسرار باتیں محسوس کی تھیں جس کے بعد اسے بھی اپنی موت کا وشواس ہو گیا تھا؟''

''اس نے ولیم کو دیکھا تھا جو اسے ساتھ لے جانے کی خاطر آیا تھا۔''

''ولیم کون......؟'' پروفیسر نے ایسے معصوم انداز میں سوال کیا جیسے وہ سرے سے ولیم کو جانتا ہی نہ ہو۔ مجھے اس کی اداکاری کی داد دینی پڑی۔ اس نے ولیم کے روپ میں ہونے کے باوجود مجھ سے پروفیسر کی حیثیت سے بات کی تھی لیکن اس وقت بڑی ڈھٹائی سے جوتیوں سمیت آنکھوں میں گھس رہا تھا۔

''مسز مارگریٹ کا شوہر جو بہت پہلے مر چکا ہے۔'' میں نے سنجیدگی سے جواب

دیا۔

"کیا اس کنیا نے تمہیں بتایا تھا کہ ولیم کی موت کن حالات میں ہوئی تھی؟" پروفیسر نے ایک بار پھر میری آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی۔

"میں نے اس کی کہانی پر اعتبار نہیں کیا تھا۔" میں نے دیدہ و دانستہ پروفیسر کو الجھانے کی خاطر گول مول جواب دیا۔

"تم مجھے بتانا پسند کرو گے کہ وہ کہانی کیا تھی؟" پروفیسر بے حد سنجیدہ نظر آرہا تھا۔

"پروفیسر......" میں نے لوہے کو گرم دیکھ کر پہلی ضرب لگائی۔ "کیا تمہیں یاد ہے کہ میری اور تمہاری آخری ملاقات کب اور کہاں ہوئی تھی؟"

"تم میرے گھر پر تھے اور......"

"اور تم مجھ سے تنویر کی زبان سے نکلے ہوئے آدھے جملے کو معلوم کرنے کا اصرار کر رہے تھے۔ جب سادھنا کے کمرے سے ایک کربناک چیخ نے ہم دونوں کی توجہ اپنی سمت مبذول کر لی تھی۔" میں نے جان بوجھ کر پروفیسر کی بات کاٹ کر قدرے خشک انداز میں کہا۔ "ہم دونوں ہی سادھنا کی خوابگاہ میں داخل ہوئے تھے جہاں ہم نے ایک خطرناک منظر دیکھا تھا۔ میں نے ایک ہمدرد اور دوست کی حیثیت سے سادھنا کو اس خونخوار بلے سے بچانے کی کوشش کی تھی لیکن تم نے یہ کہہ کر مجھے اپنے گھر سے چلے جانے کو کہا تھا کہ تم اپنے نجی معاملات میں دوسروں کی مداخلت برداشت نہیں کرتے...... کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے کہ اس خطرناک سچویشن سے تمہارا کون سا ذاتی معاملہ وابستہ تھا؟"

"میں......" پروفیسر ایک لمحے کو ہچکچایا۔ پھر بات بنا کر بولا۔ "مجھے خطرہ تھا کہ کہیں تمہاری جلد بازی سادھنا کی موت کا سبب نہ بن جائے۔"

"ممکن ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن مجھے تمہارا وہ انداز پسند نہیں آیا تھا۔" میں نے کھنچے کھنچے لہجے میں جواب دیا۔ "میں بعد میں تم سے شکوہ کرنا چاہتا تھا لیکن گنگولی کی زبانی معلوم ہوا کہ تم اچانک سادھنا کو لے کر کہیں چلے گئے ہو......"

"اگر تمہارے من میں ابھی تک اس بات کا میل ہے تو مجھے شما کر دو۔" پروفیسر نے پھر کینچلی بدلی۔ "ہم متر بن کر رہیں تو ایک دوسرے کے زیادہ کام آسکتے ہیں۔"

"سادھنا اب کیسی ہے......؟" میں نے روانی میں پوچھ لیا۔ پروفیسر کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔ اس نے ایک پل کو مجھے ٹٹولتی نظروں سے دیکھا' پھر خود پر قابو پاتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

"سادھنا کو بھی مجھ سے شکایت ہے کہ اس روز میں نے تم سے تیز لہجے میں بات کیوں کی تھی۔ وہ اکثر تمہارا ذکر کرتی ہے۔"

"میں پہلی فرصت میں اس سے ملنے آؤں گا لیکن اس شرط پر کہ تم دوبارہ کبھی میرے اور اس کے معاملے میں مداخلت کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"ضرور آنا میجر......" پروفیسر نے ذومعنی انداز میں کہا۔ "میں اس بار بھرپور انداز میں تمہارا سواگت کروں گا۔"

"تم کس غرض سے ہسپتال آئے تھے؟" میں نے بے تکلفی سے دریافت کیا۔

"میں بھی کسی سے ملاقات کرنے آیا تھا لیکن......" پروفیسر نے اپنا جملہ مکمل نہیں کیا لیکن اس کی آنکھوں میں ابھرنے والی شیطانی چمک اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ وہ جان بوجھ کر میرا تجسس بڑھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"لیکن کیا......؟" میں نے لاپروائی سے مسکرا کر پوچھا۔ "کیا اس نے ملنے سے انکار کر دیا؟"

"نہیں......" اس بار اس نے سرسراتے لہجے میں کہا۔ "ایسا نہیں ہے' اگر میں اسے ملتا تو اس کا من اور ویاکل ہو جاتا' اسی کارن میں نے اسے کچھ سمے کیلئے ڈھیل دی دی ہے۔"

"مسز مارگریٹ کے بارے میں تمہارا علم اب کیا کہتا ہے؟" میں نے سنجیدگی سے اسے چھیڑا۔ "کیا اب وہ بے خوف ہو کر گھر جا سکتی ہے؟"

"ہاں...... ابھی دیوتا اس پر مہربان ہیں' اس لئے اس کے انتم سنسکار کا سمے ٹل گیا ہے۔" پروفیسر نے سردمہری سے جواب دیا۔

"کیا تم میری درخواست پر اس کا ہاتھ دیکھنا پسند کرو گے؟" میں نے پروفیسر کو کھنگالنے کی خاطر سنجیدگی سے کہا۔

"کیا جاننا چاہتے ہو اس کے بارے میں؟" پروفیسر نے مجھے غور سے دیکھا۔

"یہی کہ کیا اس نے واقعی اپنے مردہ شوہر کو زندہ حالت میں دیکھا تھا......"

"ٹھٹھول بازی کر رہے ہو......؟" پروفیسر بل کھا کر بولا۔ "کیا تم نے خود اپنی نظروں سے جگن ناتھ ترپاٹھی کی آتما کو اپنے متر (دوست) کے روپ میں اچھل کود کرتے نہیں دیکھا تھا؟"

"دیکھا تھا پروفیسر......" میں نے اسے اکسانے کی خاطر جواب دیا۔ "لیکن اس کی اچھل کود کسی کام نہ آسکی۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو......" پروفیسر نے سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ "پرنتو ایک بات دھیان میں رکھنا' کبھی دن بڑا ہوتا اور کبھی رات' سے سدا ایک سمان نہیں رہتا۔"

"تم نے یہ نہیں بتایا کہ تم اچانک سادھنا کو لے کر کہاں چلے گئے تھے......؟" میں نے پھر اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"سارا کھوج یہیں کھڑے کھڑے لگا لو گے؟ فرصت میں گھر آنا' پھر کھل کر اطمینان سے باتیں ہوں گی۔" پروفیسر نے تیور بدل کر معنی خیز انداز میں جواب دیا۔ پھر اس سے پیشتر کہ میں کچھ کہتا' وہ مجھ سے کترا کر تیز تیز قدم اٹھاتا آگے نکل گیا۔

پروفیسر کو اس وقت ہسپتال میں اچانک دیکھ کر مجھے تعجب ہی ہوا تھا۔ وہ جس انداز میں میرے سامنے آیا تھا' اس نے مجھے گڑبڑا دیا تھا۔ اگر نادیدہ قوت نے بروقت مجھے محتاط رہنے کی تلقین نہ کی ہوتی تو ممکن تھا میں جذبات میں زبان سے کوئی ایسی بات کہہ جاتا جو پروفیسر کیلئے کارآمد ثابت ہوتی۔ میں نے جان بوجھ کر سادھنا کا ذکر اسی غرض سے چھیڑا تھا کہ اسے مجھ پر جو شبہ تھا' وہ دور ہو جائے۔ وہ میری اکثر بات سن کر چونکا تھا' پھر اس نے بڑے معنی خیز انداز میں کہا تھا کہ سادھنا بھی مجھے یاد کرتی ہے۔ اس نے مجھے خاص طور پر گھر آنے کی دعوت دی تھی۔ میں بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ کیا سادھنا زندہ ہوگی؟

"ذہن کو بلاوجہ الجھانے کی کوشش مت کرو۔" نادیدہ آواز پھر میرے کانوں میں گونجی۔ "سادھنا کی زندگی اور موت کے بارے میں جتنا کریدو گے' تمہاری پریشانی بڑھتی جائے گی۔"

"لیکن میں نے......"

"ہاں' تم نے اسے مار دیا ہے۔" نادیدہ شخص نے میرے دل کی بات سمجھ کر تیزی

سے کہا۔ "لیکن ممکن ہے پروفیسر کی طاغوتی قوتیں اسے دوبارہ زندہ کر کے تمہارے سامنے پیش کر دیں۔"

"یہ ناممکن ہے۔" میں نے جذباتی انداز اختیار کیا۔

"ممکن اور ناممکن کا خیال ذہن سے نکال دو۔" اس نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "جگن ناتھ ترپاٹھی کی بدروح کو تم اپنے عزیز دوست کی شکل میں اچھل کود کرتا دیکھ چکے ہو۔ اسی ہسپتال میں تم نے پروفیسر کو پہلے ڈاکٹر ارشد اور پھر مرحوم ولیم کے روپ میں دیکھا ہے۔ کیا یہ ممکن تھا؟ میری بات غور سے سنو' جو ایک بار مر جائے' وہ دوبارہ اس دنیا میں سامنے نہیں آسکتا...... اور جو نظر آجاتا ہے' وہ محض نظروں کا فریب ہوتا ہے۔ شیطانی اور ماورائی قوتوں کی شعبدہ بازی ہوتی ہے۔ تم نے سڑکوں کے کنارے شعبدہ بازوں کو مجمع لگاتے دیکھا ہوگا۔ وہ جو ناقابل یقین منظر دکھاتے ہیں' وہ حقیقت نہیں۔ محض نظربندی ہوتی ہے......"

"کیا سادھنا کی موت بھی محض نظروں کا فریب تھا؟" میں نے کسی فوری خیال کے تحت دھڑکتے دل سے پوچھا۔ "اس کے آدھے جسم کا نظروں سے غائب ہو جانا اور باقی نصف کا سرد ہو کر اکڑ جانا' کیا وہ سب بھی طاغوتی قوتوں کی شعبدہ بازی تھی؟"

"میں تمہارے تمام سوالات کا جواب نہیں دے سکتا۔ میرے اوپر بھی کچھ پابندیاں عائد ہیں۔ میں ان کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔"

"تم نے کہا تھا کہ تم پروفیسر کے مقابلے میں زیادہ طاقتور ہو......؟"

"ہاں' میں نے غلط نہیں کہا تھا۔"

"لیکن اسے مارنا تمہارے دائرہ اختیار میں نہیں ہے۔" میں نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم بتا سکتے ہو کہ پروفیسر کی موت کس کے ہاتھوں لکھی ہے؟"

"تم بھی اسے مار سکتے ہو......لیکن میں کوشش کروں گا کہ تمہارے ہاتھ خون سے نہ رنگنے پائیں تو بہتر ہے۔" اس نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں چاہتا ہوں کہ تم اس وقت بھی مجھے ایک دوست کی حیثیت سے یاد رکھو جب تمہارا ذہن منطقی اعتبار سے میرے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے۔"

"میرے ایک سوال کا جواب دو گے......؟" میں نے دل ہی دل میں اس سے

سوال کیا۔

''پوچھو......؟''

''کیا تم مجھے مادی شکل وصورت میں بھی نظر آسکتے ہو؟''

''حالات پر منحصر ہے۔'' اس نے گول مول جواب دیا۔ ''میں اب جا رہا ہوں۔ پروفیسر سے زیادہ دیر غافل رہنا مناسب نہیں ہے۔ تم میری باتوں کا خیال رکھنا' کسی موقع پر بھی خود کو پروفیسر کے سامنے کمزور ظاہر کرنے کی کوشش مت کرنا ورنہ کھیل بگڑ جائے گا۔''

میں نے جواب میں اسے فوری طور پر مخاطب کیا مگر دوسری سمت سے خاموشی ہی رہی' شاید وہ جا چکا تھا یا میری باتوں کا مزید جواب دینا اس کی مصلحتوں کے خلاف تھا۔ میں کچھ دیر خاموش کھڑا رہا۔ پھر پرائیویٹ وارڈ کی جانب چل پڑا۔ مسز مارگریٹ کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ بڑی بے چینی سے میری راہ دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر خوشی اور حیرت کا ملا جلا احساس چھلک رہا تھا۔ وہ اپنے بستر پر نیم دراز تھی۔ ڈیوٹی نرس اس کے لئے کوئی انجکشن تیار کر رہی تھی۔

''نرس......'' میں نے نرس کے قریب جا کر دریافت کیا۔ ''اب میری مریضہ کی طبیعت کیسی ہے؟''

''شی از آل رائٹ'' نرس نے اپنے ہونٹوں پر پیشہ وارانہ مسکراہٹ بکھیر کر جواب دیا۔ ''یہ انجکشن محض سکون اور طاقت کے لئے ہے' آپ پریشان نہ ہوں۔''

نرس انجکشن لگا چکی تو مسز مارگریٹ نے اسے مخاطب کیا۔

''میرا حلق خشک ہو رہا ہے' کیا تم میرے لئے کوئی فرحت بخش مشروب مہیا کر سکتی ہو......؟''

''آپ آرام سے لیٹیں میں ابھی اسکوائش لاتی ہوں......'' نرس انجکشن کا سامان درست کرنے کے بعد کمرے سے گئی تو مسز مارگریٹ نے تیزی سے کہا۔ ''میجر' میں بڑی شدت اور بے چینی سے تمہاری واپسی کی راہ دیکھ رہی تھی۔''

''خیریت......''

''وہ......ولیم' ابھی کچھ دیر پیشتر یہاں موجود تھا۔'' اس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے مدھم لہجہ اختیار کیا۔ ''اس نے مجھے سچے دل سے معاف کر دیا ہے۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ

اب دوبارہ کبھی مجھے پریشان نہیں کرے گا اور......'' وہ اپنا جملہ مکمل نہ کر سکی' بے چین نظر آنے لگی۔

''اور کیا......؟'' میں نے اس کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے دریافت کیا۔

''اس نے یہ شرط بھی ختم کر دی ہے کہ میں تمہاری جان لینے کی کوشش کروں لیکن......وہ......وہ کہہ رہا تھا کہ تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔''

''میری فکر نہ کریں......'' میں نے لاپروائی سے مسکرا کر کہا۔ ''موت اور زندگی صرف خدا کے اختیار میں ہے۔ ولیم یا اس کی بدروح میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔''

''میں جاننا چاہتی تھی کہ وہ تمہارا دشمن کیوں بن گیا ہے جبکہ میرے خیال میں تم اسے کبھی نہیں ملے۔ نہ ہی تم نے اس کا کچھ بگاڑا ہے مگر نرس کی موجودگی میں اس نے مجھے زبان بند رکھنے کی تاکید کر دی تھی' اس لئے میں خاموش رہی۔''

''مسز مارگریٹ......'' میں نے ٹھوس لہجے میں دریافت کیا۔ ''کیا آپ نے اس کے سامنے پریشان ہونے یا گھبرانے کا مظاہرہ تو نہیں کیا......؟''

''نہیں......'' اس نے غیر یقینی انداز میں کسمسا کر جواب دیا۔ ''اس کی آنکھوں میں کچھ ایسی کشش تھی کہ میں صرف اس کی بات سن سکتی تھی' کوئی جواب نہیں دے سکتی تھی۔ مجھے حیرت ہے کہ وہ نرس کی موجودگی میں بھی خاصی بلند آواز میں مجھ سے باتیں کر رہا تھا لیکن نرس کو ایک لمحے کو بھی کمرے میں میرے سوا کسی دوسرے کی موجودگی کا احساس تک نہیں ہوا۔''

''میں نے آپ سے غلط نہیں کہا تھا......'' میں نے اسے پھر یقین دلانے کی کوشش کی۔ ''ولیم اب آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔''

''میجر......'' مسز مارگریٹ نے تجسس کا اظہار کیا۔ ''کیا تم جانتے ہو کہ وہ مجھے کیوں پریشان کر رہا تھا......؟''

نرس سکوائش کا گلاس لئے دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی تو میں جواب دینے کی زحمت سے بچ گیا۔ اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ پروفیسر ورما کچھ دیر پیشتر ہسپتال میں کیوں آیا تھا......!!

☆......☆......☆

مسز مارگریٹ کو ہسپتال سے گھر منتقل کرنے کے بعد نہ صرف مجھے ایک طرح کا قلبی سکون ملا تھا بلکہ خود مسز مارگریٹ بھی خاصی مطمئن ہو گئی تھی۔ انسپکٹر وہاب خان نے اپنے عملے کو واپس بلا لیا تھا لیکن وہ پوری طرح مطمئن نہیں تھا۔ جمال احمد فاروقی کے گھر پر جگن ناتھ ترپاٹھی کی بدروح والے سانحے کے بعد گیارہویں شاہراہ پر ایک مفلوک الحال اور لاوارث شخص کی پراسرار موت کے حادثے نے بھی اسے اتنا متاثر نہیں تھا جتنا وہ مسز مارگریٹ کے سلسلے میں الجھ رہا تھا۔ اس کی الجھن بلاوجہ نہیں تھی۔ اس کا خیال تھا کہ کسی نے محض پولیس کو پریشان کرنے کی خاطر مسز مارگریٹ کی پراسرار ہلاکت کی پیشین گوئی کی تھی لیکن جب میں نے بھی اسے ایک موقع پر مصلحتاً یہ بتایا کہ مجھے بھی اسی قسم کا فون موصول ہوا ہے تو وہ بڑی سنجیدگی سے مسز مارگریٹ کی زندگی بچانے کی خاطر آمادہ ہو گیا لیکن ہسپتال میں کوئی ایسا حادثہ پیش نہیں آیا' البتہ انسپکٹر میری طرف سے کچھ مشکوک ضرور ہو گیا جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ میں نے اسے بڑی سنجیدگی سے مسز مارگریٹ کے تحفظ کی خاطر مجبور کیا تھا' دوسرا سبب وہ اچانک حملہ تھا جو مسز مارگریٹ نے اس پر جنونی حالت میں کیا تھا۔ انسپکٹر کا خیال تھا کہ غالباً میں مسز مارگریٹ کو موصول ہونے والے فون اور ہسپتال میں ہونے والے حملے کے سلسلے میں کسی نہ کسی بات سے ضرور واقف ہوں لیکن اس پر ظاہر نہیں کر رہا ہوں۔

انسپکٹر کا خیال غلط بھی نہیں تھا۔ میں نے شیلا سے ہونیوالی ناقابل یقین ملاقات کے بعد ہی کسی فون کال کا بہانہ تراشا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ شیلا نے میرے ایک سوال کے جواب میں بڑے وثوق سے کہا تھا کہ مسز مارگریٹ صرف تین چار روز کی مہمان رہ گئی ہے۔ پروفیسر نے اس کی جنم کنڈلی دیکھنے کے بعد جو بات کہی تھی' وہ پتھر کی لکیر تھی۔ میں شیلا سے اپنی ملاقات کا یقین انسپکٹر کو کس طرح دلاتا جبکہ میں خود حیرت سے دوچار تھا۔ رہا

ہسپتال میں ہونے والے حملے کا معاملہ تو میں اس سے واقف ہو چکا تھا۔ سادھنا کے قتل ہونے کے بعد پروفیسر نے مجھے اور مسز مارگریٹ دونوں کو ایک تیر سے شکار کرنے کی خاطر اپنی طاغوتی قوتوں کے ذریعے انسپکٹر پر جان لیوا حملہ کرانے کی چال چلی تھی جسے نادیدہ قوت نے ناکام بنا دیا تھا۔ میں اگر ان دونوں باتوں کے بارے میں انسپکٹر کو بے حد سچائی سے بھی تمام حالات تفصیل سے سناتا تو بھی وہ یقین نہ کرتا۔ اس کی جگہ میں ہوتا تو شاید میں بھی ان باتوں پر کبھی یقین نہ کرتا۔ بہرحال انسپکٹر وہاب خان اور میرے درمیان دوستی کا جو رشتہ قائم ہوا تھا' اس میں ایک دراڑ سی آ گئی تھی۔ انسپکٹر نے کبھی کھل کر اس بات کا اظہار نہیں کیا تھا کہ وہ مجھ سے کسی بات پر شاکی ہے لیکن میں اس کے معنی خیز اور ذومعنی جملوں سے اس بات کا اندازہ بہرحال لگا چکا تھا کہ اس کے خیالات میں ایک گرہ ضرور پڑ گئی ہے۔

اس وقت بھی میں اپنے آفس میں بیٹھا ایک اہم فائل کو نبٹا رہا تھا۔ جب میری لیڈی سیکرٹری زوبی نے انٹرکام پر اطلاع دی کہ انسپکٹر فون لائن پر موجود ہے۔ میں نے اسے ٹالنا مناسب نہیں سمجھا اور انٹرکام کا ریسیور اٹھا لیا۔ انسپکٹر وہاب نے حسب معمول بڑے دوستانہ انداز میں میری اور میرے کاروبار کی خیریت دریافت کی۔ کچھ دیر رسمی باتیں کرتا رہا' پھر دبی زبان میں بولا۔

''ویکلی کرائم گزٹ کا ایک نمائندہ مسز مارگریٹ کے سلسلے میں میرے دفتر کے کئی چکر لگا چکا ہے۔''

''کس سلسلے میں؟'' میں نے چونک کر دریافت کیا۔

''آپ نہیں جانتے مسٹر وقار' یہ کرائم رپورٹرز بھی بڑی افلاطونی طبیعت کے مالک ہوتے ہیں۔ بال کی کھال نکالنا اور رائی کا پربت بنانا ہی ان کا پیشہ ہے۔ نمک مرچ لگا کر خبروں کو عوام کے سامنے اس طرح پیش کرتے ہیں کہ جھوٹ پر حقیقت کا گمان ہوتا ہے۔ بڑی کھوجی طبیعت کے مالک ہوتے ہیں۔ دیمک کی طرح اندر ہی اندر سرنگ بنا کر اس طرح منزل تک پہنچ جاتے ہیں کہ کسی کو کان و کان خبر نہیں ہوتی۔ جس کی چاہیں پگڑی اچھال دیتے ہیں۔ ہم پولیس والوں کو بھی نہیں بخشتے۔ ہمیں مجبوراً ان سے بنا کر رکھنی پڑتی ہے ورنہ جان کو آ جاتے ہیں۔''

''میں اب بھی نہیں سمجھ سکا کہ کرائم گزٹ کے کسی رپورٹر کا مسز مارگریٹ سے کیا

تعلق ہوسکتا ہے جبکہ وہ ایک نیک خاتون ہے اور اچھی شہرت کی مالک بھی ہے۔''

''مجھے خود بھی حیرت ہے کہ وہ مسز مارگریٹ کے سلسلے میں مجھے بار بار کیوں کرید رہا ہے۔'' انسپکٹر نے بات گھما کر کہا۔ ''کسی نے سچ کہا ہے کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ ممکن ہے ہسپتال کے کسی نمائندے کے ذریعے کوئی بات لیک ہوگئی ہو۔ ہمارے اندر بھی سب پاکباز نہیں ہوتے۔ کئی کالی بھیڑیں بھی ہوتی ہیں جو دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹنے کی عادی ہوتی ہیں۔ ایک طرف خود کو نمک حلال ظاہر کرتی ہیں اور دوسری طرف اخباری نمائندوں کو بھی جھوٹی سچی خبریں دے کر کچھ نہ کچھ بٹور لیتی ہیں۔''

''لیکن میں......'' میں نے کچھ کہنا چاہا لیکن انسپکٹر نے بات کاٹ کر کہا۔

''آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں' وہ میں سمجھ رہا ہوں لیکن ان رپورٹر حضرات کو کون سمجھائے جو بار بار چبھتے لہجے میں یہ دریافت کرتے ہیں کہ فلاں بات کیوں ہوئی؟ کیسے ہوئی؟ اس کے پس منظر میں کس کا ہاتھ ہے؟ کون کون موٹی آسامیاں ملوث ہیں؟ وغیرہ وغیرہ کرائم گزٹ کو عوام میں جو مقبولیت حاصل ہے' اس سے آپ بھی بخوبی واقف ہیں۔'' انسپکٹر نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''جو نمائندہ بار بار چکر لگا رہا ہے' اسے اس بات کا علم ہے کہ پولیس کے سادہ لباس والے کچھ دنوں تک مسز مارگریٹ کی رہائش گاہ پر تعینات رہے ہیں۔ پھر ہسپتال میں بھی اس کی نگرانی پر مامور رہے ہیں۔ رپورٹر یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ کیس یا معاملے کی نوعیت کیا تھی جس کی وجہ سے سادہ لباس والے حرکت میں آگئے؟ پھر اس کو کسی طرح یہ بھی علم ہوگیا ہے کہ آپ جیسا شہرت یافتہ فوجی آفیسر اور معروف کاروباری شخص بھی مسز مارگریٹ کے سلسلے میں خاصی دلچسپی لے رہا تھا۔ یہ ساری خبریں اگر جلی سرخیوں کے ساتھ اخبار میں آگئیں تو نہ صرف مسز مارگریٹ کی ساری شہرت دھری کی دھری رہ جائے گی بلکہ مجھ سے بھی باز پرس شروع ہو جائے گی۔ آپ کا مسئلہ الگ ہے۔ آپ بڑے لوگ ہیں۔ اوپر کے جوڑ توڑ کر کے بچ جائیں گے لیکن میں......''

''انسپکٹر......'' میں نے بے حد سنجیدگی سے اس کی بات کاٹ کر دریافت کیا۔ ''کیا کوئی ایسا حل ہے کہ جو باتیں آپ مجھے بتا رہے ہیں' وہ اخبار میں نہ آسکیں؟''

''صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ کسی طرح ان کا منہ بند کر دیا جائے۔ دوسری صورت میں قانونی چارہ جوئی بھی ہوسکتی ہے لیکن اس میں ٹانگ زیادہ گھسیٹی جاتی ہے اور

بلاوجہ کی بدنامی کے سوا حاصل کچھ نہیں ہوتا۔''

''میں سمجھ گیا......'' میں نے پہلو بدل کر سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ ''منہ بند کرنے کے سلسلے میں کتنا چارہ استعمال کرنا پڑے گا؟''

''میرا خیال ہے کہ اگر آپ اس نمائندے سے براہ راست معاملات طے کرلیں تو......''

''میرے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔'' میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔ ''آپ اس سے بات طے کر کے مجھے فون کر دیں' میں کوشش کروں گا کہ میری وجہ سے بلاوجہ آپ کی اچھی خاصی شہرت کو کوئی دھچکا نہ پہنچے۔''

انسپکٹر نے میرے سرد لہجے کے بعد بات کو زیادہ طول نہیں دیا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ کرائم گزٹ کے رپورٹر کی آڑ لے کر مجھ سے ان باتوں کا جواب معلوم کرنا چاہتا تھا جو اس کو یقیناً الجھا رہی ہوں گی۔ جہاں تک انسپکٹر وہاب کی شخصیت کا تعلق ہے' میں اپنے تجربے کی روشنی میں یہ بات بڑے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ مجھے بلیک میلر نہیں لگا تھا۔ یاروں کا یار تھا لیکن مسز مارگریٹ کے سلسلے میں اس نے جو وقت برباد کیا تھا' وہ صرف اس کی وجہ جاننے کی خاطر مجھ پر ایک قسم کا ذہنی دباؤ ڈالنا چاہتا تھا تاکہ میں اسے تمام حقیقت سے آگاہ کر دوں۔ میری جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو شاید اس کے جھانسے میں آجاتا لیکن بات صرف مسز مارگریٹ کی نہیں تھی۔ اگر میں تفصیل میں جاتا تو پھر ان جڑوں کو بھی ہلانا پڑتا جو پورن ماشی کی اس بھیانک رات تک پھیلی تھیں جب میں نے ریجنٹ سینما سے واپسی پر چیٹر والے اور شیلا کے درمیان ایک ایسا ناقابل یقین اور ہولناک ناٹک دیکھا تھا جس کا چشم دید گواہ ہونے کے باوجود میں بھی ذہنی طور پر اس کی ماہیت کو قبول نہیں کرسکا تھا۔ مجھے اس بات کا بھی یقین تھا کہ انسپکٹر نے کرائم گزٹ کے کسی رپورٹر کی جو کہانی مجھے سنائی تھی' وہ بھی اس کی من گھڑت تھی۔ بہرحال میں نے طے کر رکھا تھا کہ انسپکٹر کو اصل صورتحال سے آگاہ نہیں کروں گا۔

انسپکٹر سے بات ختم کرنے کے بعد میں نے اپنے ڈائریکٹ فون سے مسز مارگریٹ کے نمبر ملائے لیکن اس سے رابطہ نہیں ہوسکا۔ اس کی ملازمہ نے بتایا کہ وہ مشنری کی کسی میٹنگ میں گئی ہوئی ہے اور دیر سے واپس آئے گی۔

شام کو میں حسب معمول دفتر سے اٹھا۔ روانگی سے قبل میرے بزنس منیجر نے مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ اس نے احتشام کے ساتھ تمام معاملات اپنی شرائط پر نہ صرف طے کر لئے ہیں بلکہ باقاعدہ لکھا پڑھی بھی مکمل کر لی ہے۔

"آپ کا ذاتی تجربہ کیا کہتا ہے احتشام کے بارے میں......؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"بہت زیادہ سنجیدہ شخصیت کا مالک نہیں دکھائی دیتا لیکن میرا خیال ہے کہ اس نے اتنی ٹھوکریں کھا لی ہیں کہ شاید اب سنبھل جائے۔" بزنس منیجر نے کہا۔ "یہ بات میں اپنے تجربے کی بنیاد پر ہی کہہ رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے میرا اندازہ غلط بھی ہو۔"

"اس سے محتاط رہنے کی کوشش کیجئے گا۔"

"ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں۔" بزنس منیجر نے پہلو بدل کر دریافت کیا۔

"کیا آپ اسے بہت عرصے سے جانتے ہیں؟"

"ہاں لیکن صرف اسی حد تک کہ اس کا نام احتشام ہے۔" میں نے دل میں اٹھنے والے غبار کو دباتے ہوئے کہا۔ "آپ کا اندازہ صحیح ہے۔ وہ ایک بھٹکا ہوا اور ناعاقبت اندیش شخص ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ اب اس کے اندر بردباری اور انسانیت پیدا ہو جائے۔ میری یہ خواہش محض اس لئے ہے کہ وہ میرے ایک ایسے دوست کی ہونے والی منگیتر کا شوہر بن گیا ہے جو میری ایک معمولی سی بھول کے سبب لڑائی کے میدان میں کام آ گیا تھا۔"

"ڈونٹ وری سر۔ میں کوشش کروں گا کہ اب وہ قدم جما کر ترقی کے راستوں کو طے کر سکے۔"

دفتر سے گھر پہنچ کر میں نے حسب معمول غسل کیا۔ پھر شام کی چائے پینے بیٹھا تھا کہ مسز مارگریٹ کا فون آ گیا۔ میں نے اس کی خیریت دریافت کی۔ پھر باتوں میں اس سے یہ بھی معلوم کر لیا کہ ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے سلسلے میں کسی واقف کار یا غیر متعلقہ شخص نے اس سے کوئی بات تو نہیں دریافت کی تھی۔ میرا اندازہ درست تھا' انسپکٹر وہاب خان نے میری زبان سے کچھ باتیں اگلوانے کی خاطر محض ایک ٹرمپ کارڈ استعمال کیا تھا۔

مسز مارگریٹ سے بات کرنے کے بعد میں سروسز کلب چلا گیا جہاں میں اکثر جاتا رہتا تھا۔ کلب سے تھکا ماندہ واپس آیا تو تنویر نے میز پر کھانا چن دیا۔ میں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا' پھر سونے سے پیشتر نیند کی ایک گولی بھی لے لی۔ دوسرے دن چھٹی تھی اور میں پوری طرح پرسکون نیند حاصل کرنے کا خواہشمند تھا۔ انسپکٹر وہاب کی باتوں نے میرے ذہن پر کوئی خوشگوار اثر مرتب نہیں کیا تھا۔ شاید اس لئے کہ میں ہمیشہ سے صاف گوئی کو پسند کرتا ہوں اور دو ٹوک فیصلے کرنے کا عادی رہا ہوں۔ لچھے دار باتیں مجھے کوفت میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ اسی کوفت کی شدتوں سے نجات حاصل کرنے کی خاطر مجھے بڑے عرصے بعد نیند کی گولی لینا پڑی ورنہ میں اس کا عادی نہیں تھا۔

خوابگاہ میں جانے سے پہلے میں نے تنویر کو خاص طور پر ہدایت کر دی تھی کہ صبح سے پیشتر مجھے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ مجھے یاد ہے' میں نو بجے اپنے بستر پر لیٹا تھا۔ ٹھیک سوا نو بجے میں نے نائٹ بلب آن کر کے تمام روشنیاں گل کر دی تھیں۔ اس کے بعد حسب معمول میں نے آیت الکرسی پڑھ کر اس کا حصار قائم کر لیا۔ پھر آنکھیں موند لیں۔ شاید نیند کی گولی کا اثر تھا جو نیند کا غلبہ بڑی تیزی سے میرے ذہن پر طاری ہونے لگا۔ میں کب نیند کی آغوش میں پہنچ کر تمام احساسات سے بے خبر ہوا' مجھے یاد نہیں لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ دوسری بار جب میرے ذہن نے کروٹ لی' اس وقت رات کے دو کا عمل تھا۔ کلاک کے گجر کی مانوس آواز مجھے بہت واضح طور پر سنائی دی تھی۔ میں نے خود کو پرسکون رکھنے کی خاطر کروٹ تبدیل کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس وقت میری چھٹی حس نے مجھے اس خطرے کا احساس دلایا کہ کمرے میں میں تنہا نہیں' میرے سوا کوئی اور بھی ہے۔ میں پہلے بھی یہ حقیقت تحریر میں لا چکا ہوں کہ کمرہ بند کر کے سونے کی عادت مجھے سخت ناپسند تھی۔ چنانچہ کسی کا کمرہ میں دبے قدموں آ جانا عین ممکن تھا۔ ذہن پر خطرے کا احساس ابھرا تو میں پوری طرح بیدار ہو گیا۔ میرا سروس ریوالور حسب دستور میرے تکئے کے نیچے موجود تھا مگر میں نے بوکھلا کر اٹھنے کی حماقت نہیں کی۔ آنکھیں کھولنے کی غلطی بھی نہیں کی۔ البتہ قوت ساعت پوری طرح چوکس تھی۔ کچھ دیر تک کمرے میں مکمل سکوت طاری رہا۔ پھر میں کسی دوسرے کی موجودگی کو وہم قرار دے کر اٹھنے کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ مجھے قدموں کی آہٹ بہت واضح طور پر سنائی دی۔ وہ جو کوئی بھی تھا' غالباً میرے بستر کے قریب کھڑا اس بات کا

اطمینان کر رہا تھا کہ میں نیند سے ہمکنار ہوں' پھر یقین آ جانے کے بعد ہی اس نے حرکت شروع کی تھی۔

میرے کان اس کے قدموں کی آواز پر لگے ہوئے تھے۔ میں بائیں کروٹ لیٹا تھا اور قدموں کی آواز داہنی جانب سے ابھر رہی تھی۔ اس جانب میرے کپڑوں کی الماری اور ڈریسنگ تھی۔ فوجی ملازمت کے دوران آگ اور خون کی ہولی کھیلتے کھیلتے مجھے اس بات کا تجربہ ہو گیا تھا کہ دشمن کس انداز میں اور کس ارادے سے پیش قدمی کرتا ہے۔ اسی تجربے کی بنیاد پر میرے ذہن میں پہلا خیال یہی ابھرا کہ خوابگاہ میں میرے علاوہ جو بھی موجود ہے' اس کا ارادہ مجھے ہلاک کرنے کا نہیں تھا ورنہ وہ اسی وقت مجھے موت کی نیند سلانے کی کوشش کرتا جب میرے قریب موجود تھا۔ مجھے سوتا سمجھ کر جو شخص بھی دوسری چیزوں کی طرف متوجہ ہوا' اس کا مقصد چوری کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا تھا۔ میرے لئے احتیاط بہرحال شرط تھی۔ اس لئے کہ زندگی بچانے کی خاطر پاؤں کے نیچے آ جانے والا حقیر کیڑا بھی کلبلا کر کاٹنے کی کوشش ضرور کرتا ہے۔ میر خوابگاہ میں چوری کے ارادے سے داخل ہونے والا یقیناً کسی اسلحہ یا ہتھیار سے بھی ضرور لیس ہو گا۔ دوسری جانب قدم اٹھاتے وقت بھی وہ مجھ سے قطعی بے خبر نہیں ہو سکتا تھا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھنے کی کوشش کرتا تو اس کا چوری کا ارادہ قتل کے ارادے میں بھی تبدیل ہو سکتا تھا۔

میں خاصی دیر تک دم سادھے لیٹا قدموں کی آہٹ کی سمت اور زاویوں کا اندازہ لگاتا رہا۔ یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ میں گھر پر نقدی یا دیگر قیمتی سامان رکھنے کا عادی نہیں تھا۔ اس قسم کی چیزیں میں بینک کے لاکر میں رکھتا تھا۔ چنانچہ مجھے اس بات کی زیادہ تشویش بھی نہیں تھی۔ کپڑوں کی الماری میں میرا پرس ضرور رکھا تھا جس میں ہزار پندرہ سو سے زیادہ رقم موجود نہیں تھی۔ بہرحال میں ایک کمانڈو کی تربیت بھی حاصل کر چکا تھا۔ اس لئے میں نے حفظ ماتقدم کے طور پر اپنا ہاتھ کسی چیونٹی کی طرح سرکا سرکا کر سروس ریوالور کے دستے تک پہنچا دیا تھا اور اب میں ایک سیکنڈ کے اندر قدموں کی آہٹ کی سمت فائر کر کے اپنے حریف پر واضح کر سکتا تھا کہ اس نے ایک فوجی آفیسر کے گھر چوری کا ارادہ کر کے یقیناً اپنی موت ہی کو دعوت دی تھی۔

وقت بڑی سست رفتاری سے گزر رہا تھا۔ قدموں کی آہٹ پورے کمرے میں

ابھرتی پھر رہی تھی۔ مجھے الماری کھلنے کی آواز بھی نہیں سنائی دی جس کا مطلب یہی تھا کہ جو شخص بھی کمرے میں موجود تھا' اسے نقدی یا قیمتی اشیاء کے بجائے کسی خاص چیز کی تلاش تھی۔ کمرے میں نائٹ بلب کی روشنی موجود تھی۔ اسے بند نہیں کیا گیا تھا اور یہ علامت اس بات کی نشاندہی بھی کرتی تھی کہ خوابگاہ میں موجود ہونے والے کو میری طرف سے زیادہ تشویش بھی لاحق نہیں تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اس نے شروع ہی سے مجھے کسی بے آواز ریوالور یا دوسرے آتشیں اسلحہ کے نشانے پر لے رکھا ہو اور کسی خطرے کی صورت میں مجھ سے زیادہ پھرتی کا ثبوت دینے کا عزم رکھتا ہو۔ اس کے علاوہ بھی کئی امکانات میرے ذہن میں کلبلا رہے تھے۔ جب قدموں کی آہٹ آہستہ آہستہ میری پشت سے گزر کر میرے سامنے کی جانب آتی محسوس ہوئی' میں نے پلکوں کے درمیان اس معمولی جھری کو بھی فوری طور پر بند کر لیا جس کے ذریعہ میں نگاہوں کی حدود میں آنے والی ہر شے کو بخوبی دیکھ رہا تھا۔

میرے دل کی دھڑکنیں پوری طرح معمول پر تھیں۔ میں نے فوجی تربیت کے درمیان صرف مارنا یا مر جانا سیکھا تھا۔ مجھے اپنے خدا پر ہمیشہ سے کامل یقین اور مکمل اعتماد تھا۔ وہ یقیناً ہر شے پر قادر ہے اور اس کے اشارے کے بغیر کوئی سوکھا پتہ بھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتا۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ میں موت کے تصور سے کبھی ہراساں نہیں ہوا۔ اس وقت بھی مجھے موت کا خوف لاحق نہیں تھا لیکن کسی نووارد کی اتنی رات گئے اپنے کاٹج میں بلااجازت موجودگی بھی منظور نہیں تھی۔ میں بڑے محتاط انداز میں قدموں کی آہٹ سے اس شخص کی نقل و حرکت کا اندازہ لگا رہا تھا جو ایک محتاط اندازے کے مطابق گزشتہ دس منٹ سے میری خوابگاہ میں کسی مخصوص شے کی تلاش میں سرگرداں تھا۔

اچانک قدموں کی آہٹ کی آواز آنا بند ہو گئی۔ میرے اندازے کے مطابق وہ اس وقت لان کی سمت کھلنے والی کھڑکی کے آس پاس کہیں موجود تھا۔ کھڑکی کے قریب میری راکنگ چیئر اور ایک گول میز رکھی تھی۔ میں اس میز پر اپنی دستی گھڑی' دیگر چھوٹی موٹی اشیاء یا زیر مطالعہ کتاب رکھ دیا کرتا تھا۔ مجھے یاد آیا' میں نے سونے سے پیشتر اس گول میز پر اپنی وہ دستی گھڑی اتار کر رکھی تھی جو مجھے ایک بزنس سیمینار کے دوران ایک غیر ملکی تاجر نے بطور تحفہ دی تھی۔ بازار میں اس کی قیمت ایک لاکھ کے لگ بھگ رہی ہو گی۔

"شاید آنے والے کو اسی گھڑی کی تلاش تھی۔" میں نے دل میں سوچا' پھر دوبارہ پلکوں کے درمیان ہلکی سی جھری پیدا کی تو یکلخت میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔

مجھے اپنی قوت بصارت پر شبہ ہوا۔ وہ ایک انسانی ہیولا تھا جس کا اوپری جسم فضا میں معلق تھا۔ نچلا دھڑ نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر میں نے زیادہ غور سے دیکھا تو حیرت سے میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ہر چند کہ مجھے جسم کے اوپری حصے کی پشت نظر آ رہی تھی لیکن میرا شعور اسے شناخت کر چکا تھا۔ وہ سادھنا کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کے آدھے جسم پر نظر آنے والا لباس وہی تھا جو میں نے مرتے وقت دیکھا تھا۔ اس کے لمبے بال اس کے شانوں پر جھاڑ جھنکار کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ اس نے میری دستی گھڑی سیدھے ہاتھ میں اٹھا رکھی تھی۔ میرے ذہن میں کئی سوالات ابھرے ......"اگر سادھنا کا آدھا جسم مرنے کے بعد پروفیسر کے کسی طاغوتی کمال کی وجہ سے دوبارہ زندہ ہو گیا تو پھر قدموں کی وہ آواز کس کی تھی جو میں سن رہا تھا؟......اس گھڑی میں ایسی کیا خاص بات تھی جسے وہ چہرے کے سامنے بلند کئے بغور دیکھ رہی تھی......اگر پروفیسر نے اسے اپنی شیطانی قوتوں کے ذریعہ میری خوابگاہ تک بھیجا تھا تو ممکن ہے' وہ خود بھی کہیں موجود ہو اور مری حرکات وسکنات دیکھ رہا ہو؟......نادیدہ آواز نے مجھے یہی بتایا تھا کہ میں سادھنا کو قتل کر چکا ہوں' پھر وہ زندہ کس طرح ہو گئی؟......کیا وہ سب کچھ نظروں کا فریب تھا' دھوکہ تھا' شعبدہ بازی تھی یا......؟"

اچانک فضا میں معلق نصف دھڑ نے اپنا رخ میری جانب کیا تو میرے دل و دماغ نے ایک لمحے کو کام کرنا بند کر دیا۔ وہ سادھنا ہی تھی جو اپنی خوابیدہ نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ ان آنکھوں میں کوئی تاثر نہیں تھا۔ اسکی نگاہوں کے درمیان وہ سوراخ بدستور موجود تھے جو میری فائرنگ سے پیدا ہوئے تھے۔ مجھے اپنا دل سینے کی گہرائیوں میں کہیں ڈوبتا محسوس ہوا۔ شاید میں کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا تھا۔ میرے ذہن کے کسی گوشے میں دبے ہوئے سادھنا کے تصور نے ابھر کر ایک خیال کو شاید حقیقت کا روپ دے دیا تھا۔ وہ سادھنا نہیں ہو سکتی تھی' میرا وہم تھی۔ پروفیسر سے ہسپتال میں ہونے والی معنی خیز گفتگو اور نادیدہ آواز کی وضاحتوں نے میرے اندر ایک خلش سی پیدا کر دی تھی۔ غالباً جو کچھ میں دیکھ رہا تھا یا محسوس کر رہا تھا' وہ اسی خلش کی ایک ڈراؤنی صورت تھی۔ پروفیسر کی

شرارت بھی ہو سکتی تھی۔ ممکن ہے اس نے مجھے خوفزدہ کرنے اور اعصابی طور پر کمزور کرنے کی خاطر اپنی طاغوتی قوتوں کی شعبدہ بازی کا مظاہرہ کیا ہو۔ نادیدہ قوت نے یہی کہا تھا کہ پروفیسر کو سادھنا کے قتل کی پشت پر صرف میرا ہاتھ نظر آ رہا ہے۔ وہ اپنے اس شبے کو یقین میں بدلنے کی خاطر مختلف داؤ پیچ لگا رہا ہوگا۔ جس روز پروفیسر سے میری ملاقات ہوئی تھی' اسی دن مسز مارگریٹ نے بھی مجھے بتایا تھا کہ ولیم نے اسے معاف کر دیا ہے۔ اس نے یہ شرط بھی ختم کر دی تھی کہ مسز مارگریٹ مجھے ہلاک کرے۔ اس نے کہا تھا کہ وہ خود مجھ سے انتقام لے گا' مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔

"نہیں میجر......تم دل میں جو کچھ سوچ رہے ہو' وہ غلط ہے۔" سادھنا کے ہونٹ متحرک نظر آنے لگے۔ اس کی آواز میرے کانوں سے ٹکرا رہی تھی۔ "میں کوئی دھوکا یا فریب نہیں......ایک زندہ حقیقت ہوں۔ تم جو کچھ دیکھ رہے ہو' وہ خواب نہیں ہے۔ اگر نائٹ بلب کی مدھم روشنی میں تمہیں میرا چہرہ صاف نظر نہیں آ رہا تو میں تمہاری خوابگاہ کی باقی روشنیاں بھی جلا دیتی ہوں۔"

سادھنا کی بات ختم ہوتے ہی کمرے کی روشنیاں آپ ہی آپ جل اٹھیں۔ اب شبے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ سادھنا کے جلتے ہوئے چہرے کے نقش و نگار مجھے صاف نظر آ رہے تھے۔ میں تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے سروس ریوالور نکال کر اس کا رخ سادھنا کے جسم ک طرف کر دیا۔

"بیکار ہے میجر......" اس نے سپاٹ اور خشک آواز میں مجھے مخاطب کیا۔ "تم ایک بار مجھے مار چکے ہو' دوبارہ تمہارے ریوالور کی گولیاں میرے لئے بیکار ہوں گی۔ یقین نہ آئے تو آزما کر دیکھ لو......"

"تم......تم اس وقت میری خوابگاہ میں کیا کر رہی ہو؟" میں نے اپنے اعصاب کو سمیٹتے ہوئے سوال کیا۔

"مجھے اپنے اس نصف جسم کی تلاش ہے جو تمہاری وجہ سے گم ہو گیا ہے۔" اس نے مجھے سپاٹ نظروں سے گھورتے ہوئے جواب دیا۔

"گم ہو گیا ہے؟" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

"ہاں......" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہمارے جسم مقدس دیوتاؤں کے حکم کے

بغیر کبھی فنا نہیں ہوتے۔ کبھی کبھی کھو جاتے ہیں' پھر ہمیں اس کھوئے ہوئے جسم کی تلاش کرنی پڑتی ہے۔ جب تک جسم مکمل نہ ہو' دیوتا ہم سے خوش نہیں ہوتے' ہم پر عتاب نازل کرتے رہتے ہیں۔"

"آدھے جسم کی گمشدگی کی وجہ سے شاید تمہاری یادداشت کو بھی گہرا صدمہ پہنچا ہے۔" میں نے اسے باور کرانے کی کوشش کی۔ "تمہارا جسم میری خوابگاہ میں نہیں' سول لائنز کے اس بنگلے میں غائب ہوا تھا جہاں تم پروفیسر کے ساتھ رہتی تھیں۔"

"مجھے یاد ہے لیکن اس کا تعلق تمہاری ذات سے ہے۔ اس لئے میں اس وقت تک تم سے وابستہ ایک ایک شے کو کھنگالتی رہوں گی جب تک مجھے اپنے جسم کا سراغ نہ مل جائے۔"

"پھر......کوئی سراغ ملا......؟"

"ابھی نہیں ملا......لیکن مل جائے گا۔" اس نے بڑے اعتماد سے کہا۔ "ہم جس دھرم سے تعلق رکھتے ہیں' اس میں انسان اپنی ہار کو کبھی تسلیم نہیں کرتا۔"

"تمہارا کیا خیال ہے' تمہارا جسم کہاں ہوگا؟" میں نے اسے کریدنے کی خاطر پوچھا۔

"میرا جسم مقدس دیوتاؤں کے پاس محفوظ ہے۔" اس نے یقین کا اظہار کیا۔ "مجھے صرف اس قوت کی تلاش ہے جس کے بل بوتے پر تم نے مجھے ایک مسلسل اذیت میں مبتلا کر رکھا ہے۔ میں اس وقت تک سکون کا سانس نہیں لوں گی جب تک تمہاری قوت کا راز نہ معلوم کر لوں۔"

"کیا تمہارے مقدس دیوتاؤں کو اس راز کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے جس کے ذریعے......؟"

"میجر......" سادھنا کی نگاہوں میں شعلے بھڑکنے لگے۔ "دیوتاؤں کی شان میں کوئی گستاخانہ زبان دوبارہ مت استعمال کرنا ورنہ میں تمہاری زندگی بھی جہنم بنا دوں گی......"

"کیا پروفیسر نے بھی تمہیں یقین دلایا ہے کہ میرے اندر کوئی ایسی قوت موجود ہے جو تم پر حاوی آ گئی تھی؟" سادھنا کے لہجے میں ایسی گھن گرج' ایسا یقین موجود تھا کہ میں نے موضوع بدل دیا۔

"پروفیسر......" سادھنا نے نفرت سے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "اس کی بات مت کرو۔"

"تمہیں تو بہت زیادہ اعتماد ہے پروفیسر پر......؟"

"ہاں......" اس نے مختصر جواب دیا لیکن اس کے چہرے پر ابھرنے والا کرب اس بات کی غمازی کر رہا تھا کہ وہ پروفیسر سے بہت زیادہ متنفر ہے۔

"لیکن پروفیسر نے مجھ سے تمہارے بارے میں کچھ اور کہا تھا۔" میں نے اپنی بات جاری رکھی۔ "اس نے مجھے اپنے کالج پر آنے کی دعوت دی ہے۔ اس نے کہا تھا کہ تم مجھے بہت یاد کرتی ہو۔ اس کی باتوں سے یہی لگتا تھا کہ تم پوری طرح سلامت ہو۔"

"مجھے باتوں میں الجھانے کی کوشش مت کرو۔" وہ تلملا کر بولی۔ "مجھے میرا جسم واپس کر دو ورنہ میں تمہیں بھی کسی کروٹ چین نہیں لینے دوں گی۔ تم میری طاقت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔"

"اس وقت تمہاری طاقت کہاں کھو گئی تھی جب میں نے تمہارے اوپر گولیاں داغی تھیں؟"

"اس وقت......" سادھنا کی نگاہوں میں غیض و غضب کا ایک شعلہ سا لپک کر رہ گیا۔ اس نے نفرت سے ہونٹ چباتے ہوئے بڑے سرد لہجے میں کہا۔ "اس وقت کسی پر زیادہ اعتماد نے مجھے دھوکہ دیا تھا......"

"تم اس سیاہ خونخوار بلے کی بات تو نہیں کر رہی ہو جو تمہارا محبوب ہے؟" میں نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"تم......" وہ چونکی۔ "تم اس کے بارے میں کیا جانتے ہو؟" اس کی نگاہوں میں چنگاریاں چٹخنے لگیں۔

"میں نے تمہیں اس کے ساتھ ایک محبوبہ کے انداز میں باتیں کرتے سنا تھا۔" میں نے دبی زبان میں کہا' پھر کچھ سوچ کر بولا۔ "لیکن شاید پروفیسر اس راز سے واقف نہیں ہے؟"

"تم پروفیسر کے سامنے اس سلسلے میں اپنی زبان بند ہی رکھو گے۔" وہ کھسیانی بلی کی طرح خونخوار لہجے میں بولی۔ "یہ میرا حکم ہے......"

"ایک درخواست میری بھی ہے۔" میں نے زہرخند لہجے سے جواب دیا۔

"وہ کیا......؟" اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔

"تم آئندہ اپنے اس آدھے جسم کے ساتھ میرے سامنے کبھی نہ آنا۔"

"تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔" وہ ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔

"پھر ہو سکتا ہے کہ میری زبان بھی کبھی پھسل کر تمہاری سعادت مندی کا راز کھول دے۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

وہ ایک لمحے تک فضا میں معلق مجھے خوفناک نظروں سے گھورتی رہی۔ پھر اس نے میری گھڑی کو غصے کے اظہار کے طور پر اس زور سے فرش پر مارا کہ وہ ریزہ ریزہ ہو گئی۔ مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ فرش پر دبیز قالین کی موجودگی کے باوجود گھڑی کا ریزہ ریزہ ہو جانا اس کی بے پناہ قوت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

میں نے جواب میں پھر اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کا نشانہ لیا لیکن قبل اس کے میں ٹریگر دباتا' اس کی نگاہوں سے بھڑکتے ہوئے شعلے کا ایک گولا نمودار ہو کر میری جانب طوفانی انداز میں لپکا۔ میری کمانڈو ٹریننگ کام آ گئی۔ میں نے بروقت خود کو اوندھے منہ فرش پر گرا دیا' پھر دوبارہ سنبھل کر اٹھا تو سادھنا کا آدھا دھڑ غائب ہو چکا تھا۔ میری گھڑی کے ٹکڑے قالین پر بکھرے پڑے تھے۔ پھر میں نے نظر گھما کر پشت کی سمت دیکھا تو میرے پورے وجود میں خوف کی ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ میری کپڑوں کی الماری کا ایک حصہ جل کر راکھ ہو چکا تھا۔ میرے لئے وہ سب کچھ ناقابل یقین تھا مگر میری آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی تھیں' میں اسے جھٹلا بھی نہیں سکتا تھا۔

میرا ذہن بری طرح چکرا رہا تھا۔ سادھنا کے کہے ہوئے جملے میرے وجود میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہے تھے۔ اسے اپنے نصف دھڑ کی تلاش تھی جو اس کے بیان کے مطابق گم ہو چکا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اس وقت تک مجھے چین سے نہیں بیٹھنے دے گی جب تک اس قوت کا راز نہ معلوم کر لے جس کے بل بوتے پر میں نے اس پر فائرنگ کرنے کی جسارت کی تھی۔ شیلا نے مجھ سے کہا تھا کہ اس نے مجھے چشر والے کے ہاتھوں نجات دلائی تھی۔ مرتے مرتے اس نے پروفیسر کی نگاہوں کے سامنے ایسا جال بن دیا تھا کہ پروفیسر کو میرے فرار ہو جانے کا علم نہیں ہو سکا۔ شیلا کے بعد نادیدہ قوت نے بھی اسی

بات کا دعویٰ کیا تھا کہ اس نے میری مدد کی تھی۔ اگر وہ بروقت مجھے فرار ہونے کا مشورہ نہ دیتا تو میں پروفیسر کے ہاتھوں بڑی اذیت ناک موت مارا جاتا۔

حقیقت کیا تھی؟ مجھے کس نے پروفیسر کے چنگل سے نجات دلائی تھی؟ شیلا اور نادیدہ قوت دونوں میں سے کون سچا تھا؟ کیا ان دونوں کا بھی آپس میں کوئی تعلق تھا؟ پروفیسر ورما نے بھی یہی کہا تھا کہ کوئی طاقت ایسی ضرور ہے جو میری مدد کر رہی تھی ورنہ جگن ناتھ ترپاٹھی کی بدروح کے ناپاک ہاتھوں میری موت یقینی تھی اور اب سادھنا کو اپنے نصف جسم کی تلاش میں بھی اسی قوت کی تلاش تھی جس کا کھوج لگانے کے بعد وہ اپنا کھویا ہوا جسم واپس حاصل کر سکتی تھی۔

میرے دل و دماغ میں ایک ہلچل بپا تھی۔ میری آنکھیں لکڑی کی ٹھوس الماری کے اس جلے ہوئے حصے کو دیکھ رہی تھیں جو چشم زدن میں سادھنا کی آنکھوں سے ابلنے والے شعلوں سے جل کر بھسم ہو گیا تھا۔ زندگی میں پہلی بار میں اپنے آپ کو بڑا بے دست و پا محسوس کر رہا تھا۔ میں نے کبھی ہار تسلیم نہیں کی تھی۔ ہمیشہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراتا رہا۔ آسمان سے برستے بم اور دشمن کی توپوں کی گھن گرج بھی مجھے کبھی خوفزدہ نہیں کر سکی۔ میں نے محاذ جنگ پر جو کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے' وہ بے مثال تھے لیکن طاغوتی قوتوں سے دست و گریباں ہونا میرے بس کی بات نہیں تھی۔

میں کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح فرش پر بیٹھا ناقابل یقین واقعات کی بکھری ہوئی کڑیاں ملا رہا تھا۔ جب میرے ذہن میں سیاہ بلے کا خیال ابھرا۔ سادھنا اسی کے تذکرے پر مشتعل ہو کر آپے سے باہر ہو گئی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ کسی کے اعتماد نے اگر اسے دھوکا نہیں دیا ہوتا تو وہ میری گولیوں کا نشانہ کبھی نہ بنتی۔ پھر سیاہ بلے کے حوالے سے وہ جنون کی کیفیت سے دوچار ہو گئی تھی۔ اس نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں سیاہ بلے سے اس کے ربط خاص کا ذکر پروفیسر کے سامنے کبھی نہ کروں...... گویا میرا اندازہ غلط نہیں تھا کہ وہ پروفیسر کے مقابلے میں زیادہ پراسرار شخصیت کی مالک تھی۔ اس نے اپنی قوت اور پراسرار صلاحیتوں کے ذریعے یقیناً پروفیسر کی نظروں کے سامنے ایک پردہ ڈال دیا تھا کہ اس کی جوتش ودیا اور دیوی دیوتاؤں سے حاصل کی ہوئی طاغوتی قوتیں بھی سادھنا کی اصلیت کو

نہیں بھانپ سکی تھیں لیکن ان تمام باتوں کے باوجود کوئی ایسا ٹرمپ کارڈ پروفیسر کے پاس موجود تھا جس نے سادھنا کو پروفیسر کے تسلط سے نکل جانے سے روک رکھا تھا۔ اس کی کوئی ایسی کمزوری ضرور تھی جو اسے پروفیسر کے سامنے بھیگی بلی رہنے پر مجبور کر رہی تھی۔ ''وہ مجبوری کیا تھی؟'' سادھنا نے میری گولیوں کا شکار ہونے سے پہلے اس آدھے جملے کو بھی مکمل کر دیا تھا جو تنویر کی زبان پر آتے آتے رہ گیا تھا۔ اس نے بڑی بے شرمی سے اقرار کیا تھا کہ اس کے اور پروفیسر کے درمیان باپ بیٹی کے علاوہ تمام رشتے قائم ہیں...... ''اگر وہ اپنی مرضی سے پروفیسر کی نفسانی خواہشات کی بھینٹ چڑھ رہی تھی تو پھر سیاہ بلے سے اس کا تعلق کس نوعیت کا تھا؟ کیا وہ خونخوار بلا بھی کسی ایسی شیطانی قوت کا مالک تھا کہ سادھنا اس سے دوستی رکھنے پر مجبور تھی؟ پروفیسر کی پراسرار قوتیں اس سیاہ بلے کا راز کیوں نہیں جان سکیں؟......یا......وہ سب کچھ جانتے بوجھتے بھی کسی مصلحت کی بنا پر کسی خاص وقت کا منتظر تھا؟''

میں اپنے خیالات میں غرق تھا۔ چتر والے اور شیلا کی ذات سے وابستہ بھیانک رات میں جنم لینے والی کہانی کے بعد سے پراسرار اور ناقابل یقین واقعات کا ایک ایک کردار میرے ذہن میں ابھر رہا تھا۔ مسز مارگریٹ نے مجھے اپنی زندگی کی جو ہولناک روداد سنائی تھی' وہ بھی میرے ذہن میں کلبلا رہی تھی۔ میری چھٹی حس بار بار مجھے اس پہلو پر غور کرنے پر اکسا رہی تھی کہ میں اپنے ساتھ پیش آنے والے حادثات سے مسز مارگریٹ کی کہانی سے بھی کسی تعلق کا کوئی پہلو تلاش کروں۔ میں نے ابھی اس پہلو پر غور کرنے کی کوشش شروع کی تھی کہ کسی کے قدموں کی آہٹ نے مجھے دوبارہ چونکا دیا۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا' تنویر خوابگاہ کے دروازے پر موجود تھا۔

''کیا بات ہے؟'' میں نے تنویر کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا' پھر تیزی سے اٹھا اور قدم بڑھاتا خوابگاہ سے باہر آ گیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تنویر اس وقت میری دستی گھڑی کے بکھرے ہوئے پرزوں یا جلی ہوئی الماری کے بارے میں کوئی سوال جواب کرے۔

''انسپکٹر وہاب تشریف لائے ہیں۔'' تنویر نے مجھے آگاہ کیا۔

''اتنی رات گئے؟'' میں نے خودکلامی کے انداز میں کہا۔

''آپ نے شاید انہیں فون کر کے آنے کو کہا تھا؟''

''میں نے......؟'' میرے ذہن کو ایک جھٹکا لگا۔ فوری طور پر میرے دماغ میں یہی خیال ابھرا کہ شاید سادھنا یا پروفیسر کی طاغوتی قوتیں میرا سکون برباد کرنے کی خاطر پوری طرح کمربستہ ہو چکی ہیں۔

''انسپکٹر نے یہی بتایا ہے کہ ابھی کچھ دیر پہلے آپ نے......''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے تنویر کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''تم انسپکٹر کو ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ' میں آتا ہوں۔''

دس منٹ بعد جب میں لباس تبدیل کر کے ڈرائنگ روم میں پہنچا تو انسپکٹر وہاب ایک صوفے پر بڑے اطمینان سے بیٹھا تھا۔ اس نے اٹھ کر بڑی گرم جوشی سے ہاتھ ملایا' پھر میرے اشارہ پر دوبارہ بیٹھتا ہوا بولا۔

''سب خیریت تو ہے میجر......؟''

''آپ کو اسوقت آنے میں کوئی زحمت تو نہیں ہوئی؟'' میں نے تنویر سے ہونے والی گفتگو کے پیش نظر بات نبھانے کی کوشش کی لیکن میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ انسپکٹر کو فون کرنا تو درکنار اس وقت میں سادھنا کے سلسلے میں ذہنی طور پر اتنا فلاش ہو چکا تھا کہ انسپکٹر کا تصور بھی میرے ذہن کے کسی گوشے میں نہیں ابھرا تھا۔

''زحمت کیسی' آپ نے یاد کیا۔ یہی میرے لئے کیا کم ہے۔'' انسپکٹر نے بڑے مہذب انداز میں کہا' پھر بڑی انکساری سے پوچھا۔ ''اتنی رات گئے میری کیا ضرورت پیش آ گئی؟''

''وہ......دراصل میں کرائم گزٹ کے رپورٹر کے سلسلے میں دریافت کرنا چاہتا تھا۔'' میں نے بات بنانے کی خاطر سنجیدگی سے کہا۔ ''کیا اس نے اپنا منہ بند رکھنے کی قیمت بتا دی ہے یا ابھی آپ نے اس سے بات نہیں کی؟''

''میرا خیال ہے کہ آپ کچھ زیادہ پریشان ہیں۔'' انسپکٹر نے مجھے ٹٹولتی نظروں سے گھورا۔ ''آپ نے مجھے جس مقصد سے فون کیا تھا' اس میں کسی اخباری نمائندے کا کوئی

ذکر نہیں تھا۔"

"اوہ......" میں نے اندھیرے میں دوبارہ تیر چلانے کی کوشش کی۔ "آپ کو اس وقت بلانے کی خاطر کوئی نہ کوئی بہانہ تو تراشنا تھا۔"

"گویا آپ نے فون پر بوکھلائی ہوئی آواز میں جو بات کہی تھی' وہ محض ایک بہانہ تھی؟"

"کیا کہا تھا میں نے......؟" میری زبان سے غیر اختیاری طور پر نکل گیا۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس اس وقت ہوا' جب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

"میجر وقار......" انسپکٹر نے ہونٹ چباتے ہوئے خشک انداز اختیار کیا۔ "کیا آپ اس وقت نشے میں تو نہیں ہیں؟"

میں سٹپٹا کر رہ گیا۔ فوجی ملازمت اختیار کرنے کے باوجود میں نے کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اس سلسلے میں مجھے کتنی دشواریاں جھیلنا پڑیں اور کیسے کیسے حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ میں اس کا ذکر مناسب نہیں سمجھتا لیکن اس وقت انسپکٹر کی زبان سے نشے کی بات سن کر میں تلملا اٹھا۔ میں نے بڑی مشکلوں سے اپنے اعصاب کو قابو میں رکھنے کی کوشش کی تھی۔

"کیا بات ہے میجر...... آپ نے میرے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا؟"

"کچھ ذاتی وجوہ کی بنا پر میں اس وقت ایک اعصابی کشمکش سے دوچار ہوں۔" میں نے پہلو بدل کر الجھتے ہوئے کہا۔ "لیکن آپ کا یہ اندازہ غلط ہے کہ میں نشے میں ہوں۔ میں نے اپنی زندگی میں کبھی اس حرام شے کو ہاتھ لگانے کی کوشش نہیں کی۔"

"آپ ایک ذمہ دار شخص ہیں' اس لئے میں آپ کی بات تسلیم کئے لیتا ہوں مگر اس کے باوجود میں آپ کی خوابگاہ کو ایک نظر دیکھے بغیر مطمئن نہیں ہو سکتا۔ کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیں گے؟" انسپکٹر نے چبھتے ہوئے انداز میں کہا تو بات میری سمجھ میں آ گئی۔ میرے سکون کو برباد کرنے کی خاطر سادھنا یا پروفیسر میں سے کسی ایک نے انسپکٹر کو میری خوابگاہ میں رونما ہونے والی واردات کی تفصیل بتا دی ہوگی۔ جو پراسرار قوتیں شکل وصورت تبدیل کر سکتی تھیں' وہ میری آواز کی نقل بھی کر سکتی تھیں۔

"ٹھیک ہے انسپکٹر......" میں نے کچھ سوچ کر سنجیدگی سے جواب دیا۔ "آپ میری خوابگاہ کا تفصیلی جائزہ لے سکتے ہیں' مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

میں اپنا جملہ مکمل کرتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا جو مجھے انسپکٹر کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اب انسپکٹر کے ساتھ کسی کسرنفسی سے کام نہیں لوں گا۔ جو بات ہوگی' دوٹوک ہوگی۔ جو ہوگا دیکھ لیا جائے گا۔

انسپکٹر میرے پیچھے پیچھے قدم اٹھاتا آ رہا تھا۔ میں پوری طرح اپنے اعصاب کو کنٹرول کر چکا تھا۔ خوابگاہ کے دروازے پر پہنچ کر میں ایک لمحے کو رکا پھر میں نے ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھول دیا لیکن پہلا قدم اندر رکھتے ہی میں ششدر رہ گیا۔ میرے اعصاب پھر بکھرنے لگے۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے کبھی شیشے کی گول میز پر رکھی ہوئی اپنی دستی گھڑی کو صحیح سالم حالت میں دیکھ رہا تھا اور کبھی میری نگاہ لکڑی کی اس الماری پر بھٹکنے لگتی جس کا ایک حصہ کچھ دیر پیشتر جل کر خاک ہو چکا تھا۔ مگر اب وہاں دھوئیں کی ایک معمولی سی کلونس بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ میرا دل چاہا کہ پاگلوں کی طرح اپنے بال نوچنا شروع کر دوں۔

"یہاں تو سب کچھ ٹھیک ٹھاک نظر آ رہا ہے......" انسپکٹر کی چبھتی ہوئی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "آپ نے تو فون پر عجیب وغریب نقشہ پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"آپ کو میری طرف سے یقیناً کسی اور نے......" میں نے انسپکٹر کو قائل کرنے کی خاطر پورے طمطراق سے ایک بھرپور جملہ سنانے کی کوشش کی لیکن میں اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ انسپکٹر پر نظر ڈالتے ہی مجھے یوں لگا جیسے پورا ماحول میری نگاہوں کے سامنے گردش کر رہا ہو' میرا ذہن چکرا کر رہ گیا۔

میرے برابر انسپکٹر کے بجائے ایک خوبصورت اور دراز قد نوجوان کھڑا مسکرا رہا تھا۔ وہ گٹھے ہوئے جسم اور مضبوط ارادوں کا مالک نظر آ رہا تھا۔ اس کی نگاہوں میں بڑی مقناطیسی کشش موجود تھی۔ ڈھیلے ڈھالے سادہ لباس میں بھی وہ بڑا پروقار نظر آ رہا تھا۔ اس کی عمر کا تخمینہ میں نے تیس اور پینتیس کے درمیان لگایا۔ میں ابھی اپنے ہوش وحواس پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا کہ تنویر نے سامنے آ کر دریافت کیا۔

"سر...... کیا انسپکٹر صاحب تشریف لے گئے؟"

"کہہ دو کہ انسپکٹر جلدی میں تھا' اس لئے چلا گیا......" میرے کانوں میں نادیدہ شخص کی مانوس آواز گونجی۔ "تمہارا ملازم مجھے نہیں دیکھ سکتا۔"

میرے دل کی دھڑکنیں تیز سے تیز تر ہو گئیں۔ میں نے تنویر کو ٹال دیا' پھر نوجوان کو دیکھنے لگا۔

"پریشان مت ہو میرے دوست۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہسپتال میں تم سے آمنا سامنا ہو جانے کے بعد پروفیسر تمہیں نفسیاتی طور پر اس قدر کمزور کر دینے کے بارے میں غور کر رہا ہے کہ تم اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دو۔ سادھنا کے آدھے جسم کو اسی نے تمہاری خوابگاہ میں بھیجا تھا۔"

"تو کیا میں نے جو کچھ دیکھا' وہ......"

"درست تھا......" نوجوان نے بدستور ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "سادھنا کی پراسرار قوتیں کسی طرح بھی پروفیسر سے کم نہیں ہیں۔ کوئی وجہ ہے جو وہ پروفیسر کے ہاتھوں میں کھلونا بن گئی ہے ورنہ دس پروفیسر مل کر بھی اسے قابو میں نہیں کر سکتے تھے۔" نوجوان نے اپنی بات جاری رکھی۔ "میں نے تمہاری گھڑی اور جلی ہوئی الماری کو دوبارہ اصلی حالت میں لا کر پروفیسر کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ تمہارے قبضے میں بھی کوئی ایسی قوت ہے جس کی موجودگی میں اس کا کوئی وار تم پر کارگر نہیں ہو سکتا۔"

"کیا تم میری ایک بات کا جواب دو گے......؟"

"پوچھو......"

"اس وقت تم کہاں تھے جب سادھنا کے آدھے دھڑ نے میری خوابگاہ میں قدم رکھا تھا؟" میں نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے قدرے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ "اگر اس کی نگاہوں سے نکلنے والا آگ کا گولا میرے جسم سے ٹکرا جاتا تو......"

"اگر ایسا ہوتا تو تمہارا وجود یقیناً ریت کے گھروندے کی مانند مسمار ہو کر مٹی میں مل جاتا۔" نوجوان نے صاف گوئی سے جواب دیا۔ "جس وقت سادھنا تمہاری خوابگاہ میں آئی' اس وقت میں کہیں اور تھا۔ مجھے اس بات کی امید نہیں تھی کہ پروفیسر اچانک جنونی

حرکتوں پر اتر آئے گا ورنہ میں اس کا بندوبست پہلے ہی کر دیتا۔ بہر حال مجھے اپنی غلطی اور کوتاہی کا احساس ہے۔ اس لئے میں تمہیں ایک ایسی نایاب شے دے رہا ہوں جس کی موجودگی میں دنیا کی کوئی طاقت تمہیں گزند نہیں پہنچا سکے گی لیکن اس کے لئے تمہیں مجھ سے ایک وعدہ کرنا ہوگا۔"

"وہ کیا......؟"

"جب تک میں اجازت نہ دوں' تم اس شے کو دیکھنے کی غلطی نہیں کرو گے......"

نوجوان نے اپنا سیدھا ہاتھ میرے سامنے کر دیا جس میں سرخ رنگ کی ایک مختصر اور گول چرمی تھیلی موجود تھی۔ تھیلی کا منہ سنہری دھاگے سے بند تھا۔ "اس تھیلی کے اندر ایک ایسی حیرت انگیز شے موجود ہے جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ تمہاری اطلاع کے لئے یہ بھی بتا دوں کہ اس شے کی حیرت انگیز قوت اگر مجھ سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں ہے...... تم اسے اپنے پاس احتیاط سے رکھو' اس کی موجودگی میں کوئی طلسم' کوئی کالا علم یا طاغوتی طاقتیں تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گی۔"

میں نے اس چرمی تھیلی کو نوجوان کی ہتھیلی سے اٹھا لیا۔ اس کے اندر کوئی ٹھوس اور وزنی شے موجود تھی۔ میرے ذہن میں اس وقت بھی کئی سوالات ابھر رہے تھے لیکن قبل اس کے کہ میں کوئی سوال کرتا' نوجوان نے مسکرا کر بے تکلفی سے کہا۔

"میں تمہارے دل و دماغ کی کیفیت محسوس کر رہا ہوں۔ تمہارے اندر ایک کھلبلی سی مچی ہے۔ تم مجھ سے بہت کچھ معلوم کرنا چاہتے ہو۔ اس خبیث پروفیسر کے بارے میں بھی جس نے سادھنا کو اپنا بے دام غلام بنا رکھا ہے...... میں نے تم سے کہا تھا کہ پروفیسر کو کیفر کردار تک پہنچانا میرے اختیار سے باہر ہے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کی موت کس انداز میں واقع ہوگی۔"

"کیا تم مجھے بھی نہیں بتاؤ گے کہ وہ مردود کب جہنم واصل ہوگا؟"

"اس کا وقت قریب آ رہا ہے لیکن میں قبل از وقت کوئی بات زبان سے نکالنے کا مجاز نہیں ہوں۔"

"سادھنا نے کہا تھا کہ اس کا آدھا گمشدہ دھڑ دیوتاؤں کی تحویل میں محفوظ ہے

جسے دوبارہ حاصل کرنے کی خاطر اسے اس قوت کی تلاش ہے جو......"

"اس نے غلط نہیں کہا تھا۔ اس دنیا میں ہزاروں واقعات ایسے رونما ہوتے ہیں جس کی کوئی توجیہہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ مختلف مذہب اور قبیلے کے لوگ اپنے اپنے طور پر عبادت کرتے ہیں۔ ان کی رسمیں بھی الگ الگ ہوتی ہیں۔ ابھی بھی اس کرہ ارض میں کچھ ایسے مقام بھی ہوں گے جسے مہذب دنیا کے لوگ دریافت نہیں کر سکے ہوں گے۔ سمندروں کی گہرائیوں میں بھی کئی دنیائیں آباد ہیں۔" اس نے بڑی بلاغت سے جواب دیا۔ "سادھنا کا آدھا جسم بھی ان دیوتاؤں کے پاس محفوظ ہے جو بظاہر نظر نہیں آتے لیکن ہزاروں افراد ان کی پوجا کرتے ہیں۔ اپنے اپنے عقیدے کی بات ہے۔"

"تم مجھے خاصے تعلیم یافتہ معلوم ہوتے ہو؟" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"تم نے یہ نہیں دریافت کیا' میں انسپکٹر کے روپ میں کیوں آیا تھا؟" اس نے خوبصورتی سے میرے سوال کو نظرانداز کر دیا۔

"کیوں......؟"

"اس لئے کہ یہ جان سکوں کہ تم اس سے کس حد تک پریشان ہو۔"

"بات پریشانی کی نہیں ہے۔" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "میں مسز مارگریٹ اور کچھ دوسری وجوہات کے سبب اس کے سامنے زبان نہیں کھول سکتا ورنہ......"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں۔" اس نے لاپروائی کا مظاہرہ کیا۔ "انسپکٹر جو باتیں دریافت کرنا چاہتا ہے' وہ مجھے بھی پسند نہیں ہیں لیکن تم اب اس کی طرف سے مطمئن ہو جاؤ۔ آج کی رات اس کے لئے بھی بھاری ہے۔ وہ جس انداز میں کل پرزے نکال رہا ہے' وہی اس کے حق میں بھی وبال بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی برین واشنگ ضروری ہو جاتی ہے جو کسی کا بھید ضرورت سے زیادہ جاننا چاہتے ہیں۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "انسپکٹر کی برین واشنگ کیوں ضروری ہے؟"

"اس لئے کہ وہ مسز مارگریٹ کے ماضی میں دور تک جھانکنے کی حماقت کر رہا

ہے۔" اس بار نوجوان نے بڑے پراسرار لہجے میں کہا۔ "ایک رات کا انتظار اور کر لو' اس کے بعد وہ سب کچھ بھول چکا ہوگا۔"

میں اس کی بات سن کر چونکا۔ میرے ذہن میں مسز مارگریٹ کی وہ حیرت انگیز اور ہولناک کہانی گونجنے لگی جو اس نے ولیم کی موت کے سلسلے میں سنائی تھی۔ اس کے ساتھ ہی "تھوتھا" کا وہ تصور بھی کلبلانے لگا جو میرے لئے ناقابل یقین تھا۔ میں نے کسی خیال سے نوجوان کو بہت گہری نظروں سے دیکھا لیکن قبل اس کے کہ میں کوئی سوال کرتا' اس نے بے حد سنجیدگی سے مجھے مخاطب کیا۔

"میجر وقار' تم ذہین اور دلیر آدمی ہو۔ میں نے تمہیں دوست کہا ہے' اس لئے ایک مشورہ دے رہا ہوں۔ وہ افراد جو بلاوجہ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں' اکثر بڑے گھاٹے میں رہتے ہیں' صرف اپنے کام سے کام رکھو...... میری دونوں باتوں کا خیال رکھنا۔" اس نے قدرے توقف سے کہا۔ "میں نے تمہیں جو تھیلی دی ہے' اس کے اندر ایک ایسی پراسرار قوت بند ہے جو عین اس وقت تمہارے کام آئے گی' جب تمہیں اپنی زندگی کی کوئی امید باقی نہیں رہے گی۔ اس کا استعمال بہت سوچ سمجھ کر کرنا۔ ایک بار تھیلی کھلنے کے بعد وہ قوت دوبارہ تمہارے ہاتھ نہیں آئے گی۔ تم جو کچھ دیکھنا اس کے بارے میں دو سال تک کسی کے سامنے زبان کھولنے کی حماقت نہ کرنا...... دوسری بات غور سے سنو' تمہیں اب پروفیسر سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم جس انداز میں چاہو اس سے کھل کر باتیں کر سکتے ہو لیکن سادھنا کے قتل کے بارے میں کوئی بات زبان تک نہ لانا۔ اب وہ کام بھی سن لو جو میں تم سے لینا چاہتا ہوں۔ آج سے چار روز بعد تم رات کو دس بجے سے صبح دو بجے پروفیسر کو ایک لمحے کے لئے بھی اپنی نگاہوں سے دور مت ہونے دینا...... اگر وہ اس روز میرے بتائے ہوئے مقررہ وقت کے دوران تمہارے ہاتھ سے نکل گیا تو میری اور تمہاری دوستی بھی ختم ہو جائے گی۔"

"لیکن وہ پراسرار اور طاغوتی قوتوں کا مالک ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "نگاہوں کے سامنے سے کسی چھلاوے کی طرح اوجھل بھی ہو سکتا ہے۔"

"تم ہر حال میں اس کا تعاقب کرتے رہو گے......" نوجوان نے سرسراتے لہجے

میں کہا۔

”مگر وہ......“

”بحث مت کرو میجر۔“ اس نے ہونٹ چباتے ہوئے پہلی بار بڑے خوفناک انداز میں مجھے مخاطب کیا۔ ”جو ڈرامہ ایک بار تمہاری نظریں دیکھ چکی ہیں‘ وہ دوبارہ اسٹیج نہیں ہونا چاہیے ورنہ تمہاری موت بھی بڑی اذیت ناک ہوگی۔“

پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی وضاحت چاہتا‘ وہ میری نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

وہ رات بھی میری زندگی کی ان پریشان کن راتوں میں سے ایک تھی جب مجھے سکون کا ایک لمحہ بھی میسر نہیں آسکا۔ میں تمام رات ذہنی جمناسٹک کرتا رہا۔ پھر صبح کس وقت میری آنکھ لگی‘ مجھے یاد نہیں۔ البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ نیند کی وادیوں میں گم ہونے تک یہ خیال مجھے پریشان کرتا رہا تھا کہ میں پروفیسر کو چار گھنٹے تک اس کی پراسرار شیطانی قوتوں کے باوجود کس طرح اپنی نظروں کے سامنے رہنے پر مجبور کرسکوں گا جبکہ سادھنا اس سے زیادہ قوتوں کی مالک ہونے پر بھی اس کے اشاروں پر کسی وجہ سے ناچنے پر مجبور تھی......!!

☆......☆......☆

صبح بیدار ہوتے ہی میں نے کیلنڈر پر اس تاریخ کے گرد آتشی مارکر سے دائرہ بنا دیا جس دن مجھے پروفیسر کو ایک مقررہ وقت کے دوران اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دینا تھا۔ سرخ رنگ کی تھیلی میں جو پراسرار قوت بند تھی‘ اس کے سلسلے میں بھی میرا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔ نوجوان سے ہونے والی باتیں میرے ذہن میں رہ رہ کر ابھر رہی تھیں۔ میری چھٹی حس اسے ”تھوتھا“ ہی قرار دے رہی تھی لیکن یہ بات میری سمجھ سے باہر تھی کہ اگر وہ حقیقتاً ”تھوتھا“ ہی تھا تو پھر اسے میری مدد کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی؟ وہ پروفیسر کو ایک مخصوص رات کو چار گھنٹوں کے لئے میری نظروں میں کیوں رکھنا چاہتا تھا؟ اس کے علاوہ بھی بے شمار سوالات میرے دل و دماغ میں ابھر رہے تھے لیکن میں کوئی حتمی نتیجہ اخذ نہیں کر سکا۔

ناشتے کی میز پر تنویر حسب معمول میرا منتظر تھا۔ رات اسی نے مجھے انسپکٹر وہاب کے آنے کی اطلاع دی تھی لیکن میں نے اس سے کوئی سوال کرنے کے سلسلے میں جلد بازی نہیں کی۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ تنویر کا جواب نفی میں ہی ہوگا۔ میں خاموشی سے ناشتہ کرتا رہا اور اپنے بکھرے ہوئے اعصاب کو سمیٹنے کی کوشش کرتا رہا۔ حالات نے اچانک جو کروٹ لی تھی‘ اس نے مجھے الجھا دیا تھا۔

”سر......“ تنویر نے خلاف توقع مجھے مدھم لہجے میں مخاطب کرکے دریافت کیا۔ ”کیا آپ کو انسپکٹر وہاب کے بارے میں علم ہو چکا ہے؟“

”کس سلسلے میں......؟“ میں تنویر کی بات سن کر چونکا۔ مجھے گزشتہ رات نوجوان کی کہی ہوئی بات یاد آگئی۔ اس نے بڑے وثوق سے کہا تھا کہ وہ رات انسپکٹر کے لئے بھاری تھی۔ میں اس کی بات کا مقصد نہیں سمجھ سکا تھا۔ تنویر کی زبان سے انسپکٹر کا نام سن کر نہ

جانے کیوں میرے ذہن کو ایک دھچکا سا لگا۔

"ناشتے کے بعد آپ اخبار دیکھیں گے تو مکمل تفصیل بھی معلوم ہو جائے گی۔" تنویر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں نے صرف سرخی دیکھی ہے جس کے نیچے انسپکٹر صاحب کی تصویر بھی چھپی ہے۔"

"سرخی میں کیا لکھا ہے؟" میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ میں نے ہاتھ میں دبا ہوا توس واپس پلیٹ میں رکھ دیا۔

"وہ کسی وجہ سے اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے ہیں۔"

میں ناشتہ چھوڑ کر لاؤنج میں آ گیا جہاں بیٹھ کر میں روزانہ اخبار پڑھنے کا عادی تھا۔ انسپکٹر سے متعلق خبر زیادہ طویل نہیں تھی لیکن ایک اعتبار سے معنی خیز ضرور تھی۔ اخبار نے لکھا تھا کہ انسپکٹر وہاب گزشتہ رات آٹھ بجے اپنے تھانے میں بیٹھا کسی کیس کی تفتیش کر رہا تھا۔ جب اسے کسی کا فون موصول ہوا۔ فون پر دوسری جانب سے کہی جانے والی بات کچھ ایسی ہی ناقابل برداشت تھی کہ انسپکٹر کا پارہ ایک دم چڑھ گیا۔ اس نے فون کرنے والے کو مغلظات گالیاں بکنی شروع کر دیں۔ کمرے میں موجود ایک ہیڈ کانسٹیبل کے بیان کے مطابق انسپکٹر اور دوسری جانب سے فون کرنے والے کے درمیان کچھ دیر گالیوں اور دھمکیوں کا مقابلہ جاری رہا۔ پھر انسپکٹر نے طیش میں آ کر ریسیور اتنی زور سے کریڈل پر مارا کہ وہ کئی ٹکڑوں میں منقسم ہو گیا۔ گفتگو کے دوران انسپکٹر نے ایک بار پوری قوت سے چیخ کر کہا تھا کہ وہ "آکٹوپس" تو کیا دنیا کی کسی قوت کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے گا...... گفتگو کے بعد انسپکٹر کو کمرے میں ایک ملزم اور اپنے ماتحت عملے کے دو تین افراد کی موجودگی کا احساس ہوا تو وہ اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ اس کا چہرہ غصہ کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔ ٹہلنے کے دوران بھی اس نے ایک بار "آکٹوپس" کا نام لیا تھا۔ پھر یکلخت اس پر جنون کا دورہ پڑ گیا۔ اس نے اپنے لباس کو پھاڑنا اور سر کے بالوں کو پاگلوں کی طرح نوچنا شروع کر دیا۔ ماتحت عملے نے اگر انسپکٹر کو پکڑ نہ لیا ہوتا تو شاید وہ دیواروں سے اپنا سر مارنا شروع کر دیتا۔ خبر ملنے پر علاقے کے ایس پی نے تھانہ پہنچ کر حالات کا جائزہ لیا۔ پھر انسپکٹر کو فوری طور پر پولیس ہسپتال لے جایا گیا۔ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ پولیس سرجن اور دوسرے ماہرین نے اس یقین دہانی کے بعد کہ انسپکٹر اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے' اسے ذہنی مریضوں کے ہسپتال میں داخل

کرا دیا گیا ہے۔ پولیس کے ذرائع اس سلسلے میں رازداری سے کام لے رہے ہیں۔

میں نے اس خبر کو دو بار بہت غور سے پڑھا۔ میری نگاہوں کے سامنے شیلا کے پراسرار طور پر غائب ہو جانے والے بنگلے کے ڈرائنگ روم میں گول میز پر رکھا ہوا شیشے کا وہ باؤل گھومنے لگا جس کے اندر میں نے ایک گولڈن کلر کے آکٹوپس کو ہلکے نیلے رنگ کے پانی کے اندر تیرتا دیکھا تھا۔ اس کے جسم سے تیز شعائیں پھوٹ رہی تھیں...... میرا ذہن پھر چکرانے لگا۔ میں سوچنے لگا۔ "انسپکٹر کا آکٹوپس سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟ نوجوان نے یہ بات پورے یقین سے کس طرح کہہ دی تھی کہ رات گزرنے کے بعد انسپکٹر کی برین واشنگ ہو جائے گی۔ وہ سب کچھ بھول جائے گا...... شیلا اور نوجوان کے درمیان آپس میں کیا تعلق ہے؟ انسپکٹر کا دماغی توازن خراب کرنے میں کس کا ہاتھ شامل تھا؟ شیلا یا پراسرار نوجوان کا؟"

اچانک فون کی گھنٹی بجی تو میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

"میجر وقار اسپیکنگ......" میں نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"میجر......" ریسیور پر مسز مارگریٹ کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "کیا آپ نے انسپکٹر وہاب کے سلسلے میں اخبار کی رپورٹنگ دیکھی؟"

"وہی دیکھ رہا ہوں......" میں نے بظاہر لاپروائی سے جواب دیا' پھر پوچھا۔ "آپ تو خیریت سے ہیں؟"

"میں اس خبر کو پڑھ کر کچھ الجھ گئی ہوں۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "آپ کا اس خبر سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟"

"انسپکٹر نے کل شام مجھے فون کیا تھا۔" مسز مارگریٹ نے مدھم لہجے میں جواب دیا۔ "اس نے کہا تھا کہ وہ میرے شوہر کی موت کے سلسلے میں مجھ سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکی کہ وہ ولیم کی موت کے سلسلے میں کیا جاننا چاہتا تھا۔ اس نے رات کسی وقت آنے کو کہا تھا۔ میں گیارہ بجے تک انتظار کرتی رہی' پھر سو گئی اور اب اس کے بارے میں اخبار دیکھ کر آپ کو فون کر رہی ہوں۔"

"آپ نے اسے ولیم کی موت کے بارے میں فون پر کچھ بتایا تو نہیں تھا؟" میں

نے تیزی سے پوچھا۔

"جی نہیں، لیکن انسپکٹر کل جس انداز میں گھما پھرا کر گفتگو کر رہا تھا۔ اس سے یہی اندازہ ہو رہا تھا کہ شاید آپ کے ذریعے اسے کچھ معلوم ہوا ہے۔"

"میں آپ سے براہ راست پہلی فرصت میں ملنے کی کوشش کروں گا۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "ویسے آپ کی اطلاع کیلئے عرض کر دوں کہ میں نے انسپکٹر کو آپ کے شوہر کے سلسلے میں کوئی بات نہیں بتائی ہے...... آپ بھی اس سلسلے میں کسی کو کچھ بتانے کی غلطی نہ کیجئے گا۔"

"کیا مطلب؟ کیا انسپکٹر کے علاوہ کوئی اور بھی ولیم کی موت کے بارے میں......"

"میں نے ایک امکانی بات کہی تھی۔" میں نے اس کا جملہ کاٹ کر کہا۔ "آپ پریشان نہ ہوں۔"

مسز مارگریٹ کے فون نے مجھے اور الجھا دیا تھا۔ گزشتہ رات نوجوان نے کہا تھا کہ انسپکٹر جو باتیں دریافت کرنا چاہتا ہے، وہ اسے بھی ناپسند ہیں۔ گویا وہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ ولیم کی موت کی کہانی میرے بعد کسی اور کے علم میں آئے۔ مسز مارگیٹ جس وقت ہسپتال میں تھی، اس وقت میں نے پروفیسر ورما کو ولیم کے روپ میں اس سے باتیں کرتے سنا تھا۔ اس نے بھی یہی کہا تھا کہ مسز مارگریٹ نے اسکی موت کی کہانی کسی اور کو سنا کر اس کے راستے میں کچھ دشواریاں پیدا کر دی ہیں۔ اس لئے وہ اسے زندہ نہیں چھوڑ سکتا......

"پروفیسر کا اس کہانی سے کیا تعلق تھا؟......نوجوان بھی نہیں چاہتا تھا کہ انسپکٹر ولیم کی موت کے بارے میں کوئی کرید کرے۔ کیا اس کا بھی ولیم کی موت سے کوئی گہرا تعلق تھا؟......" میرے ذہن میں پھر جوار بھاٹے کی کیفیت پیدا ہونے لگی لیکن تنویر نے مداخلت کر کے مجھے اس بھنور سے نکال لیا۔ وہ قریب آ کر دریافت کرنے لگا۔

"سر......کیا آپ باقی ناشتہ نہیں کریں گے؟"

"نہیں......" میں نے خود کو سنبھال کر جواب دیا۔ "اب دل نہیں چاہ رہا......"

"اخبار نے انسپکٹر صاحب کے سلسلے میں کیا تفصیل شائع کی ہے؟" اس نے دبی زبان میں پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ بات زیادہ تشویشناک نہیں ہے۔" میں نے تنویر کو مطمئن کرنے کی خاطر لاپروائی سے کہا۔ "خبر میں نمک مرچ کی آمیزش زیادہ نظر آ رہی ہے۔ اگر خبر کو سنسنی خیز بنا کر نہ شائع کیا جائے تو اخبار کی سیل گرنے لگتی ہے۔"

تقریباً ساڑھے دس بجے میں تیار ہو کر گھر سے نکلا۔ میرا ارادہ انسپکٹر وہاب کو دیکھنے جانا تھا لیکن پھر میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ اگر وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا تو میری اس کی ملاقات بے سود تھی۔ بڑے چوک پر پہنچ کر میں نے اپنی گاڑی کا رخ دوبارہ بل وے ٹریک کی سمت موڑ لیا۔ پندرہ منٹ بعد ہی میں پروفیسر کے کاٹج کے سامنے موجود تھا۔ پراسرار نوجوان نے گزشتہ رات کہا تھا کہ اب مجھے پروفیسر سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں سوائے سادھنا کے قتل کے علاوہ ہر سلسلے میں پروفیسر سے کھل کر بات کر سکتا ہوں۔ پروفیسر نے بھی ہسپتال میں ملاقات کے دوران بڑے معنی خیز انداز میں مجھے گھر آنے کی دعوت دی تھی۔ میری خواہش بھی یہی تھی کہ اس سے دو دو ہاتھ کر لوں۔ یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ میں نے نوجوان کی دی ہوئی سرخ چرمی تھیلی کو اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھا ہوا تھا۔ نوجوان نے اس کی جو اہمیت بتائی تھی، اس کے سبب میں اسے ایک لمحے کو بھی خود سے علیحدہ نہ رکھنا چاہتا تھا۔

کال بیل کے جواب میں دروازہ کھولنے والا پروفیسر ہی تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں ایک پل کو شیطانی چمک نمودار ہوئی۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر مجھ سے بڑے تپاک سے ہاتھ ملایا اور بے تکلفی سے گلے میں ہاتھ ڈال کر اپنے ڈرائنگ روم میں لے گیا۔

"مجھے وشواس تھا میجر کہ آج تم ضرور آؤ گے۔"

"کیوں؟ آج کیا کوئی خاص بات ہے؟" میں نے سرسری انداز میں دریافت کیا۔

"ایک نہیں دو......دو" پروفیسر نے عجیب انداز میں مسکرا کر جواب دیا۔ "پہلی بات یہ کہ آج اخبار کے پہلے صفحے پر انسپکٹر وہاب خان کی خبر چھپی ہے اور دوسری یہ کہ آج صبح سادھنا نے اٹھتے ہی سب سے پہلے تمہیں یاد کیا تھا۔"

"تم بڑے خوش ہو پروفیسر کہ تمہیں سادھنا جیسی نیک اور سعادت مند بیٹی نصیب ہوئی ہے۔" میں نے بظاہر سادگی سے کہا۔ "تم اسے سادھنا کے بجائے اگر صرف بیٹی کے

رشتے سے یاد کیا کرو تو زیادہ اچھا لگے گا......"

پروفیسر کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔ اس نے مجھے گہری نظروں سے دیکھا' پھر فوراً ہی خود پر قابو پا کر بولا۔

"اصل چیز من کی شانتی ہے۔ رشتے ناتوں میں کیا دھرا ہے۔"

"ایک بات پوچھوں پروفیسر؟" میں نے اسے چھیڑنے کی خاطر پینترا بدل کر کہا۔ "کیا تمہیں کبھی اپنی سورگ باشی دھرم پتنی کی یاد نہیں ستاتی۔ میری مراد یہ ہے کہ تمہاری صحت تمہاری عمر کے مقابلے میں حیران کن ہے......"

"من کی پیاس بجھانے کی بات کر رہے ہو؟" اس نے سنجیدگی سے کہا' پھر مسکرا کر بولا۔ "منش کے بازوؤں میں شکتی ہونی چاہئے۔ ایک سے بڑھ کر ایک سندر اپسرائیں خود بخود کھنچی آتی ہیں۔ تم اپنی کہو میجر' تمہارا گزارا کیسے ہوتا ہے؟"

"میں نے ابھی تک شادی نہیں کی اور حرام کھانا میرے اصول کے خلاف ہے۔"

"اپنے اپنے نصیب کی بات ہے۔" اس نے مدھم مگر معنی خیز انداز میں کہا۔ "میں دل کا بھید دوستوں سے چھپانے کا عادی نہیں ہوں۔ مرد ہوں' اس لئے مردوں کے کھیل کھیلنے سے کبھی جی نہیں چراتا......حلال حرام میں کیا دھرا ہے؟"

"میں تمہارے نہیں......اپنے دھرم کی بات کر رہا تھا۔" میں نے چبھتے ہوئے برجستہ جواب دیا۔

"آج بڑے سر میں بول رہے ہو۔" اس نے پہلو بدل کر کہا۔ "کیا کوئی لاٹری نکل آئی ہے؟"

"تمہاری جوتش ودیا کیا کہتی ہے؟" میں نے زہر خند لہجے سے دریافت کیا۔

"میری ودیا اور میری شکتی کی باتیں نہ کرو میجر......" پروفیسر نے اس بار بڑے گھمنڈ سے کہا۔ "میں آنکھ بند کر کے دھرتی میں کہیں بھی چھپے خزانے کا کھوج لگا سکتا ہوں۔ دیوی اور دیوتاؤں کی کرپا ہے کہ میں نے برسوں کی جاپ بیٹھک لگا کر ایسی مہان شکتیاں پراپت کر لی ہیں۔ تم جس کے بارے میں کبھی سپنے میں بھی نہیں سوچ سکتے۔"

"لیکن تم ابھی تک وہ قوت حاصل نہیں کر سکے جو یہ بتا سکے کہ وہ کون سی شکتی ہے جو اب تک مجھے گندی آتماؤں کے پلید جال سے بچاتی رہی ہے۔" میں نے لوہا گرم دیکھ کر

بروقت ایک کاری ضرب لگائی۔ "کیا تم میری بات سے انکار کر سکو گے؟"

"نہیں......" اس نے سرسراتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "یہ سچ ہے کہ میں ابھی تک اس شکتی کا کھوج نہیں لگا سکا جس نے کل رات بھی اس وقت تمہاری سہائتا کی جب تمہاری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟"

"تم گرو ہو اور میں چیلا......" میں نے سادھنا کا نام لینے سے گریز کرتے ہوئے طنزیہ انداز اختیار کیا۔ "لیکن ابھی تک وجے (جیت) چیلے ہی کی ہو رہی ہے۔"

"کچھ دنوں کی بات اور ہے میجر......" پروفیسر نے بڑے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"اس کے بعد میں تم کو بتا دوں گا کہ تمہاری شکتی کا راز کیا ہے۔"

"تم کہو تو میں خود بتا دوں؟" میں نے رازداری سے کہا تو پروفیسر مسکرا کر بولا۔

"زیادہ چتر (چالاک) بننے کی کوشش مت کرو۔ میں پورے وشواس سے کہہ سکتا ہوں کہ تمہارے بڑے بھی نہیں جانتے کہ جو شکتی تمہاری سہائتا کر رہی ہے' وہ کون ہے؟" پروفیسر نے ہونٹ چباتے ہوئے خشک آواز میں کہا۔ "کل رات میں نے اس پر جال پھینکا تھا لیکن وہ چنڈال دم دبا کر بھاگ گیا۔"

"ایک بات پوچھوں پروفیسر؟" میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "کل رات تمہاری شکتی میرے کاٹیج میں کس لئے منڈلا رہی تھی؟"

"اس پنچھی کو پھانسنا میرے جیون کی سب سے بڑی آشا ہے جو کئی بار میرے منتروں کا توڑ کر چکا ہے۔" پروفیسر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "پرنتو اب زیادہ سے نہیں لگے گا۔ دیوتاؤں کا کہا اوش پورا ہوگا۔ وہ میرے چنگل سے نہیں بچ سکے گا۔"

"تم اس خونخوار سیاہ بلے کی بات تو نہیں کر رہے جسے میں نے سادھنا کی چھاتی پر چڑھے بیٹھا دیکھا تھا؟" میں نے اندھیرے میں تیر چلایا۔

"ہوسکتا ہے وہی ہو لیکن کیول چار پانچ دن اور رک جاؤ' اس کے بعد میں تمہیں بتاؤں گا کہ کتنے بیسی کے ساٹھ ہوتے ہیں۔" پروفیسر نے بڑے وثوق سے جواب دیا۔ پھر خلاء میں اس طرح گھورنے لگا جیسے کسی کو تلاش کر رہا ہو۔

پروفیسر کی زبان سے چار پانچ دن کی بات سننے کے بعد میں کسمسا کر رہ گیا۔

پراسرار نوجوانوں نے بھی مجھ کو چار دن بعد پروفیسر کو چار گھنٹے تک اپنی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے دینے کی بڑی سختی سے تاکید کی تھی اور اب پروفیسر بھی چار پانچ دنوں کا حوالہ دے رہا تھا۔ ''چار دنوں بعد کیا ہونے والا تھا؟ اگر پروفیسر اور پراسرار نوجوان ایک دوسرے سے برسرپیکار ہوئے تو جیت کس کی ہوگی؟ ان دونوں کے درمیان کس بات کا جھگڑا تھا؟''

''میجر.....'' پروفیسر نے اچانک میری جانب دیکھ کر بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

''کیا تم مجھے کل رات والی پوری کہانی سناؤ گے؟''

''کہانی بڑی مختصر تھی پروفیسر ورما.....'' میں نے پروقار لہجے میں جواب دیا۔

''ایک خوبصورت ناگن نے کل رات مجھے سوتے میں ڈسنے کی کوشش کی تھی لیکن میری آنکھ بروقت کھل گئی۔ میں چاہتا تو اس ناگن کا سر اپنے پیروں تلے کچل سکتا تھا لیکن کسی کی وجہ سے میں نے سے چھوڑ دیا۔ اس نے فٹ پاتھ پر کھیلے جانے والے دو ایک چینکار دکھائے تھے جس کا توڑ اس قوت نے کر دیا جس کا کھوج تم چار پانچ روز بعد لگا لو گے..... یہ صرف تمہارا خیال ہے' میری رائے اپنی جگہ محفوظ ہے۔''

''ناگن کی صورت شکل یاد ہے تمہیں؟'' پروفیسر نے مسکرا کر پوچھا۔

''ہاں.....'' میں نے لاپروائی کا مظاہرہ کیا۔ ''میں اسے کئی روپ میں دیکھ چکا ہوں۔''

''ایک چادر درمیان میں تنی ہے۔'' پروفیسر دوبارہ سنجیدہ ہو گیا۔ ''چار دن اور گزر جانے دو' اس کے بعد میدان میں صرف گرو باقی رہے گا۔''

''میں ایک ریٹائرڈ فوجی ہوں پروفیسر۔'' میں نے سرد آواز میں جواب دیا۔

''شیخیاں بگھارنا میری فطرت کے خلاف ہے لیکن میں بڑے اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر کبھی محاذ جنگ پر میرا تمہارا آمنا سامنا ہوا تو تم بغلیں جھانکتے رہ جاؤ گے.....شاید تمہارا بھی وہی انجام ہو جو کرنل مہاویر کا ہوا تھا۔ تمہارے بیان کے مطابق اس کی دیا کل آتما ابھی تک اپنا انتقام لینے کی خاطر اسی دھرتی میں کسی کونے کھدرے میں بھٹکتی پھر رہی ہے۔''

کرنل مہاویر کے نام پر پروفیسر کسی زخمی سانپ کی طرح اپنی جگہ بل کھا کر رہ گیا۔ اسی لمحے پراسرار نوجوان کی آواز میرے کانوں میں ابھری۔

''کرنل مہاویر کا ذکر چھیڑ کر تم نے پروفیسر کی دم پر پاؤں رکھ دیا ہے۔ تم شاید نہیں جانتے کہ کرنل مہاویر پروفیسر کا بڑا بھائی تھا۔ پروفیسر نے تمہیں جو کہانی سنائی تھی' وہ سراسر بکواس تھی۔ پروفیسر ورما اپنے بھائی سے بہت پیار کرتا تھا۔ اسی کا انتقام لینے کی خاطر وہ تمہارے پیچھے پڑا ہے لیکن جب تک میں درمیان میں ہوں' پروفیسر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ پروفیسر نے کالی طاقتیں حاصل کرنے کی خاطر دیوی دیوتاؤں کے نام پر بڑی کڑی تپسیا کی ہے لیکن اس کی اصل طاقت کا راز کچھ اور ہی ہے جس کا علم تمہیں چار روز بعد ہو جائے گا.....''

''تمہیں کرنل مہاویر کا نام سن کر کس بات کا دکھ ہو رہا ہے پروفیسر؟'' میں نے پراسرار نوجوان کی بات سننے کے بعد پروفیسر کے زخموں پر ایک اور نشتر لگایا۔ ''کیا تمہارا اس سے کوئی سمبندھ تو نہیں تھا؟''

''آج تمہارا سمے ہے میجر۔ تم چہک لو۔'' پروفیسر نے خود پر قابو پا کر جواب دیا۔

''کبھی دن بڑا ہوتا ہے اور کبھی رات۔ کل میں بولوں گا' تم سر جھکا کر سننے پر مجبور ہو گے۔''

''گڈ.....'' میں نے ایک اور چوٹ کی۔ ''تمہارے اندر ایک خوبی یہ بھی ہے کہ تم جاگتے میں بھی بڑے سندر سندر سپنے دیکھ لیتے ہو۔''

''ان سپنوں کا بھید بھی جلدی کھل جائے گا۔'' پروفیسر نے تلملا کر جواب دیا۔

''پروفیسر.....'' میں نے اسے چھیڑنے کی کوشش کی۔ ''کیا تم بتا سکتے ہو کہ اس خوبصورت ناگن نے کل رات مجھے ڈسنے کی کوشش کیوں کی تھی؟ تم نے ایک بار کہا تھا کہ تم جس کی ہاتھ کی ریکھاؤں کو ایک بار دیکھ لیتے ہو' پھر اس کے جیون کی کوئی بات تمہاری نظروں سے اوجھل نہیں ہوتی۔''

''تم نے ابھی ناگن کا کیول ایک روپ دیکھا ہے۔ دوسرا روپ دیکھو گے تو تمہیں اپنی نظروں پر وشواس نہیں آئے گا۔''

''کیا مطلب؟'' میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔ ''کیا تم اس کا روپ بدلنے کی بھی شکتی رکھتے ہو؟''

''اس کا جواب آنے والا سمے دے گا.....''

"اور تمہاری جوتش ودیا کے مطابق وہ سے چار چندرما گزرنے کے بعد آئے گا۔"

میں نے بڑی سادگی سے وار کیا۔ پروفیسر تلملا کر رہ گیا۔ وہ کوئی جواب سوچ رہا تھا کہ قدموں کی آہٹ نے ہم دونوں کی توجہ دروازے کی طرف مبذول کر دی۔

مجھے اپنی نظروں پر یقین نہیں آیا۔ سادھنا اپنے حسن کی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ میرے سامنے دونوں ٹانگوں پر کھڑی تھی۔ اس کی آنکھیں اس وقت بھی خوابیدہ خوابیدہ سی نظر آ رہی تھیں لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ ان خوابیدہ نظروں کے پس منظر میں ایک پراسرار قوت مچل رہی تھی۔ پروفیسر نے سادھنا کو دیکھ کر یقیناً وہ جملہ مجھے سنانے کی خاطر خاصی واضح اور اونچی آواز میں کہا تھا۔

"سادھنا...... تمہیں اب چلنے پھرنے میں کوئی تکلیف تو نہیں ہو رہی؟ تمہاری دونوں ٹانگیں اب ٹھیک تو ہیں؟"

"کیا ہوا تھا سادھنا کی ٹانگوں کو؟" سادھنا کے جواب دینے سے پیشتر میں نے بڑی معصومیت سے اپنی تشویش کا اظہار کیا اور پروفیسر پلٹ کر مجھے ایسے انداز میں گھورنے لگا جیسے وہ میرے دل کی گہرائیوں میں جھانکنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"ایک معمولی سا حادثہ پیش آ گیا تھا۔" سادھنا نے لاپروائی سے کہا' پھر میرے برابر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "آپ بہت دنوں بعد آئے انکل' کیا ابھی تک ہم سے ناراض ہیں؟"

"جب میں نے تمہارے پتا جی سے اپنی ناراضگی ختم کر دی تو اب تم سے بھی کوئی شکایت نہیں رہی۔"

"اب تو آپ آتے جاتے رہیں گے؟"

"کیوں پروفیسر؟" میں نے پروفیسر کو معنی خیز نظروں سے دیکھا۔ "تمہیں میرے آنے جانے پر کوئی اعتراض تو نہ ہو گا؟"

"میں تو یہی چاہتا ہوں کہ تم میری نظروں سے کبھی دور نہ ہو۔" پروفیسر کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"آپ کیا پئیں گے انکل...... چائے یا کوفی؟" سادھنا نے بڑے پیار سے

پوچھا۔

"جو تم پلا دو گی' اس سے انکار نہیں کروں گا......"

سادھنا کچھ دیر بیٹھ کر چلی گئی تو پروفیسر نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"آج تمہاری باتوں کے علاوہ تم خود بھی بڑے پراسرار نظر آ رہے ہو۔"

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے وضاحت طلب نظروں سے اسے دیکھا۔

"آج پہلا اتفاق ہے کہ میری نظریں تمہارے فن کے بھید میں پہنچ رہی ہیں۔" پروفیسر نے بڑی صاف گوئی سے کھل کر دریافت کیا۔ "تم نے اپنی رکشا (حفاظت) کیلئے کسی پیر فقیر کا کوئی تعویذ تو اپنے شریر پر نہیں باندھ رکھا ہے؟"

میں پروفیسر کی صاف گوئی پر چونکا۔ مجھے اس سرخ رنگ کی چرمی تھیلی کا خیال آ گیا جس کے اندر پراسرار نوجوان کے بیان کے مطابق ایک حیرت انگیز اور ناقابل یقین طاقت بند تھی۔ شاید اسی وجہ سے پروفیسر میرے دل کی گہرائیوں میں نہیں جھانک پا رہا تھا۔

میں فوری طور پر فیصلہ نہیں کر سکا کہ پروفیسر کی بات کا کیا جواب دوں۔

"کس وچار میں گم ہو گئے ہو؟" پروفیسر نے مجھے دوبارہ مخاطب کیا۔ "کیا میری جوتش ودیا مجھے تمہارے شریر پر کسی شکتی کی غلط اطلاع دے رہی ہے؟"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو پروفیسر۔" میں نے گول مول انداز اختیار کیا۔ "اپنی حفاظت کیلئے مجھے بہر حال کچھ نہ کچھ تو کرنا تھا۔"

"پرنتو' یہ وہ شکتی نہیں ہے جس کی مجھے تلاش ہے۔" پروفیسر نے بڑے یقین سے کہا۔

"جلدی کیا ہے......" میں نے اسے چھیڑنے کی خاطر کہا۔ "چار چندرما کی تو بات ہے۔ اس کے بعد تو تم ہر بات کا کھوج لگا لو گے۔"

پروفیسر میرے جواب پر اس انداز میں مسکرایا جیسے کوئی گھاگ شخص کسی معصوم بچے کی بے تکی بات پر مسکرا رہا ہو پھر اس نے موضوع بدل دیا۔

"انسپکٹر وہاب خان کی خبر کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" یہ سوال اس نے خاصی سنجیدگی سے کیا تھا۔

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

"میں نے کھوج لگانے کی کوشش نہیں کی۔ ہوسکتا ہے کہ ایک دو روز میں' اخبار کے ذریعہ کوئی نئی بات سامنے آئے۔"

"اخبار نے خاص طور پر آکٹوپس کا جو حوالہ دیا ہے' اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"اس کے بارے میں تو انسپکٹر ہوش میں آنے کے بعد ہی کچھ بتا سکے گا۔" میں نے بڑی خوبصورتی سے کسی آکٹوپس کے بارے میں اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے ایک امکانی بات کہی۔ "ہوسکتا ہے آکٹوپس کسی دہشت پسند گینگ کا خفیہ نشان ہو۔ آج کل ملک میں بدامنی پھیلانے والے اسی قسم کے الٹے سیدھے ناموں کی آڑ لے رہے ہیں۔"

پروفیسر کسی سوچ میں غرق ہوگیا۔ کچھ دیر بعد سادھنا چائے اور دیگر لوازمات کی ٹرالی لئے داخل ہوئی تو ہمارے درمیان رسمی باتوں کا سلسلہ چھڑ گیا لیکن گفتگو کے دوران بھی میری توجہ قدرتی طور پر سادھنا کی ٹانگوں کی جانب مبذول ہو رہی تھی۔ میں نے فائرنگ کرنے سے پیشتر اس کے نچلے دھڑ کو غائب ہوتے دیکھا تھا اور گزشتہ رات بھی وہ میری خوابگاہ میں صرف اوپری دھڑ سے فضا میں معلق نظر آرہی تھی لیکن اس وقت وہ دونوں ٹانگوں پر اس طرح چل پھر رہی تھی جیسے اس کے دھڑ کو کبھی کوئی حادثہ ہی نہ پیش آیا ہو۔ اس میں غالباً پروفیسر کی پراسرار قوتوں کا دخل رہا ہوگا۔ اس لئے کہ پراسرار نوجوان نے بھی سادھنا کی اس بات کی تصدیق کی تھی کہ اس کا نصف دھڑ دیوتا کے پاس محفوظ ہے۔

پروفیسر کے کاٹج سے اٹھنے کے بعد میں سیدھا مسز مارگریٹ کی طرف چلا گیا۔ اس نے حسب معمول مسکرا کر مجھے خوش آمدید کہا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ ذہنی طور پر کچھ پریشان ہے۔ گفتگو کے دوران زیادہ تر باتیں انسپکٹر وہاب کے بارے میں ہوتی رہیں۔ مسز مارگریٹ نے دبی زبان میں کہا تھا۔

"کسی دوسرے کی پریشانی پر مسرت کا اظہار کرنا ایک ناخوشگوار فعل ہے لیکن نہ جانے کیوں مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ خطرہ آتے آتے ٹل گیا ہے..... شاید رب عظیم کو یہی منظور تھا۔"

"اپنے ذہن پر زیادہ بوجھ نہ ڈالیں' خدا جو کچھ کرتا ہے' بہتر ہی کرتا ہے۔" میں

نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔

"کیا آپ کو کچھ علم ہے کہ انسپکٹر مجھے ولیم کے بارے میں کیوں کریدنا چاہتا تھا؟"

"میری طرح شاید اسے بھی اس بات کا یقین نہیں تھا کہ ولیم مرنے کے بعد اسی دنیا میں دوبارہ زندہ ہوسکتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے آپ کا اندازہ درست ہو مگر میں نے بھی غالباً ولیم کی ہولناک موت کے بارے میں زبان کھول کر اچھا نہیں کیا۔" مسز مارگریٹ نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "مجھے اس تھوتھے کے مشورے پر عمل کرنا چاہیے تھا جو اس نے مجھے اور جم براؤن کو رخصت کرتے وقت بڑی سنجیدگی سے دیا تھا۔"

"کیا مشورہ دیا تھا اس نے؟" میں نے تجسس سے پوچھا۔

"اس نے کہا تھا کہ میں نے اس کے قبیلے میں جو کچھ دیکھا اور سنا ہے' اس کا تذکرہ بھول کر بھی کسی اور کے سامنے نہ کروں۔"

"کوئی وجہ بھی بتائی تھی؟"

"نہیں..... اس وقت مجھے اور براؤن کو اپنی غیر متوقع رہائی کی اس قدر جلدی تھی کہ ہم نے کسی سے کچھ پوچھنے کی کوشش نہیں کی۔"

"مسز مارگریٹ....." میں نے اچانک ایک خیال کے تحت پہلو بدل کر کہا۔ "آپ نے بتایا تھا کہ جس تھوتھے نے آپ کی اور مسٹر براؤن کی رہائی کی بات کی تھی' اس کے بائیں ہاتھ کی کہنی کے اوپر کسی جانور کی کھوپڑی کا داغا گیا نشان بھی موجود تھا؟"

"ہاں مجھے یاد ہے۔" مسز مارگریٹ نے دبی زبان میں جواب دیا۔ "ہوسکتا ہے' وہ نشان صرف تھوتھوں کیلئے مخصوص ہو..... مگر میں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔"

"کیا آپ نے اس کھوپڑی کے بارے میں دوبارہ کبھی ذہن پر زور دینے کی کوشش نہیں کی؟ مثلاً یہ جاننے کی خاطر کہ اس کی ہیئت کس جانور سے ملتی جلتی تھی؟"

"نہیں' میں نے کبھی اس کی ضرورت محسوس نہیں کی۔"

"انسپکٹر وہاب کے بارے میں جو خبر اخبار میں شائع ہوئی' اس میں ایک آکٹوپس

کو ہائی لائٹ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔'' میں نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

مسز مارگریٹ اس انداز میں میری شکل دیکھنے لگی جیسے میرا مقصد سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو' پھر وہ یکلخت اس طرح چونکی جیسے بے خیالی میں اس کا ہاتھ بجلی کے ننگے تاروں سے چھو گیا ہو۔ اس نے مجھے حیرت بھری نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

''میجر...... آپ کو اس بات کا خیال کس طرح آیا کہ وہ کھوپڑی کسی آکٹوپس کی بھی ہو سکتی ہے؟''

''میں نے محض ایک امکانی بات کہی ہے۔'' میں نے کسمسا کر جواب دیا۔ ''انسپکٹر کے ذہنی توازن بگڑنے کے سلسلے میں جو کہانی اخبار میں شائع ہوئی ہے' وہ بھی مجھے پراسرار محسوس ہو رہی ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ شاید آپ میرے شبے کی......''

''میں پورے وثوق سے نہیں کہہ سکتی لیکن آپ کی بات سننے کے بعد میں سوچ رہی ہوں کہ اس کھوپڑی کے گرد جو باریک باریک آڑی ترچھی لکیریں نظر آتی تھیں' وہ آکٹوپس کے آٹھ خطرناک پیر بھی ہو سکتی ہیں جو اپنے شکار کو اپنے شکنجے میں پھنسا کر بڑی اذیت ناک موت سے ہمکنار کرتا ہے لیکن...... ون منٹ......'' وہ بات کرتے کرتے دوبارہ چونکی۔ ''انسپکٹر وہاب کا تعلق کسی تھوتھے سے کس طرح ہو سکتا ہے؟''

''آپ شاید بھول رہی ہیں۔'' میں نے اسے سنجیدگی سے یاد دلانے کی کوشش کی۔ ''ہسپتال میں ولیم کی بدروح نے بھی آپ سے خاص طور پر یہی کہا تھا کہ آپ نے اس کی موت کی کہانی کسی اور کو سنا کر اس کے لئے کچھ دشواریاں پیدا کر دی ہیں۔''

''اوہ...... اوہ......'' مسز مارگریٹ کا چہرہ خوف سے زرد پڑنے لگا۔ ''میجر' اگر آپ کا شبہ صحیح ہے تو پھر ولیم کی روح کا دوسرا شکار آپ بھی ہو سکتے ہیں۔ اس نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ وہ آپ کو......'' اس نے جملہ نامکمل چھوڑ کر مجھ سے اپنی ہمدردی اور خلوص کا اظہار کیا۔

''میں یسوع مسیح اور مقدس مریم کے آگے گھٹنے ٹیک کر اور ہاتھ جوڑ کر دعا کروں گی کہ وہ آپ کو ہر عذاب سے محفوظ رکھیں۔''

''میں آپ کے خلوص کا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن آپ میرے سلسلے میں پریشان نہ ہوں۔ اس لئے کہ میں جس خدا پر ایمان لایا ہوں' اس کی قوت کے آگے کون و مکان کی

تمام طاقتیں ہیچ ہیں۔ میں اس کی رحمتوں سے کبھی مایوس نہیں ہوا۔ وہی میری حفاظت کرے گا۔ موت اور زندگی دونوں اسی کے اختیار میں ہیں۔ جب تک اس کا اشارہ نہ ہو' کوئی طاقت میری ذات کو ایک ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔''

ہمارے درمیان خاصی دیر اسی موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ پھر دوپہر کو مسز مارگریٹ نے مجھے لنچ پر روکنے کی کوشش کی لیکن میں ایک ضروری کام کا بہانہ کر کے اٹھ گیا۔

کالج کی طرف واپس جاتے وقت بھی میرے ذہن میں ''آکٹوپس'' کا لفظ بار بار ابھر رہا تھا۔ ہر چند کہ مسز مارگریٹ نے یقین سے کھوپڑی کے داغنے ہوئے نشان کے بارے میں کوئی حتمی بات نہیں کہی تھی لیکن میری چھٹی حس گواہی دے رہی تھی کہ میں نے ''آکٹوپس'' کے بارے میں جو رائے قائم کی ہے' وہ غلط نہیں ہو سکتی......!!

☆......☆......☆

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں : www.iqbalkalmati.blogspot.com

میں اس وقت جو کہانی رقم کر رہا ہوں' اس کے اعتبار سے وہ میری زندگی کا اہم ترین دن تھا۔ اس رات مجھے دس بجے سے صبح دو بجے تک پروفیسر جیسے خبیث شخص کی نگرانی کرنی تھی۔ پراسرار نوجوان نے آخری ملاقات میں بڑے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ اگر پروفیسر میری نظروں سے اوجھل ہو گیا تو میری اور اس کی دوستی میں دراڑ آ جائے گی۔ یہ بھی باور کرا دیا تھا کہ جو ہولناک ڈرامہ میری نظریں ایک بار دیکھ چکی تھیں' اگر وہ دوبارہ اسٹیج ہوا تو میری موت بڑی اذیت ناک ثابت ہوگی۔ اس کا اشارہ یقیناً چتروالے اور شیلا کے درمیان کھیلے جانے والے ناٹک سے تھا۔

اس روز چاند کی چودھویں تاریخ بھی تھی' اس لئے یہ سمجھ لینا میرے لئے دشوار نہیں تھا کہ پروفیسر کی خباثتیں جو شیلا کے بیان کے مطابق پورن ماشی کی رات اپنے پورے شباب پر ہوتی تھیں' ایک بار پھر اس کے خون اور جسم کی لذتوں سے سرشار ہونے کی کوشش کریں گی۔ شیلا نے یہ بھی کہا تھا کہ پروفیسر اس شخص کو زندہ نہیں چھوڑتا جو اس ناپاک اور دلخراش مناظر کا عینی شاہد ہو۔ میں واحد شخص تھا جو شیلا یا پراسرار نوجوان کی وجہ سے ابھی تک زندہ تھا۔ پروفیسر نے چتروالے سے اپنی مشابہت کو میرا واہمہ قرار دینے کی کوشش کی تھی لیکن اسی روز سے وہ میری جان کا دشمن بن گیا تھا۔ کرنل مہاویر کے انتقام کی آگ نے اس کے غیض وغضب کو دوآتشہ کر دیا تھا۔ اس نے متعدد بار مجھے اپنی ماورائی اور طاغوتی قوتوں کا نشانہ بنانے کی کوشش کی لیکن میں کسی نہ کسی طرح بچتا رہا مگر اس دن کا ایک ایک لمحہ میرے لئے بڑا پریشان کن اور اعصاب شکن تھا۔ میری ذہنی کشمکش اور پریشانی کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ پروفیسر اپنی شیطانی قوتوں کی وجہ سے میری نظروں سے اوجھل ہو جانے کی صلاحیت رکھتا تھا جبکہ میں نے اس قسم کی لغو باتوں پر پہلے کبھی یقین نہیں کیا تھا۔ اگر دو بدو زور آزمائی

کی بات ہوتی تو میں اسے منٹوں میں پچھاڑ سکتا تھا۔

"آکٹوپس" کے سلسلے میں میں نے جو رائے قائم کی تھی' وہ حالات اور پراسرار واقعات کی روشنی میں بڑی مدلل تھی۔ میں نے جو قیاس آرائی کی تھی' اس میں مارگریٹ کی اس کہانی کو بھی بڑا دخل تھا جو اس نے ولیم کی ہولناک موت کے سلسلے میں مجھے سنائی تھی۔ اس کہانی کو سننے کے بعد ہی میرے ذہن میں یہ خیال ابھرا تھا کہ شاید سادھنا یا شیلا کے اندر بھی وہ قوتیں موجود ہیں جو کسی "تھوتھا" میں پائی جاتی تھیں لیکن پراسرار نوجوان کے درمیان میں آ جانے کے بعد میں قدرے الجھ گیا تھا۔ میرے ذہن میں دوسری منفی اور ناپاک علوم کی بے سروپا اور ناقابل فہم باتوں نے سر ابھارنا شروع کر دیا تھا مگر پروفیسر کو پورن ماشی ہی کی رات کو ایک مخصوص وقت کے دوران نظروں سے اوجھل نہ ہونے والی بات کے علاوہ پراسرار نوجوان کی یہ بات بھی میرے ذہن کو کھٹکتی تھی کہ وہ پروفیسر اور شیلا کے درمیان اس ہولناک ڈرامے کو کیوں روکنا چاہتا تھا جو میں ایک بار اپنی نگاہوں سے دیکھ چکا تھا؟

یقیناً شیلا اور اس نوجوان کے درمیان کوئی نہ کوئی تعلق ایسا ضرور تھا جو وہ شیلا کو اس رات پروفیسر کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رکھنا چاہتا تھا جبکہ شیلا نے ملاقات کے دوران میرے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا کہ اس کے علاوہ ایک اور طاقت بھی میری حفاظت کر رہی ہے لیکن وہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ شیلا نے یہ بھی کہا تھا کہ پروفیسر ہر پورن ماشی کی رات کو اس کے جسم کا بہت سارا خون پی کر اس کی قوتوں میں کمی کر دیتا ہے۔ یہ سلسلہ شیلا کے بیان کے مطابق برسوں سے چل رہا تھا۔ شیلا نے کہا تھا کہ پروفیسر اس راز سے واقف ہے کہ اگر اس نے مخصوص رات کو بھی خون پینے میں کوتاہی کی تو وہ اس کی دسترس سے آزاد ہو جائے گی اور پروفیسر سے انتقام لینے کی خاطر اس کے جسم کی تمام ہڈیاں چبا ڈالے گی۔ وہ مجھے اور بھی کچھ بتانا چاہتی تھی لیکن کسی خطرے کی بو محسوس کر کے میری نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ البتہ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھ سے دوبارہ ملنے کی کوشش کرے گی۔

اس روز دوپہر کو لنچ کے بعد میں دفتر سے اٹھ کر گھر آ گیا۔ میں کچھ دیر سونا چاہتا تھا تاکہ رات کو جاگ سکوں۔ میں نے تنویر کو تاکید کر دی تھی کہ وہ مجھے مغرب کے وقت تک ڈسٹرب نہ کرے۔ میں لباس تبدیل کرنے کے بعد بستر پر لیٹا کروٹیں بدلتا رہا مگر پریشان

خیالات میرے ذہن میں کلبلاتے رہے۔ میں نے کھڑکی کے دبیز پردوں کو کھینچ دیا تھا۔ خوابگاہ میں خاصا اندھیرا تھا۔ میں نے کئی بار ذہن کو جھٹک کر پرسکون رہنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا۔ کلاک کا گجر مجھے گزرتے وقت کا احساس دلاتا رہا۔ پھر شام کے پانچ بجے کا وقت تھا جب مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے میری کلائی تھام لی ہو' میرے جسم میں ایک برقی رو دوڑ گئی۔ فوری طور پر میرے ذہن میں اسی پراسرار نوجوان کا تصور ابھرا۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ مجھے ایسا لگا جیسے میں سوتے میں کوئی حسین خواب دیکھ رہا ہوں' ایسا خواب جو اس سے پیشتر میں نے کبھی جوانی میں بھی نہیں دیکھا تھا۔

وہ پندرہ سولہ سال کی ایک انتہائی خوبصورت اور حسین لڑکی تھی جو میرے قریب بیٹھی تھی۔ اس نے میرا ہاتھ تھام رکھا تھا اور مجھے بڑی خواب آور نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے خدوخال قیامت تھے۔ اس کے جسمانی نشیب و فراز میں ایسی مقناطیسی کشش تھی جو کسی بھی صنف مخالف کو اپنے حسن کے سحر میں گرفتار کر سکتی تھی۔ اس کے لباس سے عجیب مسحور کن مہک آ رہی تھی۔ سنہری رنگ کے لمبے بال ناگنوں کی طرح اس کے سینے پر بل کھا رہے تھے۔ اس کی بڑی بڑی بادامی آنکھوں میں ساغر چھلک رہے تھے۔ وہ مجھے ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے کوئی محبوب اپنے چاہنے والے پر دل و جان سے نثار ہونے کی کوشش کر رہا ہو۔ وہ شاید آسمان کی حور تھی جو راستہ بھٹک کر میری خوابگاہ میں آ گئی تھی۔ اندر کے اکھاڑے کی کوئی اپسرا تھی جو غلطی سے مجھے کوئی دیوتا سمجھ کر نگاہوں نگاہوں میں پوج رہی تھی۔ طلسم ہوشربا کا کوئی حسین باب تھی جس نے حقیقت کا رنگ اختیار کر لیا تھا۔ اس کے ایک ایک انگ سے مستی پھوٹ رہی تھی۔ اس کی دراز پلکوں کی جنبش میں راز و نیاز کے افسانے پوشیدہ تھے۔ وہ مجسم شباب تھی۔ بجلی تھی' قیامت تھی۔ رنگ و روپ کی شہزادی تھی جو میرا ہاتھ تھامے بڑی والہانہ نظروں سے مجھے تکے جا رہی تھی۔

میں کچھ دیر اس کی حسین اور ساحرانہ نگاہوں میں ڈوبا رہا' پھر یکلخت مجھے خطرے کا احساس ہوا۔ میرے ذہن میں پروفیسر کا مکروہ تصور تیزی سے کروٹ لے کر بیدار ہوا۔ سادھنا کے قتل کا راز جاننے کی خاطر اس کی شیطانی قوتیں مجھے پہلے بھی آزما چکی تھیں۔ اگر پراسرار نوجوان نے مجھے بروقت محتاط رہنے کا مشورہ نہ دیا ہوتا تو شاید میں سادھنا کے قاتل

کی حیثیت سے اس کی نظروں میں آ چکا ہوتا۔ وہ حسین دوشیزہ' وہ دلنواز ساحرہ' وہ موہنی صورت' وہ مرمر میں ڈھلی ہیجان انگیز قیامت جو میرا ہاتھ تھامے میرے وجود کو تسخیر کرنے کی کوشش کر رہی تھی' شاید پروفیسر کی طاغوتی قوتوں کا فریب تھی جو مجھ سے ایک اہم راز اگلوانا چاہتی تھی۔

"کون ہو تم......؟" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے خشک لہجے میں دریافت کیا۔

"میں وہ نہیں' جو تم سمجھ رہے ہو۔" اس کے ہونٹوں کے گداز متحرک ہوئے تو جیسے نغمے پھوٹ پڑے۔

"میں سمجھ رہا ہوں کہ تم ایک حسین فریب ہو۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کسی نے تمہارے حسین جسم کے اندر مضبوط تیلیوں کا ایک پنجرہ بنا کر مجھے پھانسنے کی خاطر مامور کیا ہے۔"

"نہیں......تم غلط سوچ رہے ہو......" اس نے مجھے یقین دلانے کی کوشش کی۔

"مگر تم وہ نہیں جو نظر آ رہی ہو......" میں الجھ گیا۔

"ہاں' میں تمہارے اس خیال کی تردید نہیں کروں گی۔" وہ سادگی سے بولی۔

"میرا ہاتھ چھوڑ دو......" میں نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تو اس کی گرفت اور مضبوط ہو گئی۔ مجھے پہلی بار اس کی طاقت کا احساس ہوا۔ اس کے نازک جسم میں فولاد کی سی طاقت تھی۔ کسی صنف نازک کے جسم میں اتنی قوت ہونا میرے لئے حیرت انگیز تھا۔

"تم......" میں نے اس سے کچھ کہنا چاہا۔

"پلیز میجر......" اس نے میری بات کاٹ کر بڑی عاجزی کا اظہار کیا۔ "مجھے اپنا ہاتھ چھوڑنے پر مجبور نہ کرو۔ اگر میں نے تمہارا ہاتھ چھوڑ دیا تو اس خبیث کی نظریں مجھے دیکھ لیں گی۔ اس کے بعد شاید تم اپنے مقصد میں کامیاب بھی نہ ہو سکو۔"

"کیا مطلب......؟" میں نے اسے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔ "تم کس کی بات کر رہی ہو......؟"

"اسی شیطان کی جسے آج کی رات تمہیں اپنی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دینا......"

میں اس کی بات سن کر چونکا۔ اس نے جس سمت اشارہ کیا تھا' اس کے بارے

میں میرے اور پراسرار نوجوان کے سوا کوئی اور واقف نہیں تھا۔ ''تو کیا پروفیسر بھی اس راز سے واقف ہو گیا کہ میرے اور نوجوان کے درمیان اس کے بارے میں کیا بات ہوئی تھی؟'' میرے ذہن میں ایک خیال سرعت سے ابھرا۔

''نہیں...... پروفیسر کے فرشتوں کو بھی اس بات کا علم نہیں ہے کہ آج رات کوئی اس کے راستے میں مزاحمت کرنے والا ہے۔''

''تم......'' میں نے دوبارہ اس نازک اندام حسینہ کو دیکھا جو میرے دل میں ابھرنے والے خیال سے واقف ہو چکی تھی۔

''جانتے ہو میجر کہ میں نے تمہارا ہاتھ کیوں تھام رکھا ہے؟'' اس نے دبی زبان میں سوال کیا۔ پھر میرے جواب کا انتظار کئے بغیر بات جاری رکھتے ہوئے بولی۔ ''تمہارے پاس جو پراسرار قوت ایک چرمی تھیلی میں بند ہے' اس نے تمہارے گرد ایک محفوظ اور ایسا مضبوط حصار قائم کر دیا ہے کہ پروفیسر کی نظریں تمہارے دل کی گہرائیوں تک نہیں پہنچ سکتیں۔''

''میں نہیں سمجھ سکا کہ تم کس قوت کی بات کر رہی ہو؟'' میں نے تجاہل عارفانہ سے کام لیا۔

''مجھے بھی ابھی کچھ دیر پیشتر معلوم ہوا ہے کہ میرا کوئی ہمدرد تمہارے ذریعے مجھے آج کی رات پروفیسر کی درندگی سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔'' اس نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ ''اگر وہ ایسا نہ کرتا تو میں تم سے درخواست کرتی کہ میری خاطر تم اسے کسی طرح مصروف رکھو۔ رات کے دو بجے کے بعد وہ میرے ساتھ زبردستی نہیں کر سکے گا اور پھر...... پھر شاید میرا وہ برسوں کا خواب پورا ہو جائے گا جس کی تعبیر کی تلاش میں اس ناپاک شخص کے ہاتھ میں کھلونا بنی ہوئی ہوں۔ میں نے تم سے پہلی ملاقات میں کہا بھی تھا کہ مجھے تمہاری ضرورت ہے......''

''تم......'' میں نے دھڑکتے دل سے اسے بغور دیکھا۔

''ہاں...... میں وہی ہوں جو تم سے شیلا کے روپ میں مل چکی ہوں۔ میں نے تم سے جلدی ملنے کو کہا تھا لیکن سادھنا کی موت کے بعد پروفیسر کی نیندیں حرام ہو چکی ہیں۔ وہ اس کی تلاش میں ہے جس نے سادھنا کو قتل کر دیا۔ اس کا شبہ تمہارے ہی اوپر ہے لیکن

وہ کسی ایسے سراغ کی تلاش میں ہے جو اس کے شبے کو یقین میں بدل دے۔''

''سادھنا مری نہیں...... زندہ ہے۔'' میں نے محتاط انداز میں کہا۔ ''میں اسے دیکھ چکا ہوں' اس سے باتیں کر چکا ہوں۔''

''وہ سادھنا نہیں' میں تھی۔'' اس نے ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ ''کہو تو وہ تمام باتیں دہرادوں جو تمہارے اور سادھنا کے درمیان ہوئی تھیں۔''

''تم......؟'' میں نے اسے حیرت سے گھورا۔

''اس قدر حیرت سے کیا دیکھ رہے ہو؟ کیا تم نے سادھنا اور شیلا کو ہمشکل اور ہم عمر نہیں پایا؟'' اس نے سنجیدگی سے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھا۔ ''اس حیرت انگیز مماثلت میں بھی پروفیسر کی شرارت کا دخل تھا۔ اس نے مجھے کمزور کر کے اپنے اشاروں پر چلنے کو مجبور کر دیا ہے۔ اسی کے اشارے پر مجھے سادھنا کی ہمشکل کا کردار ادا کرنا پڑتا ہے لیکن پورن ماشی کی رات وہ مجھے صرف شیلا کے روپ میں دیکھنا پسند کرتا ہے...... اور آج پورن ماشی کی رات ہے......'' آخری جملہ اس نے بڑی بے بسی کی حالت میں ادا کیا۔

''کیا سادھنا کا بھی اپنا کوئی وجود تھا؟'' میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

''ہاں...... لیکن اب نہیں رہا' اب صرف میں ہوں جو سادھنا کے روپ میں تمہیں حیرت زدہ کرنے پر مامور کی گئی ہوں۔''

''سادھنا...... یعنی اگر تم اس وقت میرے سامنے موجود ہو تو پھر......''

''زیادہ کریدو گے تو الجھ جاؤ گے۔'' اس نے تیزی سے جواب دیا۔ ''یوں سمجھ لو کہ سادھنا اس وقت بھی پروفیسر کے کاٹج میں اپنی خوابگاہ میں موجود ہے اور میں اس کا جسم چھوڑ کر ایک نئے روپ میں تمہارے سامنے موجود ہوں......'' پھر اس نے مجھے مزید یقین دلانے کی خاطر کہا۔ ''ذہن پر زور دے کر اپنی یادداشت کو ٹٹولو میجر' کیا مسز مارگریٹ نے تم سے نہیں کہا تھا کہ ہم ایک ہی وقت میں مختلف جگہوں پر مختلف روپ میں نظر آنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور اپنی حیرت انگیز اور ناقابل یقین قوتوں کو وقتی طور پر کسی اور کو بھی مستعار دے سکتے ہیں۔''

''تو تم...... تم...... تھوتھا!...... تھوتھی!......'' میری زبان حیرت سے لڑکھڑانے لگی۔

''تمہیں شاید اس طرح یقین نہیں آئے گا۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔ پھر اپنا

بایاں ہاتھ اس طرح فضا میں بلند کیا کہ اس کی ڈھیلی ڈھالی آستین سرک کر شانوں تک آ گئی۔ اس کی کہنی کے ذرا اوپر کسی جانور کی کھوپڑی کا داغا گیا نشان موجود تھا۔ میں نے غور کیا تو وہ ''آکٹوپس'' ہی سے ملتا جلتا تھا۔

میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ میرے سامنے ایک ''تھوتھی'' موجود تھی جس کے بارے میں مسز مارگریٹ کی زبانی یہی علم ہوا تھا کہ وہ ناقابل یقین پراسرار اور ماورائی قوتوں کی مالک ہوتی ہیں۔ میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

''میرے پاس وقت کم ہے میجر......'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔ ''میری کہانی بڑی طویل ہے۔ تم صرف اتنا جان لو کہ خبیث پروفیسر کس طرح اپنی شیطانی قوتوں کو بروئے کار لاکر مجھے اس وقت میرے قبیلے سے اغوا کر لایا تھا جب میری عمر صرف تین سال یا اس سے کچھ اوپر ہی ہوگی۔ اس وقت میرے بزرگوں کو یہ خطرہ لاحق نہیں تھا کہ کوئی ہمیں اس کم عمری میں بھی اغوا کر سکتا ہے۔ میری پرورش پروفیسر نے اپنے خطوط پر کی۔ پھر جب میں جوان ہوئی تو اس نے میری قوت کو زائل کرنے کی خاطر وہ طریقہ اپنانا شروع کر دیا جو اس نے ہمارے ہی کسی دغاباز کارندے سے معلوم کیا تھا۔ چنانچہ وہ ہر پورن ماشی کی رات کو میرا بہت سارا خون پی جاتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اگر ایک بار بھی اس سے بھول چوک ہو گئی تو پھر میں اس کی شیطانی قوتوں کا جال توڑ کر آزاد ہو جاؤں گی...... اس کے بعد وہ میرے انتقام سے نہیں بچ سکے گا۔ اس کی موت بڑی اذیت ناک ہوگی۔ میں اس غلیظ انسان سے اپنی زندگی کے ایک ایک لمحے اور اپنی ایک ایک سانس کا حساب لوں گی لیکن یہ تب ہی ممکن ہے جب تم میری مدد کرو۔''

میں اس کی کہانی حیرت سے سنتا رہا' وہ خاموش ہوئی تو میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

''جو پراسرار نوجوان تمہیں پروفیسر کے جال سے چھڑانا چاہتا ہے' وہ کون ہے؟''

''میں یقین سے نہیں کہہ سکتی۔'' اس نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔ ''صرف اتنا جانتی ہوں کہ وہ میرا کوئی ہمدرد ہی ہوگا۔''

''تمہیں یہ بات کیونکر معلوم ہوئی کہ میرے پاس کوئی چرمی تھیلی موجود ہے جس کے اندر کوئی پراسرار قوت بند ہے؟''

''مجھے افسوس ہے کہ میں اس سلسلے میں زبان نہیں کھول سکتی لیکن یہ ضرور جانتی ہوں کہ اس کے اندر کون سی قوت بند ہے۔''

''اس نوجوان نے کہا تھا کہ وہ پروفیسر کے مقابلے میں کہیں زیادہ پراسرار اور ناقابل یقین قوتوں کا مالک ہے لیکن پروفیسر کو مارنا اس کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے۔'' میں نے بات گھما کر کہا۔ ''اس نے یہ بات کیوں کی تھی؟''

''کیا آج کی رات کے سلسلے میں اس نے تم سے کوئی اور بھی خاص بات کہی تھی؟'' شیلا نے کچھ توقف سے دریافت کیا۔

''ہاں' اس نے کہا تھا کہ اگر پروفیسر اور تمہارے درمیان وہ ناٹک دوبارہ کھیلا گیا جسے میں پہلے بھی ایک بار دیکھ چکا ہوں تو میری موت بڑی اذیت ناک ہوگی۔''

''یہ میں بھی جانتی ہوں......'' شیلا نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ ''آج کی رات پروفیسر کے لئے بہت اہم ہے۔ اگر آج وہ میرا خون پینے اور درندگی کا نشانہ بنانے میں کامیاب ہو گیا تو پھر میں مرتے دم تک اس کی غلام بن کر رہنے پر مجبور ہو جاؤں گی۔ میرے قبیلے کے سردار مجھے دوبارہ قبول نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ سولہ سال کی عمر میں اگر میں قبیلے میں واپس نہ گئی تو پھر میری قوتیں بھی دیوتاؤں کے حکم سے چھین لی جائیں گی اور پروفیسر سے قبیلے والوں کی دشمنی بھی ختم ہو جائے گی۔''

''سادھنا کون تھی؟'' میں نے دریافت کیا۔ ''میرا مطلب ہے کہ اس کے اور پروفیسر کے درمیان کیا رشتہ تھا؟''

''پہلے وہ غریب' ایک معصوم اور سیدھی سادھی دیوداسی تھی۔ پھر پروفیسر نے مندر میں شیوشنکر کا جاپ کرنے کے بعد اسے زبردستی اپنی داشتہ بنا لیا لیکن دوسروں کے سامنے وہ اسے اپنی بیٹی ہی ظاہر کرتا تھا۔''

''وہ طاقت کون تھی جس نے سادھنا کی موت کے بعد میرا ہاتھ تھام کر پروفیسر کی نظروں سے اوجھل کر دیا تھا؟'' میں نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

''کیا تم نے اسے دیکھا بھی ہے؟'' شیلا نے چونک کر دریافت کیا۔

''ہاں......'' میں نے اس کے چہرے پر ابھرنے والے تاثرات کا بغور جائزہ لیتے ہوئے جواب دیا۔ ''وہ...... وہی نوجوان تھا جس نے چرمی تھیلی مجھے دی ہے۔''

"اوہ......اوہ......" شیلا کی نگاہوں میں امید کی کرن جاگ اٹھی۔ اس نے خودکلامی کے انداز میں کہا۔ "پروفیسر اب تیری موت یقینی ہے۔ تو میرے ہاتھوں سے نہیں بچ سکے گا۔"

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"نہیں میجر......ابھی نہیں۔" اس نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "ابھی مجھے زبان کھولنے پر مجبور نہ کرو لیکن، اگر ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تو تم اس کا راز بھی جان لو گے۔"

"لیکن تم کم از کم اتنا تو بتا سکتی ہو کہ......"

"مجھے اس وقت مجبور نہ کرو۔" شیلا نے منت کی۔ "میرے پاس وقت کم ہے۔ اگر پروفیسر سادھنا کی خوابگاہ میں چلا گیا تو اس کی دوربین نظریں تاڑ لیں گی کہ اس کا جسم آتما سے خالی ہے۔ پھر ہمارے لئے بہت دشواریاں پیدا ہو جائیں گی۔ تم سے میری صرف اتنی درخواست ہے کہ آج کی رات چوکس رہنا۔ تمہارا یہ احسان میں ہمیشہ یاد رکھوں گی۔"

"لیکن پروفیسر اپنی طاغوتی قوتوں کے ذریعے میری نظروں سے اوجھل ہو سکتا ہے۔ میں اس کا تعاقب کس طرح کروں گا؟" میں نے اپنی مشکل کا اظہار کیا۔

"تم اس کی فکر مت کرو......" اس نے بڑے یقین و اعتماد سے جواب دیا۔ "اگر اسی نوجوان نے چرمی تھیلی تمہیں دی ہے جس نے تمہارا ہاتھ تھام کر سادھنا کے قتل کے بعد پروفیسر کی نظروں سے غائب کیا تھا تو پراسرار قوتیں ہی پروفیسر کے سلسلے میں تمہاری رہنمائی بھی کریں گی۔"

"کیا تمہارا اصلی نام شیلا ہی ہے؟"

"تمہیں اگر یہ نام میرے اوپر بجتا نہیں محسوس ہوتا تو کوئی اور نام رکھ لو، ناموں میں کیا دھرا ہے۔" اس نے مسکرا کر بڑی لگاوٹ کا اظہار کیا۔

"کیا پروفیسر آج رات تمہیں پھر اسی مقام پر لے جائے گا جہاں میں نے پہلی بار......؟"

"نہیں......" وہ میری بات کاٹ کر ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔ "وہ خبیث ہمیشہ جگہیں تبدیل کرتا رہتا ہے جس کا علم مجھے بھی پہلے سے نہیں ہوتا۔"

"پھر......تم اس مقام پر کس طرح پہنچ جاتی ہو؟" میں نے وضاحت چاہی۔

"یہ بھی ایک دردناک کہانی ہے۔" شیلا نے کسمسا کر جواب دیا۔ "آج کی رات وہ مجھے ایک ایسا مشروب پینے پر مجبور کرتا ہے جس کے بعد میری ذہنی اور جسمانی قوتیں زائل ہونے لگتی ہیں۔ پھر وہ مجھے میری خوابگاہ سے اٹھا کر کہیں بھی لے جا سکتا ہے اور......اس کے بعد وہی کچھ ہوتا ہے جو تم ایک بار دیکھ چکے ہو۔"

"کیا تمہیں علم ہے کہ چرمی تھیلی میں کون سی پراسرار قوت موجود ہے؟" میں نے اسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"مجھے زبان کھولنے پر مجبور نہ کرو۔" وہ بڑی لجاجت سے بولی۔ "اس میں جو کچھ ہے، تمہاری نظروں کے سامنے آ جائے گا۔"

"ایک بات اور......کیا میں تمہارا اصلی روپ دیکھ سکتا ہوں؟"

"اگر آج کی رات مقدس دیوتاؤں کو منظور ہوا......اور میں اس خبیث کے ہاتھوں برباد ہونے سے بچ گئی تو تم میرا اصلی روپ بھی دیکھ لو گے۔" شیلا نے پرجوش لہجے میں جواب دیا۔ پھر اٹھتے ہوئے کہا۔ "کیا میں امید رکھوں کہ تم میری خاطر اپنی جان جوکھوں میں ڈالنا پسند کرو گے؟"

"کسی مجبور کے کام آنا ہر انسان کا اخلاقی فرض ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ تمہیں میری طرف سے مایوسی نہ ہو۔"

"میں کس زبان سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔" اس نے بڑے خلوص سے کہا۔

"کیا تم جانتی ہو کہ پروفیسر مسز مارگریٹ کو کیوں مارنا چاہتا تھا؟"

"ہاں......پروفیسر کو یہ راز معلوم ہو گیا تھا کہ تم مسز مارگریٹ کی زبانی میرے قبیلے کے بارے میں جان چکے ہو۔ وہ تمہارا جانی دشمن تھا۔ اس لئے یہ بات پسند نہیں کرتا تھا کہ تم سادھنا اور میری حیرت انگیز مماثلت کا کھوج لگاتے لگاتے میری اصلیت سے واقف ہو جاؤ۔ اسی غرض سے وہ مسز مارگریٹ کی موت کے ساتھ ساتھ اس راز کو بھی دفن کر دینا چاہتا تھا جو اس کے سوا کسی اور کو نہیں معلوم تھا۔ میرا اشارہ آکٹوپس کی کھوپڑی کے اس نشان کی طرف ہے جو میں تمہیں دکھا چکی ہوں۔"

شیلا مجھے کچھ اور بھی بتانا چاہتی تھی لیکن اچانک اس نے اس طرح چونک کر خلاء

میں دیکھا جیسے کسی خطرے کی بو سونگھ رہی ہو۔

''تم اس وقت کیا محسوس کر رہی ہو؟'' میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

''پروفیسر اپنے کمرے سے نکل کر سادھنا کی خوابگاہ کی سمت جا رہا ہے۔ میں رات تمہاری مدد کا انتظار کروں گی۔'' شیلا نے بڑی جلدی میں اپنا جملہ ادا کیا' پھر یکلخت میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

نیند میری آنکھوں سے اچاٹ ہو گئی۔ میں نے اٹھ کر غسل کیا' پھر باہر آ گیا۔ میرے ذہن میں پھر خیالات کی اتھل پتھل شروع ہو گئی۔ پراسرار نوجوان کے بارے میں شیلا نے اپنی زبان نہیں کھولی تھی لیکن ہاتھ تھام کر مجھے پروفیسر کی نظروں سے اوجھل کرنے کے حوالے پر وہ جس انداز میں چونکی تھی' اس نے میرے لئے کچھ آسانیاں ضرور فراہم کر دی تھیں۔ میری چھٹی حس گواہی دے رہی تھی کہ پراسرار نوجوان بھی یقیناً ''تھوتھا'' تھا جو شیلا کو پروفیسر کے چنگل سے چھڑا کر واپس اپنے قبیلے لے جانے کی غرض سے آیا ہوگا۔ شاید قبیلے کے مقدس دیوتاؤں نے اسے اس کام پر معمور کیا ہو؟ لیکن یہ بات مجھے الجھا رہی تھی کہ اگر وہ بھی ناقابل یقین اور حیرت انگیز قوتوں کا مالک تھا تو پھر اس نے مجھے پروفیسر اور شیلا کے درمیان لانے کی کوشش کیوں کی تھی؟ کیا وہ براہ راست شیلا کی مدد نہیں کر سکتا تھا؟ کیا مقدس دیوتاؤں کی طرف سے اس پر کوئی ایسی پابندی عائد تھی کہ وہ پروفیسر کے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگ سکتا تھا؟ اس نے اپنے آپ کو شیلا سے بھی پوشیدہ رکھنے کی کوشش کیوں کی تھی؟

کافی کا ایک گرما گرم کپ پینے کے بعد میں اپنی اسٹڈی میں آ گیا۔ اس وقت شام کے ساڑھے چھ بج رہے تھے۔ میں نے طے کیا تھا کہ نو بجے میں پروفیسر ورما کے کاٹیج پہنچ کر اسے گھیرنے کی کوشش کروں گا۔ چرمی تھیلی اس وقت بھی میری جیب میں موجود تھی۔ شیلا نے مجھے یقین دلایا تھا کہ اس کی موجودگی میں میرے اطراف ایک ایسا مضبوط حصار قائم تھا جسے پروفیسر کی پراسرار قوتیں بھی نہیں توڑ سکتی تھیں۔ شیلا نے مجھے یہ باور کرانے کی بھی کوشش کی تھی کہ اگر پروفیسر میری نظروں سے غائب ہو گیا تو پراسرار قوتیں اس کو کھوج نکالنے میں میری رہنمائی ضرور کریں گی۔

پونے نو بجے تک میں اسٹڈی میں بیٹھا کتابوں سے دل بہلاتا رہا۔ کتابیں میری

بہترین رفیق تھیں۔ اکثر جب میں الجھا ہوتا تو ان ہی کتابوں کی ورق گردانی میرے ذہن کو سکون پہنچاتی تھی۔ اس وقت بھی میں نے خود کو تر و تازہ رکھنے کی خاطر اسٹڈی کا رخ کیا تھا۔ مجھے اپنے ارادوں میں مایوسی نہیں ہوئی۔ نو بجے میں اپنے کاٹیج سے پورے کیل کانٹوں سے لیس ہو کر نکلا تو پوری طرح تازہ دم تھا۔ پروفیسر سے بھی میرا کچھ حساب کتاب باقی تھا جسے میں چکتا کر دینے کا خواہشمند تھا۔ اس نے اندھیرے میں پشت پر سے میرے اوپر خنجر چلانے کی کوشش کی تھی لیکن اپنی مذموم خواہش کی تکمیل نہیں کر سکا تھا۔ میں اسے روز روشن میں للکار کر مارنا چاہتا تھا۔ وہ اپنی شیطانی قوتوں کی وجہ سے میرے ہاتھوں بچتا رہا لیکن اس وقت میرے پاس بھی ایک پراسرار قوت موجود تھی۔ میں اس کے بارے میں پوری طرح واقف نہیں تھا لیکن بہرحال اس بات کا یقین ضرور تھا کہ چرمی تھیلی کی موجودگی میں پروفیسر نہ تو میرے دل کی گہرائیوں میں جھانک سکے گا نہ اپنے جنتر منتر کے پلید وار سے مجھے نقصان پہنچا سکے گا۔ چرمی تھیلی کے علاوہ میں نے اپنا سروس ریوالور بھی لوڈ کر کے بغلی ہولسٹر میں ڈال رکھا تھا۔ اس وقت میرے ذہن میں کوئی خوف یا وسوسہ نہیں تھا۔ شیلا سے دوسری ملاقات ہو جانے کے بعد ایک نادیدہ قوت نے جیسے مجھے سنبھالا دے رکھا تھا۔ میرے اندر کا فوجی پوری طرح بیدار تھا۔ جو سرد جنگ میرے اور پروفیسر کے درمیان جاری تھی' میں اس کا آخری فیصلہ کر دینے کی خاطر پوری طرح آمادہ تھا۔

میں نے نو بجکر سات منٹ پر پروفیسر کے کاٹیج کی کال بیل بجائی۔ حسب معمول پروفیسر نے خود ہی دروازہ کھولا۔ اس کا ملازم گنگولی کافی دنوں سے مجھے نظر نہیں آ رہا تھا۔ شاید یہ محض اتفاق تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ پروفیسر نے کسی مصلحت کی بنا پر اس کی چھٹی کر دی ہو یا وقتی طور پر کہیں اور بھیج دیا ہو۔

مجھے دروازے پر دیکھ کر پروفیسر کی کشادہ پیشانی پر ایک ثانئے کے لئے بے شمار آڑی ترچھی سلوٹیں ابھر آئیں لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے خود پر قابو پانے کے سلسلے میں بھی حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کیا۔ میں یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ پروفیسر کو اس وقت میری آمد گراں گزری تھی۔

''کیا بات ہے پروفیسر......؟'' میں نے اسے غور سے گھورا۔ ''کیا مجھے اندر آنے کو نہیں کہو گے؟''

’’اس سے کیسے راستہ بھٹک گئے؟‘‘ اس نے میرے لئے راستہ چھوڑ دیا۔

’’بس..... بیٹھے بیٹھے تمہاری یاد آ گئی تھی۔‘‘ میں قدم بڑھاتا اس کے ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔

’’کیا پیو گے؟‘‘ اس نے میرے بیٹھنے کے بعد دریافت کیا۔

’’اتنی جلدی کیا ہے۔‘‘ میں نے بے تکلفی سے کہا۔ ’’ایک دو بازی شطرنج کی ہو جائے‘ پھر کھانا پینا بھی ہوتا رہے گا۔‘‘

’’میں شما چاہتا ہوں میجر.....‘‘ پروفیسر نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا۔ ’’آج میں تمہیں زیادہ سے نہیں دے سکوں گا.....‘‘

’’سادھنا کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟‘‘ میں نے برسبیل تذکرہ پوچھ لیا۔

’’مجھے کسی سے ملنے جانا ہے۔‘‘ اس نے سادھنا کی بات گول کرتے ہوئے جواب دیا۔ ’’کچھ ضروری کام ہے۔‘‘

’’چلے جانا..... کچھ دیر تو بیٹھو.....‘‘

وہ خاموشی سے میرے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔ بظاہر وہ خود کو مطمئن ظاہر کر رہا تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کی نظریں بار بار میری آنکھ میں دور تک جھانکنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ میں دل ہی دل میں مسکرا دیا۔ مجھے علم تھا کہ وہ میرے دل کی گہرائیوں تک نہیں اتر سکے گا۔ پچھلی ملاقات میں اس نے اعتراف بھی کیا تھا کہ وہ میرے پاس کسی تعویز یا اسی قسم کی کسی دوسری شے کی وجہ سے میرے ذہن کو نہیں پڑھ پا رہا تھا۔

’’پروفیسر.....‘‘ میں نے اچانک ذہن میں ایک فرضی منصوبہ مرتب کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ ’’دراصل میں اس وقت تمہارے پاس ایک ضروری کام سے آیا تھا۔‘‘

’’تمہیں اور مجھ سے کوئی کام ہو سکتا ہے؟‘‘ اس نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر کہا۔ ’’وشواس نہیں آ رہا.....‘‘

’’میں تمہیں اپنے ایک دوست کا ہاتھ دکھانا چاہتا ہوں۔‘‘ میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ ’’ایک ماہ بعد اس کی شادی ہونے والی ہے۔ جس لڑکی سے اس کا رشتہ طے ہوا ہے‘ وہ اس کو پسند نہیں کرتا.....‘‘

’’پسند نہیں کرتا تو انکار کر دے۔‘‘ پروفیسر نے جواب دیا۔ ’’اس میں ہاتھ دکھانے کی ضرورت کیا ہے۔‘‘

’’جس شخص نے یہ رشتہ طے کرایا ہے۔ اس نے لڑکے کو یقین دلایا ہے کہ اس شادی کے بعد اس کی کایا پلٹ سکتی ہے۔ وہ راتوں رات کروڑ پتی بن سکتا ہے۔‘‘ میں نے کہانی میں جوڑ لگاتے ہوئے کہا۔ ’’دولت انسان کی کمزوری ہے۔ میرا دوست براہ راست اس بات کی کسی طرح تصدیق کرنا چاہتا ہے کہ رشتہ کرانے والا اپنی بات میں کس حد تک سنجیدہ ہے۔‘‘

’’کیا لڑکی کسی مالدار باپ کی بیٹی ہے؟‘‘

’’نہیں.....‘‘ میں نے بغیر سوچے سمجھے تیزی سے کہا۔ ’’اس کا تعلق ایک اوسط گھرانے سے ہے۔‘‘

’’پھر مایا کہاں سے آئے گی؟‘‘

’’یہی بات تو وہ جاننا چاہتا ہے۔‘‘ میں نے زور دینے کی کوشش کی۔ ’’کیا تم میری خاطر اس کا ہاتھ نہیں دیکھو گے؟‘‘

’’اوش دیکھوں گا.....‘‘ پروفیسر نے حامی بھر لی۔ ’’تم اسے دو روز بعد لے آنا۔‘‘

’’یہی تو مشکل ہے کہ لڑکے کو کل دوپہر تک ہاں یا نہیں میں جواب دینا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ابھی میرے ساتھ چل کر اس کا ہاتھ دیکھ لو۔‘‘

’’بالک کا نام کیا ہے؟‘‘ پروفیسر نے تھوڑے توقف سے دریافت کیا۔ وہ بار بار کنکھیوں سے دیوار گیر کلاک کی سمت بھی دیکھتا جا رہا تھا۔ دس بجنے میں ابھی پچیس منٹ باقی تھے۔ ’’تم میرے ساتھ چلو۔‘‘ میں نے اصرار کیا۔ ’’میں راستے میں تمہیں اس کے نام کے علاوہ بھی.....‘‘

’’میجر.....‘‘ پروفیسر نے میری بات درمیان سے اچکتے ہوئے بڑے گمبھیر لہجے میں کہا۔ ’’میں نے تم سے کہا تھا کہ سادھنا کے سسرال والوں سے انتقام لینے کی خاطر میں نے بڑے پاپڑ بیلے ہیں۔ دیوی دیوتاؤں کو راضی کر کے میں نے جو مہان شکتیاں پراپت کی ہیں‘ بڑے بڑے گیانی دھیانی بھی اس کا کیول سپنا ہی دیکھتے رہتے ہیں۔ میرے منتر کے موکل میرے ایک اشارے پر کسی کا بھی کریا کرم کر سکتے ہیں۔ میں نے اس دھرتی کے ان کونے کھدروں کو بھی چھان مارا ہے۔ جہاں آج تک کسی دوسرے منش کا دھیان بھی نہیں

گیا۔"

"میں سمجھا نہیں......" میں نے حیرت کا اظہار کیا۔ "تم اس وقت مجھے اپنی کالی قوتوں کی کتھا کیوں سنا رہے ہو؟ میں تو تم سے اپنے دوست کا ہاتھ دیکھنے کی بات کر رہا تھا۔"

"یہ سچ ہے میرے متر کہ تم نے اپنے شریر میں جو حفاظتی بند باندھ رکھے ہیں' اس کے کارن میں تمہارے من میں نہیں جھانک سکتا' پرنتو منش کی آنکھیں بھی اس کے من کا بھید اگلتی رہتی ہیں۔" پروفیسر نے پہلو بدل کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ غلط ہے کہ تم اس سمے مجھے اپنی باتوں میں الجھانے کی خاطر ایک من گھڑت کہانی سنا رہے ہو؟"

"گڈ......ویری گڈ......" میں نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "گویا میں نے جو چال چلی تھی' اس میں جیت میری ہی ہوئی......تم ہار گئے۔"

"کیا مطلب......؟" اس نے مجھے تیز نظروں سے گھورا۔

"مطلب یہ کہ اب میں آئندہ تمہارے سامنے اپنی آنکھوں پر بھی قابو پانے کی کوشش کروں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ پھر موضوع بدل کر پوچھا۔ "تمہاری لاڈلی بیٹی سادھنا کہاں ہے؟"

"وہ اپنی ایک دوست سے ملنے گئی ہے۔ کل رات تک واپس آئے گی۔" پروفیسر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ اس کی نظریں بدستور میری آنکھوں میں چبھ رہی تھیں۔

"او......آئی سی۔" میں نے رازداری کا انداز اختیار کیا۔ "سادھنا گھر پر نہیں ہے......کل واپس آئے گی اور تم......کسی سے ملنے جا رہے ہو......چکر کیا ہے؟"

"میں بھی یہی سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" پروفیسر نے کسمسا کر کہا۔ "آج تم بھی کچھ گہری گہری باتیں کر رہے ہو......"

"تمہاری سمجھ کا پھیر ہے ورنہ میں تو صرف تم سے ملنے آیا تھا۔" میں سنجیدہ ہو گیا۔

"آج شما کر دو میجر......آج مجھے ایک اہم کام نپٹانا ہے۔" پروفیسر اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ مطلب صاف ظاہر تھا' وہ مجھے اب زیادہ دیر برداشت کرنے کو آمادہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ دس بجنے میں اب صرف چند منٹ رہ گئے تھے۔

میں ایک قانون پسند اور مہذب شہری تھا۔ تجارتی حلقوں میں میری ساکھ کے حوالے دیئے جاتے تھے۔ فوجی تربیت میں ہمیں ڈسپلن کا درس بطور خاص دیا جاتا تھا۔ میں اس وقت پروفیسر کے کاٹج میں موجود تھا۔ پراسرار نوجوان کے کہنے کے مطابق مجھے اسے دس بجے سے دو بجے تک اس طرح باتوں میں الجھائے رکھنا تھا کہ وہ میری نظروں سے اوجھل نہ ہو سکے لیکن اس نے دس بجنے میں چند منٹ پیشتر ہی مجھے ہری جھنڈی دکھا کر اپنے کاٹج سے چلے جانے کا سگنل دے دیا تھا۔ میں اس کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتا تھا۔ دو چار باتیں مزید کر کے کچھ وقت اور گزار سکتا تھا لیکن چار گھنٹے تک اسے روکے رکھنا میرے اختیار میں نہیں تھا۔

"ویری سیڈ پروفیسر (Very Sad Professor)" میں نے اٹھتے ہوئے منہ بنا کر کہا۔ "مجھے ایک پڑوسی ہونے کے ناطے تم سے اس قدر سرد اور روکھے برتاؤ کی امید نہیں تھی۔"

"تم نہیں سمجھ سکو گے......" پروفیسر نے بے حد سنجیدگی سے مجھے یقین دلانے کی کوشش کی۔ "آج مجھے جس سے ملاقات کرنی ہے' اگر وہ ٹل گئی تو مجھے سارا جیون اس کا دکھ بھوگنا پڑے گا۔"

"اوہ......" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "کیا وہ بھی چودھویں رات کے چاند کی طرح حسین ہے؟"

چودھویں کے چاند کے حوالہ پر پروفیسر چونکا تو مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ میں نے بات بنانے کی کوشش کی۔ "آئی ایم سوری' مجھے شاید تمہارے ذاتی اور نجی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

"کس نجی معاملے کی بات کر رہے ہو میجر؟" پروفیسر نے مجھے بڑی گہری نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ اس کے چہرے پر غور وفکر کے تاثرات نمایاں ہو رہے تھے۔

"وہی معاملہ جسے اگر تم آج نہ نپٹا سکے تو تمہیں جیون بھر افسوس رہے گا۔" میں نے لوہے کو لوہے سے کاٹنے کی کوشش کی۔ "تم نے ابھی یہی تو کہا تھا۔"

"ہاں' میں نے یہی کہا تھا۔" پروفیسر نے بل کھا کر جواب دیا۔ پھر سرسراتے لہجے میں بولا۔ "ایک بات پوچھوں' برا تو نہیں مانو گے؟"

"برا محسوس ہوا تو اسی وقت مناسب جواب دے کر حساب برابر کر دوں گا۔" میں نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔

"تم مسز مارگریٹ سے آخری بار کب ملے تھے؟"

"پروفیسر......" میں نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر اسے مزید الجھانے کی کوشش کی۔ "تم خاص طور پر مسز مارگریٹ ہی کی ذات میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہو؟ ویسے بائی دی وے' کیا کسی خاص وجہ سے تم میرا اس سے ملنا جلنا پسند نہیں کرتے؟"

"میں اس سے جلدی میں ہوں ورنہ تمہارے اس سوال کا جواب ضرور دیتا۔" پروفیسر نے تلملا کر کہا۔

"مجھے یاد آیا......" میں نے لوہے کو گرم دیکھ کر ایک اور کاری ضرب لگائی۔ "تم نے کہا تھا کہ مسز مارگریٹ کی جنم کنڈلی کے تیسرے خانے سے راہو مہاراج نے اپنا ٹھکانا تبدیل کر دیا ہے۔ کہیں وہ دوبارہ اسی خانے میں واپسی کا ارادہ تو نہیں کر رہے؟"

"مجھے اس سے بڑوں کی ایک کہاوت یاد آ رہی ہے......" پروفیسر نے زہرخند سے کہا۔ "جو بالک نادان ہوتے ہیں' وہ آگ سے کھیل کر اپنا ہاتھ جلا بیٹھتے ہیں...... تم نے بھی یہ کہاوت اپنے پرکھوں سے ضرور سنی ہوگی......؟"

"ہاں...... تمہارے کہنے پر یاد آیا۔ ویسے ہمارے بزرگوں کی کہاوتیں بھی عجیب ہوا کرتی تھیں۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "مثلاً یہ کہ اونٹ جب پہاڑ کے نیچے آتا ہے' اس کے بعد ہی اسے اندازہ ہوتا ہے کہ کوئی چیز اس سے بھی بلند ہوتی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے اس کہاوت کے بارے میں؟"

جواب میں پروفیسر کے چہرے پر ایک تناؤ کی کیفیت واضح طور پر ابھری۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس نے گھڑی پر نظر ڈالی تو اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ وہ جس انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا' اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ شاید وہ یہ بات سمجھ گیا تھا کہ میں اسے باتوں میں الجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ایک ثانئے تک وہ مجھے مسکراتی نظروں سے تکتا رہا۔ پھر دروازے کی سمت قدم اٹھانے لگا۔ مجھے مجبوراً اس کی پیروی کرنی پڑی۔ وہ مجھے میری گاڑی تک چھوڑنے آیا۔ میں گاڑی میں بیٹھ گیا تو اس نے دبی زبان میں کہا۔

"اپنا دھیان رکھنا میجر' کسی ایسے کام میں ٹانگ پھنسانے کی کوشش مت کرنا جو

تمہارے بس کا نہ ہو۔"

"یہی مشورہ میں تمہیں بھی دینا چاہ رہا تھا۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ٹھوس لہجے میں جواب دیا۔ "جس سے ملاقات کرنے جا رہے ہو' اسے ذرا سنبھل کر ملنا۔ قدم زمین پر جمائے رکھنا' اوسان خطا نہ ہونے دینا۔ کوئی بھول چوک ہو گئی یا قدم پھسل گئے تو پھر تمہیں سارا جیون اس کا دکھ بھوگنا پڑے گا۔"

"نمسکار......" اس نے ہاتھ باندھ کر مجھے رخصتی سلام کیا۔ اس کے انداز میں تکبر تھا۔

"آئی وش یو گڈ لک۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ پھر گاڑی گھما کر اس کا رخ شہر جانے والے راستے کی جانب موڑ دیا۔

کچھ دور جا کر میں نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالی۔ اس وقت سوا دس بج رہے تھے۔ پروفیسر کا آخری جملہ میرے ذہن میں بار بار صدائے بازگشت بن کر گونج رہا تھا۔ وہ میرے دل کی گہرائیوں میں نہیں جھانک سکتا تھا۔ میرے ذہن کو بھی چرمی تھیلی کی موجودگی میں نہیں پڑھ سکتا تھا لیکن میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ میرے ارادوں کو بھانپ چکا تھا۔ اسی لئے اس نے مجھے مشورہ دیا تھا کہ کسی ایسے کام میں ٹانگ پھنسانے سے گریز کرو جو تمہارے بس کا نہ ہو۔ ممکن ہے میری سوچ' میرا واہمہ ہو لیکن ایک بات طے تھی کہ میں نے چودھویں رات کا ذکر کر کے پروفیسر کو چونکا دیا تھا۔ اس کے بعد ہمارے درمیان جملوں کا تبادلہ جس انداز میں ہوا تھا' اس نے بھی پروفیسر کے کان کھڑے کر دیئے تھے۔ وہ پراسرار اور حیرت انگیز شیطانی قوتوں کا مالک تھا۔ جہاندیدہ تھا' آج کی رات اس کے لئے کس قدر اہم رات تھی' اس کا اندازہ مجھے شیلا کی باتوں سے بھی ہو چکا تھا۔

جس کے دل میں چور ہوتا ہے' وہ ہر بات پر چونک اٹھتا ہے۔ پروفیسر جیسے گھاگ شخص کو بھی میرے چند جملے سن کر تعجب ضرور ہوا ہوگا' پھر اسے دو اور دو چار کرنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی ہوگی۔ اس کا آخری جملہ اسی امر کی نشاندہی کرتا نظر آ رہا تھا۔ میرے لئے اب بہرحال فوری طور پر پروفیسر کے پاس دوبارہ جانا مناسب نہیں تھا کیونکہ پراسرار نوجوان نے کہا تھا کہ اگر پروفیسر اور شیلا کے درمیان وہ ہولناک اور اذیت ناک ناٹک دوبارہ کھیلا گیا تو میرا انجام بڑا اذیت ناک ہوگا۔

''نان سینس''میں نے اپنے آپ کو تسلی دینے کی خاطر خودکلامی کے انداز میں کہا۔''موت برحق ہے۔اس کا جو وقت معین کر دیا گیا ہے' اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں ٹال سکتی۔ پراسرار نوجوان نا قابل یقین قوتوں کا مالک ضرور تھا لیکن کسی کی زندگی اور موت کے بارے میں آخری فیصلہ کرنا اس کے اختیار میں کس طرح ہو سکتا تھا' اس نے وہ بات یقیناً مجھے خوفزدہ کرنے کی خاطر کہی ہوگی......''

میں اپنی دھن میں اس قدر مست تھا کہ مجھے نہ وقت کا احساس ہوا' نہ ان راستوں کا جن پر میں گاڑی دوڑاتا پھر رہا تھا۔ مجھے اپنے انجام کی کوئی فکر نہیں تھی۔ محاذ جنگ پر زندگی اور موت کی کشمکش دیکھتے دیکھتے میں بڑا سخت دل ہو گیا تھا۔ اس وقت بھی اپنے بارے میں نہیں بلکہ شیلا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس نے مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ وہ رات اس کی زندگی کیلئے کس قدر اہم تھی۔ اگر وہ پروفیسر کی خباثتوں سے گلو خلاصی حاصل کر لیتی تو انتقامی کارروائی کے طور پر اس کے جسم کو بھنبھوڑ کر اس کی ہڈیاں تک چبا جاتی۔ دو بجے کے بعد پروفیسر کی دسترس سے ہمیشہ آزاد ہو سکتی تھی۔ ناکامی کی صورت میں اسے تمام زندگی پروفیسر کے اشاروں پر عمل کرنے پر مجبور ہونا پڑتا۔ وہ جس قبیلے سے تعلق رکھتی تھی' اس کے مقدس دیوتاؤں نے شاید یہ بات اس پر واضح کر دی تھی کہ سولہ سال کی عمر گزر جانے کے بعد وہ اپنے لوگوں میں کبھی واپس نہ جا سکے گی۔ دیوتاؤں سے اس کا تعلق بھی ختم ہو جائے گا اور اس کی پراسرار قوتیں بھی چھن جائیں گی۔

میں نے شیلا کو یقین دلایا تھا کہ میں اس کی ہر ممکن مدد کرنے کی کوشش ضرور کروں گا۔ اس وعدہ کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ میں خود بھی پروفیسر سے اپنا حساب بے باق کرنا چاہتا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ پروفیسر کو باتوں میں لگا کر روکنے کی کوشش کروں گا لیکن مجھے اپنے ارادوں میں کامیابی نہیں ہو سکی۔ پروفیسر کے لئے بھی وہ رات موت اور زندگی سے کم اہم نہیں تھی۔ اس نے تمام لحاظ و مروت کو بالائے طاق رکھ کر مجھے اپنے کالج سے چلے جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں اس کے ساتھ زور زبردستی نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے اس کے سرد رویے اور خشک برتاؤ کا کوئی ملال بھی نہیں تھا۔ اس کی جگہ میں ہوتا اور مجھے بھی کوئی ویسی ہی مہم درپیش ہوتی جیسی اسے تھی تو شاید میرا رویہ اس سے زیادہ سرد ہوتا۔

میں اپنی سوچوں میں اس قدر مستغرق تھا کہ مجھے اس بات کا مطلق احساس نہیں

ہوا کہ میں شہری آبادی کو پیچھے چھوڑ کر بہت دور نکل گیا ہوں۔ دوبارہ اس وقت چونکا جب غیر اختیاری طور پر میرا پاؤں بریک پر لگا اور گاڑی کے پہیوں کی چرچراہٹ کی آواز نے مجھے ہوشیار کیا۔ میری چھٹی حس نے اگر میرا ساتھ نہ دیا ہوتا اور بریک لگانے کی وہ حرکت مجھ سے اتفاقیہ سرزد نہ ہوئی ہوتی تو میری کار یقیناً گڑھے میں گر کر تباہ ہو گئی ہوتی۔ جو ہیڈ لائٹس کی تیز روشنی میں اس وقت بھی مجھے بڑی حسرت سے دیکھ رہا تھا۔

میں نے ایک تباہ کن حادثے سے بال بال بچ جانے پر سکون کا سانس لیا۔ دستی گھڑی کی سمت توجہ کی تو دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ اس وقت پونے بارہ کا عمل تھا۔ گویا میں ڈیڑھ گھنٹے تک ایک اعتبار سے بے ہوشی کے عالم میں ڈرائیونگ کرتا رہا تھا۔ میں نے ڈیش بورڈ پر مائلو میٹر پر نظر ڈالی تو انکشاف ہوا کہ میں لگ بھگ اسی میل کا فاصلہ طے کر کے سیلاب سے تباہ شدہ اس دور دراز آبادی کے کھنڈرات کی طرف نکل آیا تھا جو ایک پہاڑی سلسلے کے قریب واقع تھی۔

میں انجن بند کر کے گاڑی سے نیچے اتر آیا۔ تازہ ہوا کے جھونکوں نے میرے اوسان بحال کئے تو مجھے احساس ہوا کہ میں گھر سے کس مقصد سے نکلا تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ مجھے پروفیسر سے جدا ہوئے بھی نوے منٹ سے زیادہ ہو چکے تھے۔ اب اس کا سراغ ملنا مشکل ہی تھا۔ پراسرار نوجوان نے مجھے جن چار گھنٹوں کے لئے پابند کیا تھا' اس کے ختم ہونے میں اب صرف سوا دو گھنٹے باقی رہ گئے تھے۔ اس عرصہ میں شہر واپس جا کر پروفیسر کو تلاش کرنا صرف دشوار نہیں' ناممکن بھی تھا۔ ہو سکتا تھا کہ مجھے جس اذیت ناک اور دلخراش ڈرامے کو روکنے کا کام سونپا گیا تھا' وہ شروع ہو کر ختم بھی ہو چکا ہو۔

میں کچھ دیر ایک پتھر پر بیٹھا حالات پر غور کرتا رہا۔ چودھویں رات کے چاند کی روشنی پوری آب و تاب سے اپنا جلوہ بکھیر رہی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ شاید شیلا اب تک پروفیسر کے ہاتھوں پھر برباد ہو چکی ہوگی۔ شاید اس کے مقدس دیوتاؤں کو یہی منظور تھا کہ وہ ان کے درمیان کبھی زندہ نہ واپس لوٹ سکے۔ اسی میں شاید میری زندگی کا ایک پہلو بھی مضمر تھا اگر میں شیلا اور پروفیسر کے درمیان کھیلے جانے والے ڈرامے کے دوران دخل اندازی [illegible] ممکن تھا کہ پروفیسر ایک بار پھر مجھے اپنی آنکھوں کی مقناطیسی قوتوں کے ذریعے [illegible] اور پھر اپنی خباثتوں کا ناپاک کھیل مکمل کرنے کے بعد مجھے بھی عالم بے ہوشی

میں موت کے گھاٹ اتار دیتا۔

پراسرار نوجوان نے مجھے یقین دلایا تھا کہ چرمی تھیلی میں ایک ناقابل یقین اور پراسرار قوت بند ہے جو ہر وقت میری مدد کرے گی۔ شیلا نے بھی یہی کہا تھا کہ اگر پروفیسر میری نظروں سے کچھ دیر کے لئے اوجھل ہو گیا تو بھی نادیدہ قوتیں میری رہنمائی کریں گی لیکن ابھی تک کوئی ایسی چونکا دینے والی بات نہیں ہوئی تھی۔ میں کچھ دیر بعد شانے اچکا کر کھڑا ہو گیا۔ میرا ارادہ واپسی کا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھولا لیکن دوسرے ہی لمحے مجھ سے تقریباً بیس گز کے فاصلے پر فضا میں روشنی کا اتنا تیز جھماکا ہوا کہ میں چونک اٹھا۔ میرے اندر تجسس جاگ اٹھا' اس تباہ شدہ آبادی کے ٹوٹے پھوٹے مکانوں کے کھنڈرات میں اچانک اس روشنی کا آنکھوں میں چکاچوند کر کے غائب ہو جانا بے معنی نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نے بغلی ہولسٹر سے اپنا سروس ریوالور نکال کر اس پر گرفت مضبوط کی۔ پھر محتاط انداز میں نپے تلے قدم اٹھانے لگا۔ روشنی کے اس جھماکے سے متعلق میرے ذہن میں مختلف امکانات اور وسوسے جنم لے رہے تھے!

چاند کی روشن کرنیں میری رہنمائی کر رہی تھیں۔ فوری طور پر میرے ذہن میں اس روشنی کے ابھر کر غائب ہو جانے کے سلسلے میں یہی خدشہ ابھرا کہ غالباً ان کھنڈرات میں کسی محفوظ ٹھکانے پر تخریب کاروں نے اپنا اڈا قائم کر لیا ہوگا۔ ملک دشمن عناصر کیلئے بھی وہ ویران جگہ روپوشی کیلئے بڑی مناسب تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ ناجائز تجارت کرنے والے اس مقام کو عارضی طور پر استعمال کر رہے ہوں۔ پہاڑیوں کی دوسری جانب تقریباً ایک ڈیڑھ میل تک چٹیل میدان تھا۔ پھر اسکے بعد دوسرے ملک کی سرحدیں شروع ہو جاتی تھیں۔ روشنی کا وہ جھماکا کوئی مخصوص سگنل بھی ہو سکتا تھا۔

میں ایک ایک قدم پھونک پھونک کر اٹھا رہا تھا۔ کسی جھینگر کی آواز بھی مجھے چونکنے پر مجبور کر دیتی تھی۔ ٹوٹے پھوٹے مکانوں کی منہدم اور خستہ دیواروں کی آڑ لیتا ہوا میں تقریباً پندرہ سولہ گز ہی دور گیا ہوں گا جب ایک دیوار کی دوسری جانب سے مجھے کسی کے قہقہوں کی آواز سنائی دی۔ میں یکدم رک گیا۔ ریوالور کے دستے پر میری گرفت اور سخت ہو گئی۔ میں نے تیزی سے جھک کر خود کو ایک بڑے پتھر کی آڑ میں کر لیا اور کسی دوسری آواز کا انتظار کرنے لگا۔ خاموشی کے وہ چند لمحے بھی میرے لئے بہت صبر آزما تھے۔ قہقہے کی آواز

کے بعد دوسری جانب مکمل سکوت طاری ہو گیا تھا۔ میرے اندر ایک خطرے نے ابھارا۔ شاید کسی نے میری آہٹ پالی تھی جو دوسری طرف سے کوئی آواز نہیں ابھری۔ ممکن ہے وہ بھی میری سن گن لے رہے ہوں۔ میں تنہا تھا لیکن مجھے یقین تھا کہ وہ تعداد میں ایک سے زیادہ ہی ہوں گے ورنہ قہقہے کی آواز بھی نہ ابھرتی۔

میں جس پتھر کی آڑ میں تھا' وہ زیادہ محفوظ نہیں تھا۔ اگر وہ تعداد میں تین چار بھی تھے تو مجھے بڑی آسانی سے گھیر سکتے تھے۔ میں ان کے ساتھ چومکھی لڑنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ چاندنی میں ہر شے بہت واضح نظر آ رہی تھی۔ اگر وہ مجھے دیکھ لینے میں کامیاب ہو گئے تو پھر ان کے لئے میرا نشانہ لینا کچھ دشوار نہ ہوگا۔ میں نے سوچا' اس کے ساتھ ہی میں نے خود کو ناہموار زمین پر گرایا اور آہستہ آہستہ بائیں سمت کرالنگ کرنے لگا۔ مجھے ایک نیم منہدم مکان نظر آ رہا تھا۔ میرے لئے وہاں تک پہنچنا ضروری تھا اس کے بعد میں تنہا ہونے کے باوجود چار چھ پر بھاری پڑ سکتا تھا۔

''اب بھاگنے کا ارادہ دل سے نکال دو۔'' ایک بھاری مردانہ آواز میرے کانوں میں گونجی۔ ''میرے ہاتھوں تمہارا بچنا ناممکن ہے......''

میں نے کرالنگ بند کر دی۔ میرے اندر چھپا ہوا فوجی پوری طرح چوکس تھا۔ جو جملہ ادا کیا گیا تھا' اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ میری صحیح پوزیشن کا اندازہ نہیں لگا سکے تھے ورنہ دھمکی آمیز جملہ استعمال کرنے کے بجائے ایک سنسناتی ہوئی گولی ہی میرے لئے کافی ہوتی۔ وہ اس جملے کے بعد میری جانب سے کسی جواب کے منتظر ہوں گے۔ ان کی عقابی نظریں مجھے تلاش کرنے کی خاطر مختلف سمتوں میں گردش کر رہی ہوں گی۔ میرے لئے ایک ایک پل بڑا جان گسل تھا۔ میں نے فوری کارروائی کی خاطر ایک پتھر اٹھا لیا۔ میرا ارادہ اسے داہنی جانب اچھالنے کا تھا۔ پتھر گرنے کی آواز سے ان کی توجہ دوسری سمت مبذول ہو جاتی اور میں اتنی دیر میں چھلانگ لگا کر اس منہدم مکان میں پہنچ جاتا جو مجھ سے زیادہ دور نہیں رہ گیا تھا لیکن قبل اس کے کہ میں اپنا ایکشن شروع کرتا' وہی مردانہ آواز دوبارہ گرجتی ہوئی سنائی دی۔

''آج کی رات دھرتی کی کوئی شکتی میرے مقابلے میں تمہاری سہائتا نہیں کر سکتی۔ اب اپنے من سے لکڑی اور گھاس پھوس کے بنے ہوئے ان دیوتاؤں کا دھیان نکال

دوجن پر تم کو بڑا مان تھا۔ آج تمہارے کول شریر سے آخری بار خون پینے کے بعد میری شکتی امر ہو جائے گی۔ پھر تمہارے قبیلے کے تھوتے میری مٹھی میں ہوں گے۔''

مجھے ایسا لگا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ پروفیسر کی آواز پہچان کر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ اس نے جو جملہ کہا تھا' وہ یقیناً شیلا ہی کو مخاطب کر کے کہا ہوگا۔ یہ بھی صاف ظاہر تھا کہ اسنے ابھی تک شیلا کے ساتھ اپنی وحشت ناک درندگی کا ہولناک کھیل نہیں شروع کیا تھا۔ میں ہاتھ میں دبا پتھر پھینک کر پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

شیلا نے غلط نہیں کہا تھا کہ کوئی پراسرار قوت حیرت انگیز طور پر میری رہنمائی کرے گی۔ میں نے ڈیڑھ گھنٹے تک بے ہوشی کے عالم میں گاڑی ڈرائیو نہیں کی تھی۔ کوئی نادیدہ قوت یقیناً میری پشت پر موجود تھی۔ روشنی کا وہ جھما کا بھی بلامقصد نہیں تھا۔ اگر اس نے میری آنکھوں میں چکاچوند کی کیفیت پیدا کر کے اپنی طرف متوجہ نہ کیا ہوتا تو شاید میں واپس لوٹ چکا ہوتا۔

قسمت ضرور شیلا پر مہربان تھی جو پروفیسر نے ابھی تک اس کا خون نہیں پیا تھا۔ ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی بھی اکثر انسان کی شکست کا سبب بن جاتی ہے۔ پروفیسر بھی یقیناً اپنے تکبر اور گھمنڈ میں سرشار تھا۔ جو شیلا کو آخری وقت تک اس کی بے بسی کا احساس دلا کر تڑپانا چاہ رہا تھا۔ پراسرار نوجوان نے مجھے دو بجے تک کا وقت دیا تھا جس میں ابھی پونے دو گھنٹے باقی تھے۔ پروفیسر اپنی خود اعتمادی کا شکار ہو کر سوا دو گھنٹے ضائع کر چکا تھا۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ پروفیسر مجھ سے پہلے شیلا کو لے کر اس مقام تک کس طرح پہنچ گیا جبکہ میں اس سے پیشتر روانہ ہوا تھا۔ دوسری بات یہ بھی تعجب خیز تھی کہ اس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی مہم کی آخری منزل سر کرنے کے لئے آبادی کو چھوڑ کر اس ویرانے کا انتخاب کیوں کیا تھا؟

میں نے اپنا سروس ریوالور ہولسٹر میں ڈال کر چرمی تھیلی نکال کر ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑی پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔

''تم اتنی دیا کل کیوں نظر آرہی ہو شیلا رانی؟'' پروفیسر کی بے رحم آواز پھر میرے کانوں سے ٹکرائی۔ ''تمہیں تو خوش ہونا چاہئے کہ آج کے بعد تم کیول میری بن کر جیون بتاؤ گی۔ آج کے بعد میں تم سے کبھی زور زبردستی نہیں کروں گا۔ تم خود اپنی بانہیں پھیلا کر

میرے قریب آؤ گی۔ میں تمہیں اپنے چرنوں میں داسی بنا کر رکھوں گا' تم میری پوجا کرو گی۔ اسی طرح جس طرح دیوداسیاں کسی بڑے مندر میں بھگوان کی مورتی کے آگے جھک جھک کر اور ہاتھ باندھ باندھ کر ڈنڈوت کرتی ہیں۔'' پروفیسر کی آواز ایک لمحے کو تھمی' پھر دوبارہ ابھری۔ ''سادھنا یاد ہے تمہیں؟ وہ بھی ایک دیوداسی تھی' بڑی سجیلی' بڑی کٹیلی' اپنے جوبن پر بڑا گھمنڈ تھا اسے' خود اپنے شریر کے جام میں ہوش اڑا دینے والی شراب کی طرح چھلکتی تھی۔ میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو ناگن کی طرح تڑپ کر کترا گئی۔ دیوتاؤں کی شکتی پر اسے بھی بڑا مان تھا۔ پرنتیجہ کیا نکلا؟ میں نے جب اسے منڈی سے پکڑ کر اس کا سارا زہر نکال دیا تو پتھر کی مورتی کو چھوڑ کر میری پوجا کرنے لگی۔ میرے اشاروں پر تھرکنے لگی..... سارا گھمنڈ' سارا مان دھرے کا دھرا رہ گیا.....''

''پھر ایک دن کسی شکتی نے اس' کا کریا کرم کر دیا جسے تم آج تک نہیں کھوج سکے.....'' اس بار شیلا کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

''چنتا مت کرو شیلا رانی۔'' پروفیسر نے غراتے ہوئے بڑے سرد لہجے میں کہا۔ ''آج کی رات میں تمہیں ہمیشہ کیلئے اپنے چرنوں کی دھول بنا لوں' پھر وہ بھی میرے ہاتھوں سے نہیں بچ سکے گا۔ میری نظریں' میری شکتی' میرے جنتر منتر کے ہرکارے اسے سمندر کی تہہ سے بھی ڈھونڈ نکالیں گے۔ پھر اس کا انت بھی دیکھ لینا۔''

''ایک بات کہوں پروفیسر' برا تو نہیں مانو گے؟''

''میں جانتا ہوں تو کیا کہے گی.....'' پروفیسر کے لہجے میں کسی زخمی درندے کی گھن گرج تھی۔ ''تو اسی کم ذات میجر کی بات کرے گی جو ابھی تک میرے ہاتھوں سے بچتا رہا ہے۔ پرنتو ایک بات دھیان سے سن لے' میں جانتا ہوں کہ تیرا ہی کوئی یار اس کی پچھاڑی پر ہاتھ رکھے ہے۔ پر آج کی رات گزرنے کے بعد تیری طرح تیرا وہ یار بھی بے بس ہو جائے گا' پھر میں اس..... میجر کو تیری نظروں کے سامنے لتھاڑ لتھاڑ کر کتے کی موت ماروں گا۔''

پروفیسر نے مجھے جو غلیظ گالی دی تھی' اسے سن کر میرا خون کھول اٹھا۔ میں لپکتا ہوا اس دیوار کی آڑ سے نکل کر سامنے آ گیا۔ اب پروفیسر اور شیلا دونوں میری نظروں کے سامنے تھے لیکن وہاں جو ماحول میری نظروں نے دیکھا' اسے دیکھ کر میری عقل دنگ رہ گئی۔ تباہ شدہ ویران کھنڈرات کے درمیان ایک بے در و دیوار کی خوبصورت خوابگاہ کا

تصور ہی میرے لئے ناقابل یقین تھا لیکن میری نظریں ان قیمتی اور پرتعیش ساز و سامان کو دیکھ رہی تھیں۔ فرش پر بچھا ہوا قیمتی اور دبیز قالین' نہایت آراستہ اور حسین مسہری جس پہ گلاب کے مہکتے پھول جا بجا بکھرے پڑے تھے۔ قالین کے ایک سمت رکھی ہوئی وہ قد آور دلکش سنگھار میز' دو خوبصورت سفید فوم کی گدے دار کرسیاں' اس کے درمیان رکھی ہوئی شیشے کی گول میز جس پر پھل اور پھول موجود تھے۔ شراب کی ایک بوتل' دو گلاس اور کچھ دوسری اشیاء بھی سلیقے سے رکھی تھیں۔ قالین کے بیچ و بیچ فضا میں دس فٹ کی بلندی پر ایک فانوس برقی قمقموں سے مزین معلق جگمگا رہا تھا۔ فضا میں بھینی بھینی خوشبو رچی بسی تھی۔ وہ سب طلسم تھا' فریب نظر تھا۔ دھوکا تھا مگر ان تمام باتوں کے باوجود میں اس آراستہ خوابگاہ کے ایک ایک ساز و سامان کو دیکھ رہا تھا۔

مسہری کے بائیں جانب شیلا موجود تھی۔ اس کے جسم پر شب خوابی کا سفید مگر باریک گاؤن موجود تھا جو اس کی ستر پوشی کیلئے ناکافی تھا۔ اس کے حسین جسم کے ایک ایک پیچ و خم' دلکش نشیب و فراز دیکھنے والوں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتے نظر آ رہے تھے۔ اس کے لانبے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ اس کے چہرے پر زندگی کے اثرات بڑے مضمحل اور مایوس کن نظر آ رہے تھے۔

شیلا سے تقریباً دس فٹ کے فاصلے پر شیشے کی گول میز کے نزدیک پروفیسر سینہ تانے کھڑا تھا۔ وہ سرتاپا سیاہ چسٹر میں ملبوس تھا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے سے لپک رہے تھے۔ پلکیں جھپکائے بغیر وہ شیلا کو ٹکٹکی باندھے گھور رہا تھا۔ اس کے چہرے پر آگ کے دہکتے ہوئے شعلوں کی لپٹ کپکپاتی نظر آ رہی تھی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ چسٹر کی جیب میں ڈال رکھے تھے۔ منظر وہی تھا جو میں ایک بار پہلے دیکھ چکا تھا' صرف ماحول بدلا ہوا تھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ وہ سارا سیٹ اپ پروفیسر کی شیطانی قوتوں کا ایک طلسمی فریب تھا مگر جو کچھ بھی تھا' انتہائی حیرت انگیز اور دہشت ناک تھا۔

پروفیسر نے مجھے جو گالی بکی تھی' وہ میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ طیش کی اسی کیفیت میں میں دیوار کی آڑ سے نکل کر سامنے آ گیا تھا لیکن میں ایسے زاویئے پر کھڑا تھا کہ پروفیسر اور شیلا میں سے کوئی میری طرف متوجہ نہیں ہوا۔ شیلا پروفیسر پر نظریں جمائے کھڑی تھی۔ وہ خوفزدہ ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ مضطرب بھی تھی۔ اس کی نظریں بار بار بلند

ہو کر فضا میں کچھ تلاش کرنے لگتی تھیں۔ شاید اسے میرا انتظار تھا یا پھر میری طرف ... ہو کر وہ اپنے مقدس دیوتاؤں کی جانب سے کسی غیبی امداد کی منتظر تھی۔

"تیری نظریں بار بار آکاش کی طرف کیوں اٹھ رہی ہیں؟ کیا اب بھی تجھے ا... کنی ہوتوں سوتوں کا انتظار ہے؟" پروفیسر کی مکروہ مگر ٹھوس آواز خاموشی کا سینہ چیرتی ہوئی ابھری۔

شیلا نے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے۔ اس نے پروفیسر کی جانب نفرت اور حقارت بھری نظروں سے دیکھا۔ زبان سے کچھ نہیں کہا۔

"بھول جا...... سب کچھ بھول جا۔" پروفیسر نے شیطانی انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیول مجھے یاد رکھ' میرے سوا اب اس دھرتی پر تیرا کوئی دوسرا ٹھکانا نہیں ہے۔ اب تجھے میری داسی بن کر میرے چرنوں میں جیون بتانا ہوگا۔"

"اور اگر میں انکار کر دوں......؟" شیلا نے سپاٹ آواز میں کہا۔

"انکار......" جواب میں پروفیسر نے اس قدر بھیانک قہقہہ بلند کیا کہ شیلا ساری ان سے کانپ کر رہ گئی۔ چند ثانئے وہ حلق پھاڑ کر ہنستا رہا' پھر یکلخت بڑے تکبر سے بولا۔ تو انکار کی بات کر رہی ہے' اب کچھ بھی تیرے وش میں نہیں رہا۔ اب تجھے موت بھی میری نی کے بنا نہیں آ سکے گی' تیرا جینا مرنا سب میری مرضی پر ہوگا۔"

"نہیں......" اچانک شیلا نے کسی ناگن کی طرح بل کھا کر جواب دیا۔ "تو جو سپنے رہا ہے' وہ کبھی پورے نہیں ہوں گے۔ میں تیری داسی بننے کے بجائے اپنے ہاتھوں سے گلا گھونٹ لوں گی......"

"تو......" پروفیسر نے غضبناک لہجے میں اسے للکارا...... "تو میری آگیا کے بغیر نہیں کر سکے گی۔ میں تجھے پتھر کا بنا دوں گا۔ تیرے ہاتھ پیر توڑ کر تجھے اپنے چرنوں پر سر نے پر مجبور کر دوں گا۔ جیون پیارا ہے تو میری بات مان لے' کیول اسی میں تیری مکتی "

"نہیں...... نہیں......" شیلا نے ہذیانی انداز میں کہا۔ "آج کے بعد میں تیرا......"

"چپ ہو جا کلنکنی۔" پروفیسر گرج کر بولا تو شیلا اپنا جملہ مکمل نہ کر سکی۔ اس نے بار پھر آسمان کی جانب پرامید نظروں سے دیکھا۔

''سے بیت رہا ہے شیلا رانی.....'' پروفیسر نے اس بار بڑی لگاوٹ سے کہا۔ ''میرا کہا مان لے میں تجھے بہت ڈھیل دے چکا، کسی دیوداسی کی طرح کمر لچکاتی، بل کھاتی، من کو لبھاتی، چھم چھم کرتی میری بانہوں میں آجا۔ اپنی سندر سندر آنکھیں بند کر کے اپنے مہکتے دہکتے شریر کو میرے حوالے کر دے۔ مجھے آج جی بھر کر اپنا بھل بھلاتا خون پی لینے دے۔ میری شکتی اپرم پار ہو جائے گی، امر ہو جائے گی۔ پھر میں تجھے رانی بنا کر رکھوں گا۔ میں وچن دیتا ہوں کہ اگر آج تو مجھے اپنی مرضی سے خون پی لینے دے تو میں تیرا بھیجہ نہیں کھاؤں گا۔''

پروفیسر نے اطراف میں سجے ہوئے سامان کی جانب اشارہ کیا۔ ''میں نے یہ سندر سجا آج بڑے چاؤ سے تیرے کارن سجائی ہے۔ آج میری بات مان لے ہمیشہ وہی ہوا ہے جو میں نے چاہا ہے۔ آج بھی وہی ہوگا جو میں چاہوں گا۔ تیرے لئے سارے راستے بند ہو چکے ہیں۔ سب دواروں پر میں نے اپنی مہان شکتی سے تالے ڈال رکھے ہیں۔ میری بات مان لے رانی ورنہ...... ورنہ......''

''ورنہ کیا ہوگا......؟'' شیلا نے سہمے ہوئے لہجے میں دریافت کیا۔

''ورنہ میں تیرے شریر میں خون کا ایک قطرہ بھی نہیں چھوڑوں گا۔'' پروفیسر پھر پاگلوں کی مانند چلانے لگا۔ ''تیرا انت بڑا بھیانک اور دردناک ہوگا۔ میں تیرے بھیجے کے علاوہ تیرے شریر کی ایک ایک بوٹی چبا ڈالوں گا۔ تیری ہڈیوں کی مالا بنا کر اپنے گلے میں ڈال لوں گا۔ تو کبھی مجھ سے پیچھا نہیں چھڑا سکے گی۔ تیرے بعد میں تیرے اس یار کا انجام بھی خراب کر دوں گا جو سائے کی طرح تیرے آس پاس بھٹکتا رہتا ہے۔ پرنتو اس میں اتنی شکتی نہیں ہے کہ کھل کر میرے سامنے آسکے......''

''تم...... کس کی بات کر رہے ہو......؟'' شیلا نے چونک کر دریافت کیا۔

''وہی...... جو میجر کی سہائتا کر رہا ہے۔'' پروفیسر نے دانت پیس کر جواب دیا۔

''نہیں...... تم شاید مجھے بہلانے کی کوشش کر رہے ہو!......'' شیلا نے اپنے شبے کا اظہار کیا۔

''تو کچھ نہیں جانتی، پر میں جانتا ہوں......'' پروفیسر نے حقارت سے کہا۔ ''تیرا وہ یار بھی وہی ہے جو تو ہے۔ اس کے الٹے ہاتھ پر بھی بچپن میں وہی نشان داغا گیا تھا جو تیرے شریر پر ہے۔ پرنتو دیوتاؤں کی مرضی کے انوسار ایک تو تھا اپنے کسی دوسرے ساتھی کی

[...] نہیں کر سکتا۔ اسی کارن وہ دشٹ تیرے اور میرے درمیان اس...... میجر کو دیوار بنانے کی کوشش کر رہا ہے مگر وہ سپھل نہیں ہوگا۔ تیرا خون آخری بار پی لینے کے بعد میں ان دونوں کو بھی شما نہیں کروں گا۔''

''تو...... تو جھوٹ تو نہیں بول رہا......؟'' شیلا نے جذباتی لہجے میں سوال کیا۔

''کیوں؟...... تیرے من میں کیا کھل بل ہو رہی ہے؟'' پروفیسر نے شیلا کے چہرے پر بدلتے تاثرات کو بہت غور سے دیکھا۔

''اگر تو سچ بول رہا ہے تو میری ایک بات بھی کان کھول کر سن لے۔'' شیلا نے [...] ہوتے ہوئے شیلا انداز جاری رکھا۔ ''تیرا سپنا پورا نہیں ہو سکا۔ آج کی رات تو میرا خون نہیں پی سکے گا۔ تیرا سپنا ادھورا رہ جائے گا، تو ہار جائے گا۔ تیری برسوں کی محنت غارت......''

جواب میں پروفیسر نے اس قدر بلند اور تیز آواز میں شیلا کو ایک گندی گالی دے کر چپ رہنے کو کہا کہ ایک لمحے کو میں بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

''آج پھر تیری گندی زبان زہر اگل رہی ہے۔ تو شرافت سے نہیں مانے گی...... ویشیا'' پروفیسر نے اس بار بے حد سرد لہجے میں غرا کر کہا۔

شیلا نے جواب میں کچھ کہنا چاہا مگر اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اس کی آنکھیں حلقوں کے اندر پتھرا کر رہ گئیں۔ وہ جو ایک لمحہ پیشتر بڑی جذباتی نظر آرہی تھی، پلک جھپکتے میں کسی بے جان مجسمے کی طرح اپنی جگہ ساکت و جامد ہو کر رہ گئی۔ پروفیسر کی شیطانی قوتوں نے اسے ہپناٹائز کر دیا تھا۔ میں یہی حیرت انگیز تماشہ ایک بار پہلے بھی اپنی نظروں سے دیکھ چکا تھا۔

شیلا اب مکمل طور پر پروفیسر کے رحم و کرم پر تھی۔ میں نے پروفیسر کی طرف دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں دہکتی آگ کے شعلے رقص کر رہے تھے۔ چہرے پر طاغوتی خباثتیں نظر آرہی تھیں۔ شیلا پر نظریں جمائے وہ آہستہ آہستہ اس کی جانب قدم بڑھا رہا تھا۔ موت اور زندگی کا ہولناک کھیل شروع ہو چکا تھا۔

میری نظریں پروفیسر کے وجود پر مرکوز تھیں اور ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ پراسرار نوجوان کے بارے میں میرے جو خدشات تھے، وہ بڑی حد تک درست تھے۔ پروفیسر نے میری الجھن کی وضاحت بھی کر دی تھی کہ وہ لازوال ماورائی قوتوں کا مالک

ہونے کے باوجود شیلا کی براہ راست مدد کرنے سے کیوں گریز کر رہا تھا؟ اس [illegible] خود بھی یہی کہا تھا کہ پروفیسر کو موت کے گھاٹ اتارنا اس کے دائرہ اختیار سے باہر [illegible]

میری نظریں پروفیسر کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس کا اور [illegible] درمیانی فاصلہ گھٹتا جا رہا تھا۔ میں نے چرمی تھیلی کا منہ کھول لیا۔ میں پروفیسر کی شیطانی قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اس قوت کو آزمانا چاہتا تھا جو پراسرار نوجوان کے کہنے کے مطابق تھیلی میں بند تھی۔ میرے لئے ایک ایک لمحہ بڑا اعصاب شکن تھا۔ شیلا بدستور بت بنی کھڑی تھی۔ پروفیسر اس سے ایک قدم کے فاصلے پر پہنچ کر رک گیا۔ اس کی شعلہ بار نظریں بدستور شیلا کے چہرے پر جمی تھیں۔ ایک ثانیے تک وہ خاموش کھڑا شیلا کو قہر آلود نظروں سے گھورتا رہا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ ابھر کر پھیلنے لگی۔ اس نے آہستہ آہستہ اپنے دونوں ہاتھ چسٹر کی جیب سے نکالے۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔ میرے خیال کے عین مطابق پروفیسر کے دونوں ہاتھوں پر لوہے کا خول چڑھا ہوا تھا جس کے آگے ہاتھ کے پنجے کی طرح نوکیلی اور تیز دھار انگلیاں بنی ہوئی تھیں۔ پروفیسر کا سیدھا ہاتھ فضا میں بلند ہونا شروع ہوا۔ پھر......

اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے تھیلی میں بند کوئی شے تیزی سے کلبلا رہی ہو۔ میں نے تھیلی کا منہ کھول کر اس شے کو زمین پر لوٹ دیا۔ تھیلی سے جو شے برآمد ہوئی اسے دیکھ کر میں چونک اٹھا۔ وہ ایک سنہری آکٹوپس تھا جو زمین پر گرتے ہی حیرت انگیز طور پر بڑی تیزی سے اپنا حجم بڑھا رہا تھا۔ میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"شیلا رانی......" پروفیسر نے ہاتھ فضا میں بلند کرنے کے بعد شیلا کے ساکت وجود کو بڑے سفاک لہجے میں مخاطب کیا۔ "آج تیرا گھمنڈ ہمیشہ کیلئے خاک میں مل جائے گا۔ آج میری شکتی امر ہو جائے گی۔ پھر تیرے دیوی دیوتا اور تیرے قبیلے کے تمام تھوتھے میری مہان قوت کے سامنے ڈنڈوت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس دھرتی پر میرا راج ہوگا لیکن تو نہیں دیکھ سکے گی اس لئے کہ آج میں تیرے شریر کی تمام سندرتا کو اپنے چرنوں تلے روند کر ہمیشہ کیلئے نشٹ کر دوں گا...!"

پروفیسر نے اپنا جملہ مکمل کر کے ایک قہقہہ بلند کیا۔ پھر وہ اپنا ہاتھ پوری قوت سے شیلا کے سر پر مارنا چاہتا تھا لیکن عین اسی وقت آکٹوپس کے تین پاؤں فضا میں رسی کی طرح [illegible] لہرائے اور دوسرے ہی لمحے پروفیسر کو لپیٹ کر ایک طرف اچھال دیا۔ پروفیسر کے لئے وہ افتاد اس قدر غیر متوقع تھی کہ اس کے منہ سے بھی کراہ نکل گئی۔ زمین پر گرنے کے بعد اس نے دوبارہ اٹھنے میں حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کیا لیکن آکٹوپس کا دوسرا حملہ پروفیسر کی پھرتی کے مقابلے میں زیادہ تیزی سے عمل میں آیا۔ اس کے تمام پیروں نے فضا میں لہرا کر اپنا حلقہ تنگ کیا تو پروفیسر ان کے درمیان کسی کیچوے کی طرح پھنس کر بلبلانے لگا۔ اسی وقت فضا میں روشنی کا ایک اور جھماکا ہوا جس نے پروفیسر کے اس طلسم کو توڑ دیا جس نے شیلا کو اپنے شیطانی عمل سے پتھر کے بت کی مانند بے حس و حرکت بنا دیا تھا۔ اس سے ہوش [illegible] کے بعد پروفیسر کو آکٹوپس کے پیروں کے شکنجوں میں پھنسا تڑپتا دیکھا تو [illegible] لبوں پر فاتحانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

ایک لمحے تک وہ پروفیسر کو دیکھتی رہی۔ پھر اس نے تیزی سے نظریں گھما کر اس [illegible] کی جانب دیکھا جیسے کسی نادیدہ قوت نے اسے میری موجودگی کا احساس دلا دیا ہو۔

"[illegible] میجر" وہ تیزی سے قدم بڑھاتی میرے قریب آ کر بولی۔ "مجھے یقین تھا تم ضرور آؤ گے۔"

"للل... کیا یہ وہی سنہری آکٹوپس ہے جسے میں نے تمہارے ڈرائنگ روم میں [illegible] کے پیالے میں تیرتے دیکھا تھا؟" میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے سوال کیا۔

"تم ان چکروں میں نہ الجھو میجر...... بس یہ سمجھ لو کہ یہ سنہری آکٹوپس ہمارے دیوتاؤں کی قوتوں کا ایک ایسا تحفہ ہے جو صرف خاص خاص وقت پر کسی قسمت والے کے نصیب میں آتا ہے۔"

"لیکن یہ تو چرمی تھیلی میں بند تھا اور......"

"...اب تم شاید یہ جاننا چاہو گے کہ پروفیسر کا انجام کیا ہوگا؟" شیلا نے بڑی [illegible] سے میری بات کاٹ دی۔ پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولی۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر آج کی رات میں دو بجے تک اس کے قابو میں نہ آئی تو پھر میں آزاد ہو جاؤں گی۔ مجھے میری وہ قوت واپس مل جائے گی جو پروفیسر ہر پورن ماشی کی رات میرا [illegible] کیا کرتا تھا۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اس نے جنگل سے چھٹکارا پانے کے

بعد میں اپنا انتقام پورا کرنے کی خاطر اس کے جسم کی ساری ہڈیاں چبا جاؤں گی لیکن
نہیں ہوگا۔ ہم نے اپنا پروگرام تبدیل کر دیا ہے۔"

"ہم نے......" میں چونکا۔ "کیا تمہارے علاوہ اس وقت کوئی اور بھی یہاں
ہے؟"

"تمہارا اندازہ غلط نہیں ہے میرے دوست......" شیلا کے بجائے میرے
میں پراسرار نوجوان کی مانوس آواز گونجی۔ "لیکن مجھے افسوس ہے کہ اب میں تمہارے
نہیں آسکوں گا۔"

"پروفیسر کے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"ہم اسے اپنے قبیلے لے جائیں گے۔ وہاں مقدس دیوتاؤں کے
اسے قربان کرنے کے بعد اس کا گوشت ذروماؤں کو کھلا دیا جائے گا۔"

"ذروما...... ؟" میں نے وضاحت چاہی۔ "وہی مقدس جانور جسے
ولیم یا جم براؤن نے ہلاک کر دیا تھا؟"

"ہاں۔" پراسرار نوجوان نے جواب دیا۔ "ذروما ہمارے علاقے کا
مقدس جانور ہے۔ دیوتاؤں کا کہنا ہے کہ وہ جس شخص کا گوشت کھا لے اس کی
دنیا میں کبھی واپس پلٹ کر نہیں آسکتی۔ ہم پروفیسر کی شیطانی قوتوں کو ہمیشہ کیلئے
چاہتے ہیں اس لئے شیلا کو اپنے فیصلے میں ترمیم کرنی پڑی۔ ہم تمہارے بے حد
کہ تم نے ہماری مدد کی۔ ہم تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھولیں گے۔"

"اب تم شاید میری اصلی شکل دیکھنا پسند کرو گے؟" اس بار شیلا نے
کیا۔

"کیوں؟ کیا تم نے وعدہ نہیں کیا تھا؟" میں نے پروفیسر کی سمت
کہا جس کی جدوجہد آکٹوپس کے شکنجوں سے آزادی حاصل کرنے کے سلسلے
تھی۔ غالباً وہ بے ہوش ہو گیا تھا یا پھر اس کی روح اس کے ناپاک جسم کا
تھی۔

"مجھے اپنا وعدہ یاد ہے میجر۔" شیلا نے کہا۔ "تم بس ایک پل
آنکھیں بند کر لو۔"

نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ پھر ایک منٹ کے بعد دوبارہ آنکھیں کھولیں تو
سامنے وہی پندرہ سولہ سال کی لڑکی موجود تھی جسے میں وہ پہر کو دیکھ چکا
تھا کہ اس وقت وہ اتنی حسین اور خوبصورت نظر نہیں آرہی تھی جتنی
رہی تھی۔ اس کا رنگ گندی تھا لیکن چہرے کے نقوش خاصے دلکش
معصومیت اور بھولپن نظر آرہا تھا۔ میری نظر ایک بار پھر پروفیسر پر
نظر آرہا تھا۔

"کیا یہ مر گیا؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"نہیں آکٹوپس نے اس کی دماغی نسوں کو دبا کر بے ہوش کر دیا ہے۔" شیلا
کی طرف حقارت سے گھورتے ہوئے کہا۔ "یہ اتنی جلدی نہیں مر سکتا۔ ابھی تو مجھے
کا حساب لینا ہے۔"

ہم اب تم سے اجازت چاہیں گے میجر۔" پراسرار نوجوان کی آواز میرے
گونجی۔ "ہم تمہاری مہذب دنیا سے جاتے جاتے تمہارے پاس ایک نشانی چھوڑ
وہ تمہارے لئے ایک تحفہ ہوگا۔ شاید تمہارا گزر کبھی ہمارے قبیلے کی طرف ہو تو
لئے بے حد کارآمد ثابت ہوگی۔ اس کی موجودگی میں ہمارے لوگ کشادہ
استقبال کریں گے۔"

پراسرار نوجوان سے دو ایک باتیں معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن ارادے کی
روشنی کا ایک جھماکا ہوا تو میری آنکھیں بس ایک پل کو چندھیا سی گئیں۔
نے غور کیا تو خوابگاہ کے علاوہ شیلا آکٹوپس اور پروفیسر بھی میری نگاہوں
تھے۔ میری نظروں کے سامنے تباہ شدہ مکانات کا ملبہ پڑا تھا۔ دور دور
نشان نہیں تھا۔ میں کچھ دیر تھکا تھکا سا کھڑا خلاء میں گھورتا رہا۔ پھر
گیا۔

واقعہ کو گزرے دس سال سے کچھ زیادہ ہی عرصہ بیت چکا ہے لیکن
ان واقعات پر غور کرتا ہوں تو مجھے ایسا ہی لگتا ہے جیسے وہ سب کچھ ایک
نظر شیشے کے بنے ہوئے اس آکٹوپس پر پڑتی ہے جسے میں نے
گول میز پر سجا رکھا ہے تو مجھے بھولی بسری تمام باتیں یاد آ جاتی

ہیں جو ناقابل یقین تھیں لیکن میں انہیں جھٹلا نہیں سکتا۔ اس لئے کہ میں ان گزرے لمحوں کے ہولناک واقعات کا چشم دید گواہ ہوں۔

شیشہ کا بنا ہوا وہ آکٹوپس جو تباہ شدہ آبادی سے واپسی کے بعد مجھے اپنی خواب گاہ میں میز پر رکھا ملا تھا' پراسرار نوجوان کا وہ تحفہ ہے جس کا اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔ جب بھی کاروباری مصروفیات سے فرصت ملتی ہے' میں کچھ دیر کے لئے اپنی سٹڈی میں جاتا ہوں اور اس تحفے کو ہر بار ایک نئے انداز سے دیکھتا ہوں۔ پھر میرا ذہن ماضی کے پراسرار' ناقابل یقین واقعات میں گم ہو جاتا ہے جنہیں میں شاید زندگی کی آخری سانس تک فراموش نہ کرسکوں گا۔

پراسرار نوجوان کی ہدایت کے مطابق میں نے دو سال تک اس پراسرار کہانی کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھا۔ پھر تحریر میں لانے کا ارادہ کیا۔ مجھے دو سال تک زبان بند رکھنے کی تاکید کیوں کی گئی تھی؟ میں اس سلسلے میں بھی یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا......!!

(ختم شد)

مزید کتب پڑھنے کے لئے آج ہی وزٹ کریں: www.iqbalkalmati.blogspot.com